ماہنامہ

اشاعۃ الحدیث

لاہور / حضرو

محدّث العصر نمبر

خصوصی اشاعت: حیات وخدمات

محدّث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ
MAKTABA ISLAMIA

جمع وترتیب حافظ ندیم ظہیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللّٰہ

کے نام سے شروع سے کرتا ہوں
جو بڑا ہی مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

نضر الله امرءًا سمع منا حديثًا فحفظه حتى يبلغه

ماهنامه

اشاعة الحدیث

لاھور
حضرو

محدث العصر نمبر

بانی
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مدیر
حافظ ندیم ظہیر

معاون مدیر
حافظ معاذ علی زئی

مجلس ادارت
حافظ شیر محمد الاثری
پروفیسر محمد رحمٰن کنبھر
ابوالاسجد محمد صدیق رضا
ابوالقاسم نوید شوکت
ابومحمد نصیر احمد کاشف
ابوصفی عبدالرحمٰن اثری
ابواحمد وقاص زبیر
حافظ فرحان الٰہی
ابوعبداللہ عدنان الطاف

اس شمارے میں

خدمات	51
شخصیت	293
محدث العصر عزیز و اقارب کی نظر میں	475
تاثرات	493
انٹرویو......سفرنامہ	557
منظوم	589
خط کتابت	603
بعض نادر تحریریں	629
سفر آخرت	641
تعزیت	649

خط کتابت مرکز القدس | مین بازار اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور | 0300-8663828

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

الحمد للّٰه وحده، و الصلاة والسلام علٰى من لا نبي بعده،

أما بعد:

فهذا جزء فيه مسائل للحافظ محمد بن عثمان بن أبي شيبة رحمه اللّٰه تعالٰى، أكثره سؤالات عن الرجال و فيه بعض الأحاديث والآثار و قد أكثر فيه النقل عن أبيه عثمان بن أبي شيبة و بعضه عن ابن نمير و بعضه عن علي بن المديني وغيرهم و في نهايته أحاديث رواها الطبراني و قد ذكر أبوعبداللّٰه الذهبي رحمه اللّٰه أن لمحمد بن عثمان بن أبي شيبة تاريخًا كبيرًا فلعل هذا الجزء من هذا التاريخ . واللّٰه تعالٰى أعلم

و قد قام بتحقيق هذه المسائل الشيخ زبير علي زئي و فقه اللّٰه تعالٰى و كتب مقدمة مفيدة ترجم فيها لصاحب هذه المسائل و بين أنه حسن الحديث فجزاه اللّٰه خيرًا . هذا و قد طُبع لمحمد بن عثمان بن أبي شيبة كتاب العرش وكتاب آخر فيه مسائل سأل عنها علي بن المديني عن الرواة .

وباللّٰه التوفيق . عبد اللّٰه بن عبد الرحمن السعد

٢٥/ ١/ ١٤٢٦هـ

المسائل للامام الحافظ محمد بن عثمان بن أبي شيبة (المتوفى: ٢٩٧هـ)

یہ وہ عظیم جزء ہے جس کی تحقیق وتخریج محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کی، چونکہ یہ کتاب آپ کی وفات کے بعد شائع ہوئی ہے اور فضیلۃ الشیخ محدث عبداللہ بن عبدالرحمٰن السعد حفظہ اللہ کی طرف سے لکھی گئی مذکورہ تقریظ ہمیں شائع ہونے کے بعد ہی موصول ہوئی، لہٰذا اب علمی فائدہ جانتے ہوئے اور اس تحریر کو محفوظ کرنے کی غرض سے ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔

فہرست

عرض ناشر	محمد سرور عاصم	13
عرض مرتب	حافظ ندیم ظہیر	16
حرفِ اوّل	حافظ معاذ بن زبیر علی زئی	19
حرفے چند	مفتی حافظ عبدالستار الحماد	22
آئینہ حیات		24
اسناد و اجازۃ الروایات		26
حیاتِ محدث العصر کے چند درخشاں پہلو	حافظ ندیم ظہیر	37

خدمات

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا علمی مقام	پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن	51
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (علمی و تحقیقی آثار: ایک تعارفی جائزہ)	پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ	56
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی دینی و علمی خدمات	مولانا عبدالرشید عراقی	119
اہل باطل کے رد میں محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی و قلمی کاوشیں	پروفیسر محمد جمن کنبھر	157
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور علم الرجال	قاری یحییٰ رسول نگری	166
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تعالیٰ	حافظ صلاح الدین یوسف	167

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی خدمات	مولانا محمد عزیر شمس (مکہ مکرمہ)	175
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ	179
فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی وتحقیقی خدمات	مولانا یحییٰ عارفی	184
امام حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک تاریخ وتحریک	مولانا محمد اسلم سندھی	191
فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بحیثیت مثالی محقق ومناظر	مولانا محمد صادق خلیل مری	200
شیخ محترم رحمہ اللہ کا طریقۂ تدریس	مولانا ابومعاویہ منشاء سلفی	205
محدث العصر رحمہ اللہ بحیثیت ایک مثالی مربی ومدرس	حافظ شبیر احمد جمالی	207
استاد جی رحمہ اللہ	مولانا عبدالرحمان اثری	217
میرے شیخ میرے محسن، میرے مربی	ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی	222
الشیخ زبیر علی زئی وجهوده فی الحديث النبوی	أحمد عبد الله ثاقب بنغلاديشی	231
استادمحترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی خدمات پرخراج تحسین	مولانا ابن بشیر الحسینوی الاثری	254
نَصْرُ الرَّحْمٰنِ وَالحَيّ فِی سیرةِ الشیخ المحدّث زبیرعلي زئي	مولانا ابومعاذ الحمیدی	257
میرے مشفق ومربی استاذِ گرامی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بہترین مدرس	مولانا حبیب الرحمٰن ہزاروی	271
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا ذوالفقار ابراہیم میمن الاثری	275
شیخ الحدیث، محقق العصر، امام الجرح والتعدیل حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا ابوعبداللہ عبدالواجد	282
بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی	مولانا محمد یٰسین ہزاروی	285
اسماء الرجال کا عظیم شہسوار بھی ہم سے جدا ہوگیا	قاری لیاقت علی باجو	287

شخصیت

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا ارشاد الحق اثری	293
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	پروفیسر ڈاکٹر وصی اللہ بن محمد عباس	295
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت	مولانا عبداللہ ناصر رحمانی	296

محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا مبشر احمد ربانی	301
حافظ زبیر علی زئی پریشان ہو کے بھاگے آئے	ابو بکر قدوسی	304
البانی و علیزئی رحمۃ اللہ علیہما	مولانا عبد الصمد رفیقی	320
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا محمد عارف اثری	327
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی چند یادیں اور چند باتیں	حافظ شیر محمد الاثری	328
الحافظ زبير علي زئي رحمه الله كما عرفته	الشيخ عبد الحميد رحمتي، بشاور	334
فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	ڈاکٹر عبد الحفیظ سموں	341
حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت	مولانا ابو صہیب محمد داود ارشد	343
شیخ الحدیث مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا محمد یٰسین ظفر	347
ہمارے محترم شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	حافظ غلام اللہ	348
نامور مفکر و محقق اور محدث	محمد ادریس ظفر	351
تیرا رنگِ محفل یاد آتا ہے	ڈاکٹر رحمت الٰہی	352
محقق العصر، محدث العصر، ذہبی زماں	ابو ابراہیم خرم ارشاد محمدی	355
ایک عہد ساز شخصیت	پروفیسر مولا بخش محمدی	360
جو میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے دل نے یاد رکھا	مولانا ابو زہیر تنویر	361
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت میری نظر میں	شاہد نذیر، کراچی	366
محدث جلیل محقق شہیر علامہ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی الحمدی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا رحمت اللہ رحیق	396
یادیں محدث زبیر رحمہ اللہ کی	مولانا حکیم ابو الانعام محمد صفدر عثمانی	400
حافظ القرآن والحدیث مولانا زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	حافظ محمد نعمان فاروقی	403
ایک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے	قاری طارق جاوید عارفی	407
فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک عالم بے مثل محدث بے بدل	ابو خالد عبد المجید شاکر	414
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا ابو انس قیصر محمود طیبی	420
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	ابو سعد	424

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علیہ	حافظ محمد یحیٰی الحداد	426
محبو بنا وشیخنا محدث العصر رحمہ اللہ، چند یادیں چند باتیں	مولانا ابو عمیر حزب اللہ بلوچ	427
جو بادہ کش تھے پُرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں	مولانا عبدالرحیم محمد یونس بنارسی	432
شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور ان کی فکر......ایک تبصرہ	مظہر السّلفی الجوہری جھنگڑوی	435
عصرِ حاضر کا عظیم محدث	محمد رمضان یوسف سلفی	437
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علیہ	مولانا محمد زبیر صادق آبادی	440
استاذ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علیہ	محمد یاسین شاد	448
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سانحہ وفات	حافظ محمد یونس اثری	452
آہ! اک عظیم محقق حافظ زبیر علی زئی صاحب	مولانا ریاض احمد عاقب اثری	458
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما	مولانا محمد رفیق طاہر	462
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علیہ	ابو المحبوب سید انور شاہ راشدی	466

محدث العصر عزیز و اقارب کی نظر میں

پاسباں، چراغ	طاہر علیزئی حضروی	475
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ: بحیثیت ایک باپ	حافظ معاذ علی زئی	476
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علیہ	بنتِ حافظ زبیر علی زئی	480
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے	مسز ذیشان رضا شفیق	482
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے	بنت محمد نواز توقیر علی زئی	485
محدثِ حضرو	امّ محمد	488

تاثرات

الحافظ زبير علي زئي رحمه الله	أبو محمد أمين الله البشاوري	493
حبی فی اللہ	مولانا عبداللہ محمدی	496

خاموش ہوگیا چمن بولتا ہوا	مولانا محمد زمان عبداللہ	498
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ چند یادیں کچھ باتیں	مولانا عبدالرشید ضیاء	499
موت العالِم موت العالَم	الشیخ عبداللہ سلیم	502
وقت کے عظیم محدث، باعمل عالم دین	مولانا عبدالرزاق ابراہیمی	502
موت العالِم موت العالَم	الشیخ ابوعمر عبدالعزیز النورستانی	504
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے یادگار ملاقاتیں	ابوعمر سوہدروی	505
موت العالِم موت العالَم	ابوعبداللہ عدنان الطاف	511
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں	مولانا محمد افضل محمدی بن لیاقت علی چانڈیو	514
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا امتیاز	حافظ محمد شعیب میمن	514
ممتاز عالم دین حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا منیر احمد سلفی	515
مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا فضل اکبر کاشمیری	516
الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	عبدالشکور مہدی	517
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بارے میں چند گزارشات	مولانا محمد یونس عتیق	520
امام العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا محمد ارشد کمال	526
تاثرات	محمد شفیق قاسم	527
محقق العصر علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک عالم ربانی تھے	حافظ علی احمد جمالی	529
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بارے میں میری رائے	زعیم، پشاور	530
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	مولانا اصغر علی سمیجو	531
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	ابوالقاسم نوید شوکت (برطانیہ)	532
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	عمر فاروق قدوسی	533
چند باتیں چند یادیں	مولانا ابوابراہیم محمد ندیم	544
محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر مسعود سندھی	550

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	سید کلیم حسین شاہ بخاری	551
شیخ رحمہ اللہ کی حیدر آباد سے محبت	ابوانس وکیل ولی قاضی	552

انٹرویو...سفرنامہ

محقق دوراں سے انٹرویو	ابوعمر سوہدروی	557
حافظ محمد زبیر خان علی زئی رحمہ اللہ	عمران خان	560
یمن کا سفر	محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ	563

منظوم

محدث العصر الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں	ممتاز طارق	589
وابل العز والخير في ترجمة الشيخ زبير	أبو صهيب محمد بن عبد الرحمن السلفي	589
نفح الطيب وحث السير في ذكريات الشيخ زبير	الشيخ جلال الدين خان	592
قصيدة: محد الزمان	حافظ ذکاء اللہ بن محمد حیات حافظ آبادی	597
محدث العصر زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی یاد میں	مولانا رفیق طاہر	599

خط کتابت

ادارۃ العلوم الأثریہ	مولانا ارشاد الحق اثری	603
ادارۃ العلوم الأثریہ	مولانا محمد خبیب احمد	604
	أبو اليمان العراقي	605
طلب و توضيح	أبو الأشبال المقدسي	605
فضیلۃ الشیخ بدر بن محمد المحمود	الشيخ بدر بن محمد المحمود	606
	حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ	607
دارِ سعد (مدرسہ)	(مولانا) عبدالرحمن چیمہ	609

مرکز الحسن لاہل الحدیث	مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی	609
	محمد اسحاق بھٹی	610
مہتمم المرکز الاسلامی بخشالی ضلع مردان	قاری کفایت اللہ	611
ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث صوبہ سرحد	(مولانا) محمد عبداللہ	611
جامعہ لاہور الاسلامیہ	ڈاکٹر حافظ حسن مدنی، ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی	612
الجامعۃ العربیۃ	شیخ الحدیث ابوزکریا عبدالسلام الرستمی	612
ادارہ تحقیقات گوجرانوالہ	مولانا ابوالانعام حکیم محمد صفدر عثمانی	613
رئیس جامعہ دارالرشاد	سید محمد قاسم بن محبّ اللہ الراشدی الحسینی	613
ادارہ تحقیقات سلفیہ کراچی پاکستان	حافظ محمد نعیم	614
خالقدینا ہال لائبریری ایسوسی ایشن	قاری ہلال احمد ربانی	615
	محمد یحییٰ حامدی	615
پاکستان بائبل کورسپونڈنس سکول	یُونتن مسیح	616
جواب الجواب	حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	617
پاکستان بائبل کورسپونڈنس سکول	یُونتن مسیح	620
جواب الجواب	حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	621
پاکستان بائبل کورسپونڈنس سکول	یُونتن مسیح	623
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد پاکستان	مخلص سید فیاض علی	624
جواب الجواب	حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	625
وصی اللہ عباس المدنی المکی کے نام	حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ	625
علمی رہنمائی	محمد شاہد	626
مکتبۃ اصحاب الحدیث	ڈاکٹر عبدالحفیظ سموں	626

نادر تحریریں

نادر تحریریں		629

سفر آخرت

محقق دوراں، ذہبی زماں، محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سفر آخرت	ابوظفیر محمد ندیم ظہیر	641
اک چراغ اور بجھا	مولانا محمد ابوبکر فاروقی	642

تعزیت

تعزیت	الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن سعد	649
تعزیت	محدث غلام اللہ رحمتی	649
وکیل مسلک اہل حدیث کی رحلت	مولانا ذوالفقار علی طاہر	649
تعزیت	مولانا عبدالمنان شورش	653
تعزیت	مولانا واصل واسطی	653
تعزیت	قاری شاہ محمد ربانی	654
شیخ الحدیث مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال	ماہنامہ ترجمان الحدیث فیصل آباد	654
آسمانِ علم کا روشن ستارہ ڈوب گیا	پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی	655
موت العالم موت العالم	ماہنامہ نداء الاسلام پشاور	656
حضرت الشیخ مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سانحۂ ارتحال	ہفت روزہ الاعتصام	656
محقق اہل حدیث اور مدیر ماہنامہ الحدیث حضر	ادارہ سہ ماہی مجلّہ نداء الجامعہ لاہور	657
مناظر اسلام مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا انتقال پُر ملال	ماہنامہ حرمین جہلم	657
مدرسہ تحفیظ القرآن والحدیث کسووال	حافظ عزیز الرحمان سلفی	658

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

تقریباً ۲۲ سال قبل ایک دوپہر کو محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد میں داخل ہوتے ہیں، احوال دریافت کرنے کے بعد مسکراتے ہوئے بولے: ''سرور صاحب! کیا آپ میری کتاب نور العینین شائع کریں گے؟''

شیخ رحمہ اللہ نے جب نور العینین کا ذکر کیا تو میرے سامنے ماضی کے دریچے کھل گئے۔ دورِ طالب علمی سے ہی مناظروں کا بہت شوق تھا اور مسئلہ رفع الیدین پر جس کتاب سے اطمینانِ قلب اور مخالفین کا ناطقہ بند ہوتا وہ یہی کتاب تھی۔ آپ کے سوال پر بغیر سوچے سمجھے فوراً ''ہاں'' میں جواب دیا۔ اگرچہ بعض ناشرین و ماہرین کا کہنا تھا کہ یہ کتاب خالص علمی نوعیت کی ہے، اس لیے مجھے خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا، لیکن اللہ جانتا ہے کہ میں نے کاروباری نکتہ نظر سے نہیں بلکہ سعادت جان کر ہامی بھری تھی۔ شیخ محترم کے ساتھ میری یہ ملاقات اس اعتبار سے بڑی اہم تھی کہ محبت وقربت کی ایسی راہیں ہموار ہوئیں کہ آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے: ''سرور صاحب! ہمارا تعلق و آپس کی محبت موت کے علاوہ ختم نہیں ہوسکتی۔'' اور آپ اپنے قول کے اتنے پکے تھے کہ زندگی بھر ساتھ نہیں چھوڑا، اور اب بعد از وفات آپ کی یادیں ساتھ نہیں چھوڑتیں۔ شاید ہی کوئی دن ایسا ہو کہ آپ کا تذکرہ خیر نہ ہو اور آنکھیں نم نہ ہوں۔ یہاں یہ واضح کرتا چلوں کہ جب میں نے کتاب کی اشاعت کا تذکرہ محدث العصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ سے کیا تو انھوں نے اس فیصلے کو بہت سراہا، بلکہ کتاب چھپنے کے بعد ''تقریب رونمائی'' اپنی سرپرستی میں ادارہ علوم اثریہ میں منعقد کروائی اور جس محبت و عقیدت کا اظہار کیا، میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ میری دانست میں فیصل آباد کی سطح پر اپنی نوعیت کا یہ منفرد پروگرام تھا۔ مختلف مسلک سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی بڑی تعداد شریک مجلس تھی اور اسٹیج پر دو روشن ستارے، وقت کے دو بڑے محدث براجمان تھے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے بے شمار سوالات کیے گئے اور آپ فی البدیہہ مدلل جوابات دیتے جاتے تھے۔

آپ کے کمال حافظے کا اندازہ تو مجھے اسی وقت ہوگیا تھا جب آپ کسی کام کی غرض سے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں آئے تھے اور میں ان دنوں وہاں (ایم اے، عربک میں) تعلیم حاصل کررہا تھا۔

ایک دن ہم آپ کے ہمراہ واک کی غرض سے گئے اور اس دوران میں کئی علمی نوعیت کے سوالات پوچھنے پر فوراً باحوالہ جواب مل جاتا تھا۔ یقین جانیں عقل دنگ رہ جاتی تھی۔

اسی طرح کے مناظر اس عظیم مجلس میں بھی دیکھنے کو ملے جس کا انعقاد فضیلۃ الشیخ حافظ محمد شریف حفظہ اللہ نے اپنی علمی و عملی درسگاہ ''جامعہ تربیہ'' میں کروایا تھا۔ متخصص و محقق علماء کی موجودگی میں مختصر درس اور سوال وجواب کی طویل نشست سے باذوق و اہل علم حضرات کی تشنگی دور کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی تھی۔

فیصل آباد یا اس کے اردگرد کوئی سا پروگرام ہوتا تو مجھے سعادت بخشتے حتیٰ کہ بعض دروس کے لیے مجھے لاہور سے حاضر

ہونے کو کہتے۔

مولانا عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ نے مدعو کیا، میں آپ کے ساتھ رفیق سفر بنا۔ان دروس و پروگرامز میں جہاں آپ کی رفاقت ومصاحبت میسر آتی وہاں حصول علم کے مواقع بھی مل جاتے تھے ورنہ کاروباری مصروفیت سے باقاعدہ وقت مشکل ہی سے نکل پاتا ہے۔

سمندری/فیصل آباد میں پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ حفظہ اللہ کی زیر نگرانی بڑا عالیشان پروگرام مرتب کیا گیا تھا، حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے تیس منٹ کا درس اور تقریباً دو گھنٹے سوالات کے جوابات دیے۔ اختتام کے باوجود لوگ گاڑی تک ہجوم کی شکل میں سوالات ہی پوچھتے رہے۔ راقم الحروف نے بڑی مشکل سے گاڑی تک رسائی ممکن بنائی۔گاڑی میں بیٹھ کر فرمانے لگے: سرور صاحب! اگر آپ حکمت وبصیرت کا مظاہرہ نہ کرتے تو لوگ مجھے مزید کئی گھنٹے تک روکے رکھتے۔ اس سے قبل ''رندھاوا ہاؤس''میں بھی بڑی علمی مجلس کا انعقاد ہوا جہاں پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ و دیگر اہل علم نے اصول حدیث سے متعلقہ اہم سوالات کے جوابات دریافت کیے۔

شیخ محترم کی یہ خوبی تھی اگر کوئی خامی محسوس کرتے تو اصلاح کی غرض سے فوراً آگاہ کرتے اور اگر کوئی اچھائی دیکھتے تو اس کی بھی خوب تعریف کرتے۔ میری زندگی میں ڈسپلن کو خاص اہمیت حاصل ہے، ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ نہ اپنا وقت ضائع کروں اور نہ دوسروں کو انتظار کی تکلیف سے دوچار کروں، یہی وجہ ہے کہ مجھے شیخ رحمہ اللہ اکثر کہا کرتے کہ سرور صاحب! جس طرح فوج میں ڈسپلن ہوتا ہے آپ بھی اس کی عملی تصویر ہیں، ہر کام پورے منظّم طریقے سے کرتے ہیں اور کئی قسم کی دشواریوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

میرے گھر سے اس قدر مانوس تھے کہ آپ واضح طور پر کہہ دیتے تھے کہ لاہور آنے کے باوجود ایسے ہی معلوم ہوتا ہے کہ میں حضرو گھر میں ہی ہوں کہ لکھنے پڑھنے اور کھانے پینے میں کسی قسم کی کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ میرے بچوں سے بہت پیار کرتے تھے، جب بڑے بیٹے ثوبان کا آپریشن ہوا تو کئی دن میں نے بتایا ہی نہیں، پھر دعا کی غرض سے بتایا تو بہت پریشان ہوئے اور فوراً تیمارداری کے لیے آنے کی نوید سنا دی۔ جس دن آپ کو اٹیک ہوا، اس دن ہمارے پاس آنے ہی کی تیاری میں مصروف تھے، لیکن کسے خبر تھی کہ اب شیخ محترم کبھی نہیں آپائیں گے۔

شیخ رحمہ اللہ تہجد گزار تھے اور تھوڑا سا وقت بھی میسر آجاتا تو اسے علمی کام کے لیے غنیمت جانتے۔ ایک دفعہ رات کے آخری پہر آپ کو دیکھنے کے لیے مہمان خانے میں داخل ہوا کہ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں، دیکھا تو آپ اپنے سامنے مختلف خطوط رکھے ہوئے ہیں مجھے دیکھتے ہی بولے: ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو سوچا لوگوں کے سوالات کے جوابات ہی لکھ دوں۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرو سے لاہور تشریف لا رہے تھے کہ مرید کے شہر کے قریب گاڑی خراب ہوگئی، مجھے فون پر بتایا تو عرض کی! شیخ آپ وہیں رکیں میں آپ کو لینے آجاتا ہوں، جب میں مقررہ جگہ پر پہنچا تو وہاں شیخ رحمہ اللہ نہیں تھے۔ پریشانی میں ادھر ادھر دیکھا تو ایک جانب سے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو خود ہی فرمانے لگے: میں نے سوچا وقت ضائع کرنے کی

بجائے پاس ہی حجام کی دکان سے بال وغیرہ کٹوالوں۔ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے کبھی آپ کو وقت ضائع کرتے نہیں دیکھا، ہمیشہ کسی نہ کسی طرح اسے کارگر بنالیتے تھے۔

قارئین کرام! یہ حقیقت ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات سے نہ صرف یہ کہ علمی طور پر ایک خلا واقع ہوگیا ہے بلکہ ہمارے جیسے سایہ عاطفت سے بھی محروم ہوگئے ہیں۔ جس شفقت ومحبت سے دینی معلومات سے روشناس کرواتے تھے اب ڈھونڈنے سے بھی ملنے کو رہے۔ ایک دفعہ لاہور شہر میں فتاویٰ کمیٹی بنائی گئی اور ملک بھر سے ممتاز اہل علم اور شیوخ الحدیث کو دعوت دی گئی، آپ بھی حضرو سے تشریف لائے اور مجھے ساتھ لے لیا، جب میں نے کبار علماء کو دیکھا تو وہاں سے نکلنا چاہا۔ آپ نے محسوس کرلیا اور میرا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے بولے: آپ بھی عالم دین ہیں اور آپ کو بھی مستفید ہونا چاہیے۔

شیخ رحمہ اللہ شمع کی طرح تھے کہ پروانے دور دور سے کھچے چلے آتے تھے، جب اہل علم کو خبر ہوتی کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تشریف لائے ہیں تو میرے گھر میں آمد ورفت بڑھ جاتی تھی اور میرے بچے بھی خوب محظوظ ہوتے تھے علمی برسات سے۔

ثوبان اور نعمان دونوں کو شیخ رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت ومحبت تھی جب آپ بیمار ہوئے اور میرا ہسپتال میں جانا رہتا تھا تو ضد کرکے لاہور سے اسلام آباد تیمارداری کے لیے گئے، حالانکہ یہ دونوں لمبے سفر سے بہت گھبراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی محبت دلوں میں راسخ ہوجاتی ہے جو دعاؤں کی صورت میں ہمیشہ برقرار رہتی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ ہمارے شیخ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کی حسنات کو شرفِ قبولیت بخشے، ان کی تحریر وتقریر کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور ہمیں اس کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

محمد سرور عاصم
مدیر مکتبہ اسلامیہ، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتب

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد:

ایک دن نماز ادا کر کے استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ساتھ ہی مسجد سے باہر نکلا تو چند قدم چلنے کے بعد آپ نے میرا ہاتھ تھام لیا، عموماً کسی اہم بات کے وقت آپ اسی طرح ہاتھ تھام لیتے تھے، بعد ازاں فرمانے لگے: ''حافظ جی! اگر شاگرد استاذ کو نہ بھولے تو استاذ کبھی فوت نہیں ہوتا، اپنے منہج و مشن کی صورت میں ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ آپ دیکھ لیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اگرچہ خود بہت بڑے عالم دین تھے، لیکن ان کے عظیم تلامذہ حافظ ابن قیم، حافظ ابن کثیر اور امام ذہبی رحمہم اللہ وغیرہ نے ان کے مشن کو جاری رکھا تو ہر طرف شیخ الاسلام کی دعوت عام ہوگئی اور ہر جانب ان کی کتب پھیل گئی تھیں۔

آپ کی وفات کے بعد یہ بات مسلسل میرے دل و دماغ میں گردش کرتی رہتی ہے اور تعلیمی، تدریسی، تبلیغی اور نجی مصروفیات کے باوجود ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ دامے، درمے، قدمے، سخنے اس مشن کو جاری و ساری رکھوں، تحریر و تقریر اور استاذ محترم کی کتب کی اشاعت کے ذریعے سے سلف صالحین کی دعوت کو عام کرتا رہوں۔

مجھے ہمیشہ اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا احساس شدت سے رہا، کبھی کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوا، بس ایک جذبے کے تحت ان علمی امور کو سرانجام دینے کی کوشش میں ہوں۔

مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میں عوام و خواص کی توقعات پر پورا نہیں اتر پا رہا، لیکن میں اپنی حیثیت و وسائل کے مطابق جس قدر ممکن ہو سکا اور جب تک میری سانس جاری ہے، اس سلسلے کو بھی جاری رکھوں گا۔ ان شاء اللہ

اہل علم و قلم اور پبلشنگ سے وابستہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ خصوصی اشاعت ایک مشکل امر ہے، مختلف علماء اور قلمکاروں سے مسلسل رابطہ اور منت سماجت کے بعد ہی تحریر میسر آتی ہے جس بنا پر اشاعت کے سلسلے میں تاخیر ایک لازمی امر ہے۔ اس قدر تاخیر کے باوجود ابھی ایک لمبی فہرست ان احباب کی ہے جنھوں نے ہامی بھری، لیکن اپنا مضمون ہمیں عنایت نہیں کر سکے۔ بہر صورت جن احباب نے کسی بھی صورت میں تعاون کیا وہ لائق تحسین ہے، بالخصوص میرے شاگرد رشید محترم عدنان الطاف حفظہ اللہ نے کافی بھاگ دوڑ کی۔ جزاه الله خيرًا

ناسپاسی ہوگی اگر اپنے چار جلیل القدر بزرگوں کا ذکر نہ کروں، میری مراد محدث العصر مولانا ارشاد الحق اثری، فضیلۃ الشیخ مفتی عبدالستار حماد، فضیلۃ الشیخ مولانا عبداللہ ناصر رحمانی اور فضیلۃ الشیخ مفتی مبشر احمد ربانی حفظہم اللہ ہیں، جنھوں نے ازخود محبت و عقیدت سے شیخ محترم رحمہ اللہ کے لیے کلماتِ تحسین فرمائے۔ جزاهم الله خيراً

اسی طرح قدوسی برادران محترم ابوبکر قدوسی اور محترم عمر فاروق قدوسی کا بھی شکریہ ادا کرنا از حد ضروری ہے کہ انھوں نے

محبت بھری تحریریں عنایت فرمائیں۔ یہاں آگاہ کرتا چلوں کہ محترم ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی ﷾ کے بھرپور اصرار پر جب راقم نے جامعہ لاہورالاسلامیہ (مرکز البیت العتیق) میں سلسلۂ تدریس شروع کیا تو انھوں نے واضح کیا کہ ہم تمام بھائی اور والد ماجد فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾، ہمارے شیخ محترم ؒ سے خصوصی عقیدت رکھتے ہیں اور خود استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی ؒ باقاعدہ ادارہ محدث میں کچھ عرصہ علمی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے ہیں۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے ہماری مشاورت سے کلیۃ الحدیث کا آغاز کیا اور آپ اس کے ایک بلاک کی نسبت ''محدث العصر حافظ زبیر علی زئی ؒ'' کی طرف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ وضاحت اس لیے ضروری سمجھی کہ بعض احباب نے ہمارے پڑھانے کو ناپسند کیا اور اس بات پر زور دیا تھا کہ صرف تحریر و تقریر ہی کو اختیار کیا جائے، اگرچہ باقاعدہ تدریس سے تحریر و تقریر متاثر ضرور ہوتی ہیں، لیکن شعبہ تدریس میں سینکڑوں شاگردوں سے واسطہ رہتا ہے اور منہج سلف صالحین کی تبلیغ و ترویج کے بہت سے ذرائع میسر آتے ہیں۔ **وللہ الحمد**

قارئین کرام! انسان جتنی بھی محنت و کوشش کرلے غلطی کا امکان بہرحال رہتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس خصوصی اشاعت میں بھی بہت سی خامیاں رہ گئی ہوں گی، جس کا ازالہ اپنی اس کتاب میں کرنے کی کوشش کریں گے جو آپ کے حالات و خدمات، اسلوبِ تحقیق اور اعتراضات کے جوابات میں باقاعدہ تحریر کی جائے گی۔ ان شاءاللہ

نوٹ:......بعض مضامین میں بے جا تکرار تھا تو کسی میں معلومات درست نہیں تھیں، ایسی صورت میں ترمیمی اختیارات استعمال کیے گئے ہیں جو کہ راقم الحروف اکثر مضمون نگاروں کو پہلے سے آگاہ فرما چکا ہے، پھر بھی کسی بھائی کی دل آزاری ہوئی ہو تو پیشگی معذرت چاہتا ہوں اور امید واثق ہے کہ احباب درگزر والا معاملہ ہی فرمائیں گے۔ ان شاءاللہ

اظہارِ تشکر

میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اتنی توفیق عطا فرمائی کہ آج ماہنامہ اِشاعۃ الحدیث کی خصوصی اشاعت محدث العصر نمبر شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ والحمدللہ

((لَمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ)) کے تحت میں اپنے ان احباب کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے ہمیشہ میری حوصلہ جوئی کی اور ہر ممکن تعاون فراہم کیا، ان میں سے مولانا محمد سرور عاصم ﷾ میرے وہ محسن ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے صبر و تحمل اور حکمت و بصیرت میں سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ جب کبھی ہمت ہار بیٹھتا یا بعض لوگوں کے رویوں کا شکار ہو جاتا تو ان کی ہمت بندھانے اور تسلی دے کر کام جاری رکھنے کی تلقین مجھے مضبوط کر دیتی۔ یہ اس لیے بھی کہ حافظ زبیر علی زئی ؒ سے ان کی محبت و عقیدت مثالی تھی اور آپ کی کتب کو منظر عام پر لانا ان کی دلی تمنا ہے۔ اسی طرح اپنے پیارے بھائی فاروق عمر بھٹہ ﷾ کا بھی شکرگزار ہوں کہ جو گاہے گاہے محدث العصر نمبر سے متعلق پوچھتے رہتے اور نہ صرف حوصلہ افزائی کرتے، بلکہ بھرپور تعاون بھی شاملِ حال رہا۔

پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ حفظہ اللہ اور برادرِ عزیز محمد نعیم ساجد حفظہ اللہ وہ شخصیات ہیں کہ جب بھی ملتے محدث العصر نمبر کے بارے میں ضرور پوچھتے اور تحریک بھی دیتے، پھر اس سلسلے میں ہر ممکن تعاون بھی کیا، اسی طرح ان علمائے کرام اور جملہ معاونین کا بھی بے حد شکریہ جنھوں نے اس سلسلے میں حسبِ استطاعت تحریراً یا تقریراً حصہ ڈالا۔ آخر میں محترم حسن خان بھائی کا شکریہ ادا کرنا بھی لازم ہے کہ جنھوں نے بھرپور محبت و محنت کے ساتھ کمپوزنگ کا فریضہ سرانجام دیا۔ جزاھم اللہ خیرًا

ابوظفیر محمد ندیم ظہیر

مدیر ماہنامہ اشاعۃ الحدیث

۳/شعبان ۱۴۴۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ اوّل

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين ، أما بعد:

ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کا ''محدث العصر'' نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں پاکستان و دیگر ممالک سے علمائے کرام نے والد محترم کے علمی مقام سے متعلق اپنے تاثرات لکھے ہیں۔ میں ان تمام قابل احترام علماء کا شکر گزار ہوں جنھوں نے مضامین بھیج کر اپنی دلی محبت کا ثبوت دیا ہے۔

فضیلۃ الشیخ الاستاذ حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کے لاہور رہائش پذیر ہو جانے کی وجہ سے اس شمارے اور دیگر کتب میں کچھ تاخیر ضرور ہوئی ہے، لیکن یہ دیر آید درست آید کا مصداق ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تاخیر کا ایک سبب ان کی علمی معاونت نہ ہونا بھی ہے، اب میری کوشش ہوگی کہ جس طرح استاذ محترم، والد ماجد کے معاون بنے اسی طرح میں حسب استطاعت ان کی معاونت کروں، تاکہ ماہنامہ اشاعۃ الحدیث سمیت دیگر علمی امور کا باقاعدہ اجراء کیا جاسکے۔ ان شاء اللہ

اس صورت حال کے باوجود صحیح ابن خزیمہ، اختصار علوم الحدیث، اثبات عذاب القبر اور مسند الحمیدی وغیرہ پر بھی کام مکمل کر چکے ہیں جو بہت جلد شائع کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ

استاذ محترم کی رہنمائی پر میں نے بھی ''دروس ابی داود'' پر تقریباً ڈیڑھ سال قبل کام شروع کیا تھا اور ۲۰۷ حدیثیں لکھی جاچکی ہیں۔ یہ ایک عظیم الشان سلسلہ ہے جس میں والد محترم رحمہ اللہ نے ایسے ایسے نکات طلباء کے ساتھ شیئر کئے ہیں جو نوادرات و جواہرات سے کم نہیں۔ یہ والد محترم کے آخری ایام کی علمی باتیں ہیں۔ "نيل المقصود في تعليق أبي داود" میں والد محترم نے ابوداود کی عربی زبان میں مکمل تحقیق، تخریج اور شرح عرصہ دراز سے لکھ رکھی ہے۔ زندگی نے والد محترم کا ساتھ نہ دیا اور وہ سنن ابی داود کی صرف ''۲۷۸۲'' احادیث ہی کی تدریس کر پائے۔ اگر صرف دروس ابی داود کو اکٹھا کیا جائے تو یہ تقریباً تین ضخیم جلدیں بنیں گی، لیکن نیل المقصود کی غیر مطبوع شرح کے بعض علمی فوائد شامل کرنے سے تقریباً پانچ جلدیں بن جائیں گی۔ ان شاء اللہ

دروس ابی داود کی تکمیل کے بعد میں ان شاء اللہ اصول حدیث کے دروس پر کام کروں گا جس میں والد محترم نے اصول حدیث کی عظیم الشان کتاب ''اختصار علوم الحدیث'' کی تدریس کی ہے۔ والد محترم نے تقریب التہذیب، لسان المیزان، میزان الاعتدال اور دیگر اسماء الرجال کی کتابوں پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔

آج کل کے دور میں انٹرنیٹ مستند احادیث شیئر کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ میں نے اشاعت الحدیث کے نام سے ویب سائٹ اور موبائل ایپ بھی بنائی ہے جہاں روزانہ والد محترم کی کتابوں سے ایک خاص حدیث شیئر کرتا ہوں۔ اس بات کو یقینی بنایا جاتا ہے کہ اُن احادیث پر والد محترم کا آخری حکم لگا ہو، یعنی وہ ان کی آخری تحقیق ہو۔ والد محترم کے الفاظ تھے کہ ''یہ علم

حدیث ایسا علم ہے کہ اس میں رجوع ہوتا رہتا ہے اور علمائے کرام نے رجوع کیے بھی ہیں۔خود حنفی بھی کہتے ہیں: امام ابوحنیفہ پہلے کہتے تھے کہ جرابوں پر مسح نہیں ہوتا، پھر رجوع کرلیا تھا تو رجوع کرنا کوئی بری بات نہیں۔"الرجوع إلی الحق خیر من التمادی فی الباطل" باطل میں جھگڑا کرنے سے بہتر ہے کہ حق کی طرف رجوع کیا جائے۔'' اس لیے والدمحترم کی آخری تحقیق ہی راجح ہے۔

سنن ابی داود(۵۱۴۲) اور ابن ماجہ(۳۶۶۴) کی ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ بنوسلمہ کے ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: والدین وفات پاجائیں تو بعد میں ان کے لیے کس طرح نیکی کروں؟ نبی کریم ﷺ نے جو پانچ باتیں بتائی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ والدین کے وعدے پورے کرو، اگرچہ والدمحترم نے لوگوں سے کوئی وعدے تو نہیں کیے تھے، تاہم مختلف خواہشات کا اظہار ضرور کیا تھا۔جن میں سے ایک سنن ابی داود کی تعلیقات پر کام کرنا تھا، نیز شیخ معلّمی رحمہ اللہ کی عظیم الشان کتاب ''التنکیل'' کا اردو ترجمہ بھی تھا۔والدمحترم کا کہنا تھا کہ یہ امت پر قرض ہے۔میں پوری کوشش کروں گا کہ والدمحترم کی ان خواہشات کو پورا کروں۔ان شاءاللہ

استاذ محترم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کے ایک شاگرد محترم عدنان الطاف صاحب نے "التنکیل" کا اردو ترجمہ تو کروادیا ہے، لیکن یہ قابل اصلاح ہے اور بعض حصوں کا ترجمہ بھی نہیں، لیکن بہرصورت ایک خوش آئند خبر اور لائق تحسین عمل ضرور ہے۔ جزاھما اللّٰہ خیرًا.

فتاویٰ علمیہ اور دیگر کتابیں اگرچہ فی الحال مارکیٹ میں دستیاب نہیں ہیں، فتاویٰ علمیہ کے بارے میں ایک اہم بات نوٹ کرلیں کہ اس پر دوبارہ کام کیا گیا ہے، احادیث اور عربی عبارات پر اعراب بھی لگا دیے گئے ہیں۔نیا ایڈیشن اب مکمل ایک جلد میں بہت جلد شائع ہوگا۔ان شاءاللہ

والدمحترم نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب اثبات عذاب قبر کی تحقیق بھی کی تھی۔یہ کتاب ماہنامہ الحدیث میں بھی شائع ہوتی رہی ہے۔مکمل کتاب بہت جلد شائع کریں گے۔ان شاءاللہ

وہ کتابیں جن پر ازسرنو دوبارہ محنت کی گئی ہے، ان میں فتاوی علمیہ کے ساتھ ساتھ اختصار علوم الحدیث اور طبقات المدلسین وغیرہ شامل ہیں۔طبقات المدلسین میں کافی تصحیحات بھی کی گئی ہیں۔ان شاءاللہ ان تمام کتابوں کے نئے ایڈیشن بھی شائع کئے جائیں گے۔آخر میں ان علماء کا پھر سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے انتہائی مصروفیات کے باوجود والدمحترم کی حیات وخدمات پر مضامین لکھے۔میں والدمحترم کے ان شاگردوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے انھیں احسن طریقے سے یاد کیا اور اس ''محدث العصر نمبر'' کے لئے مضامین بھیجے۔میں ان لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جو انٹرنیٹ وغیرہ پر علمائے اہل سنت کے دفاع کے لئے دن رات کوشاں رہتے ہیں۔

آخر میں انٹرنیٹ پر تنقید برائے تنقید کرنے والے حضرات کو مشورہ ہے کہ کسی بھی عالم پر تنقید کرنے سے پہلے اس کی آخری تحقیق دیکھ لیا کریں۔کسی عالم کی وفات کے بعد اس کا نام اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرنے والے تمام افراد

سے وہ عالم بری الذمہ ہوتا ہے۔علماء میں اجتہادی مسائل میں اختلافات ہوتے رہتے ہیں اور یہ آج کی بات نہیں، یہ سلسلہ تو صحابہ کے دور سے ہی شروع ہو گیا تھا۔اجتہادی مسائل میں اختلاف کو بنیاد بنا کر زبان درازی اور گالی گلوچ کرنا اہل سنت طلباء کا شیوہ نہیں۔علم حاصل کرنے کا سب سے بہترین ذریعہ مستند کتابیں ہیں اور اپنے شیوخ سے رابطے میں رہا کریں تاکہ انٹرنیٹ کی گمراہی سے بچ سکیں۔انٹرنیٹ کی ہر بات کو سچ سمجھ لینا کھلی گمراہی ہے۔یوٹیوب اور فیس بک گمراہی کے ماخذ ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ((لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارِ)) .(بخاری:۱۰۶) کے مصداق بن جائیں!!!

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردے۔''(صحیح مسلم،مقدمہ) اگر کوئی کہے کہ فلاں عالم نے یہ بات کہی ہے تو خدارا! پہلے تحقیق کرلیا کریں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ خبر کی تصدیق کرلیا کریں، کیونکہ جھوٹے لوگ ہمیشہ علماء کو ڈھال بناتے ہیں، اگرچہ علماء ان لوگوں سے بری ہوتے ہیں۔والدمحترم کی وفات کے بعد سے یہ سلسلہ شروع ہوا ہے کہ بعض لوگوں نے ان کا نام استعمال کرنا شروع کردیا۔استاذ محترم نے بھی ایسے لوگوں پر رد لکھ رکھا ہے۔واضح رہے کہ کسی عالم کا شاگرد صرف وہی شخص ہوتا ہے جو اس عالم سے باقاعدہ پڑھتا ہے۔والدمحترم کے شاگردوں میں سرفہرست استاذ محترم حافظ ندیم ظہیر، شیخ تنویر الحق ہزاروی، شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر حفظہم اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔دیگر شاگرد وہی ہیں جنھوں نے ان سے باقاعدہ صحیح البخاری، اصول حدیث اور سنن ابی داود وغیرہ کی کلاسز لی ہیں۔یہ بھی یاد رکھئے گا کہ شاگرد اس عالم کے منہج سے منحرف بھی ہوسکتے ہیں۔اس کی کئی ایک ایسی مثالیں موجود ہیں، چنانچہ اختلافات کی صورت میں حتمی بات اس عالم کی اپنی تحریر ہی ہوتی ہے۔

والدمحترم کا منہج روز روشن کی طرح واضح ہے۔یاد رہے کہ انھوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنا منہج ماہنامہ الحدیث میں کئی بار شائع کیا ہے۔ان کا منہج سادھا سا ہے: قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور اجماع سے استدلال اور صریح نصوص شریعہ معلوم نہ ہونے پر اجتہاد کو جائز سمجھنا۔تفصیل کے لئے الحدیث شمارہ ۳۴ صفحہ ۲ دیکھ لیں۔وہ کہا کرتے تھے:''حدیث کو سمجھنے کے لئے اسلاف کی طرف رجوع کرو۔'' مزید فرمایا:''جو لوگ اسلاف کی طرف رجوع نہیں کرتے وہ قرآن وحدیث میں خود ساختہ تاویل یا تحریف کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔'' انھوں نے طلباء کو سمجھاتے ہوئے کہا:''کوئی ایسا مسئلہ نہ نکالنا جس میں آپ کے پیچھے اسلاف میں سے کوئی کھڑا نہ ہو۔''

ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ والدمحترم کی جمیع علمی و دینی کاوشوں کو شرفِ قبولیت بخشے اور ہمیں ان کے لیے صدقہ جاریہ بنادے۔آمین ۔اللہ تعالیٰ استاذ محترم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کو بھی مزید توفیق وعنایت سے نوازے، تاکہ محدث العصر نمبر کی طرح دیگر علمی امور جلد از جلد پایہ تکمیل کو پہنچ سکیں۔آمین

الداعی الی الخیر
حافظ معاذ بن زبیر علی زئی
حضرو، ضلع اٹک

حرفِ چند

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام على من لا نبي بعده وبعد!

اللہ تعالیٰ کا یہ نظام ہے کہ اس کی طرف سے جو عالم رنگ و بو میں آیا ہے بالآخر اس نے یہاں سے رخصت ہونا ہے، صرف اس کی ذات کو بقا و دوام حاصل ہے، لیکن دنیا سے کچھ جانے والے ایسے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ وہ اپنی دینی اور علمی خدمات کی وجہ سے لوگوں میں تادیر زندہ رہتے ہیں، کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہے:

أخو العِلْم حيٌّ خَالِدٌ بعدَ مَوتِه
وأَصَالُه تحت التُّراب رَمِيمُ
وذُوالْجَهْل مَيتٌ وهو مَاشٍ على الثَّرى
يُظَنُّ مِن الأحيَاءِ وهو عديم

''صاحب علم، موت کے بعد زندہ رہتا ہے، جبکہ اس کی ہڈیاں مٹی کے نیچے ریزہ ریزہ ہوجاتی ہیں اور جاہل آدمی زمین پر چلنے کے باوجود بھی مردہ ہوتا ہے، جبکہ لوگ اسے زندہ خیال کرتے ہیں اور وہ حقیقت میں نیست ونابود ہوتا ہے۔''

ہمارے ممدوح محدث العصر مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی انہی خوش بخت حضرات میں سے ہیں، جن کی باقیات صالحات کو تابندہ رکھنے کے لیے ماہنامہ ''اشاعۃ الحدیث'' کا محدث العصر نمبر ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے، اس میں ان کی متنوع علمی خدمات کے پیش نظر مختلف جہات پر مبنی مضامین لکھے گئے ہیں، ان کی علمی ثقاہت کا اندازہ تو پڑھنے سے ہی ہو سکے گا۔

عطر آں باشد کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

اسے مرتب کرنے والے مرحوم کے خاص شاگرد رشید عزیزم حافظ ندیم ظہیر سلمہ اللہ ہیں، جنھوں نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے اسے ترتیب دیا ہے، اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اس خاص نمبر کے پس منظر میں مرحوم کے خدمت گزار اور عقیدت مند برخوردار محمد سرور عاصم سلمہ اللہ کا ہاتھ کارفرما ہے، جنھوں نے مرحوم کی آخری گھڑیوں تک خدمت کی، مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب مرحوم الشفاء ہسپتال اسلام آباد میں زیر علاج تھے تو بندہ ان کے ہمراہ ان کی تیمارداری کے لیے حاضر ہوا تھا، مجھے افسوس ہے کہ مرحوم اس وقت طبی آلات کے جھرمٹ میں تھے، ہم شیشے کے حصار کے پیچھے سے ان کی عیادت کر سکے، اس کے چند دنوں بعد آپ وفات پا گئے۔ انا لله وانا اليه راجعون.

بہرحال مکتبہ اسلامیہ نے اپنے اعلیٰ طباعتی معیار کو قائم رکھتے ہوئے اسے زیور طباعت سے آراستہ کیا ہے، دعا ہے کہ

اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ اپنی رحمت سے نوازے اور ان کے روحانی فرزندوں اور عقیدت مندوں کو دنیا کے فتن ولحن سے محفوظ رکھے۔ آمین

قارئین کرام! یہ خاص نمبر تو ان کی علمی باقیات پر مبنی ہے، میں ان کے عمل وکردار کے متعلق شہادت دیتا ہوں کہ وہ ایک تہجد گزار اور شب زندہ دار انسان تھے، یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ مکتبہ دارالسلام لاہور میں کتبِ حدیث کی تحقیق وتخریج کے لیے وہاں رہائش رکھے ہوئے تھے، مجھے جب کبھی شرح بخاری کے سلسلہ میں مکتبہ دارالسلام جانا ہوتا اور رات کو وہاں قیام کرنا پڑتا تو میں انہیں رات کے پچھلے حصے میں نماز تہجد ادا کرتے ہوئے بڑی رغبت وخشوع سے قرآن پڑھتے سنتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے نوجوان کے متعلق فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جنہیں قیامت کے دن اپنے عرش کا سایہ نصیب کرے گا، ان میں سے ایک وہ نوجوان ہے جو اللہ کی عبادت میں پروان چڑھا ہو'' (بخاری: ٦٦٠)

مجھے اپنے رب کریم ورحیم سے امید ہے کہ اس نے اپنے بندے کے ساتھ درج ذیل آیت کے مطابق برتاؤ کیا ہوگا:

﴿یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ o ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً o فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ o وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ﴾

''اے اطمینان پانے والی روح! تو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جا، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے خوش، تو میرے ممتاز بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔'' (الفجر: 27 تا 30)

آخر میں عربی کے اس شعر پر اپنی درازنفسی کو ختم کرتا ہوں:

یلوح الخط فی القرطاس دھراً

وکاتبہ رمیم فی التراب

وصلی اللہ علی نبیہ وآلہ وأصحابہ واتباعہ اجمعین

طالب الدعوات
ابو محمد عبدالستار الحماد
مرکز الدراسات الاسلامیۃ
میاں چنوں

۲۰ رجب ۱۴۴۰ھ
جوال: 0300-4178626
بروز بدھ بوقت ظہر

آئینہ حیات

نام ونسب:

ابوطاہر، ابومعاذ محمد زبیر المعروف حافظ زبیر علی زئی بن مجدد خان بن دوست محمد خان بن جہانگیر خان بن امیر خان بن شہباز خان بن کرم خان بن گل خان بن پیر محمد خان بن آزاد خان بن اللہ داد خان بن عمر خان بن خواجہ محمد خان علی زئی افغانی پاکستانی۔

ولادت:

۲۷/ ذوالقعدہ ۱۳۷۶ھ بمطابق ۲۵ جون ۱۹۵۷ء۔ بروز منگل بوقت طلوع شمس۔

تعلیمی مراحل:

آٹھویں کلاس	۱۹۷۲ء
میٹرک	۱۹۷۴ء
ایف اے	۱۹۷۷ء
بی اے	۱۹۷۹ء
ایم اے علوم اسلامیہ	۱۹۸۳ء
ایم اے عربی	۱۹۹۳ء
وفاق المدارس	۱۹۹۰ء
جامعہ محمدیہ گوجرانولہ سے فراغت	۱۹۹۰ء

تقریباً ۳۸ سال کی عمر میں حفظ شروع کیا اور اجراء ودہرائی سمیت ۶ ماہ میں حافظ قرآن بن گے۔

شادی:

۱۹۸۰ء۔

اولاد:

تین بیٹے: طاہر علی زئی، حافظ عبداللہ ثاقب، حافظ معاذ علی زئی اور چار بیٹیاں ہیں۔

اساتذہ:

شیخ العرب والعجم ابومحمد بدیع الدین شاہ راشدی، محدث العصر ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ راشدی، مولانا ابوالفضل فیض الرحمٰن ثوری، مولانا ابوالرجال اللہ دتہ سوہدروی، فضیلۃ الشیخ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نورپوری اور فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر رحمہم اللہ۔

تلامذہ:

بعض نمایاں شاگرد درج ذیل ہیں:

مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر، مولانا محمد اسلم سندھی، حافظ ندیم ظہیر، ابومحمد نصیر احمد کاشف، حافظ شیر محمد الاثری، مولانا تنویر الحق ہزاروی، مولانا حبیب الرحمٰن ہزاروی، مولانا ذوالفقار اثری (برطانیہ)، مولانا صدیق رضا، مولانا ابوصفی عبدالرحمٰن اثری اور حافظ شبیر احمد جمالی وغیرہم۔

خطیب:

اپنی وفات تک مسلسل خطابت کے فرائض جامع مسجد اہل حدیث پیر داد حضرو میں ادا کرتے رہے ہیں۔

تدریس:

جب سے جامعہ اہل الحدیث حضرو کی بنیاد رکھی تب سے مسلسل تدریس یہیں کرتے رہے، البتہ زندگی کے آخری دو سال جامعہ امام بخاری سرگودھا میں بھی پڑھایا، علاوہ ازیں مختلف جامعات میں علمی دورہ جات بھی کرواتے رہے ہیں۔

مکتبہ:

آپ کا مکتبہ ملک کے بڑے مکتبوں میں شمار ہوتا ہے، بہت ہی عالیشان اور جامع و نافع کتب خانہ ہے، جہاں بیٹھ کر شیخ رحمہ اللہ نے علمی امور تسلسل سے سرانجام دیے۔

وفات:

۵/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۰/نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار۔

بعض اساتذہ کرام سے حاصل کردہ اجازۃ الروایۃ اور دیگر اسناد کا عکس

أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ (القرآن ٤:٤٦)

تسمعون منی ویسمع منکم ویسمع ممن یسمع منکم

(الحدیث)

منجد المستجیز

لروایة السنة والکتاب العزیز

للسید ابی محمد بدیع الدین شاہ

الراشدی السندی

بقرب بلدة سعید آباد الجدید، السند

الباکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى انزل الى رسوله الكتاب
مع الحكمة واجاز لكل من يتلوهما بصدق
القلب والسداد حيث امره ان يقول
"واوحى الى هذا القرآن لانذركم به
ومن بلغ" فى جميع الاطراف والاكناف
لكل من الافراد والاحاد نزل به الروح الامين
يسلك من بين يديه ومن خلفه رصدا
ليعلم ان قد ابلغوا رسالات ربهم
ولديه العدد والاحصاء فلا ينقص
فيه ولا يزاد اخذ منه رسوله وعنه اصحابه
وعنهم اتباعهم وهلم جرا الى عصرنا وهذا
هو الاسناد، وهو من الدين اثباتا وادحاضا

مكتبة التوحيد
حضرو
الرقم ....
"وقل رب زدني علما"

وقال لوفد عبد القيس "احفظوا واخبروا من ورائكم" وقال "بلغوا عنى ولو آية" و قال "حدثوا عنى" كما روى لحفاظ النقاد وبعث كتبا ورسائل الى البلدان والآفاق لتقرأ عليهم وهو المستند لاهل الرواية و الاجازة وانواعها لعمائد الائمة وارباب الرشاد وعلى آله وصحبه ومن تبعهم بالاحسان الى يوم التناد۔

اما بعد فان اخانا فى الله وفى دينه فضيلة الشيخ ابا طاهر محمد زبير بن محمد على زئى حضروى حفظه الله تعالىٰ قد طلب منى الاجازة لجميع مروياتى ومسموعاتى من كتاب الله تعالىٰ وكلامه المبارك وكتب التفسير والحديث كالامهات الست وجميع الصحاح والسنن والمسانيد والمعاجم والمصنفات والمستدركات والمستخرجات والاجزاء والاربعينات وغيرها من كتب المصطلح وكل ما يتعلق بعلم الحديث وكتب الفنون الاخرى ككتب الفقه على المذاهب

سئل امیر المؤمنین فی الحدیث شیخ الصنعة وزین هذه
الامة التقی النقی امام الدنیا ابو عبد الله محمد بن اسمٰعیل
البخاری عن دواء الحفظ فقال ادمان النظر فی الکتب
واوصیه ان یحسن الادب مع شیوخ الامة الصحابة
فاتباعهم بالاحسان الی یوم الدین وان یجتنب عن
اساءة الادب معهم او ان ینقصهم بل یعرف قدرهم
وشانهم مع الحذر کل الحذر من الغلو فی حقهم والاطراء
بل ینزل کل احد منزله ویقدر کل صاحب قدر
قدره واوصیه ان لا ینسانی مع آبائی واولادی
ومشائخی واصحابی فی دعواته الصالحة فی الخلوات
والجلوات من اوقاته المخصوصة وساعاته المرغوبة
فالدعاء بظهر الغیب من خیر بر واطیب صلة من الولد
لوالده والتلمیذ لشیخه والصغیر لکبیره واسال الله
تعالی لی ولسائر المسلمین ان یثبتنا علی الایمان والحق
وعلی الطریق المستقیم وان یحفظنا من الزلل والخطا
والخبل وان یمیتنا علی طریقة السلف من اهل القرآن
والحدیث وان یحشرنا فی زمرتهم انه تعالی قریب مجیب۔

ابو محمد بدیع الدین شاه الراشدی السندی

بدیع الدین شاه ١٣/٧/١٤٠٦

بسم الله الرحمن الرحيم

سند الحديث

الحمد لله الذي خص أهل الحديث بعلم الكتاب والسنة وفضلهم على كثير من خلق تفضيلا وصلوات الله وسلامه على سيد الخلق وسيدنا محمد المصطفى الأمي الذي بين لكل مسائل حياة الإنسان من [illegible] تفصيلا ورضي الله عن آله وأصحابه الذين اختارهم الله لتبليغ علوم النبوة وعدالتهم على لسان نبيه صلى الله عليه وسلم تعديلا.

أما بعد فإن الأخ أبا طاهر محمد يحيى مجدد على زئي قرأ علي طرفاً من صحيح البخاري

وطلب مني الإجازة لحسن ظنه بي وإن كنت لست أهلا لذلك فها أنا أجيزه أن يرويها بالشروط المعتبرة عند أهل الحديث بعد مطالعة كتب التفسير المعتبرة وشروح كتب الحديث المعتمدة وغيرها.

وإني حصلت القراءة والسماعة والإجازة لصحاح الست وتفسير الجلالين على شيخنا ومولانا أبي محمد عبد الجبار [illegible] عن الشيخ أبي محمد عبد الوهاب الملتاني الدهلوي والشيخ أبي العلى محمد عبد الرحمن المباركفوري صاحب تحفة الأحوذي (ح) والرواية والإجازة بجميع كتب الحديث وعلومه من الشيخ العلامة محمد عبد التواب الملتاني (ح) وأجازني بالصحاح الست وموطا الإمام مالك شيخنا وسيدنا [illegible] مولانا الحافظ أبو عبد الله محمد الجوندلوي [illegible] رحمه الله تعالى وهو قرأ كتب الحديث على الشيخ عبد الجبار والشيخ عبد الأول والشيخ عبد الغفور الغزنوي وحصل منهم الإجازة وحصل [illegible] عن الشيخ حافظ الحديث مولانا الحافظ عبد المنان الوزيرآبادي وهؤلاء الفضلاء السبعة كلهم حصلوا القراءة والسماعة والإجازة عن شيخ العرب والعجم في وقته العلامة السيد محمد نذير حسين المحدث الدهلوي عن الشاه محمد إسحاق الدهلوي ثم المكي عن الشاه عبد العزيز عن أبيه حكيم الأمة الشاه ولي الله المحدث الدهلوي المذكور أسانيده في الحديث في كتابه إتحاف النبيه فيما يحتاج إليه المحدث والفقيه والإرشاد إلى مهمات الإسناد المطبوعين (ح) والشيخ عبد الوهاب إجازة عن الشيخ منصور الرحمن [illegible] الدهلوي عن الإمام الشوكاني (ح) والحافظ عبد المنان الوزيرآبادي إجازة عن الشيخ أبي الفضل عبد الحق البنارسي وله إجازات عن عدة من علماء اليمن منهم العلامة الإمام الشوكاني صاحب نيل الأوطار ومنهم القاضي عبد الرحمن البهكلي ومنهم [illegible] السيد عبد الله بن العلامة محمد بن إسماعيل الأمير صاحب سبل السلام ومنهم الشيخ محمد عابد بن أحمد علي السندي وسند الإمام الشوكاني مذكور في إتحاف الأكابر المطبوع بحيدرآباد الدكن (الهند) (ح) والشيخ محمد عبد التواب الملتاني إجازة عن الشيخ محمد راغب الطباخ الحلبي الشامي وإسناده مذكور في كتابه الأنوار الجلية في مختصر الأثبات الحلبية المطبوع بحلب.

وبعد وإني أوصيه بتقوى الله عز وجل في السر والعلانية وأن يكون متبعا في عقائده وأعماله السلف الصالح من الصحابة والتابعين وأئمة الحديث وفقهائه وأن يكون متجنبا عن أهواء الفرق الضالة المحرفة عن جادة الدين الصحيح قديما وحديثا مجتنبا عن صحبة الأغنياء المترفين وملازما لمجالس [illegible] وأن يكون همه [illegible] إعلاء كلمة الإسلام ونشر السنة وإماتة البدعة وأوصيه أن لا ينساني في دعواته الصالحة في أشرف أوقاته فإن الدعاء بظهر الغيب مستجاب وأسأل الله سبحانه وتعالى لنا الهداية والتوفيق والحمد لله رب العالمين وصلى الله على سيدنا محمد النبي الأمي وعلى آله وأصحابه أجمعين. قاله بفمه وكتبه بقلمه أبو الطيب محمد عطاء الله حنيف الفوجياني كان الله له في الأولى والآخرة.

التوقيع
محمد عطاء الله حنيف

تاريخ الإجراء
١٠ محرم ١٤٠٧هـ

١٠

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الأحد ، الله الصمد ، الذي لم يلد ولم يولد ، ولم يكن له كفوا أحد ،
والصلاة والسلام على رسوله ونبيه ذي القول الأشد ، والفعل الأرشد ، وعلى أصحابه الذين هم
بالمؤمنين رحماء ، وعلى الكفار أشداء ، وبعد ، فيقول العبد المذنب طالب الغفران أبو الفضل
فيض الرحمن الثوري من أقوام بلوچ القيصراني ، تاب الله عليه ورحمه والديه ، أن الفاضل
أبا طاهر زبير بن مجدد علي زئی حضروي قرأ علي طرفا من كتب الستة وأجزاء
من سنن الدارقطني والمستدرك على الصحيحين للحاكم وسنن البيهقي ونبذة قليلا من سنن الدارمي ،
وكتاب الأم للإمام الشافعي ونبذة قليلا من الموطأ للإمام مالك وطرفا من مسند الإمام أحمد رحمه
الله ومن المعجم الصغير للطبراني ومن كتاب القراءة للإمام البيهقي رحمه الله فأجزته بأن
يروي عني هذه الكتب وغيرها ويرويها فإنه فيها أروى عني بها وأهلها بالشروط المعتبرة عند
أهل الحديث كرمهم الله تعالى ووفقهم لما يحبه ويرضاه ولي حصلت القراءة والسماع والإجازة
من الشيخ العلامة الزاهد الأورع أبي تراب عبد التواب الملتاني رحمه الله وجزاه عني أحسن ما
جزى أحد عن أحد ، وهو عن الشيخ المكرم الزاهد [illegible] الملتاني ،
رحمه الله تعالى وجزاه الله أحسن ما جزى أحد عن أحد وهو عن الشيخ المحدث [illegible] القاضي الشيخ
[illegible]
بقية السلف وحجة الخلف النواب [illegible] المحدث [illegible] رحمه الله تعالى وأفاض علينا من
بركاته وباقي السند مكتوب عندي مجاز له ، وأوصيه بتقوى الله تعالى والمواظبة على ذكره
وألا يخاف في الله لومة لائم ويجتنب الفواحش والمنكرات وخوارم المروءة وبالله الكريم وبه
التوفيق ، حرر ۱۳ صفر سنه ۱۴۰۸ والحمد لله أولا وآخرا ظاهرا وباطنا ،

توقيع المعطي ... فيض الرحمن الثوري

توقيع الحامل ... [illegible]

التاريخ ۱۳ صفر سنه ۱۴۰۸

[illegible]

... أبو طاهر زبير بن مجدد علي زئي

... حضرة المحدث ...

[illegible]

... زبير بن مجدد ... الكتب الستة والأمهات من كتب الحديث

[illegible]

عبد الله حسن

[illegible]

فيصل آباد

١٤١٣هـ

١٩٩٢م

[illegible]

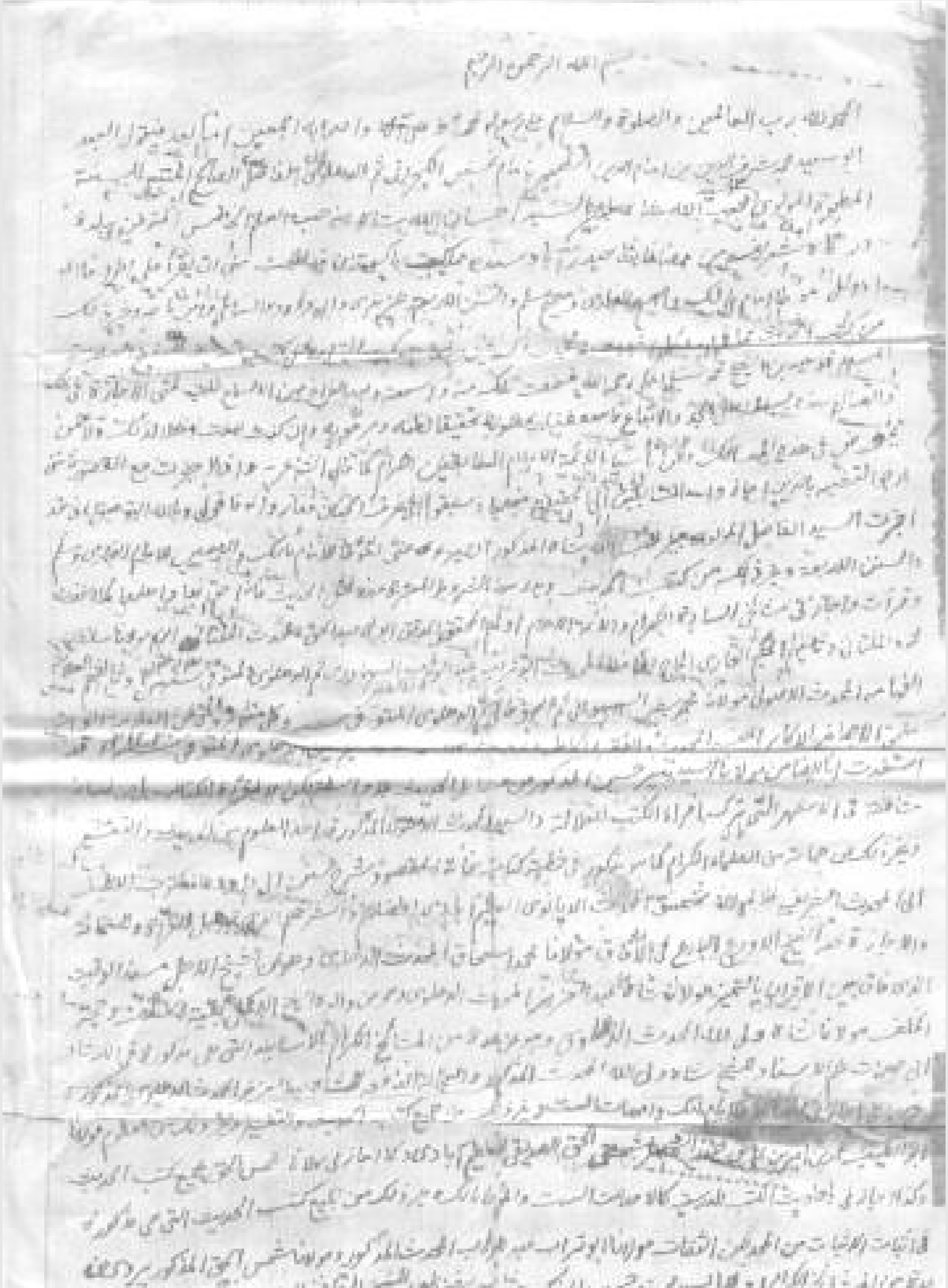

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله وأصحابه أجمعين أما بعد [illegible]

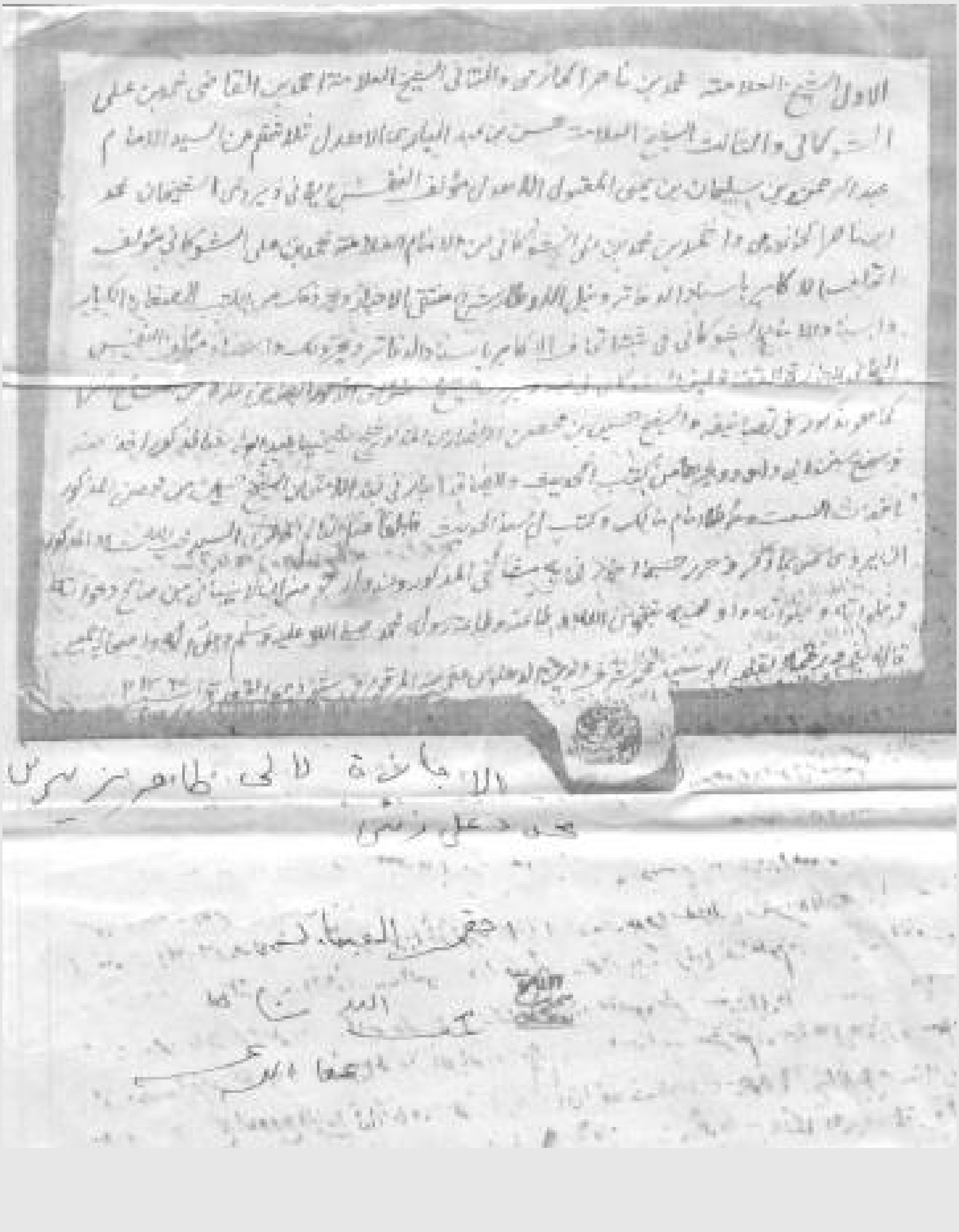

الاول الشيخ العلامة محمد بن ناصر الحازمي والثاني الشيخ العلامة محمد بن القاضي محمد بن علي
الشوكاني والثالث الشيخ العلامة حسن بن عبد الباري الاهدل ثلاثتهم عن السيد الامام
عبد الرحمن بن سليمان بن يحيى المقبول الاهدل مؤلف النفس اليماني وبروايته ايضا عن محمد
ابن ناصر الحازمي [illegible] الشوكاني [illegible] الامام العلامة محمد بن علي الشوكاني مؤلف
اتحاف الاكابر باسناد الدفاتر ونيل الاوطار شرح منتقى الاخبار [illegible]
[illegible]

الاجازة لابي طاهر [illegible]

[illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم

الجمهورية الإسلامية باكستان

الجامعة المحمدية [illegible]

[illegible]

[illegible]

نتائج الاختبارات السنوية في المرحلة [illegible] القسم العالي

للعام الدراسي ١٤١٠ هـ في الدور الأول

اسم الطالب محمد نجيب بن محمد [illegible]

جنسية الباكستاني السنة الدراسية النهائية

الرقم ٢٠٤

التاريخ [illegible]

رقم	المواد الدراسية	الدرجة العظمى ١٠٠	الدرجة الصغرى ٤٠	النتيجة الكلية: رقما	النتيجة الكلية: كتابة	
١	التفسير	١٠٠		٨٥		النتيجة: ناجح التقدير: ممتاز [illegible]
٢	الحديث	١٠٠		٩٨		
٣	الفقه	١٠٠		٩٠		
٤	العقيدة	١٠٠		٩٥		
٥	اصول الشرائع	١٠٠		٩٢		
٦						
٧						
٨						
٩						
١٠						
١١						
١٢						
١٣						
١٤						
١٥						
١٦		٥٠٠		٤٦٠		

مجموع الدرجات: اربع مائة وستون

[illegible]

توقيع مدير الامتحانات: [illegible]

حیاتِ محدث العصر کے چند درخشاں پہلو

حافظ ندیم ظہیر

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علی رسولہ الأمین ، أما بعد:

راقم نے ایک صاحب سے عرض کیا کہ شیخ رحمہ اللہ سے متعلق کچھ لکھیے تو انھوں نے انکار کر دیا، عرض کیا: آپ سے گہرے مراسم تھے، کہنے لگے: یہی تو مشکل ہے! اس وقت تو مجھے موصوف کی بات سمجھ سے بالاتر لگی، لیکن آج جب خود لکھنے بیٹھا تو سمجھ گیا کہ اپنے عزیز واقارب سے متعلق قلم کو جنبش دی جائے تو کس صورتحال سے دوچار ہونا پڑتا ہے، ضبط کے سارے بند ٹوٹ جاتے ہیں اور آنسوؤں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، تب لکھنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے، لیکن محبت کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ شیخ محترم کی زندگی کے چند درخشاں پہلو عوام وخواص کے سامنے رکھے جائیں تاکہ غلط فہمی میں مبتلا لوگوں کی غلط فہمیوں کا اِزالہ ہو سکے اور جو اس راہ کا راہی بننا چاہے، اس کے لیے وہ مشعل راہ ثابت ہوں۔ (ان شاء اللہ)

بچپن:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بچپن ہی سے ذہین وفطین، کتاب دوست اور وقت کی قدر کرنے والے تھے۔ ایک دن مجھ سے فرمانے لگے: ''جب میں چھوٹا تھا اور پرائمری سکول میں پڑھتا تھا تب بھی مجھے مطالعہ کا بہت زیادہ شوق تھا، اکثر ایسے ہوتا کہ والدہ ماجدہ مجھے کھانا دیتیں تو میں کتاب گود میں رکھے پڑھتے پڑھتے کھانا کھاتا، میری اس عادت سے والدہ پریشان ہو کر مجھ سے کتاب لے کر رکھ دیتی تھیں اور ڈانٹتے ہوئے کہا کرتیں: کم از کم کھانا تو کتاب پڑھے بغیر کھا لیا کرو۔ اسی طرح سکول جاتے اور آتے ہوئے ایک کتاب میرے ہاتھ میں رہتی جسے میں پڑھتا رہتا۔''

شیخ محترم رحمہ اللہ کے چچازاد بھائی نے مجھے بتایا کہ ''زبیر صاحب! عام بچوں سے مختلف تھے، ہم سب بچے کھیل کود میں مشغول رہتے اور حافظ صاحب کھیل کے میدان میں بھی ایک طرف کتاب لے کر بیٹھ جاتے، ہمارے گھر میں کافی کتب تھیں، وہ جب بھی ہمارے گھر آتے تو انھیں کسی نہ کسی کتاب ہی کو پڑھتے پایا۔''

شیخ رحمہ اللہ کی ذہانت سے متعلق ان کے ایک عزیز فضل الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ ''ہم میں سے جو بھی شِپ پر جاتا تو انٹرویو انگلش میں یا کسی ترجمان کے ذریعے سے دیتا، لیکن جب شیخ رحمہ اللہ گئے تو وہاں محض چند دن رہنے سے ان کی زبان سیکھ لی اور پھر مکمل انٹرویو اسی زبان میں دیا جس سے انٹرویو لینے والے بھی ورطۂ حیرت میں پڑ گئے۔''

جوانی:

جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو ذریعہ معاش کے لیے شِپ کے ذریعے سے مختلف ممالک میں جانا ہوا، لیکن قرآن مجید و دیگر

کتب ہمیشہ ساتھ رہیں، ہر قسم کی لغویات وفضولیات سے بچتے ہوئے قرآن مجید سے تعلق مضبوط رکھا، یہی وجہ ہے کہ ایک بار کسی ایسی ریاست میں جانا ہوا، جہاں مسلمان مظلوم تھے اور اسلام کی پاداش میں ظالم ہر حد تک گئے۔ مسلمان اسلامی تعلیمات سے محروم، ایسے میں انھیں معلوم پڑا کہ ان لوگوں میں بعض مسلمان بھی ہیں اور ان کے پاس قرآن مجید بھی ہیں تو وہاں کے مسلمان منت سماجت کرنے لگے کہ ہم سے جتنے چاہو پیسے لے لو، لیکن ہمیں یہ قرآن مجید دے دو تو شیخ رحمہ اللہ اپنا قرآن مجید انھیں ویسے ہی دے آئے، بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جب علم کے ساتھ باقاعدہ تعلق استوار نہیں ہوا تھا تب بھی زندگی مثالی تھی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس حدیث: ((شَابٌّ نَشَأَ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ)) ''وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت کے ساتھ پروان چڑھا۔'' (صحیح مسلم: ۲۳۸۰) کے مصداق ہوں گے، ان شاء اللہ۔

مسلک اہل حدیث اختیار کرنے کے بعد آپ کو حصولِ علم کا جنون کی حد تک شوق پیدا ہوا، چنانچہ شِپ وغیرہ کو خیر باد کہا اور اپنے آبائی کاروبار کے ساتھ ساتھ باقاعدہ پڑھنا شروع کیا، صرف ونحو وغیرہ کی ابتدائی تعلیم اپنے علاقے ہی سے حاصل کی، پھر ماہرین فن کے پاس جا کر خوب مہارت حاصل کی۔ ایک دن ہمارے کمرے میں شیخ رحمہ اللہ ایک بلند قامت اور خوش مزاج شخصیت کے ساتھ داخل ہوئے تو مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: ندیم صاحب! یہ میرے استاذ محترم ابو عائشہ ہیں۔ صرف ونحو میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، یوں مجھے ان کا بھی دیدار ہو گیا۔

شیخ محترم یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میں کئی غیر اہل حدیث علماء سے بھی تعلیم حاصل کرتا رہا ہوں، ان میں سے بعض ایسے بھی تھے کہ جب انھیں معلوم ہوا کہ میں اہل حدیث ہوں تو مجھے پڑھانے سے ہی انکار کر دیا۔

طلبِ علم کے لیے سفر:

مولانا ابو الرجال اور حافظ عبد الحمید ازہر رحمہما اللہ سے خوب استفادے کے ساتھ ساتھ آپ نے کئی علمی اسفار بھی کیے۔ شیخ رحمہ اللہ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: ''میرے والد صاحب چونکہ جماعت اسلامی سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی کوشش تھی کہ میں ''منصورہ'' میں پڑھوں، چنانچہ کئی بار وہ مجھے وہاں چھوڑ کر بھی آئے۔ جب مجھے یقین ہو جاتا کہ اب والد محترم واپس گھر پہنچ چکے ہوں گے تو میں منصورے سے نکل کر سیدھا شارح سنن النسائی محدث عطاء اللہ بھوجیانی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور ان سے فیض یاب ہوتا رہتا، پھر آخر میں انھوں نے مجھے اپنی سند اجازہ سے بھی نوازا۔

جب مولانا فیض الرحمٰن الثوری جامعہ اثریہ، جہلم میں مقیم تھے تو ان سے فیض یاب ہوئے اور سند اجازہ حاصل کی۔ ایک دن تذکرہ ثوری ہو رہا تھا تو فرمانے لگے: ''ہمارے استاد مولانا فیض الرحمٰن کا قبیلہ داند/ بیل والے مشہور تھا تو انھوں نے اس کی تعریب کر کے ثور بنایا، پھر نسبت ثوری ان کے نام کا حصہ بن گیا۔ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے شیخ رحمہ اللہ خوب محظوظ بھی ہوتے تھے۔ علم حدیث اور اسماء الرجال سے خاص شغف رکھنے والے اور وقت کے محدث شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین

شاہ راشدی اور محدث دوراں سید محبّ اللہ شاہ راشدی کے علم کا خوب چرچا تھا اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علم کے حریص تھے، چنانچہ حصولِ علم کے لیے سرزمین سندھ کا قصد کیا اور ایک عرصے تک دونوں بھائیوں سے خوب مستفید ہوئے۔ شیخ رحمہ اللہ اکثر بتاتے کہ شیخ العرب اور محدث دوراں مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ یقیناً لائق اور قابل شاگرد اپنے استاد کی آنکھوں کا تارا ہی ہوتا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی حرصِ علم اس قدر زیادہ تھی کہ اپنی وفات سے تقریباً دو ماہ قبل مجھے فون کرتے ہیں کہ حافظ صاحب! میں لاہور جمعہ پڑھانے آ رہا ہوں، بعدازاں ہم فضیلۃ الشیخ مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کے پاس جائیں گے اور ان سے سند اجازہ لیں گے۔ یہاں ایک دلچسپ بات ذکر کرنا بھی فائدے سے خالی نہ ہوگی کہ مولانا مدنی حفظہ اللہ بیماری کے باوجود کافی دور شیخ رحمہ اللہ کی اقتداء میں نمازِ جمعہ پڑھنے کے لیے تشریف لائے۔ حقیقت میں علم والے ہی علماء کی قدر کرنے والے ہوتے ہیں۔

نماز جمعہ کے بعد جب ہم مولانا مدنی حفظہ اللہ کے دولت خانہ پر پہنچے تو انھوں نے بتایا کہ میں وہیں جمعہ پڑھ کر آ رہا ہوں۔ شیخ رحمہ اللہ نے جب اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو ساتھ ہی فرمایا: یہ میرے شاگرد حافظ ندیم ظہیر ہیں انھیں بھی سند عنایت کر دیں، حالانکہ وہاں اور احباب بھی موجود تھے جس پر مجھے حیرت کے ساتھ بہت خوشی ہوئی۔

مدنی صاحب فرمانے لگے کہ بیماری اور تھکاوٹ کی وجہ سے فی الحال تحریری طور پر نہیں دے سکتا، کیونکہ سامان کچھ اِدھر اُدھر ہوا پڑا ہے تو مہریں بھی تلاش کرنی پڑیں گی، البتہ آپ کو اجازہ ہے اور دوبارہ ملاقات پر تحریری بھی دے دوں گا، لیکن استاد محترم کی زندگی مزید وفا نہ کر سکی۔ ۱۹۹۰ء میں معروف دینی درسگاہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ کا رخ کیا، دوران تعلیم اور بعد میں بھی شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ سے خوب استفادہ کیا۔

ایک دفعہ شیخ محترم الجامعۃ الاسلامیۃ العالمیۃ، اسلام آباد میں پی، ایچ، ڈی کی غرض سے آئے، پھر اسی روز اپنے استاذ فضیلۃ الشیخ عبدالغفار حسن رحمہ اللہ سابق مدرس مدینہ یونیورسٹی کی خدمت میں حاضر ہوئے، گفت وشنید کے دوران میں شیخ محترم رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں اسلامک یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی میں داخلے کے لیے آیا ہوں تو اس موقع پر مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ نے ایک تاریخی جملہ کہا: ''آپ واپس چلے جائیں اور خود ایسے بنیں کہ لوگ آپ کی خدمات پر PHD کریں۔'' شیخ محترم نے اپنے استاد کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے واپسی کی راہ لی اور آج ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی ہر سطح کی ڈگری شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی خدمات پر حاصل کی جا چکی ہے۔ سبحان اللہ

اہل علم سے رابطہ ومحبت

شیخ محترم نہ صرف خود اہل علم سے مسلسل رابطے میں رہتے بلکہ دوسروں کو بھی علمائے کرام کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اکثر علمی مسائل میں اپنے اساتذہ میں سے حافظ عبدالحمید ازہر اور حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہما اللہ سے رہنمائی

لیتے۔بعض اوقات ایسے بھی ہوتا کہ سائل کی موجودگی میں ہی اپنے اساتذہ کوفون کر لیتے اور بغیر کسی جھجک کے کہتے: مجھے اس مسئلہ میں شک ہے جسے دور کرنے کے لیے اپنے استادمحترم کوفون کررہاہوں، بعدازاں سائل کو پوری تسلی سے مسئلہ سمجھا دیتے۔

ایک دفعہ بعض اہل علم سے ملنے کے لیے ایک لمبا سفر طے کیا اور مجھے رفیق سفر بننے کی سعادت ملی، ہم حضرو سے گوجرانوالہ مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حافظ صاحب رحمہ اللہ کے گھر ان کے مہمان خانے/مکتبے میں کافی دیر بیٹھے رہےاوراستاذوشاگردکئی علمی مباحث سے مجھے مستفید ومحظوظ فرماتے رہے تھے۔جب ہم گکھڑ منڈی سے گزرنے لگے تو شیخ محترم رحمہ اللہ نے کہا: میرا دل چاہتا ہے کہ سرفراز خاں صفدر صاحب سے ملاقات کروں! میں نے ایک اندیشے کا اظہار کیا کہ کہیں متعصب دیوبندی طلباء کوئی نقصان ہی نہ پہنچا دیں۔فرمانے لگے: کچھ نہیں ہوتا، میں نے عرض کیا: میں پتہ کرکے آتا ہوں۔پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ علاج کی غرض سے کہیں گئے ہوئے ہیں، گکھڑ منڈی میں موجود نہیں۔ وہاں سے ہم سیالکوٹ کے لیے روانہ ہوگئے، جہاں شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ سے ملاقات طے تھی اور وہ ہمارے انتظار میں تھے، جب ہم وہاں پہنچے تو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے آگے بڑھ کر مولانا جانباز رحمہ اللہ کی پیشانی پر بوسہ دینا چاہا، جانباز صاحب چونکہ قدرے بلند قامت تھے تو شیخ رحمہ اللہ نے اپنی ایڑھیاں اٹھائیں اور کچھ جانباز رحمہ اللہ جھکے تو بوسہ دیا جاسکا۔ چاہت ومحبت کا عجیب منظر تھا۔ان دنوں مولانا جانباز رحمہ اللہ شرح ابن ماجہ لکھ رہے تھے،فوراً وہ رجسٹر منگوا لیے اور شیخ محترم کے سامنے رکھتے ہوئے بولے کچھ مشاورت کرنی ہے، پھر کافی دیر تک دونوں بزرگ علم وحکمت کی باتیں کرتے رہےاور مجھ ناچیز کو یہاں بھی استفادے کا موقع میسر آ گیا۔ یہاں سے ہم لاہور کی طرف عازم سفر ہوئے، کئی علماء سے ملاقاتیں کرنے کے بعد ایک طویل نشست مولانا ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کے ہاں ہوئی، ان کے مکتبے کا ازسرنو جائزہ لیا گیا اور بعض جدید واہم کتب کی فوٹو کاپی حاصل کی گئی جو مولانا مفتی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ نے بڑی ہی محبت سے عنایت فرمائیں۔یہاں میں یہ بات واضح کردینا چاہتا ہوں کہ بعض لوگ خواہ مخواہ ایشوز بنانے کے چکر میں رہتے ہیں اور مختلف خودساختہ تبصروں سے عجیب وغریب صورتحال بنادیتے ہیں!!!

شیخ محترم علمائے کرام کا ازحد احترام کرتے اور محبت ومودت سے پیش آتے تھے۔جو شخص شیخ رحمہ اللہ کو جانتا ہی نہیں یا کسی بات کے پس منظر سے لاعلم ہے اسے شیخ محترم کی ذات پر تبصرہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔

بعض لوگ یہ بات بڑی اچھالتے ہیں کہ آپ نے دو واعظین سے متعلق لکھ رکھا تھا کہ یہ کذاب ہیں، یہ محض ایک ردعمل تھا بس۔ہوا کچھ اس طرح کہ ایک خطیب صاحب سے تقریر کے لیے ٹائم لیا گیا، انھوں نے آنے کا وعدہ بھی کرلیا اور جس دن پروگرام تھا، رابطے پر جواب دیا کہ میں راستے میں ہوں پہنچ جاؤں گا اور ہر بار یہی کہتے رہے۔جب تھوڑا سا وقت باقی رہ گیا تو فون بند.................یہی طرزعمل دوسرے خطیب صاحب نے اختیار کیا تھا...............اب ایسے خطباء سے متعلق کیا رائے دی جاسکتی ہے؟ خود ہی فیصلہ صادر فرمائیں.................اگر کوئی مجبوری پیش آ گئی تھی تو اس کا آسان حل ''انکار یا آگاہ کرنا''

تھا نہ کہ ”ٹرک کی بتی کے پیچھے لگا کر رکھنا اور پوری کانفرنس کا نظام دھرم بھرم کرنا۔“

حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ سے بھی شیخ رحمہ اللہ بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ میرے ذریعے سے کئی بار تحائف بھیجے، لیکن کہنے والوں نے کہہ دیا کہ آپ تو نورپوری رحمہ اللہ کو اہل حدیث ہی نہیں مانتے تھے۔ والعیاذ باللہ

کسی نے ایک بار سن لیا کہ آپ نے نورپوری رحمہ اللہ کو ”صدوق“ کہا ہے تو اس پر بھی تبصرے شروع............ حالانکہ شیخ محترم نے انھیں ”الامام، الثقۃ، العابد، الزاہد“ جیسے القاب سے بھی یاد کر رکھا ہے، لہٰذا تبصروں سے قبل کسی بھی پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

فقہی مسائل ہوں یا تحقیقی، مختلف فیہ ہونے کی صورت میں آپ علمائے کرام سے رابطہ کر کے رائے ضرور معلوم کرتے تھے۔ ”کل ضلالۃ فی النار“ کے بارے میں ملک و بیرون ملک کے کئی علماء سے میری موجودگی میں رابطہ کیا اور ان سے پوچھا کہ اس زیادت پر ضعیف کا حکم راجح ہے یا صحیح کا؟

”قربانی کے تین دن“ مضمون لکھ کر علمائے کرام کی خدمت میں ارسال کر دیا اور گزارش کی کہ اگر میں اس مسئلے میں صواب رائے نہیں رکھتا تو اصلاح کی جائے، لیکن جب کوئی رائے سامنے نہیں آئی تو اسے ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کے صفحات کی زینت بنا دیا۔ اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

یہاں یہ بات بھی واضح کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ بعض اہل علم کی کتب اور ان کے حالات و واقعات شروع میں شیخ محترم کو دستیاب نہیں ہو سکے جس بنا پر ان سے متعلق رائے میں اعتدال نہیں رہ سکا تھا جن میں مولانا محمد حسین بٹالوی اور علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہما اللہ نمایاں ہیں۔

جب ڈاکٹر بہاؤالدین حفظہ اللہ نے ”تحریک ختم نبوت“ کا سلسلہ شروع کیا تو اس کی ہر آنے والی جلد کو بالاستیعاب پڑھتے اور ڈاکٹر صاحب کو بہت دعائیں دیتے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ ڈاکٹر صاحب نے ”تاریخ اہل حدیث“ کے ان اوجھل ابواب کو عوام و خواص کے سامنے کھول دیا ہے جو بالکل مفقود ہو چکے تھے۔

کتاب ”تحریک ختم نبوت“ نے شیخین سے متعلق شیخ محترم کی رائے میں اعتدال پیدا کیا اور اس کے بعد سے آپ ہمیشہ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے بارے میں رطب اللسان رہے اور انھیں تحریک ختم نبوت کا سپہ سالار قرار دیتے تھے۔

علامہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ کے بارے میں بھی ان کے بیٹے پر اعتماد کر لیا گیا تھا۔ بعد میں جب یہ حقیقت سامنے آئی کہ نواب صاحب کا بیٹا حنفی تھا۔ ❶ اور اپنے والد محترم کو حنفی باور کرانے میں سرگرم رہا، علاوہ ازیں آپ کی کتاب ”الدین

❶ سید محمد حسین بدایوانی کی کتاب ”تذکرۂ علمائے ہندوستان“ حال ہی میں ڈاکٹر خوشتر نورانی کی تحقیق سے چھپی ہے جس کے صفحہ ۱۹۵ میں لکھا ہوا ہے: ”نواب صاحب کے دو فرزند دوسری زوجہ سے ہوئے: میر نور الحسن خاں طیب اور میر علی حسن خاں طاہر، دونوں صاحب علم و جاہ، مگر عقیدۃً مقلد حنفی ہیں۔“ اور اسی نور الحسن نے نواب صاحب کو حنفی باور کرانے کی کوشش کی تھی۔

الخالص' پڑھ کر روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ مولانا صدیق حسن خان رحمہ اللہ کو محض پروپیگنڈے کا شکار بنایا گیا ہے، ورنہ وہ سلفی العقیدہ اور برصغیر پاک و ہند میں مسلک سلف کے ترجمان و امین تھے، پھر جہاں بھی ضرورت محسوس ہوئی شیخ رحمہ اللہ نے نواب صاحب رحمہ اللہ کا دفاع ہی کیا۔

اس سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رجوع الی الحق کرنے والے تھے۔ جونہی دلائل و قرائن سے حقیقت واضح ہوئی اپنی رائے بدل لی اور ان دونوں بزرگوں پر بھی اپنی محبت نچھاور کردی، لہٰذا شیخ محترم پر ایسے الزامات لگانا جن کا آپ سے دور کا بھی واسطہ نہیں، انصاف کا خون ہے۔ اگر آپ نے کسی کے ساتھ بظاہر سختی والا معاملہ کیا بھی تو خالص مسلک اہل حدیث کی بنیاد پر نہ کہ کسی ذاتی رنجش کی وجہ سے۔

کتب سے محبت اور ذوق مطالعہ

جب شیخ محترم رحمہ اللہ کی اپنی لائبریری میں کتب بہت تھوڑی تھیں تب آپ اپنے مختلف اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے استعارتاً کتابیں لاکر پڑھتے، پھر جسے اہم خیال کرتے اس کی فوٹو کاپی حاصل کر لیتے۔ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ کا کہنا تھا کہ اگر میری لائبریری کی تقریباً ساری کتب کسی نے پڑھی ہیں تو وہ حافظ زبیر صاحب ہیں۔ خود شیخ محترم فرمایا کرتے کہ کتب کے سلسلے میں سب سے زیادہ تعاون میرے استاذ محترم حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ کا ہے، میں جتنی چاہتا ان کے کتب خانہ سے کتابیں حضرو لے آتا، پھر بعد از مطالعہ واپس کر آتا، لیکن انھوں نے نہ کبھی روکا نہ کبھی ٹوکا۔ سبحان اللہ

راقم کو شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ کی معیت میں چوک اعظم (لیہ) سے فیصل آباد تک کا ایک سفر کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تو انھوں نے بھی اس کی تائید فرمائی۔ شیخ رحمہ اللہ کو ناک کی ہڈی میں مسئلہ تھا اور ڈاکٹروں نے آپریشن تجویز کیا، میں نے عرض کیا: آپ آپریشن کیوں نہیں کروا لیتے؟ فرمانے لگے: ''صرف اس لیے نہیں کرواتا کہ میں اتنے دنوں تک کتابوں سے دور نہیں رہ سکتا۔'' ایک دن فرمایا: ''کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ میں حضرو میں موجود ہوں اور مکتبہ بند رہے، سوائے ان ایام کے جب میری والدہ ماجدہ بیمار تھیں اور میں ان کی خدمت پر مامور تھا، تقریباً تین ماہ بیمار رہ کر ۳۰ جون ۱۹۹۰ء بروز جمعہ کو والدہ وفات پاگئی تھیں۔'' اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کس قدر کتب سے محبت کرنے والے اور ذوقِ مطالعہ سے سرشار تھے۔ آپ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے: ''میں آپ کو ایک حیران کن بات بتاتا ہوں کہ جن دنوں مکتبہ بند رہا مجھے کتابوں سے متعلق فکر تھی، لیکن جب میں مکتبے میں داخل ہوا تو سب کتابیں صحیح سلامت تھیں، سوائے فقہ حنفی کی چند کتابوں کے انھیں دیمک لگ چکی تھی۔''

دوران تحقیق میں کبھی مفقود یا غیر مطبوع کتاب کا ذکر آجاتا تو بہت افسوس کا اظہار کرتے اور ساتھ ہی دعا بھی کرتے کہ کہیں سے یہ کتب چھپ جائیں۔ تاریخ دمشق اور حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ کی ''البدر المنیر'' پڑھنے کی بڑی خواہش تھی، پھر یہ دونوں کتابیں ان کی زندگی ہی میں چھپ گئیں، جونہی خبر ملی کہ پشاور میں یہ کتب میسر ہیں اگلے ہی دن ان کے حصول کے

لیے پہنچ گئے اور البدر المنیر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا، اسی طرح "الخلافیات للبیھقی" کے متمنی تھے، لیکن یہ آپ کی وفات کے بعد طبع ہوئی۔ جب میں پہلی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو "سیر اعلام النبلاء" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میں نے دو مرتبہ حرف بحرف اس کا مطالعہ کیا ہے اور وہ فہارس سمیت پچیس جلدوں پر مشتمل تھی۔

کتب ستہ سے متعلق کہنے لگے: امتحانات کے علاوہ میں نے انھیں دوبار حرف بحرف پڑھا ہے۔

کتنی ہی کتب ایسی ہیں کہ پورے پورے نسخے (سند و متن سمیت) اپنے ہاتھ سے صفحہ قرطاس پر منتقل کر دیے، ان میں سے اثبات عذاب القبر للبیہقی اور مسند الحمیدی وغیرہ سرفہرست ہیں۔ ایک دن "السنن الکبری للبیھقی" سے متعلق بتا رہے تھے کہ یہ میں نے اپنی شادی کے موقع پر خریدی تھی۔ عام طور پر ان مواقع پر اسراف کیا جاتا ہے، لیکن شیخ محترم نے اس موقع پر بھی کتاب سے محبت کا ثبوت دیا۔

شیخ محترم کی یہ عادت تھی کہ جب بھی کوئی نئی کتاب لاتے، جب تک پڑھ نہ لیتے اسے لائبریری کے شیلف میں نہ رکھتے۔ جس چارپائی پر آپ استراحت فرماتے اس سے متصل ایک ٹیبل پر عموماً وہی کتب ہوتیں جو آپ کے زیر مطالعہ ہوتی تھیں۔

کتب کی خریداری کے لیے جب بھی پشاور یا لاہور جانا ہوتا تو واپسی پر کچھ کتابیں ہینڈ بیگ میں رکھ لیتے تاکہ سفر میں ان کا مطالعہ کر سکیں، آپ دورانِ سفر میں بڑی آسانی سے فوائد یا حاشیہ لکھ لیتے اور گاڑی کے جھٹکوں وغیرہ سے بے نیاز رہتے۔ شیخ محترم حصولِ علم میں کبھی جھجک کا شکار نہیں ہوتے تھے، اگر کوئی ایسی کتاب کہیں نظر آ جاتی جو آپ کے پاس نہ ہوتی تو فوراً پڑھنے کے لیے مانگ لیتے۔ ایک دفعہ میری لائبریری میں "الجلیس الصالح الکافی والأنیس الناصح الشافی لأبی الفرج المعافی بن کریا بن یحییٰ النھروانی" (متوفی ۳۹۰ھ) دیکھی تو بڑے خوش ہوئے، پھر "مختصر الاحکام للطوسی" بھی نکال کر فرمانے لگے یہ دونوں کتابیں میرے پاس نہیں ہیں یہ پڑھنے کے لیے حضرو لے جاؤں گا اور پڑھ کر واپس کر دوں گا۔ جاتے ہوئے مجھ سے فرمایا: ''حافظ صاحب! اب آپ کی لائبریری میں دل لگتا ہے، جب دوبارہ آیا تو پورا ہفتہ ادھر ہی رہوں گا، لیکن یہ ہفتہ میرے نصیبے میں نہیں تھا، جس دن آپ نے ہمارے ہاں دوبارہ آنا تھا اسی دن آپ کو اٹیک ہو گیا۔ اسی طرح ایک دفعہ میں دو کتابیں لے کر حضرو گیا، شیخ محترم نے حسبِ عادت حال احوال کے ساتھ ہی ان کتب پر نظر ڈالی، ورق گردانی کے بعد فرمانے لگے: ''حافظ صاحب! یہ کتابیں تو ہماری لائبریری میں نہیں ہیں۔'' میں نے سعادت جانتے ہوئے عرض کیا: شیخ محترم! یہ میری طرف سے ہدیہ رکھ لیں۔ کتاب کے کونے میں میرا نام لکھا ہوا تھا اُسے کاٹنے کے بجائے اس کے نیچے احتیاطاً لکھ دیا: ''وأخذ منه زبیر علی زئی.'' رحمه اللّٰه رحمةً واسعةً

دعوت وتبلیغ کے میدان میں

آپ پاکستان کے مختلف علاقوں میں دور دراز کا سفر طے کرتے ہوئے مسلک حق اہل حدیث کی دعوت عام کرنے کی

غرض سے پہنچتے۔ اپنے شاگردوں سے اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر طبیعت اجازت نہ دے تو کبھی پروگرام کی ہامی نہ بھرو، لیکن جب وعدہ کرلو تو ہر صورت وہاں پہنچو اور وقت سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرو تا کہ میزبان کو کسی بھی اذیت سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

مجھے آج بھی وہ سفر نہیں بھولتا جب ہم بیاڑ/ دیر سے اٹیرکن گاؤں تقریباً دو سے تین گھنٹے میں پیدل پہنچے، کیونکہ وہاں جانے کے لیے گاڑی کا راستہ نہیں تھا اور سارا راستہ پہاڑی ہے کئی پہاڑ عبور کرنے کے بعد مذکورہ گاؤں پہنچے، وہاں راقم الحروف اور شیخ محترم نے خطاب کیا۔ واپسی پر بھی اسی طرح پیدل ہی آئے تھے۔

ایک دفعہ آپ نے چونڈہ کے قریب کسی گاؤں میں درس کے لیے جانا تھا، مجھے بھی ساتھ چلنے کا کہا۔ سیالکوٹ تک تو ہم بآسانی پہنچ گئے، لیکن آگے جانے کے لیے جو گاڑی بھی ملے اس میں صرف کھڑے ہونے کی جگہ میسر تھی، بالآخر ہم ایک گاڑی میں کھڑے ہو گئے، مجھے بہت پریشانی اور افسوس ہو رہا تھا کہ شیخ محترم کھڑے ہیں، لیکن آپ اطمینان سے کھڑے تھے اور چہرے پر کوئی ناگواری نہیں تھی۔ ایسی تکالیف کے باوجود بھی قرآن و حدیث کی تعلیم کے لیے بر موقع پہنچتے۔ شیخ محترم اس حدیث: ((من رأى منكم منكرًا فليغيره بيده……)) کی عملی تصویر تھے۔ ایک بار ہم لاہور سے حضرو جا رہے تھے کہ راستے میں ڈرائیور نے گانے وغیرہ کی ویڈیو چلا دی، آپ فوراً کھڑے ہوئے اور اسے بند کرنے کا کہا تو ڈرائیور نے بند کردی، گاڑی میں چند نوجوان بیٹھے ہوئے تھے، ان کے کہنے پر ڈرائیور نے پھر چلا دی، دو تین بار ایسے ہی ہوا، بالآخر شیخ محترم کھڑے ہوئے اور باآواز بلند درس شروع کر دیا، تقریباً پندرہ بیس منٹ آلاتِ طرب کی حرمت اور فکر آخرت سے متعلق بڑا ہی متاثر کن درس دیا کہ بعد ازاں کسی کو بھی اس بارے میں جرأت نہ ہو سکی اور ہم نے اپنے سٹاپ ''ہٹیاں'' تک پُرسکون سفر کیا۔

سنت سے محبت اور بدعت سے نفرت

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سنت سے بہت زیادہ محبت کرنے والے تھے۔ اگر کوئی داڑھی منڈا ہوتا تو اس کا نکاح نہیں پڑھاتے تھے۔ حضرو کے ایک گاؤں میں ہمیں نکاح کی تقریب میں شامل ہونا تھا اور نکاح شیخ محترم نے پڑھانا تھا، کیونکہ ان کی شدید خواہش تھی کہ نکاح آپ ہی پڑھائیں۔ جب نکاح کے لیے دلہا آگے بڑھا تو اسے دیکھتے ہی شیخ رحمہ اللہ نے میرے کان میں کہا: نکاح میں نہیں پڑھاؤں گا، کیونکہ لڑکا کلین شیو ہے، عرض کیا: شیخ محترم! یہ آپ سے بہت محبت کرتے ہیں، کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔ کہنے لگے: ''مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی ایسے شخص کا نکاح پڑھاؤں جسے احترام سنت نہیں۔''

راقم الحروف کے نکاح کے موقع پر بھی ایسی صورت بن گئی تھی کہ ہمارے ہم زلف داڑھی منڈے تھے، شیخ محترم نے جونہی اسے دیکھا تو فرمانے لگے: ندیم صاحب! میں صرف آپ کا نکاح پڑھاؤں گا۔ عرض کیا: شیخ صاحب! اتنے لوگوں میں بہت عجیب صورت حال بن جائے گی۔ کہنے لگے: بنتی ہے تو بنے، لیکن میں صرف آپ کا نکاح پڑھاؤں گا، پھر فوراً کھڑے ہوئے اور فرمایا: میں صرف حافظ ندیم ظہیر کا نکاح پڑھاؤں گا، دوسرے صاحب کا نکاح یہ مقامی عالم پڑھا دیں گے۔ وقتی طور

پر تو لوگوں کو یہ انداز غیر مناسب لگتا تھا، لیکن جب سوچ بچار کرتے تو زندگی ہی بدل جاتی اور اپنے چہروں کو نبی کریم ﷺ کی سنت سے مزین کر لیتے۔

ہمارے اسلاف بھی اہل بدعت سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے، ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کے صفحات پر بیسیوں ایسے اقوال سلف ملیں گے جن سے بدعتیوں سے نفرت جھلکتی ہے، حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی غیور اہل حدیث تھے جب انھیں معلوم ہو جاتا کہ فلاں بدعتی ہے تو اس کی تعظیم وتکریم دل سے نکل جاتی اور دیگر لوگوں کو بھی آگاہ کرتے رہتے کہ فلاں بدعتی ہے اس سے بچ کر رہیں۔ مرزا محمد علی جہلمی کے بعض کرتوت سامنے آنے پر اظہار لاتعلقی کر دیا۔ ایک دن میں شیخ محترم رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا کہ دو تین بار فون کی گھنٹی بجی، پھر خود ہی موبائل میری طرف بڑھاتے ہوئے بولے: یہ جہلمی مجھے فون کر رہا ہے، لیکن اب میں اس کا فون نہیں سنتا، مسجد نبوی میں بیٹھ کر بھی آپ نے کئی احباب کے سامنے مرزا سے براءت کا اعلان کیا تھا۔

بہت دفعہ ایسے ہوا کہ ہم مکتبہ میں کسی علمی کام میں مشغول ہوتے اور اچانک آندھی، طوفان یا بادل وغیرہ گرجنے کی آواز سنائی دیتی تو فرماتے: ''بس جی کام ختم'' پھر ہاتھ تھام کر مسجد لے جاتے اور جب تک موسم کی صورت حال ایسی رہتی، آپ اپنی زبان کو ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن مجید سے تر رکھتے، کبھی اندر تو کبھی صحن میں چکر لگاتے رہتے۔ میں جب بھی آپ کو اس حالت میں دیکھتا تو مجھے صحیح البخاری (۴۸۲۹) وغیرہ کی حدیث یاد آ جاتی اور یقیناً آپ کے پیش نظر یہی حدیث ہوگی اور آپ کا عمل اس حدیث کے مطابق تھا۔ استاذ محترم ایک باعمل اور متبع سنت شخصیت تھی، یقین جانیں آپ کے اعمال دیکھ کر بہت سی احادیث ذہن نشین ہو جاتی تھیں۔

مختلف نکات اور موقف جدیدہ سے آگاہی

شیخ محترم رحمہ اللہ کی یہ خوبی تھی کہ دورانِ مطالعہ میں کسی نکتے کو جانتے تو فوراً دوسرے کو بتا دیتے یا شذرات الذہب کی صورت میں چھاپ دیتے تھے۔ جن دنوں ''جزء رفع الیدین للبخاری'' تیاری کے مراحل میں تھی تو بعد از نماز عشاء فرمانے لگے: ابھی لائبریری میں مزید کام کرنا ہے، مجھے حیرت ہوئی کہ آپ تو عام دنوں میں عشاء کے فوراً بعد سو جاتے ہیں، بہر حال ہم لائبریری میں چلے گئے اور جزء کے راوی محمود بن اسحاق کا ترجمہ تلاش کرتے رہے، تقریباً دس بجے مجھ سے فرمایا: اب آپ جا کر آرام کرو۔ میں اپنے کمرے میں چلا گیا، ایک گھنٹے کے بعد مجھے تیز تیز قدموں کی آہٹ سنائی دی، تھوڑی ہی دیر میں شیخ محترم کئی کتب اٹھائے میرے سامنے کھڑے تھے۔ فرمانے لگے: مجھے معلوم تھا کہ آپ جلدی نہیں سوتے، اسی لیے میں یہ بتانے کے لیے آ گیا کہ محمود بن اسحاق کا ترجمہ مل گیا ہے اور خوشی خوشی سب حوالے مجھے دکھاتے جاتے۔ سبحان اللہ

آپ کے جانے کے بعد میں سوچتا ہی رہ گیا کہ کس قدر تڑپ ہے علم منتقل کرنے کی ورنہ آپ یہ سب مجھے صبح بھی بتا سکتے تھے۔ اگر میں لاہور یا اسلام آباد ہوتا تو بسا اوقات آپ ایک ہی دن میں کئی بار فون کر کے مختلف نکات اور مواقف

جدیدہ سے آگاہ کرتے، پھر ایک دن خود ہی فرمانے لگے: ''میں یہ چاہتا ہوں کہ ان نکات ومواقف کا میرے قریبیوں کو علم ہونا چاہیے، کیونکہ زندگی موت کا کچھ پتہ نہیں۔'' اللہ اکبر

اس وقت تو یہ بات اتنی سمجھ نہ سکا، لیکن آپ کی وفات کے بعد کئی احباب نے ایسی اطلاعات دیں کہ خود پر رشک بھی آیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کیا کہ محدث العصر رحمہ اللہ نے مجھ ناچیز کو اس قابل سمجھا۔

برادرم مولانا تنویر الحق ہزاروی حفظہ اللہ ایک دن مجھ سے کہنے لگے: ''حافظ صاحب! شیخ محترم نے آپ کے لیے ایسے کلمات کہے ہیں کہ اگر وہ میرے لیے کہے ہوتے تو مجھے دنیا ومافیہا سے عزیز ہوتے۔'' میں نے حیرت سے پوچھا: کیا؟ تو انھوں نے کہا: شیخ محترم نے فرمایا تھا کہ عام طور پر محدثین کے بیٹے ان کے راوی ہوتے ہیں، لیکن میرا راوی حافظ ندیم ظہیر ہوگا۔ میرے بارے میں لوگ ندیم سے پوچھیں گے کہ میری رائے وموقف کیا تھا۔''

ایسی ہی بات فضیلۃ الشیخ ذوالفقار اثری حفظہ اللہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی نے اپنے لیٹر پیڈ پر لکھ کر سینڈ کی کہ میں نے فضیلۃ الشیخ عمران حفظہ اللہ، فاضل مدینہ یونیورسٹی کی موجودگی میں شیخ محترم سے سوال کیا: آپ کے بعد ہم آپ کے مواقف جاننے کے لیے حافظ ندیم ظہیر سے رابطہ کیا کریں؟ تو آپ نے فرمایا: جی ہاں، بالکل۔

اسی طرح محترم وکیل ولی قاضی اور انجینئر سلمان علی بھائی وغیرہ نے مذکورہ صورت کی تائید میں کئی چیزیں بتائی ہیں۔

اس خصوصیت کے علاوہ بھی شیخ محترم رحمہ اللہ کا عام طرز عمل یہی تھا کہ شذرات کی صورت میں اہم نکات سے آگاہ کرتے رہتے۔ گویا آپ علم کا وہ بحر بیکراں تھے کہ جو ہمہ وقت دوسروں کو سیراب کرتا ہے اور یہ سلسلہ کبھی رکتا یا تھمتا نہیں۔ آج آپ کی وفات کے بعد بھی عوام وخواص آپ کی کتب سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ وللہ الحمد

سخاوت

شیخ محترم اسراف وفضول خرچی کو قطعاً پسند نہیں کرتے تھے، لیکن فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں کبھی بخیلی نہیں کی، اکثر ایک بزرگ مسجد کے ایک کونے میں کھڑے نظر آتے تو شیخ رحمہ اللہ غیر محسوس طریقے سے ان کے پاس جاتے اور اس انداز سے ان کی جیب یا ہاتھ میں پیسے تھما دیتے کہ عام آدمی جان نہیں پاتا تھا۔ جب بھی بازار جاتے تو اپنے شاگردوں سے باقاعدہ پوچھتے کہ کوئی چیز چاہیے یا کھانے پینے کے لیے کچھ لے آؤں؟

اور جب طالب علم گھر جاتے تو ان کی جیب میں حسب استطاعت پیسے ڈال دیتے، بلکہ کوئی ملنے کے لیے آتا تو اس سے بھی کرائے وغیرہ کا ضرور پوچھتے۔ جماعت اہل حدیث حضرو میں اگر کوئی مستحق ہوتا تو اس کے پاس جا کر حال احوال بھی پوچھتے اور تعاون بھی کرتے۔ علاوہ ازیں اپنے ادارے میں اساتذہ ودیگر سٹاف کا بھی بھرپور خیال رکھتے۔ میرے علم کے مطابق شیخ محترم ہی وہ مدیر الجامعہ تھے جنھوں نے کبھی تنخواہ دینے میں تاخیر نہیں کی، بلکہ ہمیشہ چار پانچ دن پہلے ہی ادا کر دیتے

تھے۔رحمہ اللّٰہ رحمۃً واسعۃً .

قیام اللیل اور قرآن سے تعلق

شیخ محترم رحمہ اللہ عشاء کے فوراً بعد سونے کی حدیث پر عمل پیرا رہے اور قیام اللیل کے حکم پر بھی ہمیشہ کار بند رہے۔حالتِ اقامت میں تو رات کا قیام ہوتا ہی تھا آپ کہیں سفر پر بھی ہوتے تو اس کا باقاعدہ اہتمام کرتے جو سفر آپ کے ساتھ کیے ان میں بخوبی مشاہدہ کیا تھا۔اسی طرح قرآن مجید کے ساتھ آپ کو جنون کی حد تک لگاؤ تھا،یہی وجہ ہے کہ تیس کی دہائی عبور کر رہے تھے کہ چند ماہ میں قرآن مجید مکمل حفظ کر لیا۔نمازِ عشاء اور نماز فجر میں کئی بار قرآن مجید مکمل سنایا۔اگر آپ کو کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے حتیٰ کہ تلاوت سے ذہنی وقلبی سکون حاصل ہو جاتا۔سفری بیگ میں جہاں دیگر کتب رکھتے وہاں قرآن حکیم رکھنا کبھی نہ بھولتے۔آپ بہت زیادہ قرآن کی تلاوت کرنے والے تھے اور جو یاد کرتے اسے سناتے بھی خواہ کسی طالب علم ہی کو سناتے۔قرآن مجید سے محبت ہی کے پیش نظر سب سے پہلے تفسیر ابن کثیر کی تخریج وتحقیق شروع کی،فرمایا کرتے تھے کہ میں نے شروع شروع میں عرب علماء کی نگرانی میں کام شروع کیا تو الشیخ ابوفراس نے مجھے تفسیر ابن کثیر پر تحقیق کا کہا جو بعد میں مفقود ہو گئی تھی۔اس دوران میں شیخ محترم کو چھ ہزار روپے تنخواہ ملتی تھی اور ہمیں بطور نصیحت فرمایا کرتے کہ میں صرف ایک ہزار روپے اپنے خرچے کے لیے رکھتا باقی سب والدہ ماجدہ کو دے دیتا تھا،یعنی ہمیشہ والدین کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے اور خود پر انھیں ترجیح دینی چاہیے۔

سادگی

استاذ محترم نے ہمیشہ سادگی سے زندگی گزاری،آپ میں تکلف نام کی کوئی چیز نہ تھی،مجھے مبشر بھائی نے بتایا کہ جب میں پہلی بار حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے گیا تو ایک بزرگ سا شخص مسجد کی صفائی میں مصروف تھا،میں نے ان سے کہا کہ حافظ زبیر علی زئی صاحب سے ملنا چاہتا ہوں تو انھوں نے کہا:آپ بیٹھیں،نماز کے بعد ملاقات ہوتی ہے۔(ان شاء اللہ)تھوڑی ہی دیر میں نماز کے لیے وہی بزرگ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی،تب مجھے معلوم ہوا کہ مسجد کی صفائی کرنے والے بزرگ ہی وقت کے محدث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہیں۔

زرعی یونیورسٹی فیصل آباد کے بعض طلبا نے وہاں ایک پروگرام کا انعقاد کیا جس کے مہمان خصوصی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تھے۔میزبان طلبا میں سے صرف ایک طالب علم شیخ رحمہ اللہ کو جانتا تھا باقی صرف نام ہی سے واقف تھے۔جب شیخ محترم کی آمد کا وقت ہوا تو طلبا کی کثیر تعداد استقبال کے لیے مین دروازے پر کھڑی آپ کا انتظار کرتی رہی،اتنے میں اندر سے ایک بھائی باہر آئے اور ان طلباء سے کہنے لگے:آپ یہاں کیا کر رہے ہو؟انھوں نے کہا:ہم محدث زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا انتظار کر رہے ہیں تو اس طالب علم نے کہا:وہ تو کب سے آکر ہال میں تشریف فرما ہیں اور تمھیں معلوم ہی نہیں ہو سکا!!!دراصل شیخ رحمہ اللہ

بالکل سادھے لباس میں اور عام سی چپل پہنے ہوئے ان کے پاس سے گزرے تو انھوں نے ایک عامی شخص جان کر کوئی توجہ ہی نہ دی اور وہ سمجھتے رہے کہ اتنے بڑے محدث ہیں تو یقیناً ٹھاٹ سے آئیں گے، جبکہ شیخ رحمہ اللہ تو سادگی و عاجزی سے ان کے پاس سے گزر کر چل دیے اور طلباء اندازہ ہی نہ کر سکے۔

ایک دفعہ اسلام آباد سے ایم این اے صاحب مکتبہ میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ واپسی پر اپنا کارڈ دیتے ہوئے کہنے لگے: کوئی کام وغیرہ ہو تو مجھے ضرور آگاہ کیجیے گا۔ جب وہ ایم این اے صاحب چلے گئے تو آپ نے وہ کارڈ پھاڑ دیا۔ میں نے عرض کیا: شیخ محترم اسے پھاڑ کیوں دیا ہے؟ تو فرمانے لگے: تاکہ کوئی حرص نہ رہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان جمہوری و سیاسی امور سے محفوظ رکھے اور مسجد و مدرسے سے محبت برقرار رہے۔

جب گھر کافی بوسیدہ ہو گیا تو اس کی تعمیر نو کی طرف اہل خانہ نے توجہ دلائی۔ ایک دن میرا ہاتھ تھام کر مجھے زیر تعمیر گھر کی طرف لے آئے، پھر فرمانے لگے کہ اب مکان کی حالت بہت زیادہ خستہ ہو چکی تھی تو مجبوراً بنانا پڑ گیا ہے، ساتھ ہی یہ شعر بڑے دلسوز انداز میں پڑھا:

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں — سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

قارئین کرام! طوالت کے اندیشے کی بنا پر انھیں گزارشات پر اکتفا کر رہا ہوں ورنہ آپ کے حالاتِ زندگی ضخیم کتاب کے متقاضی ہیں اور زندگی نے ساتھ دیا تو ضرور ایک تفصیلی کتاب مرتب کی جائے گی۔ ان شاء اللہ

خدماتؒ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا علمی مقام

پروفیسر ڈاکٹر سہیل حسن حفظہ اللہ*

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسوله الأمین، أما بعد:

مجھے الحمد للہ 1413ھ سے 1417ھ تک ریاض میں بسلسلہ دکتورہ قیام کرنے کا موقع ملا، آخری سال میں تحقیقی مقالہ پیش کرنے کے بعد میرے پاس فارغ وقت تھا، مولانا عبدالمالک مجاہد صاحب (دارالسلام) کی خواہش پر ان کے ہاں تحقیقی کام کرنے کا موقع مل گیا، اس وقت ان کے ہاں صحیح مسلم کے مختلف نسخوں کا تقابل جاری تھا، جس میں چند اہل علم مصروف تھے، وہیں پر ایک نوجوان محقق سے ملاقات ہوئی، بات چیت کے بعد معلوم ہوا کہ یہی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہیں جو مجاہد صاحب کی دعوت پر دارالسلام آئے ہوئے ہیں اور اس تحقیقی کام میں مصروف ہیں، اس طرح مجھے ان کے ساتھ کچھ ایام کام کرنے کا موقع ملا، ان چند دنوں میں ان کی تحقیقی صلاحیت، اسماء الرجال پر ان کی بھرپور نظر اور متون حدیث کی باریکیوں کے بارے میں دقت نظر نے بہت متاثر کیا۔

پاکستان آ کر جب انھوں نے اپنا مجلّہ شائع کرنا شروع کیا، ان سے ذہنی رابطہ برقرار رہا، ایک دفعہ مسجد توحید کی لائبریری مکتبہ ضیاء السنہ میں بھی تشریف لائے۔

اسی دوران میں اُن کی مختلف مطبوعات سے بھی آگاہی ہوتی رہی، جو کہ تحقیق اور بحث و مباحثہ کی بہترین مثالیں ہیں، اردو میں تالیفات کے ساتھ ساتھ عربی زبان میں بھی ان کا قلم رواں دواں تھا، اور اس سے کئی کتب ان کی تالیف یا تحقیق کی صورت میں منظر عام پر آئیں۔

شیخ محترم کی بے شمار تصانیف، علمی مقالات اور شذرات سے ان کے علم کی گیرائی اور گہرائی واضح ہوتی ہے، ان کے علمی مقام کے لیے ان کی کتابیں بہترین دلیل ہیں، ان کے مطالعہ سے ہمیں مندرجہ ذیل خصوصیات نظر آتی ہیں۔

۱) وسعت مطالعہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتب پر نظر دوڑانے سے ان کے وسیع مطالعہ، اور کتب پر بھرپور نظر کا احساس ہوتا ہے، کوئی بھی مسئلہ ہو وہ دلائل کے ساتھ اس پر بھرپور اظہار خیال کرتے ہیں، اور دلائل صرف مطبوعہ کتب سے ہی نہیں بلکہ مخطوط یا نادر کتب سے بھی دیتے ہیں۔

اس کی ایک مثال ان کی کتاب تحفۃ الاقویا فی کتاب الضعفاء میں دیکھی جا سکتی ہے جس میں ہر راوی کے بارے میں مصادر کا ذکر کیا ہے اور بعض رواۃ کے تذکرے میں پانچ، چھ کتابوں کا ذکر ملتا ہے۔

اسی طرح مقالات میں پہلی جلد میں نعیم بن حماد الخزاعی کے بارے میں اقوال نقل کرتے ہوئے جارحین کے نو سے زائد اقوال اور معدلین کے چوبیس اقوال نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ وہ ثقہ راوی تھے، ان کے بارے میں جرح

* مدرس انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی و مدیر دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد

ناقابل قبول ہے۔(449-467/1)

اس طرح بھرپور انداز سے اپنا موقف ثابت کرنا وسیع مطالعے کے ذریعے سے ہی ہوسکتا ہے۔

۲) ناقدانہ نظر

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتب سے واضح ہوتا ہے کہ وہ ہر مسئلے کو انتہائی دقت نظر اور جرح وتعدیل کے اصولوں پر پرکھ کر قبول یا رَد کرتے تھے، مثال کے طور پر تحفۃ الاقویا (ص8) کے شروع میں امام ترمذی کی طرف منسوب العلل الکبیر کے بارے میں فرماتے ہیں: ''یہ نسبت ثابت نہیں ہے، اس لیے کہ اس کا راوی ابوحامد التاجر مجروح وساقط العدالۃ ہے۔''

جبکہ اکثر اہل علم نے اس کتاب کو امام ترمذی کی طرف منسوب کیا ہے، اور اب مطبوعہ صورت میں متداول ہے۔

اسی طرح انوار الصحیفہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے ضعیف احادیث کے بارے میں اپنی تحقیق پر اعتماد کیا ہے اور شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیق سے کئی مقامات پر اختلاف بھی کیا ہے۔

۳) قرآن وحدیث اور سلف صالحین سے شدید محبت اور لگاؤ

حافظ زبیر رحمہ اللہ کے نزدیک دین کا اصل مصدر قرآن و حدیث ہے، جیسا کہ مقالات (11/6) میں فرماتے ہیں: ''عقیدہ ہو یا مسائل واحکام اہل حدیث کا ہر متفقہ مسئلہ صحابہ و تابعین وسلف صالحین سے ثابت ہے۔'' اس کے بعد انھوں نے مشہور مسائل کو صحابہ وتابعین اور سلف صالحین سے ثابت کیا اور اس کے مقابلے میں وہ خلاف سنت کسی بھی مسئلے کے بارے میں مداہنت کے قائل نہ تھے، بلکہ اپنی پوری تحقیق اور مطالعے سے راجح مسئلہ بیان فرماتے تھے۔

٤) قوت حافظہ

قوت حافظہ ان کا زبردست ہتھیار تھا، جس کے ذریعے سے وہ مخالف کو مسکت دلائل دے کر خاموش کراتے تھے، اور یہ اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے جب بروقت دلیل ذہن میں آجائے اور اس مسئلہ کے جواب کے لیے مناسب ہو۔ اسی طرح مختلف مسائل کے تذکرے میں بھی اگر کوئی بات ضمناً آجاتی ہے تو اس پر بھی تبصرہ جانے نہیں دیتے بلکہ اس پر بھی ضرور اپنی رائے یا تبصرہ کا اظہار کرتے ہیں۔

٥) استنباط احکام

قرآن وحدیث میں سے فقہی مسائل کا استنباط کرنا ایک مشکل اور دقیق کام ہے، یہ کام وہی کرسکتا ہے جو ایسی دقت نظر اور باریک بینی سے مطالعہ کرتا ہو اور نص کی باریکیوں کو سمجھ سکتا ہو۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ہاں یہ استنباطی قوت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ اضواء المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں باب الایمان بالقدر کی فصل اول کی پہلی حدیث (114/1) کی تخریج کے بعد فقہ الحدیث کے عنوان سے اس حدیث پر کلام کرتے ہیں اور گیارہ صفحات (114-126) پر تقدیر کے مسئلے کو اس حدیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں، اور اسی طرح ہر حدیث کے بعد فقہ الحدیث کے تحت آٹھ سے بارہ تک احکام مستنبط کر کے قاری کے ذہن کو منور کرتے ہیں اور بعض مرتبہ کئی جانبی مسائل بھی ذکر کرتے چلے جاتے ہیں، جیسا کہ حدیث نمبر (88) کے فقہ الحدیث کے آخر میں فرماتے ہیں: ''متقی شاگرد اگر غلط فہمی سے کوئی غلط سوال بھی

کر دے تو استاد کو چاہیے کہ نرمی، تحمل اور حکمت عملی سے جواب دے۔''

٦) اپنی تحقیق پر اعتماد

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اپنی تحقیق اور علمی رسائی پر مکمل اعتماد تھا، جس کی بنیادی وجہ ان کا گہرا مطالعہ اور تمام مصادر پر یکساں نظر تھی، اسی لیے وہ کسی اور کی تحقیق کو خاطر میں نہیں لاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ انوار الصحیفہ میں سنن اربعہ کی احادیث پر شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق پر اعتماد نہیں کیا، بلکہ اپنی تحقیق سے احادیث پر صحت وضعف کا حکم لگایا، نیز دیکھئے اضواء المصابیح (146/1) جہاں انھوں نے مسند احمد کے محققین کا الموسوعہ الحدیثیہ میں اس روایت کو ضعیف قرار دینے کو رد کیا ہے اور ثابت کیا کہ زیر بحث راوی ثقہ وصدوق ہے، لہٰذا وہ حسن الحدیث کہلائے گا اور اس روایت کی سند حسن ہے۔

۷) مخالفین پر شدید تنقید

حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنے مقالات میں عموماً اور بعض حالات میں خاص طور پر اپنے مخالفین پر شدید علمی تنقید کیا کرتے تھے، اور یہ تنقید ہمیشہ دلیل کی بنیاد پر ہوتی تھی، اور اس میں کسی قسم کا ذاتی کیچڑ اُچھالنے یا سب وشتم کا عنصر دور دور تک دکھائی نہیں دیتا۔

اس کی مثال اضواء المصابیح (143/1، 144) میں ملتی ہے جس میں بریلوی حضرات کے اس عقیدے کا سختی سے رد کیا ہے جس میں وہ کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نبی ﷺ کا نور پیدا کیا اور پھر نور سے ساری کائنات بنائی۔'' اس کے رد میں احمد رضا خان بریلوی کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''عبارت مذکورہ میں احمد رضا خان نے کئی جھوٹ بولے ہیں'' اور ان کی تفصیل بیان کرنے کے بعد حافظ صاحب تحریر کرتے ہیں: ''اس عبارت میں سیدنا آدم علیہ السلام پر صریح جھوٹ اور بہتان باندھا گیا ہے کیونکہ " یا ابنی صورة و أبائی معنی" کے الفاظ سے یقیناً ثابت نہیں بلکہ اس کے سراسر برعکس آدم علیہ السلام نے معراج والی رات نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے وقت فرمایا تھا: "مرحبا بالنبی الصالح و الإبن الصالح" ......سیدنا آدم علیہ السلام نے تو نبی کریم ﷺ کو اپنا بیٹا کہا اور اس کے مقابلے میں احمد رضا خان نے جھوٹی اور بے اصل روایت کے ذریعے سے یہ دعویٰ کر دیا کہ آدم علیہ السلام تو رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں۔ نعوذ باللہ من هذا الكفر''

اسی طرح مقلد علمائے کرام کے اقوال کا رد وہ علمی دلائل اور انتہائی سخت انداز سے کیا کرتے تھے۔

۸) وسعت تحقیق

حافظ صاحب رحمہ اللہ حدیث ہو یا کسی کا قول ہو اس کی تحقیق میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ حتی الوسع اس میں تحقیق کیا کرتے تھے، اور اس نص کے بارے میں مکمل معلومات مہیا کرتے تھے، جیسا کہ اضواء المصابیح کی حدیث نمبر 14 میں مذکور اعرابی کے نام کے بارے میں تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''حدیث میں مذکور اعرابی کے نام میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سعد ہے اور بعض عبد اللہ بن اخرم کہتے ہیں، کچھ کی تحقیق میں اس سے مراد لقیط بن عامر یا ابن المنفق ہے'' (43/1)

پھر اس کے متصل بعد فرماتے ہیں: ''اعرابی کے نام میں اختلاف چنداں مضر نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ ضرور بالضرور نام معلوم کیا جائے۔'' اس توسع کے نتیجے میں استطرادبھی ہو جاتا ہے اور اصل مسئلے پر گفتگو کے ساتھ دیگر مسائل بھی زیر بحث آ جاتے ہیں، جیسا کہ مقالات میں یمن کے سفر کے دوران میں رخ اذان دینے کا ذکر آیا تو اس موضوع پر صحیح روایت کے ذریعے سے ثابت کیا کہ قبلہ رخ اذان دینے پر اجماع امت ہے۔ (مقالات علمیہ 519/2)

اس طرح عذاب قبر کے حوالے سے گفتگو میں اس موضوع پر منکرین عذابِ قبر کا رد کرتے ہوئے صحیح عقیدہ بیان کیا۔ (مقالات علمیہ 520/2)

وسعتِ تحقیق کی ایک مثال اضواء المصابیح (64/1) میں حدیث نمبر 30 کے تحت ذیل میں دیکھی جا سکتی ہے، جس میں ایک راوی کے احوال بیان کرتے ہوئے پورے ایک صفحہ پر اس کی توثیق بیان کی ہے اور جس نے اسے ضعیف کہا، اس کا رد کیا ہے۔ اسی طرح مقالات (27/2) میں خاص اور عام سے متعلق بحث کرتے ہوئے دس قدیم وجید اہل علم کے اقوال سے ثابت کیا کہ خاص عام پر مقدم ہے۔

۹) دقتِ نظر

حافظ صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق میں نصوص کے مطالعے میں انتہائی دقتِ نظری اور باریک بینی کا احساس ہوتا ہے جس طرح وہ ایک ایک راوی کے حالات، اقوال جرح و تعدیل اور ان پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے چلے جاتے ہیں، اس سے ان کے باریک بین مطالعے کا اندازہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر انھیں اس دوران میں اپنی تحقیق کے بارے میں شبہ پیدا ہو جاتا کہ اس میں غلطی رہ گئی ہے تو رجوع کرنے میں بھی کوئی عار نہیں سمجھتے تھے، اور بلا جھجک اعتراف کرتے تھے اور اس کی تصحیح کا برملا اعلان بھی کرتے تھے۔ اضواء المصابیح (71/1) پر تنبیہ کے ذیل میں فرماتے ہیں: ''راقم الحروف نے جزء رفع الیدین کی تحقیق میں لکھا ہے کہ ''ابو ہلال محمد بن سلیم الراسبی، البصری کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ حسن الحدیث ہے، واللہ اعلم۔ (ص 55 تحت ح 20) یہ تحقیق غلط ہے، صحیح یہی ہے کہ ابو ہلال مذکور ضعیف راوی ہے، لہٰذا جزء والی عبارت کی اصلاح کر لی جائے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ جزء والی روایت سابقہ شواہد (جزء رفع الیدین: 29) کی رُو سے حسن ہے۔''

۱۰) اسماء الرجال اور جرح و تعدیل پر گہری نظر

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحقیقات میں یہ پہلو بہت واضح اور گہرا نظر آتا ہے کہ اسماء الرجال اور جرح و تعدیل کے حوالے سے اس عصر کے امام تھے، روایت کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے جس مہارت اور دقتِ نظر سے رجال پر گفتگو کرتے ہیں وہ انہی کا خاص حصہ ہے۔ اضواء المصابیح (147/1) میں حدیث نمبر 97 کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

''ابوخزامہ کو امام ترمذی کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ قرار نہیں دیا، چونکہ امام ترمذی تصحیح و تضعیف میں متساہل تھے، لہٰذا جب تک کوئی دوسرا معتبر محدث ان کی تائید نہ کرے تو راوی مجہول یا مجروح ہی رہتا ہے، صورت مذکورہ میں ابوخزامہ مذکور مجہول الحال راوی ہے اور یہ صحابی نہیں۔ اگر اس روایت کو صحیح ثابت کر دیا جائے تو پھر اہل سنت کی دلیل ہے کہ عقیدہ توحید برحق ہے۔''

اسماء الرجال پر تحقیق کی بے شمار مثالیں ان کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے، مثال کے طور پر مقالات (428) میں مقالہ نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب کے ذیل میں راوی کے بارے میں انتہائی علمی انداز میں مدلل گفتگو فرمائی ہے، ان کے بارے میں جارحین کے سات جبکہ معدلین کے چھبیس (26) اقوال نقل کیے ہیں اور ان کی توثیق ثابت کی ہے، اسی طرح نعیم بن حماد الخزاعی اور دیگر محدثین کرام کے بارے میں انتہائی مدلل اور معتبر تفصیل پیش کی ہے۔

اس فن سے اپنی شیفتگی کے بارے میں فرماتے ہیں:
''راقم الحروف کو اسماء الرجال سے والہانہ لگاؤ ہے، اس سلسلے میں انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل نامی کتاب لکھ رہا ہوں، جو کہ معاصر علماء وغیرہم کی جرح وتعدیل پر ہے۔''
(مقالات 498/1)

ان کی اس کتاب کا نمونہ شیخ محبّ اللہ شاہ راشدی پر مضمون میں ملتا ہے جس میں محدثین کے طریقے کے مطابق ان کے بارے میں اہل علم کے اقوال نقل کیے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ آج کے دور میں محدثین کے منہج کے مطابق معاصر علماء کو بھی جرح وتعدیل کے میزان پر رکھتے تھے جو کہ اپنی جگہ ایک منفرد کوشش ہے۔

حافظ صاحب کی کتاب میں ایک نمایاں کتاب ان کے مقالات کا مجموعہ ہے جو ان کے رسالے ماہنامہ الحدیث میں باقاعدگی سے شائع ہوتے تھے، ان مضامین کو مندرجہ ذیل عناوین کے تحت جمع کیا گیا ہے:

* عقائد: مسلک اہل حدیث اور اس کے بارے میں شبہات کا رد
* تذکرہ رحمۃ للعالمین: سیرت طیبہ کے بارے میں مقالات
* عبادات کے باب میں خصوصاً طہارت اور نماز کے مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔
* اصول حدیث اور تحقیق روایات
* تذکرہ علمائے حدیث: جس میں قدیم وجدید علماء کی سوانح جمع کی گئی ہیں۔
* تذکرۃ الراوی: جس میں مختلف راویان کرام کو جرح و تعدیل کی نظر سے دیکھ کر ان کی حیثیت بیان کی گئی ہے۔
* باطل مذاہب ومسالک کے شبہات کا جائزہ اور ان کا رَد
* شذرات الذہب
* متفرق مضامین

ان مقالات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ صرف حدیث اور اصول حدیث ہی میں مہارت نہیں رکھتے تھے بلکہ دیگر علوم وفنون پر بھی ان کی یکساں نظر تھی۔

اللہ تعالیٰ ان کے شاگردوں اور احباب کو توفیق عطا فرمائے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی غیر مطبوعی نگارشات کو منظر عام پر لا سکیں اور ان کا علم ان کے لیے صدقہ جاریہ بنتا رہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کے درجات بلند کرے، اور ان کو جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا فرمائے۔ آمین

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

(علمی تحقیقی آثار: ایک تعارفی جائزہ)

پروفیسر شاہد ظفر *

1- حالات زندگی

تعارفی نوٹ: محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مختصر حالات زندگی اور آپ کی قلمی کاوشوں کا تعارف ہدیہ قارئین ہے۔ مقالہ ھذا میں پیش کردہ مختصر حالات زندگی کے آخر پر تفصیلی حالاتِ زندگی کے بارے میں متعلقہ کتب اور رسائل وجرائد کی بھرپور راہنمائی کی کوشش کی گئی ہے۔ محدث العصر رحمہ اللہ کی قلمی کاوشوں کی دستیابی پر تفصیلی اور عدم دستیابی پر اجمالی تعارف ہی احاطۂ تحریر میں لانا ممکن تھا۔ تاہم اللہ کے خاص فضل و کرم سے فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی قلمی کاوشوں خصوصاً کتابوں کی ایک تفصیلی جامع فہرست ضرور منضبط ہو گئی ہے۔

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی بعض غیر مطبوع قلمی کاوشوں پر آپ رحمہ اللہ کی اپنی کتب، کتاب الاربعین لابن تیمیہ اور شمائل ترمذی میں بذات خود پیش کردہ اپنی فہارس کتب سے آگاہی ممکن ہوتی ہے۔ بصورت دیگر آپ کی متعلقہ کتب میں مذکورہ مقامات کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ تاہم ان میں سے بعض کاوشوں کی دستیابی یا ان تک رسائی ممکن نہ ہو پائی تو ان کے خارجی و داخلی تعارف کے بارے میں کچھ بھی زیرِ قلم نہیں لایا جا سکا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ایسی منفرد و منضبط تحریر و تحقیق، تراجم و حواشی، تصنیفات و تالیفات لائبریری کی زینت بنی رہے، خدانا خواستہ دیمک کی خوراک بننے یا علوم دینیہ کے سارق خدام کے ہتّے چڑھنے سے پہلے پہلے ان کی طبع آسان فرمائے۔ آپ کے حقیقی وعلمی وارثان کی اپنے غیب کے خزانوں سے خوب مدد فرمائے اور یہ قیمتی علمی تراث دست بردِ زمانہ کا شکار ہو کر لاپتہ ہونے یا بعض خدام العلم والعلماء کی ذاتی تحقیق بن کر سامنے آنے سے پہلے پہلے اہل ذوق کے ہاتھوں کی زینت اور قلب وجگر کی علمی و تحقیقی پیاس کی فرحت کا سامان بنے۔ (آمین ثم آمین)

مقالہ ھذا میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی مطبوع کتب پر بھرپور نشان دہی اور اہل علم کی آگاہی کی غرض سے جامع معلومات سپردِ قلم ہیں اور شیخ محترم رحمہ اللہ خود اپنی کتب کے بارے میں اپنا موقف یوں بیان فرماتے ہیں:

''راقم الحروف نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ ''میری صرف وہی کتاب معتبر ہے جسے مکتبۃ الحدیث حضرو یا مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد/ لاہور سے شائع کیا گیا ہے۔ یا اُس کتاب کے آخر میں میرے دستخط ہیں''......کئی بار عرض ہے کہ میں صرف تین قسم کی کتابوں کا ہی ذمہ دار ہوں:

1: جو مکتبۃ الحدیث حضرو سے شائع شدہ ہیں

2: جن کے آخر میں ہر ایڈیشن کے لحاظ سے میرے دستخط ہیں۔

3: جو کتابیں محترم محمد سرور عاصم حفظہ اللہ کے مکتبہ اسلامیہ (فیصل آباد/ لاہور) سے شائع شدہ ہیں۔

---

* صدر شعبہ علوم اسلامیہ پوسٹ گریجوایٹ اسلامیہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد

تنبیہ: ان شروط ثلاثہ کے علاوہ کسی کتاب یا تحریر کا میں ذمہ دار نہیں، لہٰذا رَد برائے رد اور راقم الحروف کے مخالفین کی، ان شرائط مذکورہ کے خلاف ہر کوشش مردود ہے۔

وما علینا إلا البلاغ (15 فروری 2012ء)

(ماہنامہ الحدیث، ربیع الثانی جمادی الاول 1433ھ/ مارچ اپریل 2012ء جلد: 9، شمارہ: 4، 5، مسلسل اشاعت نمبر 94، ص 6، ص 9)

لہٰذا کسی کتاب یا تحریر میں آپ کی فکر ورائے اور تحقیق و تخریج کے بارے میں مذکورہ بالا شروط ثلاثہ کی روشنی میں فیصلہ کرنا ہی قرین انصاف ہے اور آپ کے قارئین وناقدین ان شروط ثلاثہ کی پابندی کے ساتھ ہی آپ کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کرنے کے پابند ٹھہرتے ہیں۔

ب۔ مختصر حالات زندگی:

برصغیر کے علامہ البانی رحمہ اللہ، عالم اسلام کے عظیم محقق اسانید ومتون حدیث یگانہ روزگار، ماہر علوم الحدیث واسماء الرجال، تخریج اور تصحیح وتضعیف حدیث میں یادگار محدثین، فہم سلف صالحین کے نامور داعی، وسیع النظر عالم دین، بہترین کتاب دوست وعلم پرور، کتب حدیث کے عظیم ذخیرے کے مالک، مستحضر مطالعہ سے متصف وممیز، فقہ الحدیث کے ماہر، متون فقہ پر گہری نظر رکھنے والے، فن مناظرہ کے دھنی، احقاق حق اور ابطال باطل میں حق گوئی کے علمبردار، فرق باطلہ کے خلاف تیغ بے نیام، المؤمن غر کریم کے مجسم بے ریا، غرور علمی اور پندار تقویٰ سے بے نیاز، بالائے خوف لومۃ لائم، رجوع الی الحق کے پیکر بے مثال، جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ، ذہبی دوراں، امام الجرح والتعدیل ابوطاہر حافظ محمد زبیر علی زئی محمدی المعروف حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ حاجی مجددخان کے ہاں 25 جون 1957ء بمطابق 5 محرم 1377ھ کو اپنے آبائی گاؤں پیرداد، حضرو ضلع اٹک میں پیدا ہوئے اور صرف 56 سال 5 ماہ اور 15 دن کی عمر میں 10 نومبر 2013ء بمطابق 5 محرم الحرام 1435ھ بروز اتوار بوقت 07:00 بجے صبح اپنے اللہ کو پیارے ہوگئے۔ (إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون.)

19 ستمبر 2013ء سے تادم واپسیں آپ نے بعارضہ برین ہیمرج یہ ایام موت وحیات کی کشمکش میں بحالت نیم بے ہوشی گزارے۔ آخری ایام کی یہ تکالیف آخرت کی آسودگی کا ذریعہ ٹھہریں۔ (آمین ثم آمین)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا رنگ سرخ گندمی، چہرہ قدرے چوڑا، پیشانی کشادہ، آنکھیں موٹی اور چمکدار، داڑھی گھنی سینہ ڈھانپے ہوئی اور قد انتہائی موزوں تھا۔ آپ زیادہ تر شلوار قمیص زیب تن فرماتے تھے۔ کبھی کبھار چادر (دھوتی) بھی باندھ لیتے تھے۔

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ فاضل درس نظامی (1990ء) و فاضل وفاق المدارس السّلفیہ تھے۔ درسِ نظامی کے آخری سال کے آخری تین ماہ کے لیے آپ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ تشریف لائے تھے۔ ناظم جامعہ شیخ الحدیث مولانا عبداللہ رحمہ اللہ (28 اپریل 2001ء/ صفر 1422ھ) نے آپ کو شامل امتحان کرنے سے مطلق انکار کر دیا۔ اسی قدر جزم اور بھرم کے ساتھ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ (متوفی 26 فروری 2012ء/ 4 ربیع الثانی 1433ھ) اور حافظ عبد السلام بھٹوی حفظہ اللہ نے آپ کے شامل امتحان ہونے پر اصرار کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنے شیوخ کے مان کی لاج نبھائی اور امتحان فاضل درس نظامی میں اول پوزیشن حاصل کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔

آپ نے بطور پرائیویٹ امیدوار جامعہ پنجاب لاہور سے ایم اے اسلامیات (1983ء) اور ایم اے عربی (1994ء) کی ڈگری حاصل کی۔ نیز آپ رحمہ اللہ نے ایم اے انگلش کی مکمل تیاری ضرور کی تھی، لیکن والدہ محترمہ کی بیماری کے سبب امتحان نہ دے پائے۔ یہ بات اہل علم کے لیے یقیناً حیران کن ہوگی کہ آپ نے کتابستان کی انگلش ڈکشنری زبانی یاد کررکھی تھی۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے قبل یہ امتیاز استاذ محترم پروفیسر حافظ عبداللہ بہاول پوری رحمہ اللہ (متوفی 21 اپریل 1991ء/ 6 شوال 1411ھ) کو حاصل تھا۔ آپ فرمایا کرتے کہ ڈکشنری کا صفحہ اس لیے کھول کر دیکھتا ہوں کہ اس میں سے کون سا لفظ مجھے یاد نہیں۔

(فللّٰہ درہ وللہ الحمد)

جناب زبیر علی زئی رحمہ اللہ قرآن مجید صرف چار مہینوں میں یاد کرنے کا شرف رکھتے تھے۔ آپ کے تفصیلی حالات زندگی راقم السطور نے 2002ء میں ''محقق دوراں زبیر علی زئی'' کے زیر عنوان قلم بند کیے تھے جو کہ ہمارے ممدوح ابو طاہر محمد زبیر علی زئی کی کتاب'' نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین''، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد، اپریل 2002ء، طبع اول کے صفحہ 8 تا 15 موجود ہیں۔

(تفصیلی حالات زندگی کے لیے ملاحظہ ہو: نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد، اپریل 2002ء ص 8 تا 15: محقق دوراں زبیر علی زئی از قلم ڈاکٹر خالد ظفر اللہ؛ محمد اسحاق بھٹی، گلستان حدیث، مکتبہ قدوسیہ لاہور 2011ء ص 534 تا 542: حافظ زبیر علی زئی؛ ہفت روزہ الاعتصام لاہور، شمارہ 44 جلد 65، 15 تا 21 نومبر 2013ء، ص 4 ''جماعت اہل حدیث کے لیے ایک سانحہ'' از قلم حافظ محمد شاکر (مدیر) ص 16 تا 20 ''حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ'' از قلم مولانا محمد اسحاق بھٹی؛ ماہنامہ محدث لاہور، شمارہ 363، جلد 45، عدد 5، دسمبر 2013ء، ص 86 تا 98: ''علامہ حافظ محمد زبیر علی زئی'' از قلم ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی؛ پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی، 16 محرم الحرام 1435ھ/ 21 نومبر 2013ء جلد نمبر 96، شمارہ 2، ص 5 تا 6، ''آسمان علم کا روشن ستارہ ڈوب گیا'' از قلم عبدالعظیم حسن زئی (مدیر)؛ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، 24 تا 30 محرم الحرام 1435ھ/ 29 نومبر تا 5 دسمبر 2013ء، ص 20 تا 21، ''حافظ زبیر علی زئی......ایک مثالی شخصیت''؛ پندرہ روزہ صحیفہ اہل حدیث کراچی، یکم صفر المظفر 1435ھ/ 5 دسمبر 2013ء، جلد نمبر 96 شمارہ: ؟، ص 27 تا 29، مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ از قلم فضل اکبر؛ ماہنامہ دعوت اہل حدیث کراچی، سلسلہ نمبر 150، جلد نمبر 13، شمارہ نمبر 6، صفر 1435ھ/ دسمبر 2013ء، ص 4 تا 6 ''حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وکیل مسلک اہل حدیث کی رحلت'' از قلم ذوالفقار علی طاہر (مدیر)؛ ماہنامہ پیام آگہی 7، فیصل آباد، صفر 1435ھ/ دسمبر 2013ء، ص 14 تا 15 ''اک چراغ اور بجھا'' از قلم محمد ابوبکر فاروقی؛ ماہنامہ ضیائے حدیث لاہور، جلد 22، شمارہ: 12، دسمبر 2103ء/ صفر 1435ھ، ص 69 تا 70: ''حافظ القرآن والحدیث مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ: آسمان علم وعمل کے درخشندہ ستارے از قلم ابوانس (دارالسلام)؛ ماہنامہ مجلّہ الحرمین کراچی، شمارہ 1، جلد 6، جنوری 2014ء ص 54-55، 59: ''محدث عصر حافظ زبیر علی زئی'' از قلم مولانا محمد اسحاق بھٹی؛ ماہنامہ ضرب حق سرگودھا، ربیع الثانی 1435ھ/ فروری 2014ء شمارہ نمبر 46، ص 2 تا 16: ''میرے شیخ،

میرے محسن، میرے مربی فضیلۃ الشیخ محدث العصر علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ '' ازقلم ڈاکٹر ابو جابر عبد اللہ دامانوی (کراچی)، محرم الحرام 1435ھ/ دسمبر 2013ء، شمارہ نمبر 44، ص 2 تا 8: ''سوانح عمری شیخ الحدیث محقق العصر امام الجرح والتعدیل حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تعالیٰ'' ازقلم ابو عبد اللہ عبد الواحد، جمادی الاخریٰ 1435ھ/ اپریل 2014ء، شمارہ نمبر 48، ص 2 تا 6: ''محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ چند یادیں کچھ باتیں'' ازقلم الشیخ عبدالرشید ضیاء حفظہ اللہ؛ سہ ماہی البیان کراچی، جولائی تا ستمبر 2013ء/ رمضان تا ذوالقعدہ 1434ھ، سلسلہ نمبر 8، ص 106 تا 116: ''حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا سانحہ وفات ازقلم حافظ محمد یونس اثری؛'' ہفت روزہ الاعتصام لاہور، شمارہ 25 جلد 66، 21 شعبان المعظم 1435ھ/ 20 تا 26 جون 2014ء، ص 13 تا 19، قسط (1) ''الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ '' ازقلم حافظ صلاح الدین یوسف، شمارہ نمبر 26، جلد 66 ص 22 تا 28 قسط (2) آخری، مجلّہ تفہیم الاسلام احمد پور شرقیہ، شمارہ: 102، رمضان المبارک 1436ھ/ جون 2015ء- ص 33 تا 34: استاذ الحدیث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ علیہ، تحریر: جناب مولانا محمد یاسین شاد- ملتان۔

تحدیث نعمت کے طور پر عرض کرنا چاہوں گا کہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے ہاں 92-1991ء سے آنا جانا تھا۔ آپ کے مورخہ 7 اپریل 2013ء بروز اتوار قبل از دوپہر غریب خانہ ''رندھاوا ہاؤس'' فرید ٹاؤن، سمندری میں تشریف آوری باعث قدوم میمنت لزوم تھی۔ بعد از قیام وطعام آپ نے نماز ظہر مرکزی جامع مسجد اہل حدیث، نہر بازار سمندری میں ادا فرمائی۔

بسلسلہ ماہانہ پروگرام بعنوان ''صراط مستقیم'' درس قرآن وحدیث ارشاد فرمایا۔ آپ کے ساتھ ظاہری تعلق آپ کی نماز جنازہ (10 نومبر 2013ء بروز اتوار رات 8 بجے بعد از نماز عشاء بمقام حضرو، اٹک) کی ادائیگی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا، لیکن فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ جیسی نابغہ روزگار ہستیاں آئے روز جنم لیتی ہیں اور نہ دلوں ہی سے کبھی جدا ہوتی ہیں۔

؎ احب الصالحین ولست منهم
لعل اللّٰه یرزقنی صلاحا

2- علمی وتحقیقی آثار:

محدث العصر فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے علمی وتحقیقی آثار کا تعارفی جائزہ ہدیۂ قارئین ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے حیات مستعار کا ایک ایک دن علمی وتحقیقی دنیا میں کس قدر مصروف بسر کیا؟

آپ کے علمی وتحقیقی کاموں کی تفصیلات اس پر آگاہی کے ساتھ ساتھ قارئین کو حیران وپریشان چھوڑتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر علم وفضل سے نوازا تھا اور ان کے اوقات کار میں کس قدر برکت ڈالی تھی۔ اس کا علم دنیا کو پس از مرگ ہو رہا ہے اور بے ساختہ دلی دعائیں آپ کا توشۂ آخرت بن رہی ہیں۔ یا اللہ! اپنے اس مخلص بندے کی تمام تر تحقیقی کاوشیں قبول فرما اور لوگوں کے علم وعمل اور رُشد وہدایت کا سامان ٹھہرا۔ (آمین ثم آمین)

محدث العصر رحمہ اللہ کے علمی وتحقیقی کارناموں کو درج ذیل ترتیب وتقسیم کے مطابق زیر قلم لایا گیا ہے:

١) تحقیق وتخریج
(الف) مطبوع
(ب) غیر مطبوع
٢) ترجمہ، تحقیق وتخریج وتعلیقات وفوائد وحواشی
(الف) مطبوع
(ب) غیر مطبوع
٣) تالیفات وتصنیفات
(الف) مطبوع
(ب) غیر مطبوع
٤) تحقیق ونظر ثانی، تقریظ ومقدمہ

١) تحقیق وتخریج:

(الف) مطبوع

ا۔ الرسول كأنك تراه

آئینہ جمال نبوت

تالیف: ابراہیم بن عبداللہ الحازمی
ترجمہ: ابو محمد حافظ عبدالستار حماد
تحقیق وتخریج: ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
ناشر: دار السلام لاہور۔ ریاض
صفحات: 110

عرض ناشر (طبع دوم) مورخہ اپریل 2004ء/ صفر 1425ھ محرَّرہ خادم کتاب وسنت عبدالمالک مجاہد صاحب کے مطابق اس دوسرے ایڈیشن کی خصوصیات درج ذیل ہیں:
''① اس ایڈیشن میں تمام احادیث کی تحقیق وتخریج حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے کی ہے''

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے تخریج حدیث سے قبل ہر حدیث کے بارے میں صحت وضعف کا حکم درج فرمایا ہے۔ تاہم بخاری ومسلم کی روایات کو صحیح قبول کرتے ہوئے ان کی صرف تخریج کی ہے۔

٢۔ المسائل للإمام الحافظ محمد بن عثمان بن أبي شيبة (المتوفی:297ھ)

حقق وخرج احادیثہ: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (المتوفی:1435ھ)
الناشر: المکتبۃ الاسلامیہ لاہور/ فیصل آباد 1436ھ
مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک، الباکستان
صفحات: 96

مقدمۃ التحقیق ص5 (محررہ 14 جمادی الثانیۃ 1434ھ) میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے واضح فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ کے مخطوط سے یہ تحقیق کی ہے۔ امام محمد بن عثمان بن ابی شیبہ کے صدوق اور حسن الحدیث ہونے کے بارے میں علمی مقالہ (ص 7 تا 16) سپرد قلم کیا ہے۔ ص 17 پر کتاب کی صاحب کتاب سے نسبت ثابت کی ہے۔

کتاب ھذا میں موجود 87 روایات کی تحقیق وتخریج کا محدثانہ پائے پر فریضہ سرانجام دیا ہے۔ مقبول روایات کے بارے میں اسنادہ حسن، اسنادہ صحیح، صحیح اور مردود روایات کے بارے میں اسنادہ ضعیف، اسنادہ موضوع اور منکر کا حکم لگایا ہے۔ آخر پر فہرس الآیات والاحادیث والآثار (ص 82-83) اور اسماء الرجال (ص 84-93) سے متعلق فہرست کا مفید مگر محنت طلب کام بھی شامل اشاعت ہے۔

۳۔ بالوں کا معاملہ

مؤلف: ابن بشیر الحسینوی حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی

نظر ثانی: محمد ادریس فاروقی

ناشر: مسلم پبلیکیشنز سوہدرہ، گوجرانوالہ، اپریل 2012ء (اشاعت سوم)

''بالوں کا معاملہ اختصار کے ساتھ ماہنامہ الحدیث (شمارہ نمبر 27) حضرو میں چھپ چکا ہے اور جناب مؤلف کے بقول: ''میں آخر میں بے حد شکرگزار ہوں استاد محترم الشیخ حافظ زبیر علی زئی کا کہ وہ میرے اس مبارک سلسلہ ''سلسلۃ الاحکام'' کو اپنے رسالہ ماہنامہ الحدیث حضرو میں اپنی تخریج وتحقیق کے ساتھ شائع کر رہے ہیں (بالوں کا معاملہ، ص 11۔12)

۴۔ بلوغ المرام

تالیف: ابوالفضل شہاب الدین احمد ابن حجر العسقلانی (773۔852ھ)

شرح: مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری (1361۔1427ھ)

ترجمہ: مولانا عبدالوکیل علوی

تحقیق وتخریج: حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی

ناشر: دارالسلام لاہور۔ ریاض

جلد اول: صفحات 564

جلد دوم: صفحات 574

احادیث 1 تا 647 اور 648 تا 1358 کی تصحیح وتضعیف اور تخریج ہر دو میں موجود ہیں۔

۵۔ تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء

تالیف: امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ

تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی

الناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد

صفحات: 215

مقدمہ تحفۃ الاقویاء محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 24 محرم 1425ھ ہے۔ (ص 6، 7 تا 124) کتاب الضعفاء للبخاری کے ایک مخطوطہ کے مصورہ نسخہ کا متن ہے اور حاشیہ میں حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق وتخریج پائی جاتی ہے۔ یہ تحقیق و تخریج متن کے مسلسل نمبروں کے مطابق ہے۔ ہر راوی پر پہلے صحت وضعف کا حکم پایا جاتا ہے، پھر کتب اسماء الرجال اور کتب جرح وتعدیل سے تخریج باحوالہ موجود ہے۔ متن کتاب میں بعض اوقات حاشیہ نمبر دیے گئے ہیں، ان کے بارے میں حاشیہ کتاب کے نیچے، پھر متن والے حاشیہ نمبر کے تحت فضیلۃ الشیخ کی باحوالہ رائے پائی جاتی ہے۔

کتاب الضعفاء کے متن میں امام بخاری رحمہ اللہ 431 ضعیف رواۃ کا تذکرہ کرتے ہیں۔ تحفۃ الاقویاء میں ص 125 تا 127 مطبوع ''کتاب الضعفاء الصغیر للبخاری'' میں سے مزید 15 ضعیف رواۃ 432 تا 443 نمبر مذکور ہیں۔ دیگر کتب میں امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک مجروح رواۃ کی ایک فہرست حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ص 128 تا 164 ''زیادات المجروحین والرواۃ عند البخاری'' زیر عنوان مسلسل نمبر 444 تا 995 بھی پیش کی ہے۔ یہ فہرست یقیناً آپ رحمہ اللہ کی محنت شاقہ کا ثمرہ ہے۔ اس طرح تحفۃ الاقویاء میں امام

بخاری رحمہ اللہ کے ضعیف ٹھہرنے والے 1043 رواۃ کا تذکرہ یکجا ہدیۂ قارئین ہے۔

امام الجرح والتعدیل حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اسماء الرجال وعلم الجرح والتعدیل کے بارے میں اپنی عطیہ ربانی گیرائی و گہرائی والی صلاحیت کی بدولت تحقیق کتاب سے امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ سے احکام صحت و ضعف رواۃ کے بارے میں اختصار کیا ہے۔کتاب الضعفاء کے 446 (431+15) ضعیف رواۃ میں سے 9 رواۃ کے صحابی رضی اللہ عنہ آنے کا واضح حکم ثبت کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ " والبخاري لا يطعن في الصحابة رضي الله عنهم أبدًا رحمه الله " (ص55 حاشیہ نمبر1)

امام بخاری رحمہ اللہ کے صحابہ کرام کو کتاب الضعفاء میں ذکر کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ان صحابہ کرام سے مروی روایات دیگر رواۃ سند کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہیں نہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وجہ سے۔

علاوہ ازیں امام بخاری رحمہ اللہ کے برعکس مزید 41 ضعیف رواۃ کو حافظ زبیر علی زئی نے ثقہ، ثقہ وصدوق، ثقہ عابد، ثقہ صحیح الحدیث، ثقہ: قبل الاختلاط و مدلس، صدوق، صدوق تابعی، صدوق حسن الحدیث، صحیح الحدیث، حسن الحدیث، حسن الحدیث وثقہ الجمهور جیسے احکامات لگا کر درجہ ضعف سے نکال دیا ہے۔اسی طرح ضعیف رواۃ کے بارے میں بھی مختلف احکامات لگا کر ان کے مراتب ضعف واضح کر دیے ہیں، مثلاً:

لين ، ضعيف ، ضعيف جدًا ، ضعيف فقيه ، ضعيف من جهة حفظه ، ضعيف مدلس ، ضعيف جدًا مدلس ، ضعيف متروك ، ضعيف جدًا متروك ، متروك مدلس ، ضعيف مختلط ، ضعيف منكر الحديث ، متروك ، متروك متهم ، متروك الحديث ، متهم ، متهم بالكذب ، متروك الحديث جدًا ، متروك مدلس ، مجهول الحال ، مستور (مجهول الحال) ، مجهول حديثه ضعيف ، مجهول و خبره منكر ، كذاب ، كذاب خبيث ، كذاب متروك ، كذاب وضاع ، كذاب يضع الحديث . جیسے احکاماتِ ضعف لگا کر "کتاب الضعفاء" کی تحقیق وتخریج کا محدثانہ پائے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔

کتاب ھذا سے استفادہ میں سہولت کی غرض سے صاحب التحقیق والتخریج کی طرف سے فہرس الرواۃ کا محنت طلب فریضہ بھی پایہ تکمیل کو پہنچایا ہے۔ یہ فہرست رواۃ الفابائی ترتیب سے ص171 تا 217 موجود ہے۔

بحیثیت مجموعی "کتاب الضعفاء" کی تحقیق وتخریج کا کام امام الجرح والتعدیل حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی اسماء الرجال کے وسیع وعریض علم پر مُمارَست وحَذاقت کا بین ثبوت ہے۔ (هذا ما عندي والله أعلم بالصواب)

٦۔ تسہیل الوصول إلی تخریج صلوٰۃ الرسول

مصنف: مولانا محمد صادق سیالکوٹی
تحقیق وتخریج: ابوالطاہر حافظ زبیر علی زئی
تصحیح وتنقیح: ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ
ناشر: نعمانی کتب خانہ لاہور
صفحات: 516

مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ (متوفی 1986ء)

کی شہرہ آفاق معروف ومقبول کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' میں 833 احادیث وروایات کی متعلقہ کتب سے تخریج وتحقیق کا فریضہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے سرانجام دیا۔ کتب احادیث سے تخریج مع الابواب کی اور حدیث نمبر یا جلد نمبر اور صفحہ نمبر درج کیا، تاکہ تلاش روایت میں سہولت رہے۔ تخریج کردہ روایات میں سے 103 روایات ضعیف، ضعیف جداً، ضعیف والحدیث حسن لغیرہ جیسا حکم لگایا، ضعیف روایات کی وجہ ضعف بھی ایماناً واحتساباً بیان کردی۔ ضعیف روایات کے بارے فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا موقف ان کے الفاظ میں: ''ہمارے نزدیک راجح یہی ہے کہ فضائل میں ضعیف حدیث معتبر ہے نہ مسائل میں۔'' (ص18)

۷۔ تسہیل الوصول إلی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول

مصنف: مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی

تحقیق وتخریج: ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی

فوائد وتعلیق: غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

ناشر: نعمانی کتب خانہ لاہور، جولائی 2005ء

صفحات: 383

صلوٰۃ الرسول کی اہمیت وافادیت اور عوام الناس میں اس کی پذیرائی کے پیش نظر ناشر کتاب ھذا نے جناب غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری صاحب کے فوائد سمیت الگ سے ایک طبع کا اہتمام کیا ہے۔ جس میں تحقیق وتخریج کا فریضہ حسب سابق ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی کے نام ہے۔

مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ (1986ء) کی شہرہ آفاق معروف ومقبول کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' میں 833 احادیث وروایات کی متعلقہ کتب سے تخریج وتحقیق کا فریضہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے سرانجام دیا۔ کتب احادیث سے تخریج مع الابواب کی اور حدیث نمبر یا جلد نمبر اور صفحہ نمبر درج کیا، تاکہ تلاش روایت میں سہولت رہے۔ تخریج کردہ روایات میں سے 103 روایات ضعیف، ضعیف جدًا، جیسا حکم لگا کر غیر مقبول ٹھہرایا، جبکہ مقبول روایات کے بارے میں صحیح، حسن کا حکم لگایا ہے تاکہ صحیح اور ضعیف کی تمیز ہو جائے۔

۸۔ جامع الترمذی

تصنیف: امام الحافظ ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ (200-279ھ)

خرج أحاديثه: حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی

الناشر: دارالسلام الریاض، صفر 1430ھ۔ فبرایر 2009ء

جامع الترمذی کی تحقیق وتخریج میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے تصحیح وتضعیف اور تخریج کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ صحت حدیث وسند کے بارے میں صحیح، حسن، إسناد صحیح، إسناده حسن، إسناد صحيح موقوف اور حکم ضعف حدیث وسند کے بارے میں ضعیف، إسناده ضعیف اور إسناده ضعيف جدًا جیسے احکامات لگائے ہیں۔ پہلے صحت وضعف کے بارے میں حکم، پھر تخریج، جس میں کتاب حدیث کا نام، متعلقہ باب کا ذکر اور آخر میں حدیث نمبر درج کرتے ہیں۔ بخاری ومسلم کی تمام مرفوع روایات آپ رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح یا حسن درجہ میں مقبول ہیں، لہٰذا ان کا حکم بیان نہیں فرماتے، تاہم متفق علیہ روایات کی نشان دہی کر دیتے ہیں۔

۹۔ جزء علي بن محمد الحميري

(231-323ھ)

حققه و خرّج أحاديثه: أبو طاهر زبير بن مجدد عليزئي

الناشر: دارالطحاوى الرياض / حديث أكادمي فيصل آباد 1413ھ (الطبعة الاولىٰ)

صفحات: 48

مکتبہ ظاہریہ دمشق میں ابن عساکر (499-571ھ) کی روایت سے موجود جزء علی بن محمد الحمیری کی تحقیق وتخریج کا عظیم کارنامہ محقق العصر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے سرانجام دیا ہے۔ مختلف نصوص کی مدد سے ضبط نص کے ساتھ ساتھ مصادر ومراجع سے روایات کی تخریج اور اسانید کی تحقیق کا محدثانہ حق ادا کیا ہے۔ اسی تحقیق بلیغ کی بنیاد پر احادیث کی صحت وسقم کا حکم لگایا ہے۔

جزء ھذا میں موجود 57 احادیث وروایات میں سے 46 کے بارے میں حدیث صحیح، حدیث حسن، اسنادہ صحیح، اسنادہ حسن، اسنادہ حسن صحیح، رجال ثقات، رجالہ ثقات، رجالہ ثقات والحدیث صحیح، اسنادہ صحیح موقوف اور حدیث صحیح و اسنادہ ضعیف کا حکم لگایا ہے۔ 13 روایات کے بارے میں اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جداً، اسنادہ ضعیف مرسل، اسنادہ مقطوع اور اسنادہ موضوع ہو گیا، روایت کی صحت و ضعف کے بارے میں ممکنہ خلجان حل ہو گیا ہے۔ ایسی عظیم خدمات کی بدولت اللہ تعالیٰ محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو کروٹ کروٹ جنت کا باغیچہ بنائے۔

(آمین ثم آمین)

تنبیہ: شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ ہی کے مراجعت شدہ مسودے کو دوبارہ المکتبۃ الاسلامیۃ (لاہور۔ فیصل آباد) کی طرف سے شائع کیا گیا ہے اور اب یہی اشاعت معتبر ہے۔

۱۰۔ حصن المسلم

تالیف: سعید بن علی بن وهف القحطانی حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

ترجمہ: عبدالحمید سندھی

ناشر: دارالفکر الاسلامی واہ کینٹ

صفحات: 182

مقدمہ التحقیق میں فضیلۃ الشیخ رقمطراز ہیں: ''راقم الحروف نے اس کتاب میں مذکورہ دعوات واحادیث کی تحقیق کرکے ہر روایت پر صحیح، حسن یا ضعیف وغیرہ کا حکم لگا دیا ہے۔'' (ص 17-18 محررہ 25 جنوری 2011ء، مع مہر ودستخط)

۱۱۔ ریاض الصالحین

تالیف: ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی الدمشقی

ترجمہ وفوائد: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: دارالسلام لاہور

ریاض الصالحین میں موجود 1896 احادیث کی تصحیح و تضعیف اور تخریج ہر دو موجود ہیں۔

۱۲۔ سبیل المؤمنین

مؤلف: ڈاکٹر شفیق الرحمٰن حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

ناشر: مکتبہ دارالتوحید والسنۃ، لاہور

ڈاکٹر سید شفیق الرحمٰن حفظہ اللہ سے بذریعہ موبائل (مورخہ 8 فروری 2014ء بروز ہفتہ بوقت 8:45 رات) رابطہ کرنے پر آپ نے بتایا کہ سبیل المؤمنین کی جملہ احادیث ریاض الصالحین سے منقول ہیں۔

ان کی تحقیق و تخریج فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے الگ سے بذاتِ خود نہیں کی بلکہ اُن کی اجازت ورضامندی سے مطبوع ریاض الصالحین تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی سے استفادہ کیا گیا تھا۔ مطبوع ''سبیل المؤمنین'' پر تحقیق و تخریج: فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی کے بارے میں حقیقت حال کی آگاہی کی خاطر یہ سطور سپرد قلم کی گئی ہیں اور کتاب ھذا کو فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی کردہ تحقیق و تخریج والی کتب کی لسٹ میں شامل کیا گیا ہے۔

۱۳۔ سنن ابن ماجہ

تصنیف: امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ

ترجمہ وفوائد: مولانا عطاء اللہ ساجد

تحقیق وتخریج: حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ

ناشر: دارالسلام لاہور 1428ھ

سنن ابن ماجہ کی 4341 احادیث کی تصحیح و تضعیف اور تخریج ہر دو موجود ہیں۔

۱۴۔ سنن ابی داود

تصنیف: امام ابوداود سلیمان بن اشعث بجستانی رحمہ اللہ

ترجمہ وفوائد: ابوعمار عمر فاروق سعیدی حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ

ناشر: دارالسلام لاہور، 1427ھ

سنن ابی داود میں موجود 5274 احادیث کی تصحیح و تضعیف اور تخریج ہر دو موجود ہیں۔

۱۵۔ سنن ابی داود

تصنیف: الامام الحافظ ابی داود سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمہ اللہ (202-275ھ)

خرج أحاديثه: الحافظ أبو طاهر حافظ زبير علي زئي

الناشر: دارالسلام الرياض ، 1430هـ/ 2009م

احادیث کے بارے میں حکم صحت: صحیح، حسن، اسنادہ صحیح، اسنادہ حسن اور حکم ضعف: اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جداً کی شکل اور تخریج: [حکم] کتاب، باب اور حدیث نمبر کے انداز پر موجود ہے۔

۱۶۔ سنن النسائی

تصنیف: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ

ترجمہ وفوائد: فضیلۃ الشیخ حافظ محمد امین حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی حفظہ اللہ

ناشر: دارالسلام لاہور، 1432ھ

سنن النسائی میں موجود 5761 احادیث کی تصحیح و تضعیف اور تخریج ہر دو کا فریضہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی طرف سے سرانجام دیا گیا ہے۔

۱۷۔ سنن النسائی

تصنیف: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ

خرّج احادیثه: الحافظ أبو طاهر زبیر علي زئي

الناشر: دارالسلام الریاض ، 1430ھ/ 2009ء

تصحیح و تضعیف اور تخریج ہر دو کام محدثانہ پائے پر فضیلۃ الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے سرانجام دے رکھے ہیں۔

۱۸۔ شرعی احکام کا انسائیکلوپیڈیا

تالیف: ابن بشیر الحسینوی

تخریج و تحقیق: الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

تقدیم: حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

ناشر: احیاالسنۃ پبلی کیشنز، قصور، مئی 2009ء

جناب ابن بشیر الحسینوی نے اپنی تالیفی کاوش ''شرعی احکام کا انسائیکلوپیڈیا'' حصہ اول صفحہ 23 پر عرض مؤلف میں وضاحت فرمائی ہے کہ ''اس کی تحقیق و تخریج استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے کی ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔'' (شیخ کے حواشی کو شامل نہیں کیا گیا)

[مذکورہ بالا حوالہ کے تحت مزید وضاحت فرماتے ہیں کہ نیت کے احکام، وقت کے احکام اور نیند کے احکام کی تخریج و تحقیق محترم حافظ صاحب نے خود نہیں کی ہے، کیونکہ ان مضامین کے علاوہ باقی تمام مضامین ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع ہو چکے ہیں، لیکن ان مضامین میں احادیث پر حکم محترم حافظ صاحب کی مختلف کتب سے منقول ہیں۔ اگر کسی اور کا ہوگا تو وہاں اسی کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔ مثلاً شیخ البانی رحمہ اللہ، الحسینوی (ص23)]

۱۹۔ فتاویٰ اسلامیہ

جمع و ترتیب: فضیلۃ الشیخ محمد بن عبدالعزیز المسند حفظہ اللہ

ترجمہ: مولانا محمد خالد سیف حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

ناشر: دارالسلام لاہور

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتب کی فہرست میں ''فتاویٰ اسلامیہ'' پر کام کا ذکر ہے لیکن مطبوعہ ''فتاویٰ اسلامیہ'' میں اس حوالے سے نام تلاش کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ حقیقت حال اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

۲۰۔ فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم صحیح احادیث کی روشنی میں

تالیف: حافظ شیر محمد حفظہ اللہ

تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، فروری 2013ء

صفحات: 160

تعارف کتاب ھذا محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 3 فروری 2008ء کے مطابق ہے۔

یہ کتاب دراصل ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو میں پہلے شمارے جون 2004ء سے دسمبر 2007ء تک شائع ہونے والے مضامین کا مجموعہ ہے۔ بقول حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ''ان مضامین میں قرآن مجید اور صحیح روایات کی روشنی میں ثابت شدہ فضائل پیش کیے گئے ہیں۔ بہت سے لوگ فضائل و مناقب میں ضعیف، موضوع اور بے اصل روایات علانیہ بیان کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی پکڑ کا انہیں کوئی ڈر نہیں ہوتا...... ہر عالم اور غیر عالم پر ضروری ہے کہ صرف وہی بات بیان کرے جو سچی، صحیح اور ثابت ہو'' (ص5)

فضائل صحابہ میں 38 مضامین شامل اشاعت ہیں۔ جن میں سے 31 مضامین ''محبت ہی محبت'' نامی کتاب میں

شائع ہو چکے ہیں۔ محقق العصر رحمہ اللہ نے ہر دو کتاب میں اپنے ذوق اور معیار کے مطابق تحقیق و تخریج کا فریضہ ادا کیا ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے ''تعارف'' میں کتاب کا نام ''صحیح فضائل کا مجموعہ'' تحریر کیا ہے۔ مضامین کے اعتبار سے یہ نام اقرب الی الصواب ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۲۱۔ فضل الاسلام للامام محمد بن عبد الوهاب التیمی (المتوفی:1206ء)

حقق و خرج احادیثه: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

اعتنی به: حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ

ناشر: المکتبۃ الاسلامیۃ لاہور/ فیصل آباد 1436ھ
مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک، الباکستان

صفحات: 45

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ بقامت کہتر بقیمت بہتر مطبوع رسالہ ''فضل الاسلام'' پر تحقیق و تخریج کا فریضہ حسب ذوق سرانجام دیا ہے۔ رسالہ ھذا میں موجود 61 احادیث و آثار کی تخریج اور صحت و ضعف کے بارے میں حکم لگایا ہے اور یہ حکم لگانے میں محدثین کرام کے ہاں اصول حدیث اور قواعد معتبرہ کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اسماء الرجال سے متعلق تعارض پر جمہور کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ مقبول روایات کے بارے میں حسن، صحیح اور مردود روایات **سنده ضعیف، سنده ضعیف جدًا، إسناده ضعیف، لم أجده بالسند الصحیح عنه** اور **لم أجده مسندا بالسند الصحیح عنه** جیسے احکامات لگائے ہیں۔

مقدمہ رسالہ ھذا ص 3 کے آخر پر حافظ زبیر علی زئی کے ساتھ تاریخ 20 مئی 2031ء درج ہے، جبکہ 2031ء کی بجائے 2013ء درست دکھائی دیتا ہے، کیونکہ ص 31 پر [انتهى التحقيق (حافظ زبیر علی زئی ، مکة المکرمة) 1 ستمبر 2003ء، تمت المراجعة، 20 مئی 2013ء مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک] مرقوم ہے۔

۲۲۔ محبت ہی محبت

تالیف: حافظ شیر محمد الاثری
تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علی زئی
ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، دسمبر 2006ء
صفحات: 131

کتاب ھذا کے جمیع 31 مضامین ''فضائل صحابہ'' نامی کتاب میں بھی شامل اشاعت ہیں۔ جن کا تعارف ''فضائل صحابہ'' میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۳۔ مشکوٰۃ المصابیح مع الاکمال فی اسماء الرجال

تالیف: امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی رحمہ اللہ (م 740ھ)
ترجمہ: ابوانس محمد سرور گوہر
تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علی زئی
ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، نومبر 2011ء
جلد اول: 702 صفحات (حدیث 1 تا 2222)
جلد دوم: 733 صفحات (حدیث 2223 تا 4627)
جلد سوم: 792 صفحات (حدیث 4628 تا 6294)
(متن مشکوٰۃ: 1 تا 599 اور الاکمال 601 تا 792)

عوام و خواص میں یکساں معروف و متداول مشکوٰۃ المصابیح کے مذکورہ بالا ترجمے پر فضیلۃ الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے صرف تحقیق و تخریج کا فریضہ سرانجام دیا ہے جو کہ آپ کی

محدثانہ شان کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ نے تحقیق وتخریج کا منہج یوں بیان کیا ہے:

''میرے نزدیک صحیحین (صحیح بخاری اور صحیح مسلم) کی تمام مرفوع مسند متصل روایات بالکل صحیح ہیں اور ان میں سے بعض روایات حسن لذاتہ بھی ہیں، یعنی حجت ہیں۔ نیز صحیحین میں مذکورہ شرط کے مطابق ایک بھی ضعیف روایت نہیں، لہٰذا صحیحین کی احادیث کی صرف تخریج پر اکتفا کیا گیا ہے۔

اوران کے علاوہ روایات کی تخریج وتحقیق کر دی ہے اور ضعیف روایات کی وجہ ضعف بھی بیان کر دی ہے، تاکہ جو زندہ رہے دلیل دیکھ کر جیئے اور جو مرے تو دلیل دیکھ کر مرے''

(مقدمہ تخریج وتحقیق مشکوٰۃ المصابیح، از حافظ زبیر علی زئی مرقومہ 26 جون 2011ء، ج1 ص13-12)

کتاب ہذا میں احادیث مسلسل نمبر کے تحت درج ہیں۔ پہلے عربی متن اوراس کے نیچے اردو ترجمہ موجود ہے۔ عربی متن کے اختتام پر ہر صفحہ کے اعتبار سے حاشیہ نمبر پایا جاتا ہے۔ اسی حاشیہ نمبر کے تحت نیچے حاشیہ میں تخریج وتحقیق پائی جاتی ہے۔ صحیحین کی روایات صرف رواہ مسلم یا رواہ البخاری اور متفق علیہ، رواہ البخاری، رواہ مسلم کے انداز میں حدیث مع نمبر درج کرتے چلے جاتے ہیں۔ دیگر کتب حدیث سے تخریج کرتے وقت پہلے صحت وضعف کے اعتبار سے حکم لگاتے ہیں اور بعد ازاں تخریج کا حق ادا کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح کی تخریج میں آپ کی ژرف نگاہی اور جاں کاہی کھل کر سامنے آتی ہے جس سے متون حدیث، اسانید حدیث، اسماء الرجال اور ماخذ ومصادر حدیث پر آپ کی دسترس آشکار ہوتی ہے، اور دکھائی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلف صالحین ومحدثین عظام کی یادگار عصر رواں میں پیدا فرمائی تھی، اور آپ کو'' محدث العصر'' کہنے والے حق بجانب ہیں۔

صحت حدیث کے بارے میں **صحیح ، حسن ، سنده صحیح، اسناده صحیح، اسناده حسن ، اسناده حسن لذاته ، حسن** ، جیسے احکامات لگاتے ہیں۔ اور ضعف حدیث کے بارے میں **سنده ضعیف والحدیث صحیح، ضعیف، سنده ضعیف، اسناده ضعیف، اسناده ضعیف جدًا ، اسناده ضعیف منکر ، اسناده ضعیف جدًا منکر ، اسناده موضوع ، اسناده ضعیف جدًا موضوع ، لا اصل له یا لم اجده** جیسے احکامات لگاتے ہیں۔ حسب ضرورت وجہ ضعف اور مختلف مقامات پر موجود جرح وتعدیل نقل کرتے ہیں۔ محدثین کرام سے اپنی اختلافی رائے کا کھل کر اظہار کرتے ہیں۔ جناب زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق صحت وضعف کے اعتبار سے مشکوٰۃ المصابیح کی احادیث کی تقسیم قدرے یوں سامنے آتی ہے۔ واضح رہنا چاہیے کہ یہ تقسیم فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے خود نہیں کی تھی آپ کے احکامات کی تلاش بسیار کے بعد ان کو خود مقبول اور مردود میں تقسیم کیا گیا ہے۔

جلد	احادیث	مقبول	مردود
اول	2222	1617	605
دوم	2405	1805	600
سوم	1667	1150	517
کل احادیث	6294	4672	1722

محدث العصر کی مشکوٰۃ المصابیح پر تحقیق کے بارے میں کردہ محنت شاقہ سے استفادۂ حدیث کے بارے میں

شرح صدر اور بے حد سہولت ہوگئی ہے آیا یہ حدیث صحیح یا ضعیف ہے؟ یہ تحقیق جس تخریج کی بنیاد پر ہوئی ہے اس تخریج کا اندازہ درج ذیل کتب کی انواع واقسام اور تفصیلی فہرست سے لگایا جا سکتا ہے کہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے کس قدر عرق ریزی اور باریک بینی سے یہ فریضہ سرانجام دیا ہے۔

ابن حبان (الإحسان)، ابن حبان (الموارد)، اتحاف المهره لابن حجر، اثبات عذاب القبر للبيهقى، أحكام القرآن للطحاوى، أحكام النظر لابن القطان الفاسى، احوال الرجال للجوزجانى، أخبار اصبهان لأبى نعيم، اصلاح المال لإبن أبى الدنيا، اطراف المسند، اكمال اكمال المعلم لمحمد بن خلفة الأبي السنوسي، الأحاديث الطوال للطبرانى، الأدب المفرد للبخارى، الأذكار للنووى، الأربعين للنووى، الإستذكار لابن عبد البر، الإستيعاب لابن عبد البر، الإصابه لابن حجر، الإنتقاء لابن عبد البر، الأنوار فى شمائل النبى المختار للبغوى، البحر الزخار للبزار، مسند للروياني (مسند الصحابة للروياني)، البداية والنهاية لابن كثير، البدع والنهى عنها لابن وضاح، التاريخ الكبير للبخارى، الترغيب والترهيب للمنذرى، التفسير للنسائى، التلخيص الحبير لابن حجر، الثقات لابن حبان، الجامع لاخلاق الراوى و آداب السامع للخطيب، الجامع الصحيح للبخارى، الجامع الصحيح لمسلم، الجامع لابن وهب، الجوهر النقى لابن التركمانى، الدراية لابن حجر، الدعاء للطبرانى، الدعوات الكبير للبيهقى، الرد على المريسى للدارمى، الرسالة للشافعى، الزهد لأحمد، الزهد لهناد بن السري، السلسلة الصحيحة للألباني، السلسلة الضعيفة للألباني، السنن الكبرىٰ للبيهقى، السنن الكبرىٰ للنسائى، السنن المأثورة للشافعى، السنة لابن أبى عاصم، السنة للالكائى، السيرة لإبن إسحاق، الشريعة للآجرى، الضعفاء للعقيلى، الطبقات الكبرى لابن سعد، العظمة لأبى الشيخ، العلل المتناهية لابن الجوزى، الفتح المبين لعلى زئى، الفقيه والمتفقه للخطيب، الكاشف للذهبى، الكامل لابن عدى، الكواكب الدرية لعلى زئى، اللآلي المصنوعة للسيوطى، المجروحين لابن حبان، المحلٰى لإبن حزم، المختارة للضياء المقدسى، المدخل للبيهقى، المراسيل لإبن أبى حاتم، المراسيل لأبى داود، المسند لإبن أبي شيبة، المسند لأبى داود الطيالسي، المسند لعبد بن حميد (المنتخب)، المسند للشافعى، المصابيح السنة للبغوى، المطالب العالية لابن حجر، المعجم الأوسط للطبرانى، المعجم الصغير للطبرانى، المعجم الكبير للطبرانى، المعجم لإبن الأعرابى، المنتقى الأخبار لعبد السلام

ابــن تيــمية ، الــمنتقــى لإبــن الــجــارود ، الــمـوضوعات لإبن الجوزى ، النكت الظراف لإبــن حجر ، الوافى بالوفيات للصفدى ، انوار الــصـحيــفة لعلى زئى ، أخلاق النبي صلى الله عـليـه وسـلـم لأبي الشيخ الأصبهانى ، أعلام أهـل الـعـصـر بـأحكام ركعتى الفجرلمحدث عـظيـم آبـادي ، بـلوغ المرام لإبن حجر ، بيان الـوهـم والإيهـام لابن القطان ، تاريخ الاسلام لـلـذهبـى ، تـاريـخ بـغـداد للخطيب ، تاريخ جـرجان للسهمى ، تاريخ دمشق لابن عساكر ، تـاريخ واسط لبحشل الواسطى ، تجريد أسماء الـصـحـابة لـلـذهبـى ، تـحـفة الأحـوذى لـلمباركفورى ، تحفة الأشراف للمزى ، تحفة الـمـحتـاج لابـن الملقن ، تخريج أحياء علوم الـديـن لـلـعـراقـى ، تـخريج النهاية فى الفتن والـمـلاحـم لـعلى زئى ، تعجيل المنفعة لابن حـجـر ، تـغـليـق التـعـليق لابن حجر ، تفسير طبـرى/ تـفسيـر ابـن جـرير ، تقريب التهذيب لابـن حـجـر ، تـلـخيص المستدرك للذهبى ، تـنـقيح الرواة لأحمد حسن الدهلوى ، تهذيب الـكـمـال لـلمزى ، جامع الأصول لابن اثير ، جـامـع التـحـصيـل لـلـعلائى ، جامع العلوم والـحكم لابن رجب الحنبلى ، جامع المسانيد والسـنـن لابـن كثير ، جامع بيان العلم و فضله لابـن عبـد البـر ، جزء الحسن بن عرفه ، حلية الاوليـاء لأبـى نـعيـم ، دلائـل النبوة للبيهقى ، ديـوان الـضـعـفاء للذهبى ، ذم الدنيا لابن أبى الـدنيا ، ذم الكلام للهروى ، رياض الصالحين لـلـنووى ، زوائد ابن ماجه للبوصيرى ، زوائد الـمسـند لعبد الله بن احمد ، سـنن ابن ماجه ، سنن أبى داود ، سنن الدارمى ، سنن الترمذى ، سـنــن الـدار قـطـنى ، سنن نسائى ، سير اعلام الـنـبـلاء لـلـذهـبـى ، شـرح الترمذى لابن سيد الناس ، شرح الزرقانى ، شرح السنة للبغوى ، شـرح صـحيـح مسـلم للنووى ، شرح مشكل الآثـار لـلـطـحاوى ، شعب الايمان للبيهقى ، شـمائل للترمذى ، صحيح ابن حبان ، صحيح ابـن خـزيـمة ، عـلـل الحديث لابن أبى حاتم الـرازى ، عمل اليوم والليلة لابن السنى ، عمل اليوم والليلة للنسائى ، فتح البارى لابن حجر ، فـضـائـل الأوقـات للبيهقى ، فضائل الصحابة لأحـمـد ، فضائل القرآن للنسائى ، قصر الأمل لابـن أبـى الـدنيا ، قيام الليل للمروزى ، كتاب الأم لـلـشـافعى ، كتاب الإيمان لابن أبي شيبة ، كتـاب البـعث والنشور للبيهقى ، كتاب الثواب لأبـى الشيـخ ، كتـاب الـجـرح والتعديل لأبى زرعة الـرازى ، كتـاب الـزهـد للبيهقى ، كتاب الـصـمــت لابـن أبـــى الـدنيـا ، كتـاب القدر لـلـفـريـابـى ، كتـاب القضاء والقدر للبيهقى ، كتــاب الـمـصــاحف لابن أبـى داود ، كتـاب الـمعرفة والتاريخ للفارسى ، كتاب الوفاء لابن الـجوزى ، كشف الأستار للهيثمى ، ابن حبان

(الموارد)، لسان الميزان لابن حجر ، موطا إمام مالك ، مجمع الزوائد للهيثمي ، مختصر الأحكام للطوسي ، مختصر المزني ، مرعاة المفاتيح للمباركفوري ، مساوي الأخلاق للخرائطي ، مسألة التسمية لمحمد بن طاهر المقدسي ، مستدرك حاكم ، مسند أبي يعلى ، مسند أحمد ابن حنبل ، مسند الشاميين للطبراني ، مسند الشهاب للقضاعي ، مسند الفاروق لابن كثير ، مسند حميدي ، مسند علي بن الجعد ، مشكل الآثار للطحاوي ، مصابيح السنة لمحيي السنة البغوي ، مصنف ابن أبي شيبة ، مصنف عبد الرزاق ، معالم السنن للخطابي ، معاني الآثار للطحاوي ، معجم الصحابة لأبي القاسم البغوي ، معرفة الصحابه لأبي نعيم ، مكارم الأخلاق للخرائطي ، ميزان الاعتدال للذهبي ، نصب الراية للزيلعي ، نصر الباري لعلي زئي ، نيل الأوطار للشوكاني ، نيل المقصود لعلي زئي۔

روایت حدیث کے بارے میں محدثین عظام کے ہاں پائی جانے والی احتیاط، محدث العصر کے ہاں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔جس کا اندازہ قارئین مشکوٰۃ کو درج ذیل 'تنبیہ' سے بخوبی ہوسکتا ہے۔آپ کے الفاظ میں ''صاحب مشکوٰۃ کئی مقامات پر حدیث کو جس کتاب کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں۔مثلاً قولہ: رواہ مسلم یا رواہ البخاری تو بعض مقامات پر اصل کتاب کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ من وعن مذکورہ کتاب میں نہیں، بلکہ انہیں بطور مفہوم یا بطور مختلف روایت بیان کیا گیا ہے، لہٰذا حدیث کا حوالہ اصل مذکورہ کتاب سے ملا لینا چاہیے یا پھر مشکوٰۃ کے ذریعے سے حوالہ لکھتے وقت مشکوٰۃ کا ہی ذکر کیا جائے ،یعنی واللفظ لہ کی صراحت کردی جائے،تاکہ کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔''(مقدمہ۱/۱۳)

دوران تخریج میں بصورت حواشی شیخ رحمہ اللہ نے آثار سلف سے بھی بھرپور استفادہ کیا ہے اور حدیث کی سند ضعیف ہونے کی صورت میں اس مفہوم کے لیے آثار نقل کردیے ہیں جن کی اسناد صحیح/حسن ہیں اور وہ آثار اس ضعیف روایت سے مستغنی کر دیتے ہیں، مثلاً دیکھئے (مشکوٰۃ 108/1 حاشیہ: 3، 109/1،حاشیہ 1، 331/1 حاشیہ:2

۲۴۔ معاشرے کی مہلک بیماریاں اوران کا علاج

تالیف: الشیخ احمد بن حجر

ترجمہ: نصیر احمد ملی

تخریج: الشیخ عبدالمحسن السّلفی

تحقیق وافادات: علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ، حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد، 2013ء

صفحات: 702

کتاب ھذا کی روایات کی تحقیق یعنی صحت وضعف کے احکامات علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی مختلف کتب کی کردہ تحقیق وتخریج سے مستفاد ہیں۔بعض مقامات پر صرف علامہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق اور بعض پر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحقیق سے فائدہ اٹھایا گیا ہے، نیز بعض مقامات پر ہر دو محدثین کرام کی تحقیق سے ایک

ساتھ فائدہ اٹھایا گیا ہے۔عبدالمحسن سلفی صاحب نے کتاب ہذا میں بہت سے خطوط کا بھی ذکر کیا ہے جن کے ذریعے سے وہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے روایت کی تحقیق (صحت وضعف کے اعتبار سے) طلب کرتے تو شیخ محترم جوابی لفافے میں مطلوبہ روایات کی تحقیق ارسال فرما دیتے تھے۔

۲۵۔ منہاج المسلم

تالیف: فضیلۃ الشیخ ابوبکر جابر الجزائری

تحقیق وتخریج: حافظ ابوطاہر زبیر علی زئی

ناشر: دارالسلام لاہور

تصحیح وتضعیف اور تخریج ہر دو حاشیہ نمبر کے ساتھ ہی اسی صفحے پر درج ہیں۔

۲۶۔ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

تالیف: شیخ محمد رئیس ندوی

تحقیق وتخریج وحواشی: حافظ زبیر علی زئی

مطبوع: ماہنامہ الحدیث حضرو، نومبر 2004ء رمضان 1425ھ جلد 1 شمارہ: 6 ص 37 تا 47، جلد 1، شمارہ 7 ص 21 تا 36، جلد 2 شمارہ 8 ص 1 تا 35 ۔

’’نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام‘‘ کے زیرعنوان فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی کی ذاتی تالیف بھی الگ سے مطبوع ہے۔تعارف کے لیے ملاحظہ فرمائیں مقالہ ھذا میں تصنیف وتالیف کے زیرعنوان: نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

۲۷۔ نماز نبوی

ترتیب: ڈاکٹر سید شفیق الرحمان حفظہ اللہ

تحقیق وتخریج: ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی

ناشر: دارالسلام لاہور

مقدمۃ التحقیق محررہ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی محمدی مورخہ ستمبر 1997ء ہے۔(ص18 تا24) فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ مقدمہ ھذا میں رقم طراز ہیں: ’’راقم نے بھی تحقیق وتخریج کے دوران میں اس بات کی بھرپور سعی کی ہے کہ اس میں صرف مقبول احادیث کو لایا جائے۔ اب میری معلومات کے مطابق اس میں کوئی ضعیف روایت نہیں ہے، لیکن چونکہ انسان غلطی اور خطا کا پتلا ہے، لہٰذا اہل علم سے درخواست ہے کہ اگر کسی حدیث کی علت پر مطلع ہوں تو راقم کو آگاہ کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی کی جاسکے۔‘‘ (ص24-23)

تاہم بعدازاں محدث العصر رحمہ اللہ نے ’’نماز نبوی‘‘ پر کردہ تحقیق وتخریج سے برأت کا اظہار کردیا تھا، کیونکہ بعض روایات کے بارے میں آپ رحمہ اللہ کی تحقیق بدل گئی تھی جس کے بعد شائع کردہ ایڈیشن میں اس جدید تحقیق کو شامل نہ کرنے کا نتیجہ یہ اعلانِ برأت تھا۔

(اللهم أرنا الحق حقًا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلاً و ارزقنا اجتنابه)

ب: غیر مطبوع (عربی)

1. أحاديث اثبات عذاب القبر للبيهقي (مخطوط)
تـاليف: إمام أبو بكر أحمد بن الحسين البيهقي (المتوفى: ٤٥٨هـ)

تحقیق و تخریج: حافظ زبیر علي زئي (المتوفی 1435هـ)

مدیر مکرم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی مہیا کردہ معلومات کے مطابق مکمل تحقیق وتخریج کے ساتھ مخطوط بزبان عربی موجود و محفوظ ہے۔ جس کا تعارف مطبوع کتب : ترجمہ، تحقیق، تخریج...... میں ہدیہ قارئین ہے۔ (ملاقات: رندھاوا ہاؤس سمندری، مورخہ 14/02/2016 بروز اتوار بعد از نماز عصر ہمراہ جناب محمد سرور عاصم حفظہ اللہ ومحمد وقاص فیصل آبادی حفظہ اللہ)

2. إرشاد العباد في توثيق نعيم بن حماد

3. الأسانيد الصحيحة في أخبار الإمام أبي حنيفة

4. الأنوار في شمائل النبي المختار

تاليف: محي السنة امام حسين بن مسعود البغوي (المتوفی 516هـ)

تحقيق و تخريج: حافظ زبير على زئی

مدیر مکرم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی مہیا کردہ معلومات کے مطابق مکمل تحقیق وتخریج کے ساتھ مخطوط بزبان عربی موجود و محفوظ ہے۔ محدث العصر رحمہ اللہ کے کتاب ھذا کے اردو ترجمہ میں بعینہ یہ تحقیق وتخریج مطبوع ہے جس کا تعارف مطبوع کتب: ترجمہ، تحقیق، تخریج...... میں ہدیہ قارئین ہے۔

(ملاقات: رندھاوا ہاؤس...... مورخہ 14/02/2016)

5. التقبيل والمعانقة لابن الأعرابي

6. السراج المنير في تحقيق تفسير ابن كثير۔ ولم أكمل هذا الكتاب (مشكوة ٦١٦/ ١)

7. العقد التمام في تحقيق السير لابن هشام

8. المسند الجامع (بحواله مشكوة 1/517 (2) 2/89 (3))

9. المعجم الصغير للطبراني (غير كامل)

10. النهاية في الفتن والملاحم (مطول)

11. أنوار السبيل في ميزان الجرح والتعديل

12. تلخيص الأحاديث المتواترة

13. تلخيص الكامل لابن عدي

14. جزء رفع اليدين للبخاري (مفصل)

15. جزء في أسماء من كان لا يروي إلا عن ثقة عنده

16. جزء في مؤمل بن إسماعيل

17. شعار أصحاب الحديث

تصنيف: امام أبو أحمد الحاكم الكبير (المتوفی 378هـ)

تحقيق و تخريج: حافظ زبير علی زئي

مدیر مکرم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی مہیا کردہ معلومات کے مطابق مکمل تحقیق وتخریج کے ساتھ مخطوط بزبان عربی موجود و محفوظ ہے۔ محدث العصر رحمہ اللہ کے کتاب ھذا کے اردو ترجمہ میں بعینہ یہ تحقیق وتخریج مطبوع ہے۔ جس کا تعارف، مطبوع کتب: ترجمہ، تحقیق، تخریج...... میں ہدیہ قارئین ہے۔

(ملاقات: رندھاوا ہاؤس...... مورخہ 14/02/2016)

18. صحيح ابن خزيمة

19. صحيح التفاسير (غير ماكل)

20. كتاب الأربعين لابن تيمية

تاليف: امام ابن تيميه (المتوفی 728هـ)

تحقيق و تخريج: حافظ زبير علی زئی

مدیر مکرم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی مہیا کردہ معلومات کے مطابق مکمل تحقیق وتخریج کے ساتھ مخطوط بزبان عربی موجود و محفوظ ہے۔

محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ کے کتاب ھذا کے اردو ترجمہ میں بعینہ یہ تحقیق وتخریج مطبوع ہے۔ جس کا تعارف، مطبوع کتب: ترجمہ، تحقیق، تخریج...... میں ہدیہ قارئین ہے۔

(ملاقات: رندھاوا ہاؤس......مورخہ 14/02/2016)

21. كتاب الجهاد لابن تيمية
22. كتاب النهاية في الفتن والملاحم (مختصر)
23. كلام الدارقطني في سننه في أسماء الرجال
24. مسند الحميدى
25. مناقب علي والحسنين وأمهما فاطمة الزهراء
26. موطأ إمام مالك / رواية يحيى بن يحيى
27. نيل المقصود في تحقيق و تخريج سنن أبي داؤد

۲) ترجمہ، تحقیق، وتخریج وتعلیقات وفوائد وحواشی

(الف): مطبوع

ا۔ اثبات عذاب القبر

تصنیف: امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

مطبوع: ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو، رجب 1435ھ/ مئی 2014ء۔ جمادی الاول 1436ھ/ فروری 2015ء

جلد: 11، شمارہ: 5، ص 39-30 (قسط: 1)

فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی آثار میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اثبات عذاب القبر'' کا ترجمہ، تحقیق وتخریج بھی شامل ہے۔ جلد: 12 شمارہ: 2 ص 21 کے آخر پر اختتام ترجمہ کے بارے میں یوں مرقوم ہے: ''ترجمہ ختم شد (23 / اگست 2002) الریاض: جزیرۃ العرب

آپ کے علمی وارثان نے الحدیث حضرو شمارہ مذکورہ بالا سے قسط وار اشاعت کا اہتمام پایہ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ (جزاهم الله فاحسن الجزا)

تاحال یہ علمی تراث اہل ذوق کے ہاتھوں تک بذریعہ ''الحدیث'' پہنچ گئی ہے۔ اس طرح قارئین ''اثبات عذاب القبر'' میں موجود روایات کی صحت وضعف کے بارے میں قلبی اطمینان اور شرح صدر کے ساتھ اپنی علمی پیاس بجھا سکیں گے۔

محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری ومسلم کی روایات کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے ان کی صرف تخریج کی ہے، جبکہ کتب حدیث سے تخریج کردہ روایات کے بارے میں پہلے صحت یا ضعف کا حکم بایں الفاظ صحیح، ضعیف یا اسنادہ ضعیف جدًا جیسے مختلف احکام درج کر کے پھر ان کے ماخذ کی تخریج پر راہنمائی فرمائی ہے۔

۲۔ اختصار علوم الحدیث

تالیف: ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 774ھ)

ترجمہ، تحقیق وحواشی: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اگست 2010ء

صفحات: 176

(کتاب ھذا ص 173 پر) ترجمہ ختم شد/ 6 جمادی الثانی 1427ھ، بروز پیر بمطابق 3 جولائی 2006ء) اور فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کا نام درج ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ، تخریج کے ساتھ اضافی یا اختلافی نوٹ، حواشی میں نقل فرمائے ہیں، اور یہ حواشی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے رسوخ فی اصول الحدیث کا واضح ثبوت ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ترجمہ وحواشی کی کاوش اصول حدیث کی معرفت میں درک پانے کے مشتاق طالب علموں کے لیے انتہائی مفید ہے۔ تاہم فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ اگر باقاعدہ اصول حدیث پر اپنی کوئی یادگار چھوڑتے تو یہ اس دور کی محدثانہ شان کے مطابق اصول حدیث کی کتاب ہوتی اور اصول حدیث کی کتب کی تاریخ میں یقیناً بلند مرتبہ ہوتی لیکن ماشاء اللہ وماقدر۔

۳۔ اصول دین (کتاب اصل السنۃ واعتقاد الدین)

تالیف: امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق: شیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ

ترجمہ: حافظ زبیر علی زئی

مطبوع: ماہنامہ الحدیث حضرو، جولائی 2004ء/ جمادی الاول 1425ھ، جلد 1، شمارہ 2، ص 41 تا 45۔

عربی متن اس نسخے کا ہے جسے الدار السّلفیہ ممبیٔ، الہند نے شیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ کی تحقیق سے شائع کیا ہے۔

۴۔ أضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح

تالیف: امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ، تخریج، تحقیق وفوائد: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اپریل 2011ء

صفحات: 376

مقدمہ اضواء المصابیح محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 16 مئی 2010ء ہے۔ اضواء المصابیح، مشکوٰۃ کی احادیث کی تحقیق وتخریج اور صحیح احادیث کی شرح ہے۔ عربی متن کے بالمقابل اردو ترجمہ پایا جاتا ہے۔ ترجمہ میں متن میں مذکور ماخذ کتب حدیث کے نام کے ساتھ ہی حدیث کی تخریج درج ہے۔ یہ تخریج حدیث نمبر یا جلد نمبر اور صفحہ نمبر کے انداز پر ہے۔ بعض مقامات پر عربی متن اور ترجمہ کے نیچے، تخریج کے زیر عنوان تخریج درج ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تخریج الحدیث یا تحقیق الحدیث کے زیر عنوان حدیث پر حکم کے علاوہ بعض اوقات دیگر کتب حدیث سے تخریج بھی کرتے ہیں۔ حدیث کے متن کے الفاظ کی حسب ضرورت تنقیح بھی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اسانید و رواۃ حدیث کا خالص فنی محدثانہ جائزہ، ثقہ ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال اور بلند پایہ کتب اسماء الرجال کی مدد سے سرانجام دیتے ہیں۔ جس کے بعد مذکورہ حدیث کی صحت وضعف کی حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی اس قدر تفصیلی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح مترجم ابوانس محمد سرور گوھر، شائع کردہ مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد میں نہیں پائی جاتی۔ تفصیلات کے اعتبار سے ہر دو کا بہت نمایاں فرق ہے۔ بعض مقامات پر احکاماتِ صحت وضعف میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ اضواء المصابیح میں بعد ازاں فقہ الحدیث کے زیر عنوان متعلقہ حدیث سے مفید علمی نکات نمبر وار سامنے لائے گئے ہیں جو کہ محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ کے ہمہ جہتی رسوخ فی العلم کا شاہکار ہیں۔ یہ ارشادات عالیہ اور

نکات علمیہ قارئین اضواء المصابیح کی راہنمائی کا بہترین مدلل سامان ہیں۔

اضواء المصابیح کی زیر تبصرہ پہلی جلد کتاب الایمان اور کتاب العلم کو محیط ہے۔ جس میں کل 280 احادیث و روایات وآثار پائے جاتے ہیں جن میں سے 96 روایات پر حکم ضعف لگایا گیا ہے۔ حکم ضعف: ضعیف، سندہ ضعیف، سند سخت ضعیف (بلکہ موضوع)، سند ضعیف و مردود، سند سخت ضعیف اور منکر، موضوع، بے سند بے اصل، سند ضعیف، حدیث صحیح یا سند ضعیف، حدیث حسن جیسے احکامات کی شکل میں درج ہے۔ دیگر پر حکم صحت: صحیح، حسن، سند صحیح، سند حسن یا سند حسن لذاتہ کے انداز پر درج ہے۔ جدید انداز تحقیق میں ٹھوس علمی بنیادوں پر اس عظیم شرح پر کام جاری تھا کہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ راہی آخرت ہوگئے۔ (اللھم اغفرلہ وارحمہ) بسا آرزو کہ شرح مشکوٰۃ محدث العصر رحمہ اللہ کے قلم سے پایہ تکمیل تک پہنچتی۔

آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کے مایہ ناز شاگرد حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے حدیث نمبر 445 سے اس عظیم کام کو جاری رکھنے کا اعلان فرمایا ہے۔ یہ آغاز ''الحدیث'' حضرو شمارہ 113 ص 5 پر ہو رہا ہے۔ جس میں تحقیق وتخریج حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور ترجمہ و فوائد: حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی ترتیب سے موجود ہے۔ حافظ ندیم ظہیر صاحب نے وضاحت فرمائی ہے کہ ''محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ کی تحقیق وتخریج ''اضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح'' کے نام سے تقریباً بارہ (12) سال پہلے مکمل کر لی تھی۔ جب ماہنامہ الحدیث کا اجراء کیا گیا تو اس کا ترجمہ مع فوائد کا سلسلہ بھی شروع کر دیا، لیکن ابھی 444 احادیث کا ترجمہ اور ان کے فوائد قلمبند کر پائے تھے کہ ہمیں آپ کے علمی سائے سے محروم ہونا پڑا، اور آپ 5 محرم الحرام 1435ھ کو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ.

میں اپنے آپ کو علمی طور پر اس کا اہل نہیں سمجھتا کہ ''مشکوٰۃ المصابیح'' کا ترجمہ و فوائد لکھوں، لیکن شیخ محترم رحمہ اللہ نے جس محبت وشفقت سے ہماری تعلیم وتربیت کی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ اس مشن کو آگے بڑھایا جائے یا کم از کم رکنے نہ دیا جائے۔ اسی سوچ کے پیش نظر اور بعض احباب کی حوصلہ افزائی سے اس فقیر الی اللہ تعالیٰ نے ہمت کر لی ہے۔ اللہ مجھے توفیق واستقامت عطا فرمائے۔ آمین [ندیم ظہیر]''

(الحدیث: 113 ص 5)

مطبوعہ اضواء المصابیح میں ص 3 تا 14 فہرست اضواء المصابیح ص 15 تا 18 مقدمہ حافظ زبیر علی زئی مرقومہ 16 مئی 2010ء (یہ مقدمہ محدثانہ انداز پر تحقیق وتخریج کا عکاس ہے۔) ص 9 تا 22 مقدمۃ المؤلف یعنی صاحب مشکوٰۃ کا مقدمہ، ص 23 تا 333 متن اضواء المصابیح، ص 335 تا 355 اطراف الآیات والاحادیث والآثار، ص 356 تا 363 اسماء الرجال اور ص 364 تا 376 اشاریہ پایا جاتا ہے۔ یہ اشاریہ الفابائی ترتیب پر مرتب شدہ ہے جو کہ قارئین کے لیے اضواء المصابیح سے استفادے کے حوالے سے انتہائی مفید کاوش ہے اور کتب حدیث میں اشاریہ تیار کرنے کی عمدہ روایت میں بلند پایہ ہے، کیونکہ اشاریہ کا چناؤ خاصا دقت طلب کام ہوتا ہے۔

٥۔ الاتحاف الباسم في تحقيق، تخريج و شرح موطأ إمام مالك رواية ابن القاسم [مُلَخَّص القابسي]

ترجمہ، تحقیق وحواشی: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، جنوری 2009ء

صفحات: 664

کتاب ھذا کا ترجمہ 17 جولائی 2007ء کو ختم ہوا اور حواشی کی انتہا 27 مارچ 2008ء کو ہوئی (ص 609) بیرونی ٹائٹل : موطا امام مالک روایۃ ابن القاسم، ترجمہ، تحقیق و حواشی: حافظ زبیر علی زئی، مکتبہ اسلامیہ کا عکاس ہے، جبکہ اندرونی ٹائٹل : الاتحاف الباسم فی تحقیق، تخریج وشرح موطأ امام مالک: روایۃ ابن القاسم [ملخص القابسی]، مکتبۃ الحدیث، حضرو، اٹک الباکستان کا آئینہ دار ہے۔ اور جملہ حقوق والا صفحہ (4) ترتیب یوں پیش کرتا ہے۔

کتاب..........موطأ امام مالک: روایۃ ابن القاسم

ترجمہ، تحقیق وشرح (الاتحاف الباسم)......حافظ زبیر علی زئی

اس تحقیقی کام کے بارے میں جملہ معلومات سے ظاہر ہے کہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے موطأ امام مالک کی روایۃ ابن القاسم پر تحقیق، تخریج، ترجمہ اور تفقہ کا کام بنام ''الاتحاف الباسم فی تحقیق موطا الامام مالک روایۃ عبدالرحمٰن بن القاسم'' ہدیہ قارئین کیا ہے۔

کتاب ھذا کے صفحہ 41 سے 57 تک مقدمہ الاتحاف الباسم پایا جاتا ہے۔ یہ محدث العصر رحمہ اللہ کے نظریہ حدیث اور اصول حدیث کا آئینہ دار اور علمبردار ہے۔ اتحاف الباسم میں کتب حدیث سے ہر ممکن اصلاح شدہ عربی متن کے بالمقابل اردو ترجمہ درج ہے۔ ''تحقیق'' کے زیر عنوان مذکورہ حدیث و روایت پر حکم صحت وضعف لگاتے ہیں۔ اتحاف الباسم ...... میں موجود 527 احادیث و روایات کے بارے میں محدث العصر رحمہ اللہ وضاحت کرتے ہیں: ''راقم الحروف کی تحقیق کے مطابق موطأ امام مالک کے عبدالرحمٰن بن القاسم والے اس نسخے میں صرف ایک حدیث ضعیف ہے۔ (حدیث نمبر 102) باقی تمام احادیث صحیح یا حسن ہیں۔ والحمدللہ'' (ص54)

مقبول روایات پر آپ صحیح، سندہ صحیح، اسنادہ صحیح، سندہ صحیح لا شک فیہ، سندہ حسن، ضعیف کے لئے سندہ ضعیف کا حکم درج کرتے ہیں۔

تحقیق کے بعد تخریج کے زیر عنوان متفق علیہ، البخاری، مسلم کی وضاحت صحیح بخاری وصحیح مسلم میں موجود روایات کے بارے میں کرتے ہیں۔ اگر کوئی روایت صحیحین میں نہیں تو پھر سنن اربعہ یعنی سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ، کتب صحاح مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور کتب مسانید مثلاً مسند احمد وغیرہ کے حوالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ (ص54)

تخریج کا آغاز الموطأ (روایۃ یحییٰ بن یحییٰ)، التمہید لابن عبدالبر اور الاستذکار لابن عبدالبر سے کرتے ہیں۔ بعد ازاں کتب حدیث میں سے صحیحین کو ترجیح دیتے ہیں، پھر دیگر کتب حدیث سے تخریج کا فریضہ سر انجام دیتے چلے جاتے ہیں۔ جن میں سنن اربعہ، کتب صحاح اور کتب مسانید کے علاوہ مستدرک حاکم، شرح السنۃ للبغوی، امام بخاری کی خلق افعال العباد، امام نسائی کی السنن الکبریٰ اور عمل الیوم واللیلۃ وغیرہ سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔

آخر پر تفقہ کے تحت علوم الحدیث، اسماء الرجال کے

علاوہ فقہ الحدیث کی بنیاد پر نکات علمیہ وفقہیہ کی نمبر وار پیشکش سے عوام الناس کو بآسانی استفادہ کا سامان بہم پہنچاتے ہیں جس میں حسب ضرورت دیگر مصادر ومراجع سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔فکری وعملی زندگی کے لئے راہنمائی اصول و ہدایات سپردِ قلم کرتے ہیں۔محدث العصر رحمہ اللہ کے استاذ محترم حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ کے بقول ''اس کاوش پر جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب وفقہ اللہ تمام منسوبین علم حدیث کی طرف سے دعا اور شکریہ کے مستحق ہیں۔'' (ص40)

''بقول محدث العصر رحمہ اللہ ''اس کتاب ''الاتحاف الباسم فی تحقیق موطأ امام مالک (تلخیص القابسی) روایۃ عبدالرحمٰن بن القاسم'' میں تفقہ کے ساتھ ساتھ علمی وتحقیقی فوائد بھی پیش کیے گئے ہیں۔تاکہ تفقہ (فقہ الحدیث والقرآن) کے موتیوں کی لڑی سے تحقیق وعمل کی راہیں کھلیں۔والحمدللہ''

(الاتحاف الباسم ص69،حاشیہ:9)

٦۔ انوار السنن في تحقيق آثار السنن

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مطبوع: ماہنامہ ضرب حق سرگودھا، شمارہ :25،مئی 2012ء تا شمارہ:40 اگست 2013ء، ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو، شمارہ نمبر:117

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے خاص الخاص شاگرد مدیر ''اشاعۃ الحدیث'' جناب حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کے الفاظ میں انوار السنن کا تعارف پیش خدمت ہے:

[انوار السنن فی تحقیق آثار السنن فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی وہ تصنیف لطیف ہے جس میں انھوں نے آثار السنن للنیموی کا ترجمہ وتحقیق کی ہے۔اور بہترین طرز میں حدیث اور محدثین کرام کا دفاع کیا ہے۔قارئین آگاہ رہیں کہ آثار السنن خالص تقلیدی مسلک کے پرچار اور دفاع کے لیے لکھی گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ اس کی تالیف میں بہت سے مقامات پر خلط مبحث، تصحیح ضعیف، تضعیف صحیح اور قیل وقال کے ذریعے سے سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی، لیکن استاذ محترم حفظہ اللہ نے عمیق تحقیق وتنقید کے ذریعے سے تمام مغالطات ومذکورہ چیزوں کا جواب دے کر احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

نیموی صاحب نے جن ضعیف ومردود روایات وآثار سے استدلال کیا تھا، ان کا ضعف مع دلیل واضح کر دیا، نیز جن صحیح احادیث وآثار کو نیموی صاحب نے چھپا لیا تھا، انھیں باحوالہ وتصحیح درج کر کے تقلیدی بیت العنکبوت کے پرخچے اڑا دیے ہیں۔جزاہ اللہ خیراً

اب اسے (انوار السنن کو) افادۂ عام کے لیے قسط وار ماہنامہ ضرب حق سرگودھا میں شائع کیا جا رہا ہے۔/ حافظ ندیم ظہیر]

(ماہنامہ ضرب حق سرگودھا،شمارہ نمبر25،مئی 2012ء ص27)

اس اعلان کردہ پروگرام کے مطابق ضرب حق میں مئی 2012ء میں پہلی قسط اور ستمبر 2013ء شمارہ نمبر 41 میں آخری قسط شائع ہوئی۔جس میں روایت نمبر 206 تک آثار السنن کا ترجمہ، تحقیق وتخریج اور اس کا ناقدانہ جائزہ بنام انوار السنن بالترتیب ہدیہ قارئین کیا گیا۔انوار السنن کا غیر مطبوعہ حصہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے قلم سے مکمل موجود ہے۔اور فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی رحلت کے بعد اب ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو، جلد 11 شمارہ 117 رجب 1435ھ/مئی 2014ء میں روایت نمبر 207 سے قسط وار سلسلہ اشاعت کا اجراء ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس تحقیقی کاوش کو شائع

کرنا ارزاں فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ آثار السنن کی روایت کی تخریج کر کے صحت وضعف کے بارے میں حکم صحیح، حسن، ضعیف، سند صحیح، سند حسن، سند ضعیف جیسے احکامات لگاتے ہیں، بعد ازاں حسب ضرورت متعلقہ حدیث اور مذکورہ مسئلے کے بارے میں اپنی تحقیقات سپرد قلم کرتے ہیں۔ آثار السنن کی کئی ایک روایات پر انوار السنن کا عنوان ہی قائم کرتے ہیں، گویا وہ روایت اور مستنبط مسئلہ آپ کو قابل قبول ہے۔

۷۔ جزء رفع الیدین

تالیف: امیر المؤمنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ

ترجمہ، تخریج وتعلیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد، اگست 2003ء

صفحات: 130

جزء رفع الیدین کے صفحہ 113 پر ''زبیر علی زئی، الریاض، سعودی عرب، اگست 2002ء'' مرقوم ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تحقیقی کام آپ نے سعودی عرب میں 2002ء میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا، جبکہ اسی صفحہ پر محمد زبیر بقلم خود 2003-08-01 الطبعۃ الاولی بھی مرتسم ہے جو کہ الطبعۃ الاولیٰ پر آپ کی تصدیق کا اظہار ہے۔ صفحہ 8 تا 26 جامع مقدمہ تحریر فرما کر اپنا منہج مع فوائد علمیہ پیش کر دیا ہے۔

محقق العصر رحمہ اللہ نے کردہ تحقیق کے لیے مکتبہ ظاہریہ کے صحیح ترین نسخہ (نسخہ ظاہریہ) کو اصل اول قرار دیا ہے، اور جناب مجاہد علی مجاہد جھنگوی کے مخطوطے کو اصل ثانی قرار دے کر بعض عبارات کی اصلاح کی ہے۔ عربی متن کے بالمقابل اردو ترجمہ درج ہے۔ ترجمہ حدیث کے آخر پر حاشیہ نمبر ڈال کر فٹ نوٹ میں اس نمبر کے تحت حکم صحت وضعف درج ہے اور اس کے ساتھ احادیث کی مختصر مگر جامع اور ضروری تخریج کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

کتاب ھذا کی ترقیم کے مطابق اس میں 122 احادیث و آثار موجود ہیں۔ محدث العصر رحمہ اللہ نے خالص محدثانہ شان سے تخریج و تحقیق کے بعد 94 روایات کے بارے میں صحیح یا حسن کا حکم لگایا ہے، جبکہ 28 روایات پر ضعیف، غیر ثابت اور ضعیف، سخت ضعیف اور مردود و باطل جیسا حکم لگایا ہے۔

اس طرح عام قاری کے لیے بھی جزء رفع الیدین سے استفادہ اطمینان بخش ہو گیا ہے۔

۸۔ حاجی کے شب و روز

(المنهاج فی یومیات الحاج)

تالیف: ابوعبداللہ خالد بن عبدالناصر

ترجمہ، تحقیق وحواشی: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد

صفحات: 103

حاجی کے شب و روز المنہاج فی یومیات الحاج کا عربی سے اردو ترجمہ ہے جو کہ آپ نے بمقام منیٰ، مکۃ المکرّمۃ مورخہ 12 ذوالحجہ 1425ھ کو ختم کیا۔ (ص 64)

متن میں ہی تخریج کا فریضہ سرانجام دیا گیا ہے۔ مفید علمی حواشی، متن کے نیچے حاشیہ میں درج ہیں۔ کتاب ھذا کے ص 103 پر فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے دستخط اور مہر ثبت ہے۔ الطبعۃ الاولیٰ کے علاوہ تاریخ 2006-05-31 اور 4 جمادی

الاولیٰ 1427ھ بھی درج ہے۔

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے ترجمے میں یا حاشیہ میں حسب موقع اپنے اختلافی نوٹ ثبت فرمائے ہیں جو کہ نوٹ کے شروع میں ''تنبیہ از مترجم'' یا نوٹ کے آخر پر مترجم یا زبیر علی زئی کی شکل میں واضح ہے۔ یہ اختلافی نوٹ تحقیقات حدیث یا مسائل فقہ ہر دو حوالے سے پائے جاتے ہیں۔

مترجم کتاب ھذا کے ص 7 اور 8 پر فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے قلم سے پیش لفظ محررہ 16 ربیع الثانی 1426ھ ہے۔ جس میں آپ نے واضح کیا ہے کہ ترجمے کے علاوہ اس میں بہت سے فوائد اور معلومات کا اضافہ کر دیا ہے اور آخر پر جامع فہرست بھی دے دی ہے۔ (ص 8)

المنہاج فی یومیات الحاج کا ترجمہ ص 9 سے شروع ہو کر ص 75 پر مکمل ہو رہا ہے۔ ص 76 سے 83 تک فاضل مترجم رحمہ اللہ کی طرف سے ''بعض ضروری اور مفید مسائل'' کے تحت 41 مسائل حج ہدیۂ قارئین ہیں۔ ہر مسئلہ نہ صرف باحوالہ پیش کیا ہے بلکہ ہر حوالے کی صحت کے بارے میں حکم بھی موجود ہے۔

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے آخر میں ص 84 سے 91 تک امام ابوبکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی 318ھ) کی کتاب ''الاجماع'' سے حج کے 82 اجماعی مسائل کا ترجمہ و مفہوم پیش خدمت کیا ہے۔ ترجمہ کتاب، ذاتی طور پر پیش کردہ مسائل کی فہرست اور منقولہ اجماعی فہرست سے عیاں ہے کہ آپ واقعتاً جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ تھے۔ علوم الحدیث میں رسوخ کی طرح فقہی مسائل میں بھی بڑا درک رکھتے تھے۔

(ذلك فضل الله يوتيه من يشاء)

٩۔ سنت کے سائے میں (في ظلال السنة)

ازقلم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ترجمہ: حافظ ندیم ظہیر

مطبوع: ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو، ربیع الثانی 1435ھ/ فروری 2014ء جلد 11، شمارہ: 2 مسلسل شمارہ نمبر 144 ص 38-39

فاضل مترجم جناب حافظ ندیم ظہیر صاحب نے ''سنت کے سائے میں'' کا تعارف ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: ''تقریباً 1419ھ میں محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ایک عربی جریدے ''سیاحۃ الامۃ میں فی ظلال السنۃ'' کے نام سے فقہ الحدیث لکھنے کا آغاز کیا، پھر یہ سلسلہ ایک عرصے تک جاری رہا اور بہت مقبول بھی ہوا۔ ہم اسی مفید سلسلے کو اردو قالب میں ڈھال کر ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ شیخ محترم کا اسلوب یہ تھا کہ کوئی ایک حدیث باسند نقل کر کے اس کی تخریج و تحقیق کرتے، پھر فقہ الحدیث کے تحت مسائل استنباط کرتے، بعض اوقات غریب الحدیث کی بھی وضاحت فرما دیتے تھے۔ اللھم اغفر له وارحمه

(الحدیث حضرو: 114 ص 38)

آپ رحمہ اللہ کے آثار علمیہ میں سے فقہ الحدیث پر منفرد کام کی قسط وار طبع اشاعۃ الحدیث حضرو، شمارہ: 114 سے شروعات ہو چکی ہیں۔ دعا ہے کہ یہ قسط وار کام جلد از جلد کتابی صورت میں طبع ہو اور محدث العصر رحمہ اللہ کے علم و فضل کا یہ گوشہ یعنی فقہ الحدیث میں آپ کی مہارت آشکار ہو۔ (آمین ثم آمین)

تنبیہ: بعد کی اقساط کا ترجمہ حافظ ندیم ظہیر صاحب کے

شاگرد حافظ فرحان الٰہی صاحب کے قلم سے ہو رہا ہے۔

۱۰۔ شرح حدیث جبریل

تالیف: الشیخ عبدالمحسن العباد

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اپریل 2006ء

صفحات: 166

کتاب ھذا کے ص 125 پر 6 اگست 2005ء/ 30 جمادی الثانی 1426ھ، نیز حافظ زبیر علی زئی مسجد اہل حدیث گاؤں بیاڑ تحصیل کلکوٹ ضلع دیر بالا شمالی پاکستان مذکور ہے۔ (جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب ھذا کے تکمیل ترجمہ کے مقام اور تاریخ کا بیان ہے۔)

اسی صفحہ پر اس کے نیچے، لیکن الگ سے ہٹ کر فضیلۃ الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے دستخط ثبت ہیں اور شرح حدیث جبریل، الطبعۃ الاولیٰ مورخہ 9 صفر 1427ھ مرقوم ہے۔
جو کہ اس کتاب کے ترجمہ وتحقیق کو فضیلۃ الشیخ کی طرف سے ذمہ داری قبول کرنے کا اعلان ہے۔ شرح حدیث جبریل میں ص 126 تا 144 قطف الجنی الدانی شرح مقدمہ ابن ابی زید القیروانی کا ترجمہ بھی شامل اشاعت ہے۔
کتاب ھذا میں فاضل مترجم رحمہ اللہ کے قلم سے پیش لفظ موجود نہیں اور کسی جگہ سے یہ صراحت پانے میں کامیابی نہیں ہوئی کہ تخریج روایات ترجمہ شدہ ہے یا آپ رحمہ اللہ نے یہ فریضہ سرانجام دیا ہے۔ تاہم بعض مقامات پر آپ رحمہ اللہ کے حواشی موجود ہیں جو کہ مشکل اور مبہم عبارات یا اہم اور ضروری امور کی توضیحات کا عمدہ نمونہ ہیں۔

۱۱۔ شعار اصحاب الحدیث

تصنیف: امام ابو احمد الحاکم الکبیر رحمہ اللہ
(متوفی 378ھ)

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مطبوع: مقالات، جلد 2 صفحہ 51 تا 85

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے امام ابو احمد الحاکم الکبیر کی کتاب شعار اصحاب الحدیث کی امام صاحب تک سند صحیح تسلیم کرتے ہوئے اس کے ترجمے وتحقیق کا بیڑا اٹھایا۔ یہ کتاب ایمان و عقیدہ اور نماز کے مسائل کے بارے میں بقامت کہتر بقیمت بہتر تصنیف ہے، اور ترجمے کے ساتھ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی تحقیق سونے پر سہاگا ہے، کیونکہ آپ نے ہر حدیث کی تخریج کے ساتھ ساتھ اس کی صحت وضعف کے بارے میں حکم لگا کر قارئین کے لیے استفادہ بارے ایمان وایقان والی سہولت بہم پہنچا دی ہے۔ اور صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع ہر طرح کی روایت کی حیثیت جلی حکم سے نمایاں کر دی ہے۔ (اللھم تقبل منه جميع حسناته)

۱۲۔ شمائل ترمذی

تالیف: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی
(210/209-279ھ)

ترجمہ وتحقیق وفوائد: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اکتوبر 2011ء

صفحات: 467

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحریر کے مطابق مورخہ 12 جون 2011ء بروز بدھ بوقت گیارہ بج کر

5 منٹ پر شمائل ترمذی کی ترجمانی، تحقیق وتخریج اور شرح و فوائد کی تکمیل ہوئی۔ والحمدللہ

1۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے 723ہجری کے لکھے ہوئے شمائل ترمذی کے نسخے کو اصل بنایا اور 1261ھ کے لکھے ہوئے دوسرے نسخے کے علاوہ دیگر مطبوعہ نسخوں کی مدد سے بعض عبارات کی اصلاح کی ہے۔

2۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے اصل مصادر سے مذکورہ احادیث تلاش کر کے اصل کتابوں کے حوالے دے دیے ہیں۔

3۔ شمائل ترمذی کی جو احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم (صحیحین) میں موجود ہیں۔ وہ سب صحیح اور مقبول ہیں اور دیگر احادیث پر صحیح، حسن یا ضعیف ومردود ہونے کے لحاظ سے حکم لگا دیا ہے اور عند الضرورت وجۂ ضعف بھی بیان کر دی ہے۔

4۔ شمائل ترمذی کا اردو ترجمہ بلکہ لفظی ترجمہ کی بجائے مفہوم واضح کرنے والی ترجمانی کرنے کے ساتھ صحیح وحسن احادیث کی شرح وفوائد بھی لکھ دیے ہیں تاکہ عوام وطلباء زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

آخر کتاب پر ص 421 تا 464 اطراف الآیات و الاحادیث والآثار، راویانِ حدیث (صحابہ رضی اللہ عنہم) اور رجال کی فہارس کے علاوہ مسائل وموضوعات کا اشاریہ بھی پیش کر دیا ہے۔

شمائل ترمذی میں محدث العصر رحمہ اللہ نے متن حدیث کے بعد اردو ترجمہ درج کرنے کے بعد تحقیق وتخریج کی ذیلی سُرخی قائم کرتے ہوئے ہر حدیث کی تصحیح وتضعیف کے ساتھ ساتھ تخریج کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ حسبِ ضرورت احادیث کی اسانید اور متون پر خالص محدثانہ انداز میں تحقیق و تخریج کا حق ادا کرنے کی سعی بلیغ کی ہے۔ شرح وفوائد کے زیر عنوان سلسلہ نمبر کے تحت فقہ الحدیث پر مشتمل نکات علمیہ و عملیہ سامنے لائے ہیں۔

آپ کی تحقیق کے مطابق شمائل ترمذی میں 417 احادیث ہیں۔ 320 احادیث پر آپ نے صحیح متفق علیہ، صحیح، حسن، سندہ صحیح اور سندہ حسن جیسے حکم لگائے ہیں اور 97 احادیث پر سندہ ضعیف، سندہ ضعیف جداً، سندہ ضعیف والحدیث صحیح اور سندہ ضعیف والحدیث حسن کا حکم لگایا ہے۔

۱۳۔ عبادات میں بدعات اور سنت نبوی سے ان کا رد

تالیف: عمرو بن عبد المنعم بن سلیم حفظہ اللہ
ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
ناشر: مکتبہ قدوسیہ لاہور، 2005ء
صفحات: 320

دین اسلام میں بدعت گمراہی گردانی گئی ہے، لہٰذا بدعات سے آگاہی دین کے نام پر پیش آمدہ ممکنہ گمراہی سے آگاہی ہے۔ جس کا علم ہونا لازم ہے، تاکہ اہل اسلام وصاحب ایمان بدعت میں پڑنے اور گمراہ ہونے سے بچ سکیں۔ اسی غرض و غایت سے الشیخ عمرو بن عبد المنعم بن سلیم حفظہ اللہ کی ایسی اہم کتاب کے ترجمہ وتحقیق کا بیڑا فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اٹھایا تھا اور حتی المقدور اس کا حق ادا کر دکھایا۔

کتاب ھذا کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ حاشیہ میں 328 احادیث و روایات کی متعلقہ کتب سے علی الابواب تخریج کی ہے۔ روایت کا نمبر یا جلد نمبر اور صفحہ نمبر کی سہولت

بھی فراہم کر دی ہے۔ احادیث کے بارے میں صحت و ضعف کا حکم بھی لگایا ہے۔ آپ کی تحقیق کے مطابق 328 روایات میں سے 45 روایات پر ضعیف یا موضوع کا حکم ہے، جبکہ باقی روایات آپ کے نزدیک صحیح، سندہ صحیح، اسنادہ صحیح، حسن، حسن لذاتہ، سندہ حسن یا اسنادہ حسن کے درجے میں ہیں۔

کتاب ھذا کی تخریج وتحقیق کی غرض و غایت کے بارے میں آپ لکھتے ہیں:

''احادیث کی باحوالہ تخریج بھی کی ہے اوران پر صحت وضعف کے لحاظ سے حکم بھی لگا دیا ہے تا کہ عام قارئین کو آسانی رہے۔ضعیف روایات کے ضعف بھی مختصراً عرض کر دیے ہیں اور بعض مقامات پر فاضل مصنف سے اختلاف کی صورت میں حواشی بھی لکھے ہیں اور بعض مفید حواشی کا اضافہ کیا ہے۔ والحمدللہ'' (ص18)

۱۴۔ فضائل جہاد

(الأربعون فی الحث علی الجهاد لابن عساکر)

تالیف: حافظ ابوالقاسم ابن عساکر الدمشقی (499-571ھ)

ترجمہ،تحقیق وفوائد: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اپریل 2012ء

صفحات: 195

فضیلۃ الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کتاب ھذا پر درج ذیل مختلف کام سرانجام دیے ہیں:

1۔ متون واسانید کی تصحیح

2۔ احادیث وروایات کی تحقیق وتخریج

3۔ فوائد: احادیث سے مستنبط فوائد کو مناسب مقامات پر جمع کر دیا ہے

4۔ راویان حدیث کا تعارف

5۔ عربی عبارات پر اعراب لگا دیے گئے ہیں

6۔ مفصل اور جامع مقدمہ لکھا جس میں حافظ ابن عساکر، کتب جہاد اور جہاد کے بارے میں معلومات جمع کر دیں۔

7۔ آغاز کتاب کی فہرست کے ساتھ کتاب کے آخر میں آیات، احادیث و آثار، اسماء الرجال اور اہم موضوعات (اشاریہ) کی فہرستیں مرتب کر کے درج کر دی ہیں۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے کتاب ھذا میں فضائل جہاد پر چالیس احادیث جمع کی ہیں اور آغاز پر 40 احادیث حفظ کرنے کے بارے میں مشہور عام حدیث نقل کی ہے:

((مَنْ حَفِظَ عَلٰی أُمَّتِي أَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْمَا یَنْفَعُھُمْ مِنْ أَمْرِ دِیْنِھِمْ ، بُعِثَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنَ الْعُلَمَاءِ ، وَفَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ سَبْعِیْنَ دَرَجَةً ، اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا بَیْنَ کُلِّ دَرَجَتَیْنِ .)) (ص38)

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔آپ کے الفاظ میں: ''حافظ ابن عساکر کی پیش کردہ یہ روایت موضوع ہے۔ اس کا راوی عمرو بن الحصین کذاب ومتروک ہے اور اس روایت کے تمام شواہد سخت ضعیف ومردود ہیں۔اس باب میں صراحتاً صرف آثار سلف صالحین ہیں۔جن کی وجہ سے متعین تعداد میں یعنی چالیس حدیثیں جمع کرنا، لکھنا اور پڑھنا پڑھانا جائز ہے۔'' (ص40)

اس کتاب کی چالیس احادیث میں سے آپ رحمہ اللہ کے نزدیک 33 احادیث مقبول ہیں جن پر متفق علیہ، صحیح یا

حسن کا حکم لگایا ہے اور 7 روایات مردود ہیں جن پر ضعیف، ضعیف جداً یا موضوع کا حکم لگایا ہے۔ آپ کی تحقیق کے مطابق کتاب ھذا کی حدیث نمبر 61 (موضوع) صرف اسی کتاب میں ہے۔ (ص95)

۱۵۔ فضائل درود وسلام

(فضل الصلاة على النبي ﷺ)

تالیف: امام اسماعیل بن اسحاق القاضی رحمہ اللہ

(199-282ھ)

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، فروری 2010ء

صفحات: 168

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے کتاب ھذا کے شروع میں ص 9 تا 14 پر درود وسلام کی 21 صحیح احادیث و آثار پر مشتمل راہنما تحریر ھدیہ قارئین کی ہے۔ بعدازاں ص 15 تا 23 پر درود و سلام کی ضعیف روایات مع مدلل جرح قلمبند کی ہیں۔ ص 24 تا 29 پر صحیح احادیث وروایات کی مدد سے 23 مسائل درود پر محدثانہ انداز میں راہنمائی فرمائی ہے۔

ص 30 تا 32 پر انتہائی اختصار مگر صحیح روایات کی مدد سے سیرت رحمۃ للعالمین ﷺ کے چند پہلو سامنے لائے ہیں۔

ص 33 تا 36 پر کتاب کی سند کی تحقیق کی توثیق کا فریضہ سرانجام دیا ہے، اس کے بعد فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے کتاب کے ترجمے کے علاوہ متن کی اصلاح اور مفید تخریج کے ساتھ ہر حدیث اور اثر پر تحقیقی حکم لگایا ہے، تاکہ عام لوگوں کے سامنے بھی صحیح اور ضعیف روایات واضح ہو جائیں۔ تحقیق کے زیرعنوان محدثانہ انداز میں اسانید ومتون پر ضروری بحث کی ہے اور فوائد کے تحت واجبی طور پر فقہ الحدیث پر آگاہی فرمائی ہے۔

کتاب ھذا میں نمبر شمار کے مطابق 107 جبکہ حقیقت میں 108 (1/ 42 اور 2/ 42) احادیث وآثار پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے محدث العصر رحمہ اللہ کے نزدیک مقبول صرف 45 ہیں جن پر صحیح، سندہ صحیح، حسن یا سندہ حسن کا حکم لگایا ہے، جبکہ 63 روایات مردود ہیں۔ جن پر ضعیف، سندہ ضعیف، سندہ سخت ضعیف، سندہ مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف، سندہ منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف یا اس کی سند میں نظر ہے جیسے احکامات لگائے ہیں۔

۱۶۔ کتاب الاربعین

تالیف: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

ترجمہ، تحقیق وفوائد: حافظ زبیر علی زئی

نظر ثانی: حافظ عبدالحمید ازھر رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، دسمبر 2012ء

صفحات: 184

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) نے اپنے مختلف اساتذہ سے چالیس حدیثوں کا ایک مجموعہ تیار کیا۔ جس کا ترجمہ مع فوائد فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ آپ نے ترجمہ حدیث کے بعد تحقیق وتخریج کے زیرعنوان حدیث پر تصحیح وتضعیف کے بارے میں اپنا حکم درج کیا ہے۔ اربعین میں سے 33 احادیث کے صحت پر صحیح، حسن یا سندہ صحیح کا حکم ہے اور 7 روایات کے بارے میں سندہ ضعیف یا سندہ ضعیف جداً

کا حکم لگایا ہے۔ علاوہ ازیں مختلف کتب سے ہر حدیث کی حسب ضرورت تخریج کی ہے۔ بعد ازاں شرح وفوائد کے زیرعنوان نمبر وار فقہ الحدیث یا فوائد حدیث سامنے لائے ہیں۔ یہ فوائد تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، تاریخ الغرض ہر طرح کے قیمتی افادات کو جامع ہیں، اور محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ کی علوم اسلامیہ پر جامعیت اور علوم الحدیث پر کاملیت عیاں ہوتی ہے، آخر پر راوی حدیث کا تعارف مختصر مگر جامع انداز میں صحیح اسانید سے باحوالہ پیش کرتے ہیں۔

۱۷۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیل ونہار

تالیف: امام حسین بن مسعود البغوی (516ھ)

ترجمہ وتحقیق: حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: حدیبیہ پبلیکیشنز لاہور

صفحات: 560

کتاب ھذا کی تکمیل ومراجعت کے بارے میں مرقوم ہے: ''انتھی الکتاب والحمد للّٰہ: 8 ستمبر 2003ء 4:22 بعد العصر المسجد النبوی (المدینۃ المنورۃ) حافظ زبیر علی زئی مراجعت ختم 17 مارچ 2007ء''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیل ونہار میں کل 1257 احادیث موجود ہیں۔ جناب زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق ان میں سے 1023 مقبول ہیں۔ ان مقبول روایات میں سے صحیح البخاری یا صحیح مسلم کی احادیث کی تخریج پر حکم کی ضرورت محسوس نہیں کرتے ہیں۔

تاہم ہر دو میں موجود احادیث پر متفق علیہ کا حکم نقل کیا ہے۔ دیگر کتب حدیث کی روایات کے بارے میں صحیح، اسنادہ صحیح، حسن، اسنادہ حسن جیسے احکامات کے ساتھ ساتھ تخریج کا فریضہ سرانجام دیا ہے، جبکہ 234 روایات مردود ہیں۔ جن کے بارے میں آپ نے ضعیف، ضعیف جداً، ضعیف منکر، ضعیف مرسل، ضعیف لا رسالہ، اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جداً اور موضوع جیسے احکامات درج فرمائے ہیں۔

۱۸۔ نصر الباري في تحقيق جزء القرأة للبخاري

تالیف: امیر المومنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ، تخریج وتعلیق: حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، مئی 2013ء

صفحات: 350

نصر الباری کی طبعہ ثالثہ آپ کی حیات مستعار کی آخری طبع ہے جس میں جزء القراءۃ للبخاری کے سارے متن کا مقارنہ ایک قدیم مخطوطے کے ساتھ بھی کر دیا گیا ہے، اور اس نسخے کو آپ نے سابقہ مطبوع نسخوں سے بہت بہتر قرار دیا ہے۔ یہ آپ کی 6 مارچ 2013ء کی تحریر ہے۔

(ص344)

نماز کے مشہور اختلافی مسئلے قراءۃ خلف الامام کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف محدثین کے ہاں بہت مقبول ٹھہری ہے اور محدثین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس پر کام کیا ہے۔ محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ نے مخطوط اور مطبوع نسخوں کے علاوہ دیگر مصادر کی مراجعت سے ناسخ وکاتب حضرات کی سند ومتن میں پیدا کردہ اخطاء واغلاط کی تصحیح کر دی ہے۔

عربی متن کے بالمقابل اردو ترجمہ پیش کیا ہے۔ عربی

متن اور ترجمے کے بعد تخریج کے زیرعنوان پہلے روایت پر حکم اور بعدازاں تخریج کا حق ادا کیا ہے۔حسب ضرورت خالصتاً محدثانہ انداز میں رواۃ کے زیرعنوان فقہ الحدیث کی بنیاد پر ضروری نکات نمبر وار سامنے لائے ہیں۔ اس طرح عام قاری صحت روایت کے ساتھ اس کے فوائد سے بھی بآسانی آگاہ ہوجاتا ہے۔

محدث العصر رحمہ اللہ کی تحقیق انیق کے مطابق جزء القراءۃ للبخاری میں موجود 300 احادیث و روایات میں سے 259 کے بارے میں صحیح، حسن کا حکم یا سکوت ہے، جبکہ 41 احادیث وروایات کے بارے میں ضعیف، ضعیف جداً یا اسنادہ ضعیف کا حکم درج ہے۔

ب: غیر مطبوع

1. ترجمہ وتحقیق کتاب التقبیل والمعانقہ لابن الاعرابی*
2. ترجمہ وتحقیق مسند الحمیدی (نسخہ ظاہریہ)

۳) تصنیفات وتالیفات:

(الف) مطبوع

۱۔ البوارق المرسلة على ظلمات التبصرة

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: جماعت اہل الحدیث علاقہ چھچھ ضلع اٹک، 25 شعبان 1415ھ

صفحات: 25

البوارق المرسلہ ...... درحقیقت جواب الجواب کا جواب ہے۔ قاری چن محمد کی طرف سے ''غیر مقلدین سے چند معروضات'' نامی تحریر سامنے آنے پر فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے ''معروضات کے جوابات'' کے زیرعنوان جواب تحریر فرمایا۔ جس کے جواب میں قاری چن محمد نے ''معروضات کے بے تکے جوابات پر تبصرہ'' نامی تحریر پیش کی۔ جس کے جواب میں آخر کار فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے ''البوارق المرسلہ علی ظلمات التبصرۃ'' نامی جواب سپردِ قلم کیا اور جناب قاری چن محمد کی ترک تقلید و دیگر مسائل کے بارے میں معروضات کا ٹھوس علمی وتحقیقی دندان شکن جواب پیش کر دیا جس کا مذکورہ بالا ایک ہی محدود ایڈیشن ہدیہ قارئین ہوا۔ بعدازاں تاحال یہ رسالہ کسی دوسرے نام سے شائع کیا گیا اور نہ یہ تحریر ماہنامہ الحدیث یا مقالات وغیرہ ہی میں شامل اشاعت کی گئی ہے۔

۲۔ الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين

تصنیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

الناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد 1434ھ

صفحات: 246

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی اس تصنیف لطیف اور تحقیق انیق کے صفحہ 211 پر ''کتبہ ابومعاذ زبیر بن مجدد علیزئی۔ 6 جمادی الاول 1434ھ'' محررہ ہے۔ مسئلہ تدلیس حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا معاصرین ومتاخرین سے اہم ترین اختلافی اصولی مسئلہ تھا۔ جس کے بارے میں ''اپنے بھی خفا بیگانے بھی ناخوش'' والا معاملہ تھا۔ اور مسئلہ تدلیس پر کتاب ھذا کا ایڈیشن آپ کے آخری مؤقف کا

* اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ کتاب شائع ہو کر دادِ تحسین وصول کر چکی ہے۔ وللہ الحمد

علمبردار ہے۔

یہ تصنیف اساسی طور پر حافظ ابن حجر (852ھ) کی کتاب "تعریف أهل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس" المشهور باسم "طبقات المدلسین" کےفوائدکااہم ترین مجموعہ ہے جوکہ متن کے نیچے صفحہ وار، حاشیہ نمبر کے ساتھ مندرج ہیں۔ان فوائد میں حافظ زبیرعلی زئی، حافظ ابن حجر سے راوی کے مدلس ہونے یا تدلیس سے بری ہونے کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔اسی طرح مدلس راوی کے طبقہ کے بارے میں بھی اختلاف کرتے ہیں، مثلاً "بريء من التدليس" کے لیے ملاحظہ ہوص23 اسحاق بن راشد،ص21 الحسین بن واقد...... الی آخرہ۔اسی طرح حافظ زبیرعلی زئی نے حافظ ابن حجر کے نزدیک

المرتبۃ الاولیٰ کے 33 مدلسین میں سے 22

المرتبۃ الثانیۃ کے 33 مدلسین میں سے 13 اور

المرتبۃ الثالثۃ کے 50 مدلسین میں سے 5 رواۃ کو

تدلیس سے بری قرار دیا ہے،لیکن المرتبۃ الرابعۃ کے 14 اور المرتبۃ الخامسۃ کے 24 رواۃ میں سے کسی ایک کو بھی تدلیس سے بری قرار دے کر حافظ ابن حجر سے اختلاف نہیں کیا، حافظ ابن حجر کے مطابق طبقات المدلسین میں 154 رواۃ مدلسین میں سے ہیں، جبکہ حافظ زبیر علی زئی نے ان میں سے 39 رواۃ کو تدلیس سے بری قرار دیا ہے۔ اور یہ تحقیق آپ کے علم اسماء الرجال اور علل الحدیث میں دقت نظر اور مضبوط گرفت کا بین ثبوت ہے۔

الفتح المبین میں حافظ زبیرعلی زئی نے حافظ ابن حجر سے رواۃ کے قائم کردہ طبقات کے بارے میں بھی اختلاف کیا ہے۔حافظ زبیرعلی زئی نے المرتبۃ الاولیٰ کے 33 رواۃ میں سے 5 المرتبۃ الثانیۃ کے 33 میں سے 19، المرتبۃ الثالثۃ کے 50 میں سے 7، المرتبۃ الرابعۃ کے 14 میں سے 6 اور المرتبۃ الخامسۃ کے 24 میں سے 2 رواۃ کو حافظ ابن حجر کے ذکر کردہ مراتب سے مختلف مراتب بیان فرمائے ہیں اور نئے مراتب رواۃ میں حافظ ابن حجر کے مقابلے میں ترقی وتنزل ہر دو پائے جاتے ہیں۔

الفتح المبین کے صفحہ 172 تک طبقات المدلسین لابن حجر پر حواشی زبیر علی زئی موجود ہیں۔صفحہ 173 سے تا آخر صفحات پر مسئلہ تدلیس کے بارے میں بعض کتب منقول ہیں۔تفصیلات کے طالب کتاب ھذا کی طرف رجوع کرنے میں بہت مفید معلومات سے اپنے دامن مالا مال کریں گے۔(ان شاءاللہ العزیز)

الفتح المبین کے صفحہ 219 تا 223 حکم التدلیس فی اصول الحدیث اور صفحہ 224 تا 226 الزوائد کے زیر عنوان محدث العصر رحمہ اللہ کا مسئلہ تدلیس پر مدلل مؤقف پایا جاتا ہے۔

الفتح المبین کی الطبعۃ: شوال 1426ھ میں صفحہ 2 پر مراجعۃ: الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ مرقوم ہے۔فضیلۃ الشیخ اثری صاحب سے فون (بتاریخ 06-02-2014 بوقت 12:30 دوپہر) پر رابطہ کرنے پر فرمایا کہ میں نے اپنے بعض ملاحظات جناب زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے گوش گزار کیے تھے اور انہوں نے قبول کرتے ہوئے ان کے مطابق مسودہ میں اصلاح فرمائی تھی۔

۳۔ القول الصحیح فیما تواتر في نزول المسیح

المعروف: نزول مسیح علیہ السلام حق ہے

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

مطبوع: ماہنامہ الحدیث حضرو جلد 1 اگست 2004ء/ جمادی الثانی 1425ھ شمارہ 3 (ص 37 تا 46)، شمارہ 4 (ص 35 تا 44) شمارہ 6 (ص 23 تا 36)

ماہنامہ الحدیث حضرو میں تین قسطوں میں شائع شدہ یہ تصنیف و تالیف بقامت کہتر بقیمت بہتر کی بہترین مثال ہے۔ تیسری اور آخری قسط کے آخر پر 22 جمادی الثانی 1412ھ بمطابق 2 جنوری 1992ء تحریر شدہ ہے۔ یہ تینوں قسطیں ''نزول مسیح علیہ السلام حق ہے المعروف القول الصحیح فیما تواتر في نزول المسیح ''کے زیر عنوان شائع شدہ ہیں، جبکہ آپ کی پیش کردہ فہرست کتب میں یہ نام برعکس ترتیب سے مجرد ہی مرقوم ہے یعنی'' القول الصحیح فیما تواتر في نزول المسیح '' اور پہلی قسط کے پہلے پیراگراف میں ''نزول عیسیٰ علیہ السلام حق ہے'' بھی لکھا ہوا ہے۔

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی یہ کاوش بظاہر ابوالخیر اسدی کی کتاب ''اسلام میں نزول مسیح کا تصور'' کا محدثانہ رد دکھائی دیتا ہے یہ رد آیات قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور فہم سلف صالحین کا عکاس ہے۔ اور قبل از قیامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بطور امتی نزول کا علم بردار ہے۔ آپ رحمہ اللہ کے الفاظ درج ذیل ہیں: ''جس میں قرآن، صحیح احادیث، اجماع اور آثار سلف صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں عیسیٰ بن مریم الناصری علیہما السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا ثبوت پیش کیا گیا ہے اور منکرین کے اعتراضات کے دندان شکن جوابات دیے گئے ہیں۔''

(الحدیث شمارہ:3 ص 37)

مزید برآں آپ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ''اس کتاب کی تصنیف کے بعد جناب انور شاہ کشمیری کی کتاب "التصریح بما تواتر في نزول المسیح " کا علم ہوا۔ کتاب حاصل کر کے پڑھی، بہترین کوشش ہے، تاہم کنز العمال وغیرہ سے بلا تحقیق حدیثیں نقل کی گئی ہیں، لہٰذا اس میں صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع روایات بھی موجود ہیں۔'' (الحدیث شمارہ:3 ص 37)

۴۔ القول المتین فی الجهر بالتأمین

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: نعمان پبلیکیشنز، 2013ء

صفحات: 112

القول المتین کے بارے میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ''راقم الحروف نے آمین بالجہر کے بارے میں بہت عرصہ پہلے ایک رسالہ لکھا تھا جو الآثار راولپنڈی میں شائع ہوا تھا۔ اب یہی رسالہ اپنی اصل کاپی سے اضافہ اور اصلاح کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔'' (ص 19)

رسالہ ھذا میں مؤلف گرامی نے آمین بالجہر کے دلائل اور مانعین کے شبہات کا ازالہ فرمایا ہے۔ نیچے دلائل کے طور پر پیش کردہ 6 روایات کو طویل و مدلل محدثانہ جرح و تعدیل کی کسوٹی سے گزارا ہے اور مانعین جہری آمین کے حوالے سے ''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب کے باب ''اخفاءُ التامین'' کی فوٹوسٹیٹ مصغر (Reduce) کر کے ''دیوبندی'' کا لفظ لکھ کر جواب دیا گیا ہے۔

ص 19 پر آپ کا اعلان ہے'' کہ میری صرف وہی کتاب معتبر ہے جس کے ہر ایڈیشن کے آخر میں میرے دستخط و تاریخ موجود ہوں، اس شرط کے بغیر کسی شائع شدہ کتاب کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ و ما علینا الا البلاغ

(22 دسمبر 2003ء، بعد از مراجعتِ ثانیہ 14 ستمبر 2006ء)

اور ص 67 پر آپ کی تصنیف لطیف کے مسئلہ مختلفہ کے حق میں دلائل پیش کرنے کا اختتام ہے اور یہاں تین تاریخیں محررہ ہیں: ''1989-11-23 بروز جمعرات، مراجعۃ الطبعۃ الثانیۃ 15 ستمبر 2006ء، الطبعۃ الثالثۃ 19 مارچ 2013ء''

کتاب ھذا کے 69 سے 96 تک ''حدیث اور اہلحدیث'' کتاب کے رسالے ''اخفاء التامین'' کا مکمل جواب اپنے مخصوص انداز میں سپردِ قلم کیا ہے۔ ص 97 تا 99 اطراف الاحادیث والآثار اور ص 100 تا 109 فہرست راویان حدیث و آثار ہدیہ قارئین ہیں۔ ص 110 تا 112 حافظ زبیر علی زئی کی اردو و عربی 78 مطبوع و غیر مطبوع اور مخطوط و مفقود تصانیف کی ایک طویل فہرست قارئین کی معلومات کا عمدہ سامان ہے۔

۵۔ الکواکب الدریة في وجوب الفاتحة خلف الإمام فی الصلوٰة الجهرية (المعروف) مسئلہ فاتحہ خلف الامام

تالیف: محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: نعمان پبلیکیشنز 2013ء

صفحات: 152

کتاب ھذا کی طبع اول 80 صفحات پر مشتمل ہے اور ناشر جماعت اہلحدیث حضرو (اٹک) ہے سن اشاعت جنوری 1997 ہے (ص 2) جبکہ ص 78 پر آپ کا اسم گرامی ابو طاہر زبیر بن مجدد علی زئی المحمدی۔ حضرو ضلع اٹک مرقوم ہے۔

کتاب ھذا مذکورہ بالا تعارفی طبع 2013ء میں طبع اول ص 7 تا 103 پر موجود ہے جس میں ص 15 تا 31 مقدمۃ التحقیق شامل ہے۔ ص 105 تا 152، قوی الکلام فی وجوب الفاتحہ خلف الامام کے زیر عنوان ''حدیث اور اہلحدیث'' نامی کتاب کے باب ترک القرأۃ خلف الامام کا مکمل جواب حوالہ قرطاس ہے۔ محدث العصر رحمہ اللہ کی ہر تحریر محدثانہ اسلوب کی علمبردار ہوتی ہے جو کہ عصر حاضر میں قرون اولیٰ کے محدثین کی تحریروں کی یاد تازہ کرتی ہے۔

ص 152 پر حافظ زبیر علی زئی (11 جون 2004ء) مرقوم ہے۔ اس کے نیچے الکواکب الدریۃ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الصلوٰۃ الجہریۃ (طبعۃ جدیدۃ مع مراجعۃ و زیادات) حافظ زبیر علی زئی مع دستخط اور مہر ثبت ہے جس کے نیچے 7 جمادی الثانیہ 1428ء محررہ ہے، جو کہ کتاب ھذا و طبع ھذا کی آپ کی طرف سے قبولیت کی شرائط پر پورا اترنے کی قطعی دلیل ہے۔ جس سے کتاب میں موجود روایات کی تحقیق یعنی صحت و ضعف بھی آپ کو قبول ہے اور اس اختلافی مسئلہ میں آپ کی رائے کا واضح اعلان ہے کہ جہری اور سری نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنا، امام، مقتدی اور اکیلے سب پر ضروری ہے۔

٦۔ امین اوکاڑوی کا تعاقب

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: نعمان پبلیکیشنز، مئی 2005ء

صفحات: 88

مقدمۃ الکتاب ص 5 پر فاضل مؤلف رحمہ اللہ واضح کرتے ہیں کہ یہ کتاب ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' ایک کھلا خط ہے جسے امین اوکاڑوی صاحب کی زندگی میں ان کی خدمت میں بھیجا تھا مگر وہ اس کتاب کی اصل شرط کے مطابق جواب نہ دے سکے۔ اب افادۂ عام کے لیے اسے تصحیح و تنقیح

کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس کھلے خط کا پس منظر فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے شاگرد خاص حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ یوں بیان کرتے ہیں: ''زیر نظر کتاب کا پس منظر کچھ اس طرح ہے کہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے تراویح آٹھ رکعات سنت ہیں کے موضوع پر ''نور المصابیح'' ایک رسالہ لکھا جو کہ عوام وخواص میں بہت مقبول ہوا۔ اسی رسالہ پر عادت سے مجبور ہو کر اوکاڑوی صاحب نے ہرزہ سرائی کی تو جواب میں استاد محترم نے اس کے اوہام وفریب کی قلعی اتار کر عوام الناس پر حقیقت حال کو ''اوکاڑوی کا تعاقب'' کی صورت میں آشکار کیا۔'' (ص4)

کتاب ھذا کا عمومی انداز اگرچہ رکعات تراویح کے بارے میں اختلافی رسائل کا رد اور جواب الجواب کا حامل ہے، لیکن محدث العصر رحمہ اللہ کا خاص جرح وتعدیل کا رنگ ہر جگہ نمایاں ہے کیوں کہ آپ رحمہ اللہ کے نزدیک تاریخی روایات بھی معیار صحت سے گری ہوئی قابل قبول نہیں تھیں۔ کتاب ھذا کے ص 73 تا 83 فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کا وجہ جواب ٹھہرنے والا رسالہ ''نور المصابیح فی مسئلۃ التراویح'' شامل کتاب ہے جس میں آپ رحمہ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ جمہور علماء بشمول علمائے احناف سے نماز تراویح کا گیارہ رکعات سنت ہونا ثابت کیا ہے۔

۷۔ انوار الصحیفة فی الأحادیث الضعیفة من السنن الأربعة

تصنیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

الناشر: المکتبة الإسلامیة لاھور / فیصل آباد 1423ھ

صفحات: 726

مقدمہ انوار الصحیفۃ محررہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مورخہ 5 محرم 1425ھ ہے۔ مقدمہ میں ص 5 تا 9 آپ رحمہ اللہ نے اصول حدیث کی روشنی میں اپنا منہج علمی وتحقیقی بالتفصیل بیان کیا ہے۔ جس میں آپ نے واضح کیا ہے کہ اس عظیم تصنیف میں سنن اربعہ یعنی سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کی ضعیف روایات الگ الگ یکجا کر دی ہیں۔ ہر کتاب کی اپنی ترتیب سے علی الابواب موجود روایات میں سے ضعیف روایات کے اطراف ذکر کیے ہیں۔ لیکن اس 'طرف حدیث' سے قبل ماخذ ٹھہرنے والی سنن سے حدیث نمبر بھی درج کرتے ہیں۔ [اور مشہور محدث علامہ البانی رحمہ اللہ کے ساتھ حکم حدیث میں اختلاف ہونے کی صورت میں حدیث نمبر سے پہلے ''O'' یا ''Ō'' رموز کا استعمال کرتے ہیں جس سے اہل علم وتحقیق کے لئے مزید تحقیق کی راہیں کھلیں گی اور دونوں عظیم محدثین کے مابین تحقیق حدیث میں وجۂ اختلاف جاننے میں مدد ملے گی] اس کے سامنے سطر کے آخر پر راوی صحابی کا اسم گرامی قلمبند کرتے ہیں، دوسری سطر میں سند پر لگایا گیا حکم درج کرتے ہیں۔ اور اس کے بالمقابل سطر کے آخر پر متعلقہ باب نقل کرتے ہیں۔ تیسری سطر سے ضعیف راوی کا نام اور حسب ضرورت وجہ ضعف بیان کرتے ہیں اور اپنے ماخذ کا حوالہ بھی درج کرتے ہیں۔ اگر مذکورہ روایت سنن اربعہ میں سے کسی اور میں بھی موجود ہو تو اس کا حوالہ بھی د، ت، ن اور جہ علی الترتیب سنن ابی داود، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کے لیے استعمال کر کے حدیث نمبر کے ساتھ اس کتاب میں حدیث تک رسائی آسان کر دیتے ہیں۔

تنبیہ کے تحت فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ واضح کرتے ہیں کہ

سنن اربعہ کی جو احادیث، مَیں کتاب ھذا یعنی انوار الصحیفہ ...... میں درج نہیں کرتا وہ تمام احادیث میرے نزدیک صحیح اور حسن ہیں اور قابل حجت ہیں۔

انوار الصحیفہ میں ص 11 تا 185 سنن ابی داود کی حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضعیف روایات بنام ''ضعیف سنن ابی داود'' جمع کی گئی ہیں۔ روایات کی تعداد 1275 ہے۔ ان روایات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف، ضعیف جدًا، اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جدًا، ضعیف لشذوذہ، اسنادہ ضعیف/ شاذ، اسنادہ ضعیف لا رسالہ، اسنادہ ضعیف لانقطاعہ اور اسنادہ ضعیف وھو حدیث منکر جیسے احکامات ضعف لگائے ہیں۔

ص 187 تا 317 سنن ترمذی کی ضعیف روایات بنام '' ضعیف سنن الترمذی'' جمع کی گئی ہیں۔ روایات کی تعداد 979 ہے۔ ان روایات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف، ضعیف جداً، اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جدًا، شاذ، اسنادہ ضعیف موقوف، ضعیف ھذا اللفظ، اسنادہ ضعیف جدًا ۔ موضوع ، اسنادہ موضوع، موضوع اور لا اصل لہ جیسے احکاماتِ ضعف لگائے ہیں۔ ص 319 تا 371 سنن نسائی کی ضعیف روایات بنام ''ضعیف سنن النسائی'' جمع کی گئی ہیں۔ روایات کی تعداد 391 ہے۔ ان روایات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف، اسنادہ ضعیف، شاذ، ضعیف لشذوذہ، اسنادہ ضعیف لا رسالہ اور اسنادہ ضعیف لا نقطاعہ جیسے احکامات ضعف لگائے ہیں۔

ص 373 تا 533 سنن ابن ماجہ کی ضعیف روایات بنام ''ضعیف سنن ابن ماجہ'' جمع کی گئی ہیں۔ روایات کی تعداد 1276 ہے۔ ان روایات پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف، ضعیف جداً ، اسنادہ ضعیف، اسنادہ ضعیف جدًا ، اسنادہ ضعیف لانقطاعہ، موضوع، اسنادہ موضوع اور اسنادہ ضعیف جدًا موضوع جیسے احکامات ضعف لگائے ہیں۔

ص 537 تا 669 سنن اربعہ کے مجموعی اطراف الحدیث کی الفابائی ترتیب پر فہرست کی تیاری کا فریضہ بھی سر انجام دیا ہے۔ اس فہرست کے ساتھ متعلقہ صفحہ انوار الصحیفہ موجود ہے، جس کی بدولت بآسانی متعلقہ حدیث تک رسائی ممکن ہے۔ انوار الصحیفہ کے آخر پر ص 671 تا 726 فہرس اسماء الرجال بھی حروف ہجا کی ترتیب سے سنن اربعہ کے رموز اور متعلقہ صفحہ نمبر کے ساتھ مکمل کی گئی ہے۔ انوار الصحیفہ ...... کا دوسرا ایڈیشن مع الأدلۃ کے اضافے کے ساتھ 1434ھ میں ہی شائع ہو گیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حیات مستعار میں انوار الصحیفہ کی طبع سوم پر بھی کام مکمل کر لیا تھا۔ جو کہ انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ (اسم الکتاب: انوار الصحیفۃ فی الأحادیث الضعیفۃ من السنن الأربعۃ مع الأدلۃ الطبعۃ الثالثۃ: رجب 1434ھ [2013ء]) لیکن طبع سے تا حال آراستہ نہیں ہو پائی۔ فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تحقیق اسانید و رجال کا برملا اظہار کرنے کے باوجود اصلاح احکام صحت و ضعف کے متلاشی و متمنی رہا کرتے تھے اور حق واضح ہونے پر اپنے حکم سے رجوع کرنے میں کوئی خفت و ملامت محسوس نہیں فرمایا کرتے تھے۔ الطبعۃ الثالثۃ کے مذکورہ بالا انٹرنیٹ ایڈیشن میں 'المعرفۃ] ص 4 پر' محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ' کی تحقیقی دیانتداری کی جھلک ہدیہ قارئین ہے:

محدث العصر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں بعض احادیث (ا) پہلے ضعیف بعد ازاں تحقیق مزید اور مراجعت کے نتیجے میں صحیح یا

حسن اور (ب) پہلے صحیح یا حسن اور بعد ازاں ضعیف ٹھہریں۔

آپ رحمہ اللہ نے جدید تحقیق پر راہنمائی کی غرض سے انٹرنیٹ (الطبعۃ الثالثۃ ص4) پر یہ چارٹ پیش کیا تھا۔ اس میں بریکٹ[ ] سے پہلے والی احادیث نمبر سابق ایڈیشنوں میں اور [ ] کے اندر الطبعۃ الثالثۃ کے حوالے سے ہدیہ قارئین کیے گئے ہیں:

أرقام الأحاديث التي صارت صحيحة و حسنة بعد مراجعتها. والحمد لله

د ٢٥٤٠، ٢٩٠٣، ٣٣٧١، ٣٦٢٧، ٣٩٢٤، ٤٦٩١، ٥٠٩٥، ٥١٥٦، ٥٢٠٣، ٥٢١٣ [الطبعة الثالثة : ١٤٢٤، ٣١٦٦، ٤٥٣٧]

ت ١٠٥٥، ١٠٧٤، ١٢٢٨، ١٦١٦، ٣٢٧٩، ٣٦٧٩ [٤٦٣، ٢٨٦٩، ٣٧١٧ب، ٣٩٣٧]

ن ٧٢٩، ٩٨٦، ٥٥٦٨ [٤٧٨١]

جه ٧٦٢، ٢٢١٧، ٢٦٩٨، ٣٧٠٠ [١٦٢، ١١٧٣]

أرقام الأحاديث الضعيفة التى أضيفت فى أنوار الصحيفة بعد المراجعة.

د ٢٧٩٦، ٢٨١٠، ٤٧٨٠، [الطبعة الثالثة : ٥٦٧، ١١٠٥،]

ت ٢٤٥، ١٠٥٥، ١٤٩٦، ١٦٩٠، ٢٥٣٢، ٢٨١٠، ٣٤٥٢، ٣٦٤٤ [٧٥١، ٨٧١، ٢٠٥٥، ٣٠٩٢، ٣٥١٤]

ن ١٧٠، ٢٩٠، ٣١٠٨، ٥٣٢٤، ٥٣٧٤ [١٩٢٤، ٢٧٠٣، ٢٧٠٤]

جه ١٠٩٨، ٣١٢٨، ٣٥٦٧ [٩٢٥، ٢٩٢٨، ٣٤٨٩]

انوار الصحیفہ درحقیقت فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے متون حدیث اور علل و اسماء الرجال میں مہارت و ممارست میں بلند پایہ ہونے کو اہل علم کے سامنے لانے والا شاہکار ہے۔

۸۔ انوار الطریق فی رد ظلمت فیصل الحلیق

تصنیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبۃ الحدیث حضرو، ضلع اٹک، رمضان 1431ھ/ بمطابق ستمبر 2010ء (طبع اول)

صفحات: 227

مسئلہ رفع الیدین کے بارے میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد 67، 69) میں شائع شدہ مضامین کا جواب فیصل خان نامی شخص نے دینے کی کوشش کی۔ جس کا جواب فقرات کی صورت میں کتاب ھذا کی شکل میں دیا گیا۔ فیصل خاں موصوف داڑھی منڈے تھے، اس لیے جواب کتاب کے نام میں فیصل الحلیق شامل ہے۔ یہ ابھی تک باقاعدہ مطبوع نہیں ہوئی، تاہم www.ircpk.com سے استفادہ کی سبیل بن جاتی ہے۔ مسئلہ تدلیس کتاب ھذا کا مرکز و محور دکھائی دیتا ہے، کیونکہ فہرست کے 14 میں سے 10 عنوانات کا تعلق براہ راست مسئلہ تدلیس سے ہے اور مسئلہ تدلیس کے بارے میں محدث العصر رحمہ اللہ اپنا موقف ببانگ دہل بیان کرتے تھے، اور اس بارے کوئی لچک یا رواداری کے روادار نہ تھے۔ آپ کے نزدیک مدلس راوی کا عنعنہ کسی طور قابل قبول نہ تھا، چاہے وہ مدلس راوی کس طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اسی اصول پر کتاب ھذا میں احادیث کی صحت وضعف کا فیصلہ بالتفصیل دلائل سے ہدیہ قارئین کیا گیا ہے۔

۹۔ اہل حدیث ایک صفاتی نام

تصنیف: حافظ زبیر علی زئی
ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، جنوری 2013ء
صفحات: 156

محدث العصر رحمہ اللہ نے محدثانہ شان کے مطابق مدلل و اپنے تحقیقی ذوق اور تصنیفی انداز پر ''اہل حدیث'' ایک صفاتی نام ہونا ثابت کیا ہے جو کہ قرآن و حدیث کا عین ہے اور متبع قرآن و حدیث کی عین نمائندگی کرتا ہے اور دیگر تمام شخصی، علاقائی و جزوی قسم کی نمائندہ نسبتوں سے بہتر اور قدیم ثابت کیا ہے۔

دلائل کا مستند ہونا مبرہن ہے اور آپ کے ذوق تحقیق کا آئینہ دار ہے۔

۱۰۔ بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم

تالیف: حافظ زبیر علی زئی
ناشر: مکتبۃ الہدیٰ لاہور، مارچ 2012ء (اشاعت دوم)
صفحات: 96

کتاب ھذا کے صفحہ 90 پر فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے دستخط اور مہر ثبت ہے اور تاریخ 14 فروری 2012ء درج ہے۔ قلم سے کتاب کا لکھا ہوا نام: بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم، مکتبہ الحدیث حضرو اور طبعہ ثانیہ بھی موجود ہے۔ اسی صفحہ پر کتاب ھذا جو کہ دراصل ایک سوال کا جواب گردانی جاسکتی ہے اس جواب کا خلاصۃ التحقیق بایں الفاظ بیان کرتے ہیں:

''غالی بدعتیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی بلکہ عام بدعتیوں کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھنی چاہیے، نیز اہل حدیث کو چاہیے کہ وہ صرف صحیح العقیدہ اماموں کے پیچھے نماز پڑھیں اور نمازوں کو فاسد و غیر مقبول ہونے سے بچائیں۔''
(9 جولائی 2010ء)

۱۱۔ تعدادِ رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، دسمبر 2011ء
صفحات: 111

قیام رمضان کے مقدمہ ص 14 میں فاضل مؤلف رحمہ اللہ نے اس کا تعارف بایں الفاظ کروایا:

''راقم الحروف نے اپنے مختلف مضامین میں جنھیں اس کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ کتاب و سنت اور اجماع کو پیش نظر رکھتے ہوئے انتہائی انصاف اور غیر جانبداری کے ساتھ اصول محدثین سے ثابت کردہ، رمضان اور غیر رمضان میں، سال کے بارہ مہینوں میں عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد صبح کی اذان تک گیارہ رکعات قیام سنت ہے، وتر کے بعد احیاناً دو رکعات اس عموم سے مستثنیٰ ہیں، ہماری تحقیق میں حالت حضر میں یہ دو رکعات سیدنا امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کا خاصا ہیں، تاہم اگر کوئی انھیں عام سمجھے اور عمل پیرا ہو تو مجتہد ماجور ہے۔ واللہ اعلم

''تراویح'' کے موضوع پر اس کتاب کو آپ ان شاء اللہ ان تمام کتابوں کے رد کے لیے کافی پائیں گے جنھیں تقلید پرستوں نے اپنے اپنے نظریات کی تائید کے لیے لکھ اور پھیلا رکھا ہے۔ و ما علینا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی (1993ء طبع جدید 2006ء)''

''قیام رمضان'' کے ص 15 تا 27 پر آپ کی تالیف

''نورالمصابیح فی مسئلۃ التراویح'' بلاکم وکاست موجود ہے۔ کتاب ھذا کے صفحہ 111 پر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے دستخط ومہر ثبت ہے۔ اور ساتھ الطبعۃ الاولیٰ (طبعہ جدیدہ مع مراجعت) درج ہے۔ تاریخ دستخط 15 شعبان 1427ھ مرقوم ہے۔

۱۲۔ توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبۃ الحدیث، دسمبر 2008ء

صفحات: 96

تقدیم توفیق الباری (ص 6-8) محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 11 اکتوبر 2008ء ہے۔ کتاب ھذا کی تالیف کے بارے میں آپ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ''مخالفین صحیح بخاری وامام بخاری اور حاسدین کے اسی سلسلے میں دیوبندیوں کی تنظیم اشاعۃ التوحید والسنۃ کے احمد سعید ملتانی چتروڑ گڑھی مماتی نے صحیح بخاری اور امام بخاری کے خلاف ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کا یہ مدلل، جامع و دندان شکن جواب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔'' (ص 8)

مزید وضاحت یوں کرتے ہیں: ''حال ہی میں ایک جاہل منکرِ حدیث نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' نامی کتاب لکھ کر صحیح بخاری کی چوّن (54) احادیث پر مجرمانہ حملہ کیا ہے۔ راقم الحروف کی یہ کتاب ''توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری'' اس منکرِ حدیث کے اعتراضات اور حملوں کا جامع ومسکت جواب ہے۔ والحمد للہ رب العالمین'' (ص15)

''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' علامہ احمد سعید خان ملتانی، ناشر: مولانا محمد منظور معاویہ جامع مسجد علی، کاشف پارک گوجرانوالہ جس میں ص 1 تا 12 مقدمہ ہے جو کہ 10 نمبرات پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد تا آخر قرآن مقدس کے زیر عنوان قرآن سے کشید کردہ اپنی فکر اور اس کو بطور برعکس امام بخاری کا بخاری شریف میں پیش کردہ مواد اور رویہ 'محدث بخاری' کے زیر عنوان پیش کیا گیا ہے، قرآن مقدس کے 54 نمبرات ہیں۔

توفیق الباری ...... میں ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کا حوالہ ''......محدث'' اور اس کے مصنف کا تذکرہ ''معترض'' یا ''منکر حدیث'' وغیرہ کے الفاظ سے کیا گیا ہے، اور دورانِ عبارت ہی یہ نقل کر کے جواب دیتے چلے جاتے ہیں، انکارِ حدیث کے ہلاکت آفرین راہ کے راہی اگر خیر الھدیٰ کے سچے طالب ہوں تو توفیق باری سے ''توفیق الباری'' وافر مستند و مدلل سامان ہدایت فراہم کرتی ہے۔ دفاع حدیث میں خادم حدیث فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی یہ کاوش محدثانہ شان کی حامل ہے۔

توفیق الباری ......اور صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ ہر دو کو ''صحیح بخاری کا دفاع'' کے نام سے یکجا بھی شائع کیا گیا ہے۔

۱۳۔ دین میں تقلید کا مسئلہ

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد، فروری 2012ء (اشاعت دوم)

صفحات: 236

اگرچہ کتاب ھذا کا براہ راست خدمات حدیث سے تعلق دکھائی نہیں دیتا، لیکن آپ کی محدثانہ شان کتاب کی سطر سطر سے عیاں ہے۔ طبع دوم کتاب ھذا کا پیش لفظ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کا محررہ 12 اگست 2007ء بمطابق 27 رجب 1427ھ ہے۔

۱۴۔ سیرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے درخشاں پہلو

تالیف: محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

جمع وترتیب: حافظ ندیم ظہیر

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، 2014ھ

صفحات: 110

بقول حافظ ندیم ظہیر: ''زیر نظر کتاب 'سیرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے درخشاں پہلو' استاذ محترم رحمہ اللہ کی اُن تحریروں کا مجموعہ ہے جو آپ نے وقتاً فوقتاً مجلۃ الحدیث میں شائع کی تھیں۔'' (ص 6)

رواۃ کو جرح وتعدیل کی باریک چھلنی سے گذارنا اور روایات کو تحقیق وتنقید کے کڑے معیار پر پرکھنا آپ رحمہ اللہ کا امتیازی وصف تھا جو کہ اس مجموعہ سیرت میں بھی نہ صرف نمایاں ہے، بلکہ کوئی ایک روایت بھی اس معیار سے ہٹ کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گی۔

۱۵۔ سیف الجبار فی جواب ظہور ونثار

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبۃ الحدیث حضرو، ضلع اٹک

صفحات: 125

سیف الجبار درحقیقت فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی کتاب بدعتی کے پیچھے نماز اور عقائد علمائے دیوبند کے سلسلے میں حافظ زبیر علی زئی اور حافظ نثار احمد دیوبندی کے درمیان خط کتابت کی کتابی شکل ہے۔

یہ کتاب مطبوع شکل میں مقالات جلد 5 ص 367 تا 464 پر موجود ہے۔

سیف الجبار کے بعض مضامین ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم''، طبع مارچ 2012ء کے ص 50 تا 75 موجود ہیں۔

۱۶۔ صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، جنوری 2008ء

صفحات: 125

تقدیم (ص 7-8) محررہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے بقول: ''راقم الحروف نے زیر نظر کتاب ''صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' میں بعض منکرین حدیث کے صحیح بخاری پر اعتراضات کے جوابات دیے ہیں، جو ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع ہو چکے ہیں۔

رمضان 1428ھ کے آخر عشرے میں ایک منکر حدیث ڈاکٹر شبیر احمد کی کتاب ''اسلام کے مجرم'' پڑھنے کا اتفاق ہوا تو اس کتاب میں صحیح بخاری کی جن احادیث پر حملہ ہوا تھا، اس کا مسکت ومدلل جواب بھی لکھ دیا تا کہ حق کا بول بالا ہو اور باطل کا منہ کالا ہو۔

آخر میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب ''صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائے اور میری مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)''

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے کتاب ھذا میں امیر المومنین فی

الحدیث امام بخاری کا محدثانہ شان کے ساتھ دفاع کا حق ادا کیا ہے۔

آپ رحمہ اللہ کا غالب رجحان چونکہ روایتی تھا نہ کہ درایتی، اس لئے یہ کتاب بھی اسی رجحان کی عکاس ہے لیکن مستند روایات اور مدلل جوابات سے مزین ہے تاکہ سلیم الفطرت لوگ صحیح روایات کی مدد سے ان کے بارے میں اپنی فکر صحیح کر پائیں۔

۱۷۔ صحیح بخاری کا دفاع

- توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری
- صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد، فروری 2012ء

صفحات: 348

''صحیح بخاری کا دفاع'' دراصل 'توفیق الباری......' اور 'صحیح بخاری پر اعتراضات......' ہر دو کا مجموعہ ہے۔ از اول تا صفحہ 220 ''توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری'' پائی جاتی ہے۔ توفیق الباری...... کی سابقہ الگ سے طبع میں تقدیم محررہ 11 اکتوبر 2008ء ہے، جبکہ طبع ھذا مقدمہ طبع ثانیہ محررہ 18 دسمبر 2011ء ہے۔ مواد کتاب میں پہلی طبع کے علاوہ اضافہ بھی شامل اشاعت ہے۔ مثلاً خاص دلیل کے مقابلے میں عام دلیل پیش کرنا غلط ہے۔ (ص 14 تا 30) حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی روایت موضوع ہے۔ (ص 192 تا 196) کیا امام ابو حنیفہ تابعی تھے؟ (ص 196 تا 201) نیز کتاب ھذا میں پہلے احمد سعید چتروڑ گڑھی کی کتاب سے متعلقہ صفحہ سکین کر کے پیش کیا گیا ہے، پھر اس کا جواب ہے جبکہ پہلے الگ سے شائع شدہ ایڈیشن میں یہ سکین کا سلسلہ نہ تھا۔ اس سکین کی بدولت کتاب ھذا میں ناقدانہ تجزیہ کی ثقاہت عین الیقین کی طرف بڑھ گئی ہے۔

''صحیح بخاری کا دفاع'' کے ص 221 تا 345 پر 'صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ' نامی کتاب پائی جاتی ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی یہ کتاب الگ سے 2008ء سے مطبوع ہے۔ ص 343 تا 345 ''حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی روایت موضوع ہے'' کے زیر عنوان فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے اس موضوع پر محدثانہ طور پر معلومات سپرد قلم کی ہیں اور توفیق الباری میں بھی اسی عنوان کے تحت معلومات درج ہیں، لیکن ہر دو مقام مختلف معلومات کے حامل ہیں۔ مطبوع ''صحیح بخاری کا دفاع'' میں شامل ہر دو کتاب سے متعلقہ الگ الگ فہرست عنوانات سے متعلقہ صفحات کی درستگی لائق توجہ ہے۔ امید واثق ہے آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

۱۸۔ فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد جلد اول اکتوبر 2009ء جلد دوم مارچ 2010ء، جلد سوم 2015ء

صفحات: جلد اول: 695

جلد دوم: 592

جلد سوم: 335

''توضیح الاحکام'' سوال و جواب کا مجموعہ ہے، جو وقتاً فوقتاً فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ سے پوچھے گئے اور وہ مختلف رسائل و جرائد میں چھپتے رہے ہیں، ماہنامہ شہادت

اسلام آباد اور ماہنامہ الحدیث حضرو میں زیادہ تر شائع شدہ ہیں۔ یہ عقائد ، عبادات، معاملات، عقوبات اور تحقیق روایات کے بارے میں پوچھے گئے سوالات پر مشتمل ہیں۔ آپ کے خاص میدان اصول و تحقیق کے بارے میں سوالات کو اہم فائدہ گردانتے ہوئے ''اصول، تخریج وتحقیق الروایات اور متفرق'' کے نام سے شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

صاحب فتاویٰ علمیہ کے تلمیذ محترم حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کے بقول ''فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام (جلد دوم) اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جس میں عقائد و عبادات کے علاوہ ایسے سوالات کے جوابات بھی قلمبند ہیں، جنھیں عموماً نظر انداز کر دیا جاتا ہے، کیونکہ وہ مشقت طلب اور ذخیرۂ کتب کو کھنگالنے کے متقاضی ہوتے ہیں۔

تحقیق و تنقید کے تحت کچھ ایسے مسائل بھی زیر بحث آئے ہیں جو شاید بعض لوگوں پر ناگوار گزریں لیکن احقاقِ حق اور ابطال باطل کا یہی تقاضا ہے۔'' (ص 16 حرف اول)

فتاویٰ علمیہ میں بھی آپ کی تحقیقی شان اور محدثانہ ذوق غالب ہے اور ہم عصر فتاویٰ میں فتاویٰ علمیہ اس پہلو سے بلند تر مقام پر فائز دکھائی دیتا ہے اور یہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے رسوخ فی الحدیث کے علاوہ اصابت فکر'' ملکہ اجتہاد اور قوتِ استنباط و استخراج میں بکثرت عطائے ربانی کی بدولت ہے۔ (ذلك فضل اللّٰه يؤتيه من يشاء)

۱۹۔ فتنہ انکار حدیث کا نیا رُوپ

تالیف: ابوطاہر زبیر علی زئی

ناشر: جماعۃ المسلمین (غیر مسعودی) کراچی

صفحات: ص 26 تا 38 (کل 13 صفحات)

بقامت کہتر بقیمت بہتر یہ قیمتی کتابچہ ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی کی تالیف لطیف، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں تلبیس ''باطل فرقوں کی ریشہ دوانیاں'' ص 1 تا 25 کے ساتھ ص 26 تا 38 پر جماعۃ المسلمین کراچی کی طرف سے مطبوع ہے۔

یہ جماعۃ المسلمین، مشہور زمانہ جماعت المسلمین آف مسعود احمد صاحب بی ایس سی کی جماعت سے الگ ہے۔ اور اس جماعۃ المسلمین کے امیر کے طور پر ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی کا نام مرقوم ہے، جبکہ فضیلۃ الشیخ ابو طاہر محمد زبیر علی زئی (ایم اے علوم اسلامیہ) مہتمم جامعۃ التوحید والسنۃ پیرداد حضرو ضلع اٹک کے بارے میں امیر جماعۃ المسلمین صوبہ پنجاب وسرحد مرقوم ہے۔

اس نایاب رسالہ میں محدث العصر رحمہ اللہ نے حبیب الرحمٰن کاندھلوی صاحب کی چار جلدوں پر مشتمل کتاب 'مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت' کے چند تحقیقی کرشموں کا بالاختصار جائزہ لیا ہے۔ جناب کاندھلوی صاحب نے ایک طرف ضعیف و موضوع روایات اور کذاب رواۃ کی نقاب کشائی کی ہے، تو دوسری طرف بہت سے ثقہ و عادل راویوں اور صحیح و حسن روایات کو بھی مجروح قرار دیا ہے۔

ہر شخص کی دلائل کی بنیاد پر بات قبول و ردّ کی جاسکتی ہے۔ اسی اصولِ تحقیق کے تحت فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے کاندھلوی صاحب کی مذکورہ بالا کتاب کا مختصر تحقیقی جائزہ لیا ہے اور حقیقت کو آشکار کیا ہے کہ درحقیقت یہ مقبول ہے اور یہ مردود ہے۔ اس مختصر کتابچہ کے بارے میں دریا کو کوزہ میں بند کرنا، کی بجائے شاید 'سمندر کو کوزہ میں بند کرنا' کے الفاظ کے ذریعے سے بہتر نمائندگی ممکن دکھائی دیتی ہے۔

۲۰۔ مختصر صحیح نماز نبوی

تالیف: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، ستمبر 2006ء

صفحات: 32

کتاب ھذا کے ص 32 الطبعۃ الاولی محررہ ہے جس پر فضیلۃ الشیخ کے دستخط اور مکتبہ زبیریہ کی مہر ثبت ہے۔ دستخط کی تاریخ 2006/09/24 بمطابق 30 شعبان 1427ھ ہے، جبکہ ھدیۃ المسلمین طبع اکتوبر 2012ء میں شامل مختصر صحیح نماز نبوی (ص 91 تا 121) پر الطبعۃ الرابعۃ محررہ ہے جس پر فضیلۃ الشیخ کے دستخط اور مکتبہ زبیریہ کی مہر ثبت ہے۔ دستخط کی تاریخ 2008/02/28 بمطابق 20 صفر 1429ھ ہے۔ طبعہ رابعہ میں طبعہ اولیٰ کے مسائل نماز شامل متن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تاہم بعض حواشی میں سٹار یا تنبیہ کے زیر عنوان بعض مختصر مگر مفید حواشی کا اضافہ پایا جاتا ہے۔

مختصر صحیح نماز نبوی تکبیر تحریمہ سے سلام تک صحیح احادیث کی بنیاد پر نمبر وار مسلسل نماز انتہائی مختصر مگر جامع انداز میں ترتیب دی گئی ہے اور اصلاح نماز میں صحیح احادیث کی بنیاد پر خادم حدیث محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی عمدہ کاوش بقامت کہتر بقیمت بہتر کے مصداق ہے۔ کتاب ھذا کی ثقاہت پر حاشیہ میں پائی جانے والی تحقیق و تخریج شاہد عدل ہے۔

۲۱۔ مقالات (تحقیقی، اصلاحی اور علمی)

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد

جلد	صفحات	طبع
اول	644	مارچ 2008ء
دوم	618	ستمبر 2009ء
سوم	670	2010ء
چہارم	637	2011ء
پنجم	627	2012ء
ششم	611	2013ء

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے مختلف تناظر میں مختلف اوقات میں حوالۂ قرطاس کردہ اور مختلف رسائل و جرائد بالخصوص ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع شدہ مقالات و مضامین یکجا کتابی صورت میں ہدیہ قارئین کیے گے ہیں جو کہ فاضل مؤلف رحمہ اللہ کے خواب کی تعبیر ہے، اگرچہ بعد از قدرے تاخیر ہے۔

محقق العصر رحمہ اللہ کے نزدیک ''کتاب و سنت کے بعد اہل حق کا (ہر زمانے میں) اجماع شرعی حجت ہے۔ ادلہ شرعیہ سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے اور اجتہاد کی کئی اقسام ہیں، مثلاً:

1. آثار سلف صالحین کو ترجیح دینا
2. مصالح مرسلہ
3. صحیح قیاس وغیرہ

یہاں دو باتیں ہمیشہ یاد رکھیں:

1. کتاب و سنت کا وہی مفہوم معتبر ہے جو سلف صالحین سے بلا خلاف ثابت ہے۔
2. اگر کوئی قول صراحتاً اللہ اور رسول (قرآن و حدیث) کے خلاف ہو تو ایسا ہر قول مردود ہے چاہے جس کا بھی قول ہو اور ہمیشہ قرآن و حدیث اور اجماع کو ہر قول پر

مقدم کیا جائے گا۔'' (مقالات ج2 ص10)

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے ہمیشہ ان اصولوں کے مطابق علمی وتحقیقی مضامین سپردقلم کیے جن میں خاص طور پر دائمی اصول حدیث اور علم اسماء الرجال کی غیر جانبدارانہ تحقیق مدنظر رہی۔ مقالات جلد 1 تا 6 کے مضامین میں الحدیث حضرو کے شمارہ 111، نومبر 2013ء تک منتخب مضامین حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ شامل ہیں۔ مقالات کے جملہ مضامین اعلیٰ تحقیقی معیار سے کمتر کام کرنے پر مطمئن نہیں ہوئے۔ جس کا نتیجہ ہے کہ آپ کا ہر مضمون بیش بہانئی معلومات کا جامع اور ثقہ ومستند روایات کا حامل ہوتا ہے۔ محدث العصر نے بے سند دور میں با سند روایت سے ہٹ کر کچھ قبول کرنا گوارہ نہیں کیا اور سند بھی قابل اعتماد ثقہ رواۃ اور قابل قبول صیغۂ تحدیث سے مروی ہونا شرط ہے۔

یہ علمی مقالات عقائد، عبادات، سیر والتاریخ، اصول حدیث، تذکرۃ الرواۃ جیسے مختلف موضوعات کے تحت ہر جلد میں ترتیب دیے گئے ہیں۔ قارئین کرام کی سہولت کی غرض سے یہ تبویب وترتیب حتی الوسع عام فہم انداز کی آئینہ دار ہے۔

ان مجلدات کے بعض مقالات فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی دیگر کتب، مثلاً: القول الصحیح فیما تواتر فی نزول المسیح، اہل حدیث ایک صفاتی نام، ارشاد العباد في توثیق نعیم بن حماد، جزء فی مؤمل بن اسماعیل میں بھی شامل ہیں۔

مقالات جلد 6 ص 593 تا 611 فہرست مقالات (1 تا 6) ہدیہ قارئین کی گئی ہے۔ مقالات 1 تا 6 کے وہ تمام عناوین حروف تہجی کے اعتبار سے یکجا کر دیے گئے ہیں جو مقالات کی مختلف جلدوں میں صفحات کی زینت بنے ہوئے ہیں، تا کہ ایک ہی نظر میں مطلوبہ مضمون تک بآسانی رسائی ہو سکے۔

۲۲۔ نصر المعبود فی الرد علٰی سلطان محمود

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

مطبوع: مقالات جلد2 ص 573 تا618

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی یہ تالیف درحقیقت سلطان محمود نامی صاحب کی طرف سے آمدہ اشتہار ''غیر مقلدین کی خدمت میں گزارش'' کا مختصر جواب ہے جو کہ ص573 تا590 پر نصر المعبود فی الرد علی سلطان محمود کے زیر عنوان اور ص 591 تا615 پر ضمیمہ الذیل المحمود علی نصر المحمود کے زیر عنوان سپردقلم کیا گیا ہے۔

۲۳۔ نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد 2013ء

صفحات: 96

محقق العصر رحمہ اللہ نے کتاب ھذا میں دلائل صحیحہ صریحہ سے ثابت کیا ہے کہ نماز میں ارسال الیدین، وضع الیدین تحت السرۃ، فوق السرۃ کی بجائے وضع الیدین علی صدر ہی نبوی عمل ہے، لہٰذا نماز میں ہاتھ باندھنے اور صحیح مقام جاننے کے لئے محدثانہ اصول ومعیار پر روایات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا گیا ہے جو کہ محدث العصر رحمہ اللہ کی ہر مسئلہ میں پختہ روایت تھی کہ جرح وتعدیل کے کڑے معیار سے گزار کر متعلقہ مسئلہ پر روایات ہدیہ قارئین کرتے تھے۔

(اللهم تقبل منه)

ص 19 تا 31 پر اثبات التعدیل فی توثیق مؤمل بن اسماعیل نامی آپ کا رسالہ بھی شامل اشاعت ہے۔

۲۴۔ نور العینین في اثبات رفع الیدین عند الرکوع وبعدہ فی الصلٰوۃ

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد اکتوبر 2012ء

صفحات: 600

نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین عند الرکوع وبعدہ فی الصلوٰۃ کی اشاعت اول ربیع الثانی 1413ھ میں ناشر: جماعۃ اہل الحدیث حضرو (علاقہ چھچھ) ضلع اٹک (ص 1) اور ص 4 کے مطابق ناشر: مکتبہ اسلامیہ (الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سولجر بازار) کراچی کے تحت ہوئی۔ اس اشاعت بار اول کے صفحات 176 ہیں اور متن کتاب ص 172 تک ہے۔ باقی صفحات اعلانات برائے کتب کے لئے مختص ہیں۔ یہ طبع بخط کاتب ہے۔

بعدازاں کمپوز شدہ طبع اول اپریل 2002ء میں ناشر: محمد سرور عاصم، مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد کے زیر اہتمام معرض وجود میں آئی اور اس کے صفحات 271 ہیں۔ کتاب ھذا کے معیار تحقیق، انداز تالیف اور قارئین کے ہاں شرفِ قبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے طبع دوم جون 2002ء میں ہی سامنے آ گئی جس کے صفحات 271 ہیں۔ مختلف ایڈیشن منظر عام پر آتے رہے حتیٰ کہ زیر ملاحظہ طبع، اکتوبر 2012ء سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے صفحات 600 ہیں، طبع ھذا میں نام کی تبدیلی (نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین کی بجائے نور العینین فی اثبات رفع الیدین ......) اور ضخامت میں اضافہ فضیلۃ الشیخ علی زئی رحمہ اللہ کی مسلسل تحقیق کا آئینہ دار ہے۔ تحقیق جستجو و لگن آپ کی طبیعت ثانیہ کا درجہ رکھتی تھی اور تحقیق جدید و تنقیح مزید کے نتیجے میں اگر اصول حدیث کے تحت اسے سابقہ مؤقف سے رجوع کی نوبت آتی تھی تو اس پر ہرگز پس وپیش سے کام نہ لیتے تھے، بلکہ علانیہ اولین فرصت میں بغیر کسی قسم کے خوف کو خاطر میں لائے اعلان حق کر گزرتے تھے۔ مثال دیکھئے: کتاب ھذا ص 49۔55 ابو الزبیر اور حمید الطّویل مدلس راویوں کی روایات کے بارے میں رجوع فرمایا ہے (ذلك من فضل اللّٰه تعالٰی) جدید تحقیق اور مؤلف سے رجوع سے کتب کی جدید کمپوزنگ اور اشاعتی مراحل ناشر حضرات پر بڑے گراں گذرتے ہیں، لیکن بفضل اللہ تعالیٰ برادر عزیزم محمد سرور عاصم (عاصمه اللّٰه من كل شر) اس سعادت کو بخوبی اور خوش دلی سے نبھاتے چلے آ رہے ہیں۔

(اللھم زد فزد)

اس خوئے خیر کا نتیجہ تھا کہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ تا دم مرگ ان سے راضی تھے اور صحت، سلامتی والی زندگی میں بار بار اس کا اظہار کرتے رہتے تھے کہ سرور صاحب! ہمارا تعلق موت کے سوا کوئی توڑ نہیں سکتا اور جو کہا وہ مرحوم نے کر کے دکھایا کہ مکتبہ اسلامیہ سے تعلق خاطر قائم کرنے کے بعد اس پر حرف نہیں آنے دیا اور کسی دوسرے ناشر طباعتی ادارے کی طرف نگاہ التفات تا دم مرگ نہیں اٹھی۔

کتاب ھذا کی آخری طبع کے آخر پر ''طبعہ جدیدہ 13 ستمبر 2012ء محررہ ہے، طبع میں زیادات واضافے کے علاوہ سابقہ تسامح وغیرہ کی تصحیح اور بعض کی توضیح کر دی گئی ہے اور بعض جگہ علمی فائدہ جانتے ہوئے تکرار کو بحال رکھا گیا ہے اور حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کے مطابق آپ کا یہی ایڈیشن معتبر

ہے‘‘(تقدیم ص 12 محررہ 26 رجب 1427ھ)

راقم السطور نے مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے اپریل 2007ء میں طبع ہونے والے پہلے ایڈیشن کی تعارفی سطور میں لکھا تھا: ’’حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے خالص محدثانہ انداز میں اس سنت متواترہ پر قدیم وجدید اور نادر ونایاب مطبوع وغیر مطبوع مصادر ومراجع کھنگال کر دلائل وبراہین کے اس قدر انبار لگا دیے ہیں کہ قلب سلیم بے اختیار رفع الیدین کی سنت ثابتہ کو اپنانے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ضد اور ہٹ دھرمی کا علاج تو کسی کے پاس نہیں ہوتا۔

مانعین رفع الیدین کی جملہ روایات وآثار کو محدثین کے کڑے اصول روایت ودرایت کی چھلنی سے گذار کر چھلنی چھلنی کر دیا ہے۔دعویٰ نسخ ہو یا منافی سکون کا شوشہ، غیر فقیہ رواۃ کا غیر درایتی نکتہ ہو یا عدم دوام کا چٹکلہ، سنت غیر مؤکدہ ہونے کی تحقیق ہو یا ترک بھی جائز ہونے کی تدبیر، رکوع جاتے وقت ہاتھوں کی جسمانی مناسبت رہنے کی موشگافی ہو یا بے بنیاد مناظروں کی کہانی خادم حدیث نبوی زبیر علی زئی نے خالص تحقیقی انداز میں ہر ایک کے تار پود بکھیر کر رکھ دیے ہیں۔‘‘

یہی تحقیقی معیار ہی اس تالیف کا امتیاز ہے۔، نور العینین ......کی تالیف محدث العصر رحمہ اللہ کی مقبول روایات وآثار کی تصحیح وتنقیح اور مردود روایات وآثار کی تضعیف وتردید میں جامع ترکاوش ہے۔مسئلہ مذکورہ کے حوالے سے شاید ہی کسی ایک کتاب میں اس قدر مستند اور مدلل روایات کی جمع وتحقیق فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے خادم حدیث کا مقدر ٹھہری ہو (این سعادت بزور بازو نیست)

اس تحقیق کی کہانی نے دو عشرے کا زمانی سفر طے کیا ہے اور تحقیقی معیار کی ثقاہت اور جامعیت کے درجات بھی بلند پائے ہیں۔محدث العصر رحمہ اللہ اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے ہیں کہ ایک زمانہ آپ رحمہ اللہ کے بلند پایہ ذوق تحقیق اور ثقاہت علمی کا قائل ہے۔تحقیق کی لیلیٰ کا مجنوں رخصت ہوا لیکن اس کا جوش جنون رنگ لائے گا اور زمانہ مستند مدلل مواد ہی قبول کرنے پر مجبور ہوگا۔فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ اسی آوازہ حق کے علمبردار تھے۔

(اللهم اغفر له وارحمه)

ملاحظہ: کتاب ھذا ص 49 پر غیر جانب دارانہ تحقیق کے زیر عنوان پہلے پیراگراف کی آخری لائن ’’مثلا رفع الیدین کے حق میں دو روایتوں کو پیش نہیں کیا گیا‘‘

میرے خیال میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے رجوع کے بعد اصلاح طلب ہے امید واثق ہے کہ آپ رحمہ اللہ کے وارث علمی خاص الخاص شاگرد حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ آئندہ طبع کے حوالے سے توجہ فرمائیں گے۔ان شاءاللہ

۲۵۔ نور القمرين في اثبات رفع اليدين
احادیث نبویہ وآثار صحابہ سے رفع الیدین کا ثبوت

تالیف: ابوالطاہر محمد زبیر علی زئی آف حضرو (اٹک)

ناشر: جماعت اہل الحدیث حضرو، اٹک

جنوری 1997ء (طبع اول)

صفحات: 64

جناب زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی مراجعت (23 رجب 1427ء) کے ساتھ مکمل طور پر آپ رحمہ اللہ کی کتاب نور العینین ......میں ص 275 تا 340 شامل اشاعت ہے۔مسئلہ رفع الیدین پر محدث العصر رحمہ اللہ کی تحقیقات کا تفصیلی تعارف نور العینین میں سپرد قلم ہے۔

۲۶۔ نور المصابيح في مسئلة التروايح

تصنیف: حافظ زبیر علی زئی
ناشر: نعمان پبلیکیشنز مئی 2005ء
صفحات: (72 تا 83) در کتاب: ''امین اوکاڑوی کا تعاقب''

نور المصابیح فی مسئلہ التراویح الگ سے شائع شدہ تک رسائی نہیں ہوسکی، تاہم نور المصابیح.....فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی تالیف لطیف ''تعداد رکعات قیام رمضان'' میں ص 15 تا 27 اور ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' میں ص 72 تا 83 اور ''آٹھ رکعت تراویح سنت ہے'' از ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی، طبع: مکتبۃ الدعوۃ السّلفیہ مٹیاری ضلع حیدر آباد سندھ، دسمبر 1999ء میں ص 9 تا 24 پر بھی موجود ہے۔ نفس مضمون نام سے واضح ہے اور محدث العصر رحمہ اللہ کا انداز تالیف بھی یکساں طور پر ہر جگہ محققانہ ومحدثانہ دکھائی دیتا ہے۔

اختلافی مسائل پر آپ رحمہ اللہ کی جملہ چھوٹی بڑی کتب متعلقہ مسائل پر صحیح یا حسن روایات وآثار کا مجموعہ ہیں اور بعض کتب میں متعلقہ مسائل پر فریق مخالف کے دلائل کا محدثانہ معیار اور جرح وتعدیل کے ہتھیار سے ٹھوس رد بھی شامل ہے۔ ہر روایت کی تحقیق وتخریج بہر حال کرتے ہیں اور یہ تحقیق وتخریج کا فریضہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ اپنے اعلیٰ تحقیقی ذوق اور بلند پایہ محدثانہ اسلوب کے مطابق ہی کرتے ہیں۔ کسی ایک مقام پر بھی تحقیق کے اعتبار سے ان چھوٹی چھوٹی کتب کی ثقاہت کا پایہ بھی کمتر ہونے نہیں پاتا۔

۲۷۔ ہدیۃ المسلمین (نماز کے اہم مسائل مع مکمل نماز نبوی)

تالیف: حافظ زبیر علی زئی
ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد اکتوبر 2012ء
صفحات: 136

ہدیۃ المسلمین (صفحات: 96) مکتبۃ السنۃ سولجر بازار کراچی کے زیر اہتمام ربیع الاول 1420ھ کو شائع ہوئی، جس میں نظر ثانی از محمد افضل خلیل احمد الاثری تھی۔ جناب اثری صاحب نے نظر ثانی کے ساتھ ساتھ بعض حواشی بھی شامل اشاعت کیے تھے۔

ہدیۃ المسلمین (صفحات: 128) طبع مئی 2005ء، مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد میں جناب حافظ ندیم ظہیر صاحب مقدمہ میں رقم طراز ہیں: ''جب استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی صاحب کو اطلاع ملی کہ اثری صاحب کتاب پر حاشیہ لکھنا چاہتے ہیں تو استاذ محترم نے دوٹوک الفاظ میں پیغام بھیجا کہ میری کتاب پر قطعاً حاشیہ نگاری نہ کی جائے۔'' (ص 8) اور ص 10 کے مطابق ''راقم الحروف، اثری صاحب کے حواشی سے برأت کا اعلان کرتا ہے۔ حافظ زبیر علی زئی (7/ 10/ 1999ء)۔''

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے کتاب کی اشاعت کے بعد بنام ''ناشر ہدیۃ المسلمین'' کے حواشی پر تبصرہ لکھ کر یہ اعلان برأت کیا تھا بقول حافظ ندیم ظہیر صاحب ''لہٰذا سابقہ ایڈیشن کو اب کالعدم تصور کیا جائے'' (ص 10)

زیر ملاحظہ طبع اکتوبر 2012ء ص 121 پر فضیلۃ الشیخ کی مہر ثبت ہے اور ساتھ ''الطبعۃ الرابعۃ: مختصر صحیح نماز نبوی، زبیر علی زئی 28، 2008ء (صفر 1425ھ)'' محررہ ہے۔

ہدیۃ المسلمین کی طبع ھذا میں پیش لفظ محررہ حافظ صلاح

الدین یوسف حفظہ اللہ مورخہ ربیع الاول 1419ھ مطابق جولائی 1988ء ہے۔ (ص5) مقدمہ (ص6۔10) محررہ حافظ ندیم ظہیر مورخہ 5/ 8/ 2004ء ہے۔ ہدیۃ المسلمین درحقیقت ''ھدیۃ المسلمین فی جمع الأربعین من صلاۃ خاتم النبیین ﷺ یعنی نماز کی صحیح ومستند چالیس حدیثیں ہیں جن کی مدد سے پیارے نبی ﷺ کی پیاری نماز صحیح احادیث کی روشنی میں بیان کی گئی ہے اور ہدیۃ المسلمین کی وجہ تالیف'' چالیس حدیثیں از محمد الیاس'' نامی کاوش تھی۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق الیاس صاحب نے ضعیف وغیر صحیح روایات کا بھی سہارا لیا تھا، اس لئے انھوں نے صحیح روایات کی بنیاد پر نماز نبوی سے متعلقہ مسائل پر جامع رہنما تالیف کا بیڑا اٹھایا، علاوہ دیگر اضافوں کے مختصر صحیح نماز نبوی ﷺ کی ہدیۃ المسلمین میں شمولیت سے کتاب کی جامعیت وافادیت بڑھ گئی ہے اور کتاب مذکور ہر لحاظ سے'' نماز سے متعلقہ مسائل'' کو محیط ہے۔ والحمد للہ (ص10)

ہدیۃ المسلمین محدث العصر کی احادیث وآثار صحیحہ کی بنیاد پر اسلام کے بنیادی رکن نماز کے بارے میں اہم ترین کاوش ہے۔ تاہم آپ اس موضوع پر ایک تفصیلی کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے (واحسرتاہ)

تاہم آپ رحمہ اللہ نے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام، مسئلہ فاتحہ خلف الامام، رفع الیدین، آمین بالجہر اور بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم جیسے مسائل نماز بارے الگ الگ تحقیقی بنیادوں پر قیمتی معلوماتی تالیفات چھوڑیں ہیں۔

۲۸۔ یمن کا سفر

تالیف: حافظ زبیر علی زئی

مطبوع: مقالات جلد 2 صفحہ 489 تا 527

یمن کا سفر نامہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کا اپنے سعودی کفیل ابو ہشام منصور بن مبارک بن عمر باعطیہ کے ہمراہ شوال 1425ھ میں کردہ سفر کی تفصیلات کا مجموعہ ہے۔

اس سفر میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کو یمن کے مختلف شہروں کی سیاحت، یمنی اہل علم کی ملاقات کے ساتھ ساتھ جیل کی ہوا بھی کھانا پڑی۔

سفر کی صعوبتیں اور جناب زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی استقامت اور توکل علی اللہ کی بھرپور روداد ایمان کی تازگی کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔

ب: غیر مطبوع

1. اکاذیب آل دیوبند
2. القنابل الذریہ فی ابطال أصول الفرقۃ المسعودیۃ (مقالات: 1/ 457)
3. انوار الظلام فی مسئلۃ الفاتحہ خلف الامام
4. عصر حاضر کے چند کذابین کا تذکرہ

٤) تحقیق ونظر ثانی، تقریظ ومقدمہ:

ا۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل (کتاب و سنت کی روشنی میں)

تالیف: ابو الحسن مبشر احمد ربانی

نظر ثانی وتقریظ: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ قدوسیہ لاہور، 2004ء

جلد اول: 550 صفحات

کتاب ھذا میں اظہار تشکر (ص16۔17) از عابد بشیر میں درج ہے کہ'' اس کتاب کی نظر ثانی محقق العصر علم

رجال کے ماہر فضیلۃ الشیخ حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی ﷾ نے کی۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کتاب میں کوئی روایت ایسی نہیں جو بالاتفاق ضعیف ہو۔ پوری کتاب میں آٹھ روایات ایسی ہیں جن سے انہیں تحقیقی اختلاف ہے (ص16)

ص (18۔19) پر محقق العصر فضیلۃ الشیخ حافظ ابو طاہر زبیر علی زئی ﷾ کے قلم سے تقریظ موجود ہے۔ جس میں آپ کا فقہی منہج بایں الفاظ واضح ہے کہ ''اسلام قرآن وحدیث کا نام ہے یہ دونوں باہم لازم وملزوم ہیں اور بلا انقطاع قیامت تک لازم وملزوم رہیں گے۔ اوراسی پر امت کا اجماع ہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اجماع امت شرعی حجت اور دلیل ہے اور یہ قطعاً غیر ممکن اور محال ہے کہ امت کبھی گمراہی پر جمع ہو جائے۔...... نصوص صریحہ کی عدم موجودگی میں نصوص عامہ وآثار صحابہ وغیرھا پر اجتہاد کا دروازہ اُن علماء کے لیے کھلا ہے جو ہمہ تن اپنے رب کو راضی کرنے کی تحقیق و جستجو میں مصروف ہیں۔'' (ص18)

تقریظ کے آخر پر حافظ زبیر علی زئی اور تاریخ 2 اکتوبر 1997ء درج ہے۔

۲۔ آئینہ دیوبندیت

تالیف: ابو نعمان محمد زبیر صادق آبادی
تقدیم ونظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی
ناشر: مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک، جون 2013ء
صفحات: 709

کتاب ھذا کے صفحہ 12 تا 24 تقدیم از حافظ زبیر علی زئی ﷫ پائی جاتی ہے۔ نظر ثانی کے حوالے سے آپ کا احساس ذمہ داری یوں عیاں ہے۔ ''جناب محترم محمد زبیر صادق آبادی ﷾ کی کتاب ''آئینہ دیوبندیت'' پیش خدمت ہے۔ اسے میں نے شروع سے لے کر آخر تک لفظاً لفظاً پڑھا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کتاب بیحد مفید ہے، بشرطیکہ ضد وعناد اور تعصب کو چھوڑ کر اس کا مطالعہ کیا جائے۔ واللّٰہ یهدی من یشاء إلی صراط مستقیم '' (ص24 تقدیم)

۳۔ آل دیوبند کے 300 جھوٹ

تالیف: حافظ زبیر علی زئی
ناشر: مکتبۃ الہدیٰ لاہور، مارچ 2012ء
(اشاعت دوم)
صفحات: 160

دیوبندی مکتبہ فکر کے مختلف اہل علم مثلاً امین اوکاڑوی، حبیب اللہ ڈیروی، الیاس گھمن، اسماعیل جھنگوی، چمن محمد دیوبندی، احمد سعید ملتانی ودیگراں کی عبارات میں منقول حوالہ جات میں اور اصل ماخذ ٹھہرنے والی کتب کی عبارات میں الفاظ وفقرات یا حوالہ جات میں کھلا تضاد تلاش کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ مذکورہ علماء جھوٹ کے مرتکب ٹھہرے ہیں۔ بعض اہل علم حوالہ جات نقل کرنے میں بہت متساہل ہوتے ہیں۔ اکثر نقل ہی نہیں کرتے اور جو نقل کرتے ہیں وہ اصل سے تقابل کی زحمت گوارہ نہیں کرتے، جبکہ فضیلۃ الشیخ ﷫ بہت ہی محتاط تھے نہ خود غلط حوالہ دینا پسند کرتے اور نہ ہی کوئی غلط حوالہ برداشت کرتے تھے، اسی روش کا ثمرہ یہ تالیف ہے۔

۴۔ اسلامی وظائف

تالیف: شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام بستوی ﷫
تخریج، تحقیق وتسہیل: حافظ ندیم ظہیر

تقدیم ونظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اگست 2011ء

صفحات: 416

مقدمۃ التحقیق: اسلامی وظائف (ص16 تا 21)

محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 8 دسمبر 2010ء ہے جس میں دعا کی اہمیت، کتب وظائف واذکار از متقدمین، متاخرین و عصر حاضر کی کاوشوں کے علاوہ اسلامی وظائف کا واجبی سے تعارف کے بعد اپنے شاگرد خاص حافظ ندیم ظہیر ﷾ کی تخریج وتحقیق کے بارے میں کردہ محنت پر خوشی کا اظہار فرمایا ہے۔ فضائل ومناقب میں فضیلۃ الشیخ ﷫ اور آپ کے شاگرد رشید ہر دو کے ہاں ضعیف روایات سے استدلال کی کوئی گنجائش نہیں۔ فضیلۃ الشیخ ﷫ کے الفاظ میں ''میرا اور حافظ ندیم ظہیر ﷾ کا منہج ایک ہی ہے، نیز راقم الحروف نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے اور ان کی تحقیقات کو غور سے دیکھا ہے۔ یہ بہت اچھا اور مفید کام ہے۔ والحمدللہ''

(ص21)

احادیث کی تخریج اور تحقیق کے بارے میں بھی اپنے اطمینان کا یوں اظہار فرمایا ہے:

''میرے شاگرد، دوست اور پیارے بھائی محترم حافظ ندیم ظہیر ﷾ نے ''اسلامی وظائف'' کی تحقیق وتخریج اور نظر ثانی کا عظیم کام سرانجام دیا ہے اور صحت وضعف کے لحاظ سے حکم لگا کر صحیح، حسن اور ضعیف روایات کی نشاندہی کردی ہے، تاکہ عام قارئین کو سہولت رہے اور وہ صحیح وحسن احادیث پر عمل کرسکیں۔'' (ص20)

۵۔ التبیین في مسئلة التعجین

تحریر: محمد علی خاصخیلی (ایم ایس سی)

ناشر: انٹرنیٹ پر موجود ٹائٹل پیج سے غائب ہے۔

دیکھئے: www.sirat-e-mustaqeem.com

صفحات: 63 (انٹرنیٹ پر موجود نسخہ/ کاپی کے مطابق)

جناب محمد علی خاصخیلی صاحب شکر گزار ہیں ''خاص طور پر جناب حافظ زبیر علی زئی صاحب، جنہوں نے نظر ثانی کے بعد تقریظ تحریر فرمائی (ص3)'' یہ تقریظ (ص1) پر موجود ہے۔ فضیلۃ الشیخ ﷫ رقم طراز ہیں کہ ''میرے بھائی جناب محمد علی صاحب نے مسئلۃ تعجین پر ایک تحقیقی رسالہ تحریر کیا ہے۔ جس کا میں نے شروع سے آخر تک مطالعہ کیا ہے''

(تقریظ: محررہ 99-10-02)

تقریظ کے آخر پر جناب محمد علی صاحب کے لیے جزائے خیر کے ساتھ یہ دعا بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ''ہمیں احادیث کی تحقیق میں اصول حدیث وقواعد کی پابندی کرنے کی توفیق بخشے آمین'' محدث العصر ﷫ کے بقول ''نماز میں ہاتھوں پر اعتماد کر کے کھڑے ہونا چاہیے یا پھر مٹھی بند کر کے کھڑے ہونا چاہیے۔ صحیح احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھوں پر اعتماد کرنا چاہیے، اصول حدیث کی روشنی میں مٹھیوں پر اعتماد کرنے والی حدیث ضعیف ہے'' (تقریظ)

٦۔ الدین الخالص

تصنیف: ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی ﷾

مقدمہ: حافظ زبیر علی زئی

مطبوع: ماہنامہ الحدیث حضرو، جلد4 شمارہ42 ص31 تا 36، مقالات، جلد1 ص150 تا155

یہ مقدمہ مقالات حافظ زبیر علی زئی جلد اول صفحہ 150 تا155 موجود ہے۔

الدین الخالص نامی کتاب تک رسائی نہیں ہوسکی۔ یہ معلومات مقالات سے اخذ کردہ ہیں۔جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ الدین الخالص نام کی مناسبت کے برعکس عذاب قبر کے اثبات اور منکرین عذاب قبر کی تردیدوالی کتاب ہے۔

(ص155)

۷۔ الصحيفة فی الأحاديث الضعيفة

من سلسلة الاحاديث الصحيحة للألباني

مصنف: ابومحمد خرم شہزاد

نظرثانی: فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ

فضیلۃ الشیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، دسمبر 2010ء

صفحات: 197

تعارف الصحیفہ (ص 7 تا 9) محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 17 نومبر 2009ء ہے۔فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ''ہمارے دوست جناب ابومحمد خرم شہزاد صاحب نے اپنی استطاعت کے مطابق شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سلسلہ صحیحہ کا مطالعہ کیا تو کئی روایات کو تحقیق کے بعد ضعیف پایا، جن میں سے پچاس روایتیں اس مجموعہ میں پیش خدمت ہیں۔

راویوں پر کلام وغیرہ میں اُن سے بعض مقامات پر اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ''الصحیفة فی الاحادیث الضعیفة ''میں مذکورہ تمام روایات اپنے تمام شواہد ومتابعات کے ساتھ ضعیف ہی ہیں اور انھیں صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔'' (ص8)

تعارف الصحیفہ کے آخر پر فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ دعا گو ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خرم شہزاد کو سلف صالحین کے فہم کے مطابق کتاب وسنت واجماع اور آثار کی دعوت پھیلانے اور اس پر ہمیشہ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین'' (ص9)

۸۔ الفرقة الجديدة جماعت المسلمین کے بانی مسعود احمد بی ایس سی کا علمی محاسبہ

تالیف: ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی

مقدمہ: ابوطاہر زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ (رجسٹرڈ) اہلحدیث چوک، کورٹ روڈ، کراچی بار سوم، اپریل 1995ء

کتاب ھذا کے ص6 پر تقریظ (ابو طاہر محمد زبیر علی زئی) اور ص7 تا 19 مقدمہ (ابوطاہر زبیر بن مجدد علی زئی) کی شکل میں ہر دو موجود ہیں۔

یہ مقدمہ فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مقالات جلد 5 صفحہ 124 تا143 پر بھی پایا جاتا ہے۔

جس کے بارے میں فضیلۃ الشیخ رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ: کے تحت آگاہ کرتے ہیں کہ ''تنبیہ: یہ مضمون پہلے الفرقة الجدیدة'' کے شروع میں شائع ہوا تھا اور اب اصلاح، ترمیم وفوائد زائدہ کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔''

(6 اکتوبر 2011ء)

۹۔ امت اور شرک کا خطرہ

تالیف: ابوالاسجد محمد صدیق رضا

تقریظ: حافظ زبیر علی زئی

مقدمہ: نعمان پبلیکیشنز، نومبر 2010ء

صفحات: 144

تقریظ محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 28 اکتوبر 2008ء ص5 تا7 موجود ہے۔فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے بقول" عصر حاضر میں بعض اہل بدعت نے یہ عجیب وغریب اور کتاب وسنت کے خلاف دعویٰ کر دیا ہے کہ امت مسلمہ میں شرک کبھی نہیں ہوگا۔!!

برادر محترم ابوالاسجد محمد صدیق رضا حفظہ اللہ نے ان مبتدعین کی تردید کے لیے قلم اٹھایا اور کتاب وسنت کے دلائل جمع کر کے ایک عظیم الشان کتاب ترتیب دے دی جسے قسط وار ماہنامہ الحدیث حضرو میں شائع کیا گیا اور اب یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔والحمدللہ" (ص6)

۱۰۔ تفسیر ابن کثیر

تصنیف: امام المفسرین حافظ عماد الدین ابو الفدأ اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (المتوفی 774ھ)

ترجمہ: امام العصر مولانا محمد جونا گڑھی

تخریج: کامران طاہر

تحقیق ونظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد، مئی 2008ء

مجلدات: 5 جلدیں

تفسیر ابن کثیر کے ہر صفحہ سے متعلقہ آیات وآثار کی تخریج اسی صفحہ پر متن کے نیچے درج ہے اور صفحہ وار تخریج نمبر پائے جاتے ہیں۔ بخاری ومسلم کی روایات کے علاوہ دیگر کتب کی روایات پر محدث العصر رحمہ اللہ کی تحقیق کے نتیجے میں ہر روایت کی صحت وضعف واضح ہے اور قارئین کے لئے روایات کے بارے میں قبول ورد کے حوالے سے شرح صدر کا وافر سامان بہم پہنچا یا دیا گیا ہے۔

۱۱۔ جعلی جزء کی کہانی اور علمائے ربّانی الجزء المفقود یا الجزء المصنوع

مرتب: حافظ ندیم ظہیر

تحقیق وافادات: مولانا ارشاد الحق اثری، حافظ زبیر علی زئی، مولانا محمد یحییٰ گوندلوی، مولانا محمد داؤد ارشد

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد، جولائی 2006ء

صفحات: 120

"الجزء المفقود من الجزء الأول من المصنف" عربی میں اور "مصنف عبدالرزاق کی پہلی جلد کے دس گم گشتہ ابواب" اردو میں شائع ہوئے ہیں یہ نو دریافت جزء اصلی ہے یا وضعی؟ اس بارے میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے محدثانہ اصول پر اس جزء کے وضعی ہونے کی حقیقت واضح کی ہے۔اس بارے میں فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کی تحریریں ص11 تا33 موجود ہیں۔

۱۲۔ حدیث اور اہل تقلید (جلد اول)

تالیف: ابوصہیب محمد داؤد ارشد

ناشر: مکتبہ اہل حدیث فیصل آباد جولائی 2010ء

تقریظ بر کتاب "حدیث اور اہل تقلید" محررہ حافظ زبیر علی زئی، مورخہ 15 جون 2009ء ہے۔

۱۳۔ حصن المسلم

تالیف: سعید بن علی بن وھف القحطانی

ترجمہ: محمد اختر صدیق

تحقیق، تخریج وتصحیح: حافظ ندیم ظہیر

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد

صفحات: 176 (پاکٹ سائز)

کتاب ھذا کی پیپر بیک محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 20 شعبان 1433ھ ہے۔فضیلۃ الشیخ رقم طراز ہیں:

''میرے خاص الخاص شاگرد حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ نے میرے منہج اور تحقیق کے مطابق اس کتاب کی تحقیق و تخریج کی ہے اور محنت شاقہ ومساعی جمیلہ سے اس کتاب کو چار چاند لگا دیے ہیں۔میں نے اس تخریج و تحقیق کو بغور دیکھا ہے۔نظر ثانی اور مراجعت کی ہے اور اسے صحیح و بے حد مفید پایا ہے۔''

آخر میں دعا گو ہیں'' کہ مؤلف کتاب، حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ اور مکتبہ اسلامیہ کے مدیر محترم محمد سرور عاصم حفظہ اللہ کو اس عمل عظیم پر جزائے خیر عطا فرمائے (آمین)''

حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی کردہ تحقیق و تخریج کے مطابق حصن المسلم میں 43 ضعیف روایات بھی شامل ہیں۔حصن المسلم فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحقیق و تخریج سے دارالفکر الاسلامی واہ کینٹ سے شائع شدہ ہے۔استاد اور شاگرد ہر دو کی تحقیق و تخریج ذاتی کاوش ہے۔ باہم چربہ یا نقل کا معاملہ نہیں۔(ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب)

۱۴۔ دعا میں ہاتھ اٹھانے کی شرعی حیثیت (احادیث صحیحہ کی روشنی میں)

تحریر: فضل اکبر (کاشمیری)

نظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی

برائے رابطہ: عمر خان روڈ کیماڑی کراچی نمبر 7

جناب فضل اکبر کاشمیری صاحب کا یہ کتابچہ 48 صفحات پر مشتمل ہے جو کہ محمد سہیل صاحب کی کتاب کا جواب ہے۔ ٹائٹل کے مطابق حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس پر نظر ثانی فرمائی تھی، جبکہ صفحہ 1 پر شروع ہونے والی تحریر کا آغاز ہوتا ہے۔ از قلم: محقق دوراں، ذہبی زماں مولانا محمد زبیر محمدی حفظہ اللہ اور صفحہ 3 پر تحریر ھذا کے خاتمہ پر حافظ زبیر علی زئی مرقوم ہے۔

فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے تحریر ھذا میں دعا کی اہمیت پر آگاہی فرمائی ہے اور دعا میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں اپنا مؤقف ان الفاظ میں واضح کرتے ہیں: ''چونکہ مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے تو اس سے استدلال کرتے ہوئے فرض نماز کے بعد بھی کبھی کبھار ہاتھ اٹھائے جا سکتے ہیں۔ فرائض کے بعد اجتماعی دعا کرنا یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں......تاہم درخواست یا کسی عذر کی بنیاد پر کبھی کبھار یہ اجتماعی دعا، عام دلائل کی رو سے جائز ہے۔''(ص 3)

۱۵۔ رسول اللہ ﷺ کا یوم پیدائش اور مروجہ جشن عید میلا دالنبی ﷺ

تحقیق وترتیب: مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

ناشر: النور اکیڈمی/ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا

صفحات: 32

رسالہ ھذا کے ص 3 تا 4 پر تقریظ از قلم محدث العصر حافظ زبیر علی زئی حضرو (اٹک) محررہ 30 مئی 2000 موجود ہے۔جس میں بدعت اور اہل بدعت کے بارے میں اسلامی تعلیمات اور اہل علم کے رویے پر انتہائی ٹھوس'' مختصر اور بہت ہی قیمتی معلومات سپرد قلم کی گئی ہیں جو کہ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ کے علم و فضل کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

۱۶۔ صحیح بخاری

تصنیف: امیر المومنین فی الحدیث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری
ترجمہ وتشریح: مولانا محمد داؤد راز
تقدیم ونظر ثانی: شیخ الحدیث ابو محمد حافظ عبدالستار الحماد
مقدمہ: حافظ زبیر علی زئی
تخریج: فضیلۃ الشیخ احمد زھوۃ، فضیلۃ الشیخ احمد عنایۃ
ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، جولائی 2009ء
مجلدات: 8 جلدیں

کتاب اللہ قرآن مجید کے بعد ائمہ کرام، محدثین عظام امت کے نزدیک صحیح ترین گردانی جانے والی کتاب ''صحیح بخاری'' کی اہمیت افادیت کے پیش نظر ہر دور میں اہل علم اس کی خدمت گزاری میں شرف پاتے چلے آرہے ہیں۔ زیر ملاحظہ طبع میں بھی نامور خدام حدیث ترجمہ، تشریح، تقدیم و نظر ثانی اور تخریج میں شامل ہیں۔ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا مقدمہ (ص 58 تا 76) محررہ 10 اپریل 2009ء ہے۔ یہ مقدمہ امام بخاری اور صحیح بخاری کا مختصر تعارف (ص 58 تا 61) احناف (بریلوی، دیوبندی مکاتب فکر) کے نزدیک صحیح بخاری کا مقام (ص 61 تا 65) صحیح بخاری پر منکرین حدیث کے حملے (ص 65 تا 67) صحیح حدیث حجت ہے چاہے خبر واحد ہو یا متواتر (ص 67 تا 69)، حدیث وحی ہے (ص 69 تا 70) فتنہ انکار حدیث (70 تا 71) حدیث پر منکرین حدیث کے حملے اور ان کا سد باب (71-72) عہد نبوی میں کتابت حدیث (72-73) عہد صحابہ میں کتابت حدیث (73 تا 74) تابعین عظام اور تدوین حدیث (ص 74-75) عہد تبع تابعین میں کتابت حدیث (75-76) اور قرآن کے علاوہ لکھنے سے ممانعت والا حکم منسوخ ہے۔ (76)

یہ جامع مانع مقدمہ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ فضیلۃ الشیخ رحمہ اللہ نے جامع علم وفضل اور اپنے نظریہ حدیث کی روشنی میں واضح کر دیا ہے کہ حدیث وحی ہے اور اس کا بالاتفاق تلقی بالقبول کے طور پر صحیح ترین ذخیرہ صحیح بخاری کی صورت میں امت مسلمہ کے ہاتھوں میں موجود ومحفوظ ہے۔

محدث العصر رحمہ اللہ کے ہاں صحیح بخاری کی نہ صرف تمام مرفوع مسند روایات صحیح، مقبول اور حجت ہیں بلکہ بخاری کے مدلسین کی معنعن روایات بھی تصریح سماعات، معتبر متابعات اور صحیح شواہد پر مبنی ہیں، لہٰذا صحیح بخاری من حیث الکل صحیح روایات کا ذخیرہ بے مثل لائق ایمان وعمل ہے۔ رسول اللہ ﷺ پر ایمان اور حدیث پر عمل پیرا ہونے کے لئے صحیح ترین مجموعہ حدیث مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے کیونکہ ''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی اطاعت صرف صحیح اور مقبول حدیث کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔''

آخر میں آپ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو احادیث صحیحہ پر عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

۱۷۔ صحیح بخاری کا مطالعہ اور فتنہ انکار حدیث

تالیف: حافظ ابو یحییٰ نور پوری
نظر ثانی: فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی
اشراف: فضیلۃ الشیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری
ناشر: دار الاسلاف

صفحات: 528

جناب مؤلف ''اظہار تشکر'' میں رقم طراز ہیں: ''اس طرح میں محدث العصر مولانا حافظ زبیر علی زئی کا بھی شکر گزار ہوں، جنہوں نے اپنی گوناگوں علمی مصروفیات سے خصوصی وقت نکال کر اس کتاب کو مکمل طور پر حرف بحرف پڑھا اور میری بہت زیادہ عزت افزائی کی۔'' (ص34)

ص28 تا 30 حافظ زبیر علی زئی کے قلم سے حرفِ نظر ثانی: حدیث کا دفاع کرنے والے زندہ ہیں! محررہ 19 جولائی 2010ء موجود ہے۔ جس میں آپ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ ''میں نے حافظ ابو یحییٰ نورپوری صاحب کی اس ساری کتاب کو لفظ بلفظ پڑھا ہے اور دینِ حق کے دفاع میں انتہائی مفید پایا ہے جس کے جواب الجواب سے منکرین حدیث ہمیشہ عاجز رہیں گے۔ (ان شاء اللہ)'' (ص 29)

۱۸۔ عقیدہ عذاب قبر

تحریر: ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی

مقدمہ: جناب زبیر علی زئی صاحب

شائع کردہ: مدرسہ ام المؤمنین حفصہ بنت عمر فاروق اعظم (للبنات) 36/614 کیماڑی کراچی۔

طبع دوم: نومبر 2000ء

صفحات: 96

مقدمہ ص4 تا 7 موجود ہے۔ آغاز (ص4) پر جناب زبیر علی زئی صاحب لکھا ہے، جبکہ آخر (ص7) پر زبیر بن مجدد علیزئی، حضرو، کپڑا بازار ضلع اٹک مرقوم ہے۔ آپ رحمہ اللہ کے الفاظ میں ''گمراہوں باطل پرستوں کی ایک جماعت...... نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے، جبکہ یہ عقیدہ صحیح اور متواتر احادیث سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہے'' (ص4)

اپنے دعویٰ کو مدلل طور پر باحوالہ ثابت کیا ہے۔

محدث العصر رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا مقدمہ ''الدین الخالص'' نامی کتاب پر تحریر کردہ مقدمہ سے مختلف ہے۔ اسی بنا پر الگ سے تعارف مقدمہ ھذا ہدیہ قارئین ہے۔

۱۹۔ مشہور واقعات کی حقیقت

تالیف: ابو عبدالرحمٰن الفوزی

مترجم: محمد صدیق رضا

نظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی

تقریظ: ابو الحسن مبشر احمد ربانی

ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، اگست 2011ء

صفحات: 180

''تقدیم'' محررہ حافظ زبیر علی زئی مورخہ 30 اکتوبر 2007ء ہے۔ معروضات مترجم میں جناب ابو الاسجد محمد صدیق رضا رقم طراز ہیں کہ ''من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ'' کے پیش نظر بندہ تہہ دل سے استاذ گرامی الشیخ حافظ زبیر علی زئی صاحب کا مشکور ہے کہ آپ نے اس پر نظر ثانی فرمائی، نیز بعض مقامات پر ''تنبیہ'' یا ''تنبیہ بلیغ'' کے عنوان سے فاضل مؤلف سے اختلاف یا کسی علمی و تحقیقی نکتہ کا اضافہ بھی فرمایا ہے۔''

''تنبیہ'' یا ''تنبیہ بلیغ'' کے عنوان سے جو عبارت بین القوسین پائی جاتی ہے۔ یہ استاذی المحترم حافظ زبیر علی زئی صاحب کی وضاحتیں ہیں۔ عموماً اس کے آخر میں بھی آپ زع یا زبیر علی زئی لکھا پائیں گے۔'' (ص16)

۲۰۔ مقالات الحدیث

نگارشات: مختلف اہل علم وفضل
تحقیق ونظر ثانی: حافظ زبیر علی زئی
ناشر: مکتبہ اسلامیہ لاہور/ فیصل آباد، 2011ء (اشاعت اول)

صفحات: 691

مقالات الحدیث ماہنامہ الحدیث حضرو میں 2004 تا 2010ء مختلف اہل علم وقلم کے شائع شدہ قابل ذکر تحقیقی وعلمی مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان مضامین پر محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تحقیق ونظر ثانی نہ صرف اس پر مستزاد بلکہ سونے پر سہاگا کے مصداق ہے۔

۲۱۔ مقالات راشدیہ (جلد ششم)

ازقلم: شیخ العرب والعجم الشیخ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ
اعداد: الشیخ افتخار احمد تاج الدین الازہری حفظہ اللہ
تقدیم: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
ناشر: نعمانی کتب خانہ لاہور، فروری 2014ء
صفحات: 624

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کے اپنے استاد محترم شیخ العرب والعجم ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے بارے میں پہلے سے شائع شدہ مضمون بطور ''تقریظ'' (ص 5 تا 13) شائع کیا گیا ہے۔ جبکہ جلد اور سرورق پر ''تقدیم'' لکھا ہوا ہے۔

۲۲۔ نور من نور اللہ

تصنیف وتالیف: ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی
تقدیم: حافظ زبیر علی زئی

اصل کتاب تک رسائی ممکن نہیں ہوسکی، تاہم مقالات ج4 ص555 تا557 پر یہ مقدمہ موجود ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تحریر بطور تقدیم 2 مئی 2010ء کی تحریر کردہ ہے۔

3- ماہنامہ الحدیث حضرو اٹک

اسلامی رسائل وجرائد کی دنیا میں خالصتاً ٹھوس علمی و تحقیقی معیار پر بزبان اردو ماہنامہ الحدیث حضرو کا آغاز جلد 1 شمارہ 1 جون 2004ء سے ہوا۔

جس کے بارے میں فاضل مدیر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ''کلمۃ الحدیث'' کے تحت اصول ومقاصد بیان فرمائے۔ یہ تحریر ''الحدیث'' نام کے پس پردہ سوچ پر راہنمائی کے لئے بھی ممد ومعاون ٹھہرے گی۔ آپ کے بقول:

اصول ومقاصد

اللہ تعالیٰ نے ''احسن الحدیث'' (قرآن مجید) نازل فرمایا۔ (الزمر:23)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((نضّر اللّٰه امرأ سمع منا حديثًا فحفظه حتى يبلغه......)) ''اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو تر وتازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اسے یاد رکھا حتیٰ کہ آگے پہنچا دی۔'' الخ

(ابوداود: 3660 واسنادہ صحیح، الترمذی: 2656 وقال: ''حسن'' ابن ماجہ: 4105 وصححہ ابن حبان: 72، 73)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے قول (وفعل اور تقریر) کو بھی حدیث کہا جاتا ہے۔

اسلام کی بنیاد انھی دو حدیثوں (قرآن اور حدیث رسول) پر ہے، قرآن و حدیث سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے۔ (مثلاً دیکھئے سورۃ النساء: 115، والمستدرک للحاکم 1/116 ح399 وسندہ صحیح)'' (الحدیث ج1 ش1 ص4)

اور اصول و مقاصد کی تفصیلات کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''ہم [ماہنامہ] ''الحدیث حضرو'' کا یہ سلسلہ جاری کر رہے ہیں جس میں درج ذیل اصول و مقاصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

① قرآن و حدیث اور اجماع کی برتری

② سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار

③ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت

④ صحیح و حسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب

⑤ اتباعِ کتاب و سنت کی طرف والہانہ محبت

⑥ علمی، تحقیقی، معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان

⑦ مخالفین کتاب و سنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین و بادلائل رد

⑧ اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث

⑨ دین اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع

⑩ قرآن و حدیث کے ذریعے سے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث حضرو'' کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر و تشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔''

مقالہ ھذا کی تیاری کے دوران میں مجلّہ ''الحدیث'' حضرو کی فائلوں کی ورق گردانی میں اس کے اجرا پر مدیر مکرم رحمہ اللہ کے نام جون 2004ء میں تحریر کردہ تہنیتی خط کا ''رف'' سامنے آنے پر دلی مسرت ہوئی کہ مجلّہ ''الحدیث'' کے پہلے شمارے سے استوار ہونے والا تعلق خاطر تاحال قائم ہے اس قلبی مسرت کے اظہار کی خاطر وہ سطور نظر پیش خدمت ہیں: (گر قبول افتد زہے عز و شرف)

'' مکرمی و محترمی حافظ زبیر علی زئی صاحب (متعنا اللّٰہ بطول حیاتکم وافاداتکم)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پچھلے ہفتے مکتبہ اسلامیہ پر آپ کی نئی کاوش ماہنامہ ''الحدیث'' حضرو کی زیارت ہوئی۔ ایک دیرینہ خواہش کی عملی تصویر پر دلی مسرت ہوئی اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعائیں نکلیں، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و سلامتی سے تا دیر نوازے اور ہم لوگ آپ کی تحقیقات علمیہ اور افادات عالیہ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی علمی پیاس بجھائیں، فکری راہنمائی پائیں۔

دعا گو ہوں کہ یہ مجلّہ علوم الحدیث کے حوالے سے بلند تر مقام کا حامل ٹھہرے اور آپ کی زیر ادارت اس کے ذریعے سے مختلف موضوعات کو جگہ دے کر علمی و تحقیقی معلومات سے آگاہی کا سامان مہیا کرتے رہیے (اللھم زد فزد)

حدیث نبوی پر تحقیقی کام کرنے والے شیوخ اور ان

کے کام کا تفصیلی تعارف، حدیث لٹریچر کا تعارف، حدیث نبوی کے بارے میں پائے جانے والے جدید افکار پر نقد و نظر......علیٰ ھذا القیاس حدیث وعلوم الحدیث پر ایک ماہنامہ مجلّے کی کمی کی تلافی کر دکھائیں ......اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ اخوکم فی اللہ خالد ظفر اللہ ''

مدیر مکرم حافظ علی زئی رحمہ اللہ اپنے ہر موقف کے بارے میں ٹھوس علمی دلائل کا وافر ذخیرہ رکھتے تھے۔ مزید برآں احقاق حق اور ابطال باطل کے بارے میں جرأت و بے پروائی کے مالک تھے لا یخافون لومة لائم کی زندہ تصویر تھے۔ آپ نے جو حق جانا بانگ دہل کہا اور لکھا اور اگر اپنے مؤقف یا تحقیق کی غلطی سامنے آ گئی تو پھر اسی جرأت بے باکانہ کے ساتھ اعتراف غلطی اور رجوع کا اعلان کیا۔

الغرض مذکورہ بالا اصول و مقاصد کی پاسداری میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی، لیکن اپنے طے شدہ اصول ومقاصد سے کبھی بھی سر مو انحراف نہیں کیا۔ اسی شان علمی و تحقیقی کے ساتھ ماہنامہ الحدیث حضرو کا سفر جاری رہا۔ جس پر آپ نے اطمینان ومسرت کا اظہار اکتوبر 2006ء میں فرمایا آپ کے الفاظ:

''ماہنامہ الحدیث کا سفر

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علٰی رسوله الأمین، أما بعد:

تمام حمد و ثنا اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کے فضل و کرم سے ماہنامہ الحدیث حضرو کی تیسری جلد کا آخری شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس عظیم سفر کا آغاز جون 2004ء بمطابق ربیع الثانی 1425ھ میں ہوا۔

راقم الحروف نے کلمۃ الحدیث میں لکھا تھا کہ'' ...... درج ذیل اصول اور مقاصد ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے گا۔ إن شاء اللّٰه العزیز

① قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری
② سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
③ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
④ صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
⑤ اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ محبت
⑥ علمی، تحقیقی، معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
⑦ مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم ومتانت کے ساتھ بہترین و بادلائل رد
⑧ اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
⑨ دین اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
⑩ قرآن وحدیث کے ذریعے سے اتحادِ امت کی طرف دعوت (ماہنامہ الحدیث حضرو: 1 ص 5)

الحمد للہ ان اصول و مقاصد پر ہم نے پورا اُترنے کی کوشش کی ہے۔ علمی و تحقیقی حلقوں میں ماہنامہ الحدیث کو زبردست پذیرائی حاصل ہوئی اور اہل علم نے تحریری و زبانی حمایت کر کے ہمارے عزم وارادے کو اور مضبوط کر دیا۔

ماہنامہ الحدیث کے بارے میں پروفیسر مولانا ابوحمزہ سعید مجتبیٰ سعیدی صاحب لکھتے ہیں: ''یہ مجلّہ واقعتاً ''بقامت کہتر وبقیمت بہتر'' کا مصداق ہے۔ آپ کے مقالات، فقہ الحدیث اور توضیح الاحکام خصوصاً اہمیت کے حامل ہیں۔ باقی مضامین کی اہمیت و افادیت سے بھی انکار نہیں۔'' (خط مورخہ 17 / جون 2002ء)

اکتیس مہینوں کے اس سفر میں مختصر صحیح نماز نبوی، نزولِ مسیح حق ہے، جنت کا راستہ، نور المصابیح فی صلوٰۃ التراویح، نماز میں بحالتِ قیام ہاتھ باندھنے کا حکم، دین میں تقلید کا مسئلہ، شعار اصحاب الحدیث، یمن کا سفر، اتباع کتاب وسنت، اتباع اور تقلید میں فرق، صحیح بخاری پر منکرین حدیث کے حملے، امام احمد بن حنبل کا مقام محدثین کرام کی نظر میں اور اہل حدیث ایک صفاتی نام اور اجماع جیسی عظیم الشان کتابیں شائع کی گئیں۔ احسن الحدیث (تفسیر قرآنِ مجید) فقہ الحدیث (اضواء المصابیح، تخریج وشرح مشکوٰۃ المصابیح) توضیح الاحکام (سوال وجواب اور تخریج الاحادیث) محبت ہی محبت اور غیر ثابت قصے جیسے علمی وتحقیقی سلسلے مسلسل جاری رہے۔ صحیح فضائل اعمال اور تحقیقی ومفید مضامین کے ذریعے سے علمی خزانہ لوگوں تک پہنچایا گیا۔

رسالہ الحدیث اصل میں اشاعۃ الحدیث، نصرۃ الحدیث اور دعوۃ الحدیث کا رسالہ ہے جو علمی جہاد میں تمام اہل باطل اور فرقِ ضالہ پر غالب ہے۔ قرآن وحدیث سے محبت کرنے والوں اور پارٹی بازیاں چھوڑ کر علمبردارانِ وحدت اہلِ حق کے دلوں کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا تارا ہے۔

میں آخر میں اپنے ساتھیوں اور بھائیوں: حافظ ندیم ظہیر، ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی، ابوالاسجد محمد صدیق رضا، حافظ ابوالعباس شیر محمد، ابوثاقب محمد صفدر حضروی، ابراہیم بن بشیر الحسینوی، نصیر احمد کاشف اور فضل اکبر کاشمیری، واجب الاحترام مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ، استاذ محترم مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ سمیت تمام علماء وفضلاء اور بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے عظیم علمی وتحقیقی تعاون فرمایا۔ جزاہم اللہ خیراً'' (الحدیث ج3 ش12 مسلسل نمبر31 ص2-3 محررہ)

بعد ازاں جنوری 2007ء میں 21 امور کی نشان دہی کرتے ہوئے ماہنامہ ''الحدیث'' کا منہج بالتفصیل ھدیۂ قارئین کیا۔

''ماہنامہ الحدیث کے منہج کی وضاحتیں

الحمد للّٰه رب العالمين والصلٰوة والسلام علٰى رسوله الأمين ، أما بعد :

ماہنامہ الحدیث حضرو کے منہج اور طرزِ استدلال کے بارے میں چند وضاحتیں پیشِ خدمت ہیں:

۱: نصوصِ شرعیہ (قرآنِ مجید، احادیث صحیحہ اور اجماع) سے حتمی استدلال کیا جاتا ہے اور صریح نصوصِ شرعیہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد کو جائز سمجھا جاتا ہے۔ اجتہاد کی کئی اقسام ہیں مثلاً:

☆ سلف صالحین کے غیر اختلافی آثار سے استدلال
☆ سلف صالحین کے اختلافی آثار میں سے راجح کو اختیار کرنا
☆ عام دلیل سے استدلال
☆ قیاسِ صحیح، مصالح مرسلہ اور اَولویت وغیرہ

۲: صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کی تمام متصل مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔

۳: اصولِ حدیث واصولِ محدثین سے جس خبر واحد کا صحیح ہونا ثابت ہو جائے وہ قطعی، حتمی اور یقینی طور پر صحیح ہوتی ہے، اسے ظنی وغیرہ سمجھنا باطل ومردود ہے۔ اس صحیح روایت سے ایمان، عقیدہ، بیانِ قرآن، احکام اور اعمال ہر دینی مسئلے پر استدلال بالکل صحیح ہے۔

٤: ہر وہ راوی جس کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہو،

اگر جمہور (مثلاً تین بمقابلہ دو) اس کی صریح یا اشارتاً توثیق کردیں تو یہ راوی صدوق، حسن الحدیث ہوتا ہے اور اس کی بیان کردہ غیر معلول روایت فی نفسہ حسن لذاتہ اور حجت ہوتی ہے۔

تنبیہ: ماہنامہ الحدیث حضرو کے منہج میں حسن لغیرہ روایت کو حجت نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے ضعیف ہی کی ایک قسم سمجھا جاتا ہے۔

۵: جس راوی کو مجہول یا مستور کہا گیا ہے اگر اس کی صریح یا اشارتاً توثیق کسی ایک معتبر محدث مثلاً دارقطنی وابن خزیمہ وغیرہما سے ثابت ہو جائے تو یہ راوی صدوق، حسن الحدیث ہوتا ہے اور اسے مجہول و مستور کہنا غلط ہے، اگرچہ ایک ہزار امام بھی اسے مجہول و مستور کہتے ہوں۔

تنبیہ: اشارتاً کا مطلب یہ ہے کہ کوئی محدث اس راوی کی حدیث کو صحیح یا حسن وغیرہ کہہ دے یا قرار دے۔

٦: اگر ایک راوی کو مجہول یا مستور وغیرہ کہا گیا ہے اور دو متساہل محدثین مثلاً: حافظ ابن حبان اور امام ترمذی اس کی توثیق صراحتاً یا اشارتاً کردیں تو اس راوی کو حسن الحدیث ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔

۷: جس راوی کا مدلس ہونا اُن محدثین سے ثابت ہو جائے جو ارسال اور تدلیس کو ایک نہیں سمجھتے تو ایسے راوی کی عن والی روایت کو غیر صحیحین میں ضعیف سمجھا جاتا ہے۔

۸: ثقہ و صدوق راوی کی زیادت کو ہمیشہ ترجیح حاصل ہے مثلاً: ایک ثقہ و صدوق راوی کسی سند یا متن میں کچھ اضافہ بیان کرتا ہے۔ فرض کریں یہ اضافہ ایک ہزار راوی بیان نہیں کرتے، تب بھی اسی اضافے کا اعتبار ہوگا اور اسے صحیح یا حسن سمجھا جائے گا۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ فلاں فلاں راوی نے یہ الفاظ بیان نہیں کیے، مخالفت کی ہے، مردود ہے۔

۹: جس شخص کا جو قول بھی پیش کیا جائے اس کا صحیح و ثابت ہونا ضروری ہے۔ صرف یہ کافی نہیں کہ یہ فلاں کتاب مثلاً: تہذیب الکمال، میزان الاعتدال یا تہذیب التہذیب وغیرہ میں لکھا ہوا ہے، بلکہ اس کے ثبوت کے بعد ہی اسے بطورِ جزم پیش کرنا چاہیے۔

۱۰: عین ممکن ہے کہ ایک روایت کی سند بظاہر صحیح و حسن معلوم ہوتی ہو، لیکن محدثینِ کرام نے بالاتفاق اسے ضعیف قرار دیا ہو تو یہ روایت معلول ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود سمجھی جاتی ہے۔

۱۱: کتاب و سنت کے مقابلے میں ہر قول اور ہر اجتہاد مردود ہے، مثلاً صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ متعۃ النکاح قیامت تک حرام ہے۔ اب اگر کسی عالم کا یہ قول مل جائے کہ متعۃ النکاح جائز ہے تو اس قول کو ہمیشہ مردود سمجھا جائے گا۔

۱۲: کتاب و سنت کا وہی مفہوم معتبر و مستند ہے جو سلف صالحین سے بلا اختلاف ثابت ہے۔ اگر کسی بات میں ان کا اختلاف ہو تو راجح کو ترجیح دی جائے گی۔

۱۳: اجتہادی اُمور اور اہلِ حق کے باہمی اختلاف میں وسعتِ نظر کے ساتھ علمی و باوقار اختلاف و استدلال جائز ہے اور مخالف کا احترام کرنا چاہیے۔

۱٤: اپنی خطا سے علانیہ رجوع کرنا چاہیے۔

۱۵: اہلِ بدعت کی کوئی عزت و توقیر نہیں بلکہ ان سے براءت ایمان کا مسئلہ ہے۔

۱٦: ماہنامہ الحدیث میں ہر تحریر سے ادارے کا متفق ہونا ضروری ہے اور اختلاف کی صورت میں صراحتاً یا اشارتاً

وضاحت کر دی جاتی ہے۔ یاد رہے کہ مضمون نگار اور اس کی دیگر تحریروں وغیرہ سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں۔

۱۷: عوام سے معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ ماہنامہ الحدیث ایک خالصتاً علمی و تحقیقی رسالہ ہے، لہٰذا اس میں بعض ایسے مضامین بھی شائع ہوتے ہیں جنھیں عوام الناس کا سمجھنا مشکل کام ہوتا ہے، تاہم کتاب وسنت کی دعوت اور تبلیغِ حق کی اشاعت کے لئے ایسے مضامین کا شائع کیا جانا ضروری ہے۔

۱۸: ہر بات باحوالہ پیش کرنا ماہنامہ الحدیث کا امتیاز ہے۔

۱۹: تکفیری و مرجی اور دیگر فرقِ ضالہ سے براءت کرتے ہوئے حدیث اور اہلِ حدیث (محدثین اور متبعینِ حدیث) کا دفاع کرنا ماہنامہ الحدیث کا نصب العین ہے۔

۲۰: تمام پارٹیوں اور تنظیموں سے علیحدہ رہ کر اہلِ حق کو متحد کر کے ایک جماعت بنانا وہ عظیم مقصد ہے جس کے لئے ہم دن رات کوشاں ہیں۔

۲۱: ماہنامہ الحدیث حضرو میں بعض اوقات اگر کسی تحریر سے اختلاف ظاہر کرنا مقصود ہو یا کسی غلطی کی طرف تنبیہ ہو تو عبارت کے اوپر ایک لکیر (—) کھینچ کر اشارہ کر دیا جاتا ہے یا کبھی عبارت کو واوین ("") میں لکھ دیا جاتا ہے۔ **وما علینا إلا البلاغ** (۶/ جنوری ۲۰۰۷ء)"

(ماہنامہ الحدیث ج4 ش3 مسلسل نمبر34 ص2–4 محررہ)

ماہنامہ الحدیث حضرو کا سفر اپنے وضع کردہ اصول و مقاصد اور طے کردہ منہج پر رواں دواں تھا۔ علمی و تحقیقی دنیا میں اس کا سکہ مانا جا رہا تھا۔ ان کا فرمایا ہوا مستند تسلیم کیا جا رہا تھا۔ اعلیٰ ٹھوس تحقیقی ذوق کے قارئین شدت سے ہر مہینے کی یکم تاریخ کا انتظار کرتے اور بلا مبالغہ شاذ و نادر یہ ماہنامہ یکم تاریخ سے لیٹ ہوا۔ ورنہ بروقت قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ جانا بھی ایک ریکارڈ تھا۔

ماہنامہ الحدیث اپنے سفر کی 10ویں جلد کی منازل طے کر رہا تھا کہ مدیرِ مکرم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ 10 نومبر 2013ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ (إنا لله و إنا إليه راجعون)

اور یوں آپ کی ادارت میں ماہنامہ الحدیث کا آخری شمارہ ج10 ش10 مسلسل نمبر 111 نومبر 2013ء کا شمارہ تھا اور اب آپ کے بعد آپ کے شاگردِ خاص حافظ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کی ادارت میں ماہنامہ الحدیث حضرو شائع ہو رہا ہے۔ جس میں علاوہ دیگر تحریروں کے محدث العصر فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے علمی و تحقیقی آثار کا معتدبہ حصہ ہدیہ قارئین ہو رہا ہے۔ اللہ کرے یہ مجلّہ آپ کے جملہ علمی و تحقیقی آثار کی اشاعت کا ذریعہ ٹھہرے۔ درحقیقت محدث العصر رحمہ اللہ کی تحقیقات انیقہ اور تنقیدات قاطعہ ہی اس ماہنامہ کی پہچان بلکہ طرہ امتیاز ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علمی و روحانی وارثان کو خاص توفیق ارزاں فرمائے اور یہ وارثان آپ کا تمام تر علمی سرمایہ اہلِ علم تک پہنچانے میں سرخرو ٹھہریں جو کہ درحقیقت وارثان کے پاس آپ رحمہ اللہ کی علمی امانت اور اشاعتی قرض ہے۔ اللہ رب العزت کے حضور مکرر خصوصی توفیق اور مدد کی دعا کے لئے عرض پرداز ہیں۔

(آمین ثم آمین)

ماہنامہ الحدیث حضرو کا تعارف درج ذیل خطوط پر سپردِ قلم کیا جا رہا ہے۔

1 نام مجلّہ: 2 مدیر:
3 نائب مدیر و معاون مدیر (iii) معاونین
4 ناشر 5 مقام اشاعت
6 تاریخ اجراء 7 صفحات اور سائز

بے جا طوالت سے احتراز کرتے ہوئے مذکورہ بالا 7امور کی الگ الگ تفصیلات احاطۂ تحریر میں لائی جا رہی ہیں۔ یہ تفصیلات بانی و مدیر مکرم کی ادارت کے حوالے سے ابتدائی 10 جلدوں کو محیط ہیں۔ یہ جلدیں سن عیسوی کی ترتیب پر مکمل ہوتی رہی ہیں۔

جلد اول: جون تا دسمبر 2004ء مسلسل نمبر 1۔7

جلد دوم: جنوری تا دسمبر 2005ء مسلسل نمبر 8۔19

جلد سوم: جنوری تا دسمبر 2006ء مسلسل نمبر 20۔31

جلد چہارم: جنوری تا دسمبر 2007ء مسلسل نمبر 32۔43

جلد پنجم: جنوری تا دسمبر 2008ء مسلسل نمبر 44۔55

جلد ششم: جنوری تا دسمبر 2009ء مسلسل نمبر 56۔67

جلد ہفتم: جنوری تا دسمبر 2010ء مسلسل نمبر 68۔79

جلد ہشتم: جنوری تا دسمبر 2011ء مسلسل نمبر 80۔90

جلد نہم: جنوری تا دسمبر 2012ء مسلسل نمبر 92۔100

جلد دہم: جنوری تا دسمبر 2013ء مسلسل نمبر 101۔112

آمدہ سطور میں تمام تر معلومات و تفصیلات ماہنامہ الحدیث حضرو کے مسلسل نمبر کے حوالے سے پیش کی جائیں گی۔ مذکورہ بالا سات 7امور کی تفصیلات ھدیہ قارئین ہیں:

1- نام مجلّہ: (i) ماہنامہ الحدیث حضرو
(مسلسل نمبر 1 تا مسلسل نمبر 100)
(ii) ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو
(مسلسل نمبر 101 تا 112 و مابعد)

2- مدیر: (i) مدیر حافظ زبیر علی زئی
(مسلسل نمبر 1 تا حیات مسلسل نمبر 111)
(ii) حافظ ندیم ظہیر
(مسلسل نمبر 112 و مابعد)

3- (ا) نائب مدیر: (i) ڈاکٹر خالد محمود بھٹی
(مسلسل نمبر 1۔9)
(ii) ابو ثاقب محمد صفدر حضروی
(مسلسل نمبر 10۔17)
(iii) فضل اکبر کاشمیری
(مسلسل نمبر 18۔31)
(iv) حافظ ندیم ظہیر
(مسلسل نمبر 101۔111)

(ب) معاون مدیر: حافظ ندیم ظہیر
(مسلسل نمبر 2۔4، 12۔31)

(ج) معاونین: (i) فضل اکبر کاشمیری، حافظ ندیم ظہیر
محمد صفدر حضروی، ابو خالد شاکر
(مسلسل نمبر 32۔34)
(ii) حافظ ندیم ظہیر، محمد صفدر حضروی، ابو خالد شاکر
(مسلسل نمبر 35، 37۔43)
(iii) حافظ ندیم ظہیر، محمد صفدر حضروی (36)
(iv) حافظ ندیم ظہیر، محمد صفدر حضروی
ابو جابر عبداللہ دامانوی، ابو خالد شاکر (44۔57)
(v) حافظ ندیم ظہیر، ابو جابر عبداللہ دامانوی
محمد اعظم، ابو خالد شاکر (58۔79)
(vi) حافظ ندیم ظہیر، ابو خالد شاکر
ابو جابر عبداللہ دامانوی (80۔100)
(vii) ابو جابر عبداللہ دامانوی، ابو خالد شاکر
محمد سرور عاصم، محمد ارشد کمال، محمد زبیر صادق
آبادی، محمد صدیق رضا (101۔112)

3- ناشر: (i) حافظ شیر محمد

(مسلسل نمبر1۔111)

(ii) حافظ شیر محمد اثری

(مسلسل نمبر112 و مابعد)

5- مقام اشاعت: مکتبۃ الحدیث حضرو، اٹک

(مسلسل نمبر1۔112 و مابعد)

6- تاریخ اجراء: ماہنامہ کے طور پر اور ہر ماہ کی یکم تاریخ اشاعت کی بنیاد پر جون 2004ء سے اجراء ہوا۔ بانی و مدیر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی ادارت میں 111 شمارے (نومبر 2013ء تک) شائع ہوئے۔ جن میں سے صرف تین شمارے مسلسل نمبر 94 (مارچ، اپریل 2012ء) نمبر 95 (مئی جون 2012ء) اور نمبر 100 (نومبر، دسمبر 2014ء) دو دو ماہ کو محیط ہیں۔ اس کی وجہ مدیر مکرم رحمہ اللہ کے الفاظ میں ''اگلے سال بعض شمارے دو مہینوں میں ایک ایک دفعہ شائع ہوگا، تاکہ دسمبر 2012ء والے شمارے کا مسلسل نمبر 100 ہو۔ ان شاءاللہ'' (الحدیث مسلسل نمبر 91 ص 57)

ان کے علاوہ باقی تمام شمارے ماہانہ بنیادوں پر ہر ماہ کی یکم تاریخ کو اشاعت کے بعد قارئین کے لئے دستیاب ہوتے تھے۔ بروقت اشاعت مدیر مکرم رحمہ اللہ کے ہاں اپنے اوپر عائد ذمہ داری کی ادائیگی کی حساسیت پر بہت بڑی دلیل ہے، بلکہ الفضل ما شهدت به الاعداء بھی اس پر شاہد ہیں۔

7- صفحات اور سائز:

ابتدائی دس جلدوں کے زیادہ تر شماروں کے 48، 48 صفحات ہیں، لیکن مسلسل نمبر 112 کے 54 صفحات، مسلسل نمبر 67، 79 اور 91 کے 56، 56 صفحات، مسلسل نمبر 19، 22۔43 اور 55 کے 64،64 صفحات، مسلسل نمبر 95 کے 96 صفحات، مسلسل نمبر 100 کے 98 صفحات اور مسلسل نمبر 94 کے 100 صفحات ہیں، تاہم تمام شماروں کا سائز 8.5x5.5 انچ کی صورت میں یکساں ہے۔ الحدیث کے صفحات کی تعداد 48 یا زائد ہو۔ یہ تعداد ٹائٹل (سرورق، اندرون ٹائٹل، اندرون بیک، بیک) کے علاوہ صفحات کو ظاہر کرتی ہے۔

بانی مدیر مکرم رحمہ اللہ نے اغلاط سے پاک ''الحدیث'' کا ایک معیار قائم کیا اور شاذ و نادر اگر کمپوزنگ کی کوئی غلطی رہ گئی تو آئندہ شمارے میں اس غلطی کی تصحیح اور معذرت شائع ہوتی تھی۔ غلطی ہونا اگر انسانی کمزوری تھی تو غلطی کی تصحیح اور اعتراف کا اعلان آپ کی عظمت کی دلیل تھی۔

اُمید واثق ہے کہ ماہنامہ الحدیث حضرو کی ابتدائی دس جلدوں کے بارے میں مہیا کردہ مذکورہ معلومات سے ارباب علم و فضل ''الحدیث'' کے خارجی تعارف سے بخوبی آگاہ ہو جائیں گے، جبکہ دس جلدوں کا داخلی تعارف بہت سی تفصیلات کا حامل ہے جس کے لیے ''الحدیث'' کی دس جلدوں کا داخلی دقیق مطالعہ ہی کفایت کر سکتا ہے، تاہم ہر جلد کے آخر پر شائع شدہ فہرست مضامین پیش خدمت ہے۔ جس سے مضامین کے عنوانات اور ارباب علم و قلم کے اسماء گرامی پر آگاہی کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ اس فہرست کی تیاری اور ای میل کرنے پر راقم السطور برادران گرامی جناب محمد وقاص اور محمد اسد حبیب صاحب فیصل آبادی کا تہہ دل سے شکر گزار ہے۔ (جزاهم الله فاحسن الجزاء)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی دینی وعلمی خدمات

مولانا عبد الرشید عراقی حفظہ اللہ*

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی جیسی جامع کمالات شخصیتیں کہیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں، وہ اپنے دور کے بلند پایہ عالم دین، مفسر قرآن، محدث، محقق، مورخ وصحافی، مصنف اور مدرس تھے۔ جملہ علوم اسلامیہ پر ان کی گہری نظر تھی اور بعض علوم خاص کر حدیث اور اسماء الرجال میں امامت کا درجہ رکھتے تھے۔ ان میں اپنی علمی ودینی بصیرت اور تلاش وتحقیق کی ایسی یادگاریں چھوڑی ہیں جو علمی دنیا کی رہنمائی کا کام دیتی رہیں گی۔ ان کا علمی درجہ اتنا بلند اور ان کی علمی و دینی خدمات کا دائرہ اتنا وسیع اور گونا گوں اتنا متنوع ہے کہ اس کی تفصیل کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

ان کی علمی و دینی خدمات کا دائرہ وسیع ہے۔ مگر ان سب کی غرض وغایت تقریباً صرف ایک تھی، یعنی دین اسلام کی نشر واشاعت، کلام اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کی اشاعت وحفاظت اور دفاع۔ حدیث نبوی ﷺ کا دفاع ان کا خاص موضوع تھا اور اس فن میں وہ یگانہ روزگار تھے۔ حدیث کی معرفت اور اس کے حفظ وضبط میں بے مثال تھے۔ احادیث کے علل واسقام کی تمیز میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے۔ حدیث اور اس کے متعلقات پر ان کو مہارت تامہ حاصل تھی۔ مورخ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں امام ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی (م ۴۵۸ھ) کے بارے میں لکھا ہے:

''غلب علیه علم الحدیث و اشتهر به''

ان پر علم حدیث خاص طور سے غالب تھا اور اس میں انھیں نمایاں شہرت حاصل ہوئی۔ (تاریخ ابن خلکان ۱/ ۳۵)

حافظ زبیر علی زئی پر مورخ ابن خلکان کا یہ جملہ مکمل طور پر صادق آتا ہے۔ انھوں نے اپنی زندگی حدیث نبوی ﷺ کی اشاعت اور دفاع ہی کے لئے وقف کر دی تھی۔

حدیث نبوی ﷺ میں عدیم المثال ہونے کے علاوہ اسماء الرجال پر بھی ان کو عبور کامل تھا اور وہ اس فن میں سند تسلیم کیے جاتے تھے۔ بقول مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ:

''ابتدائے عمری سے مطالعہ اور تحقیق کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔'' مولانا بھٹی کہتے ہیں: ''حافظ زبیر علی زئی کا مسکن حضرو ہے، ان کا اصل کام تصنیف وتالیف تھا اور وہ اسی کام میں مصروف رہتے تھے۔ ایک مدرسہ بھی قائم کیا ہوا تھا جس میں تدریس فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ ماہنامہ ''الحدیث'' کئی سال سے جاری کیا ہوا ہے (جس کے ۱۱۱ شمارے شائع ہوئے ہیں۔ (نومبر ۲۰۱۳ء تک) وہ تحقیق سے لکھتے تھے۔ اسی رسالہ میں زیادہ تر مضامین ان کے تحریر فرمودہ ہوتے تھے۔ وہ تحقیق سے لکھتے تھے۔ اور صاف الفاظ میں باحوالہ اپنا نقطہ نظر کی صراحت کرتے تھے۔ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں لکھتے تھے۔'' (گلستان حدیث ص ۵۳۷)

فن مناظرہ میں بھی ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ عیسائیوں، مرزائیوں، شیعوں، دیوبندیوں اور جماعۃ المسلمین کراچی کے مولویوں سے کئی ایک مناظرے کیے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم

---

* معروف قلمکار، مورخ ومصنف کتب کثیرہ

سے ہر مناظرے میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوئے۔

حافظ زبیر علی زئی ایک کامیاب محقق و مورخ ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مبلغ و مصنف اور مدرس تھے۔ ان کی زبان وقلم میں بلا کی شائستگی و ادتدویزعا تھی۔ آپ کی تقریروں میں علم و روحانیت، فکر و بصیرت اور تحقیق و کاوش کے جوہروں کے ساتھ ساتھ ادب کی چاشنی اور اسلوب کی دلآویزیاں چمکتی دمکتی نظر آتی تھیں۔ آپ ایک جرأت منداور بیباک مقرر تھے۔ بقول مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کے:

''اپنے مسلک کے پُرعزم اور سرگرم مبلغ تھے۔ اس باب میں وہ کسی کی پروا نہیں کرتے تھے۔''

حافظ زبیر علی زئی ایک نابغہ روزگار اور عہد ساز شخص تھے۔ ان کی دینی، علمی، مذہبی، ادبی، مسلکی اور صحافتی خدمات قابل قدر ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی اپنی غیر معمولی دینی بصیرت اور دماغی قابلیتوں کی وجہ سے اہل علم واہل قلم طبقہ میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان میں ایک بہت نمایاں صفت ان کی صحافت بھی ہے۔ ماہنامہ ''الحدیث'' علمی وادبی دنیا میں ایک خاص مقام رکھتا ہے اور اہل علم اس کا بڑے ذوق وشوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔

صحافت سے حافظ صاحب کا مقصد جلبِ منفعت یا طلبِ جاہ نہ تھا، بلکہ وہ اس کے ذریعے سے اخلاص اور بے لوثی اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے دین اسلام کی نشر واشاعت، کلام اللہ اور حدیث نبوی ﷺ کی ترقی وحفاظت اور دفاع، شرک و بدعت ومحدثات کی تردید وتوبیخ اور ان کے علاوہ علمائے سلف کے حالات اور ان کے دینی وعلمی کارناموں سے آگاہ کرنا تھا۔ حافظ صاحب کا اسلوبِ بیان اور طرز تحریر پاکستان کے تمام دینی رسائل کے ایڈیٹروں سے مختلف تھا۔ بہر حال یہ حقیقت ہے کہ حافظ زبیر علی زئی صحافت میں بھی اپنا ایک خاص اور الگ مقام رکھتے تھے۔

حافظ صاحب جماعت اہل حدیث کے جید عالم دین، عظیم محقق اور مورخ اور مصنف و مدرس اور واعظ ومبلغ تھے۔ قدرت کی طرف سے اچھے دل ودماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ کی غیر معمولی نعمت سے نوازا تھا۔

ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایہ علم تھا۔ فقہ المذاہب الاربعہ پر ان کا مطالعہ وسیع تھا اور خاص کر فقہ حنفی پر تنقیدی نگاہ رکھتے تھے۔ جو کچھ لکھتے تھے تحقیق سے لکھتے تھے۔

مختصر یہ کہ حافظ زبیر علی زئی کی ذات گرامی قدیم روایات صالحہ کی یادگار تھی۔ ان کے سانحہ ارتحال سے جماعت اہل حدیث پاکستان کو عظیم نقصان پہنچا ہے اور ان کا نعم البدل ملنا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی بال بال مغفرت فرمائے۔ (آمین)

ؔ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مقالات: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے یوں تو ہر موضوع پر مضامین لکھے اور اس موضوع کے متعلق اپنے مطالعہ وتحقیق کا حق ادا کیا۔ آپ کے مقالات کی پانچ [1] جلدیں مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور نے شائع کی ہیں۔ جن کے صفحات کی مجموعی تعداد ۳۲۰۵ ہے۔ ان پانچوں جلدوں میں جن موضوعات سے متعلق مضامین شامل کیے گئے ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

[1] اب چھٹی جلد بھی شائع ہوچکی ہے۔ وللہ الحمد

۱: عقائد مسلک اہل حدیث اور اعتراضات کے جوابات
۲: نماز کے بعض مسائل
۳: اصولِ حدیث اور تحقیق الروایات
۴: تذکرہ علمائے حدیث
۵: تذکرۃ الراوی
۶: باطل مذاہب و مسالک اور ان کا رد
۷: کتاب الفتن
۸: بعض شبہات اور باطل استدلالات کا رد
۹: شذرات الذہب
۱۰: احکام و مسائل
۱۱: آثار السنن (تنقیدی جائزہ)
۱۲: نصر المعبود
۱۳: عقائد علمائے دیوبند
۱۴: تحقیق و تنقید
۱۵: متفرق مضامین
۱۶: قربانی اور عقیقے کے مسائل
۱۷: تحقیق و تنقید

مقالات کی مجموعی تعداد (۳۳۰) ہے۔

تمام مقالات کا خلاصہ بیان کرنے کی ایک مستقل ضخیم کتاب ہی متحمل ہوسکتی ہے۔ ماہنامہ ''الحدیث'' کا خاص شمارہ محدث العصر نمبر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

احقر نے ان مقالات میں صرف دو عنوانات کا انتخاب کیا ہے۔ ایک ''اصول اور تحقیق روایات'' اور دوسرا ''تذکرہ علمائے حدیث'' (صرف محدثین کرام کے اسمائے گرامی درج کیے جائیں گے)

اور یہ دو عنوانات اس لئے منتخب کیے گئے ہیں کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی پوری زندگی حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت وحمایت، تائید، نصرت وحفاظت اور دفاع میں بسر ہوئی۔ علاوہ ازیں حافظ صاحب محدثین کرام کی دینی وعلمی خدمات کے معترف اوران سے والہانہ عقیدت بھی رکھتے تھے۔

جلد اول: اس جلد میں (۴) مقالات ہیں:

۱: التأسیس فی مسئلۃ التدلیس
۲: پندرہ شعبان کی رات اور مخصوص عبادات
۳: حدیث قسطنطنیہ اور یزید
۴: خلافت راشدہ کے تین سال

۱) التأسيس في مسئلة التدليس:

پہلے تدلیس کی تعریف کی گئی ہے۔

اور اس کے یہ معنی بتائے ہیں کہ نور اور ظلمت کے اختلاط کو تدلیس کہا جاتا ہے اور دوسرے معنی یہ بتائے ہیں کہ ''اس نے اپنے مال کا عیب گاہک سے چھپایا ہے'' اور یہ معنی اہل لغت نے بیان کیے ہیں:

تدلیس کی اصطلاحی تعریف یہ کی ہے:

''اگر راوی اپنے اس اُستاد سے (جس سے اس کا سماع ملاقات اور معاصرت ثابت ہے) وہ روایت (عن یا قال وغیرہ کے الفاظ کے ساتھ) بیان کرے جسے اس نے (اپنے اُستاد کے علاوہ) کسی دوسرے شخص سے سنا ہے اور سامعین کو یہ احتمال ہو کہ اس نے یہ حدیث اپنے اُستاد سے سنی ہوگی تو اسے تدلیس کہا جاتا ہے۔'' [۲۵۲/۱]

اس کے بعد تدلیس کی چھ اقسام بیان کی ہیں اور ہر قسم کی مختصر تشریح وتوضیح کی، بعد ازاں تدلیس پر محدثین کرام نے جو کتابیں تصنیف کیں، اُن کے نام لکھے ہیں۔

بعض محدثین کرام تدلیس سے کام لیتے تھے۔اُن کا تذکرہ کیا ہے۔

تدلیس پر بحث کرتے ہوئے ''خاتمہ بحث'' کے عنوان سے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اس بات پر ائمہ اہل الحدیث کا اجماع ہے کہ فن تدلیس ایک ''حقیقت والا'' فن ہے اور ثقہ راویوں نے تدلیس کی ہے جس کی وجہ سے ان کی سماعت ساقط نہیں ہوئی، بلکہ وہ زبردست صادق اور ثقہ امام تھے، تاہم ان کی غیر مصرح بالسماع روایات صحیحین کے علاوہ دوسری کتابوں میں ساقط الاعتبار ہیں۔'' [۲۷۹/۱]

مقالات کے آخر میں (۴۰) محدثین کرام کے تدلیس کے بارے میں اقوال درج کیے ہیں جنھوں نے ثقہ وصدوق راویوں کو مدلس قرار دیا ہے۔

۲) پندرہ شعبان کی رات اور مخصوص عبادات:

حافظ زبیر علی زئی اپنے اس مقالہ میں تحریر فرماتے ہیں: ''نصف شعبان کی رات کی فضیلت میں کئی احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ شعبان کی ۱۵ ویں رات کو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور کلب (قبیلے) کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ لوگوں (کے گناہوں) کو بخش دیتا ہے۔'' وغیرہ

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شعبان کی ۱۵ ویں رات کو اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف (خاص طور پر) متوجہ ہوتا ہے، پھر مشرک اور (مسلمان بھائی سے) دشمنی و بغض رکھنے والے کے سوا اپنی تمام (مسلمان) مخلوق کو بخش دیتا ہے۔ (السلسلۃ الصحیحہ ۳/۱۲۲۵، ح۱۱۴۴)

شیخ البانی نے جو احادیث ذکر کی ہیں ان کے راویوں کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں: (۱) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (۲) ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ (۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۴) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ (۵) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (۶) ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ (۷) عوف بن مالک رضی اللہ عنہ (۸) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (۹) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۱۰) کردوس رضی اللہ عنہ (۱۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۱۲) محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ (۱۳) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۱۴) مکحول تابعی کا قول

حافظ زبیر علی زئی ہر حدیث کے راویوں سے متعلق جو ائمہ جرح وتعدیل نے جو نقل کیا ہے وہ بھی بیان کرتے ہیں: مثلاً ''حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہ، حجاج بن ارطاۃ نے عن یحییٰ بن ابی کثیر عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے روایت کیا ہے۔

تخریج: سنن ترمذی (۱/۱۰۶ ح ۷۳۹) ابن ماجہ (۱۳۸۹) احمد (۶/۲۳۸ ح ۲۶۵۴۶) مصنف ابن ابی شیبہ (۱۰/۴۳۸ ح ۲۹۸۴۹) عبد بن حمید (۱۵۰۷) البیہقی فی شعب الایمان (۳۸۴۴) العلل المتناھیہ (۲/۶۶ ح ۹۱۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ انھوں نے امام بخاری کو فرماتے ہوئے سنا: یہ حدیث ضعیف ہے۔اسے یحییٰ (بن ابی کثیر) نے عروہ سے نہیں سنا، اور نہ حجاج بن ارطاۃ نے اسے یحییٰ (بن ابی کثیر) سے سنا ہے۔ (سنن الترمذی: ۷۳۹)

حجاج بن ارطاۃ ضعیف عند الجمہور اور مدلس راوی ہے۔

یحییٰ بن ابی کثیر بھی مدلس ہیں۔

نتیجہ: یہ سند ضعیف ہے۔اس روایت کے تین ضعیف شواہد بھی ہیں:

اول: العلل المتناھیہ (۲، ۶۷، ۶۸ ح ۹۱۷)

اس میں سلیمان بن ابی کریمہ ضعیف ہے۔ وہ منکر روایات بیان کرتا تھا۔ (لسان المیزان ۳/۱۰۲)

دوم: العلل المتناھیہ (۲؍۶۸، ۶۹ ح ۹۱۸)

اس میں سعید بن عبدالکریم الواسطی کا ثقہ ہونا، نامعلوم ہے۔ (لسان المیزان ۳/۳۶)

سوم: العلل المتناھیہ (۲؍۶۹ ح ۹۱۹)

اس میں عطاء بن عجلان کذاب ومتروک ہے۔ (الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث ص ۲۸۹، تقریب التھذیب: ۴۵۹۴)

خلاصہ یہ کہ تینوں شواہد بھی مردود ہیں۔'' [مقالات ۱/ ۲۹۶، ۲۹۷]

خلاصۃ التحقیق: حافظ صاحب فرماتے ہیں:

''پندرہ شعبان والی کوئی روایت بھی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں۔''

محققین کا فیصلہ:

امام ابوبکر العربی لکھتے ہیں: نصف شعبان کی رات اور فضیلت کے بارے میں کوئی حدیث قابل اعتماد نہیں، اور اس رات کو موت کے فیصلے کی منسوخی کے بارے میں کوئی حدیث قابل اعتماد نہیں پس آپ ان (ناقابل اعتماد) احادیث کی طرف (ذرہ بھی) التفات نہ کریں۔

(احکام القرآن ۴/ ۶۹)

حافظ ابن القیم لکھتے ہیں: پندرہ شعبان کی رات کو خاص نماز والی روایتوں میں سے کوئی چیز بھی ثابت نہیں۔

(المنار المنیف، ص ۹۹۷)

مقالہ کے آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''نزول باری تعالیٰ ہر رات کو پچھلے پہر ہوتا ہے، جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی متواتر احادیث سے ثابت ہے، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہی بہتر جانتا ہے۔'' [مقالات ۱/ ۳۰۴]

۳) حدیث قسطنطنیہ اور یزید:

اس مقالہ کی تالیف کا پس منظر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور اگست ۱۹۹۷ء میں محترم پروفیسر محمد شریف صاحب کا ایک مضمون دو قسطوں میں شائع ہوا۔ (الاعتصام ج ۴۹ ش ۳۱، ۳۲)

اس مضمون میں پروفیسر صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کے پہلے حملے میں یزید بن معاویہ بھی شامل تھا اور جو دلائل دیئے ہیں وہ قابل التفات نہیں۔ کوئی صحیح یا حسن روایت پیش نہیں کر سکے جس میں یزید بن معاویہ کی اول جیش میں موجودگی کی صراحت ہو۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے پروفیسر صاحب کے مضمون کا اپنے اس مقالہ میں تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں: ''تاریخ، حدیث اور رجال سے ثابت ہے کہ مدینہ قیصر قسطنطنیہ پر عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں کئی حملے ہوئے ہیں، صحیح بخاری کی صحیح حدیث میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں کہ (۱) ان تمام حملوں میں یزید بن معاویہ شریک تھا۔ (۲) ان تمام حملوں میں سے پہلے حملے میں یزید شریک تھا، لہٰذا جن لوگوں کا دعویٰ ہے کہ قسطنطنیہ پر جو حملہ ہوا تھا اس میں یزید بن معاویہ بھی شامل تھا، ان لوگوں کے لئے صحیح بخاری سے استدلال درست نہیں۔''

حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: ''سنن ابی داود کی ایک حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یزید بن معاویہ والے حملہ سے پہلے بھی قسطنطنیہ پر حملہ ہوا ہے جس میں پورے لشکر کے امیر عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید تھے، چونکہ یہ حدیث ان لوگوں کے لئے زبردست رکاوٹ ہے جو ضرور بالضرور یزید کو بخشا ہوا (مغفور و مرحوم) ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔''

اس روایت کے بارے میں پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ ابوداود کے سوا کسی کتاب میں عبدالرحمٰن کے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والی فوج کے قائد ہونے کا ذکر نہیں۔

(الاعتصام ش ۳۲ص ۱۳)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''درج ذیل کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ اس حملہ کا قائد عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید کو بتایا گیا ہے: (۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن (المعروف بتفسیر طبری) (ج ۲ص ۱۱۸، ۱۱۹)

(۲) تفسیر ابن ابی حاتم الرازی (ج ۱ص ۳۳۰، ۳۳۱)

(۳) احکام القرآن از علامہ جصاص (ج ۱ص ۳۲۶، ۳۲۷)

(۴) مستدرک الحاکم (ج ۲ص ۸۴، ۸۵) اسے حاکم اور علامہ ذہبی دونوں نے بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

اس لئے سنن ابی داود کی روایت بالکل صحیح اور محفوظ ہے۔''

قسطنطنیہ پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حملے: سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں قسطنطنیہ پر کئی حملے کیے گئے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں کی زمین پر ۱۶ مرتبہ فوج کشی کی۔ (البدایہ والنہایہ ۵/ ۱۳۳)

ایک حملہ جو ۳۲ھ بمطابق ۶۵۲، ۶۵۳ء میں ہوا تھا اس میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ خود بھی شریک تھے۔

(تاریخ طبری ۴/ ۳۰۴، العبر للذہبی ۱/ ۲۴، المنتظم لابن جوزی ۵/ ۱۹، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۷/ ۱۵۹، ۸/ ۱۲۶، تاریخ الاسلام للذہبی)

اس حملہ کے وقت یزید ۶ سال کا تھا اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور ثابت ہے کہ '' اول جیش والی'' روایت یزید پر فٹ کرنا صحیح نہیں اور یزید کے بارے میں دو باتیں بڑی اہم ہیں:

(۱) قسطنطنیہ پر پہلے حملہ اور لشکر میں اس کا موجود ہونا ثابت نہیں۔

(۲) یزید کے بارے میں سکوت کرنا چاہیے، حدیث کی روایت میں وہ مجروح راوی ہے۔'' (مقالات ۱/ ۳۰۵ تا ۳۱۱)

٤) خلافتِ راشدہ کے تیس سال:

حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں: ''اس مضمون میں ہم مشہور حدیث '' خلافة النبوة ثلاثون سنة '' (نبوت والی خلافت تیس سال رہے گی) کی تحقیق وتخریج پیش کر رہے ہیں تاکہ عام لوگوں پر بھی حق واضح ہو جائے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم درج ذیل ہے:

سیدنا سفینہ ابوعبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نبوت والی خلافت تیس سال رہے گی، پھر جسے اللہ چاہے گا (اپنی) حکومت دے گا...

(سنن ابی داود: ۴۶۴۶، جامع الترمذی: ۲۲۲۶، السنن الکبریٰ للنسائی ۵/ ۴۷ ح ۸۱۵۵)

سعید بیان کرتے ہیں کہ سفینہ نے مجھے کہا شمار کرو:

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	:	۲ سال
عمر فاروق رضی اللہ عنہ	:	۱۰ سال
عثمان رضی اللہ عنہ	:	۱۲ سال
علی رضی اللہ عنہ	:	۶ سال
		۳۰ سال

سعید فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بزعم خویش کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ نہیں تھے تو انھوں نے کہا: جو لوگ یہ کہتے ہیں وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ یہ الفاظ ابوداود کے ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: سفینہ کی خلافت کے بارے میں حدیث صحیح ہے۔

اور میں خلفاء کے سلسلے میں اس حدیث کا قائل ہوں۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔اس حدیث کے راوی سعید بن جمہان کو امام یحییٰ بن معین، امام احمد، امام نسائی، حافظ ابن حبان اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ اجمعین نے ثقہ کہا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب کسی شخص کی عدالت ثابت ہو جائے تو اس کی عدم متابعت چنداں مضر نہیں چونکہ سعید بن جمہان کا ثقہ ہونا بدلائل ثابت ہو چکا ہے، لہٰذا اس حدیث میں ان کا تفرد ذرہ بھی مضر نہیں۔'' (مقالات ۱/۳۱۶)

منکرین حدیث کے عزائم

منکرین حدیث یہ عزائم رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ کو مکر و فریب کے ساتھ جعلی ثابت کر دیا جائے تاکہ عامۃ المسلمین کے اذہان شبہ کا شکار ہو جائیں اور اس کے ساتھ ان کے اذہان میں احادیث کے بارے میں عدم اعتماد کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

منکرین حدیث کے گروہ میں ایک شخص تمنا عمادی پھلواری گزرا ہے جس نے ایک کتاب بنام ''انتظار مہدی و مسیح'' تالیف کی ہے۔اس میں وہ کئی ایک ثقہ راویوں کو ضعیف قرار دیتا ہے۔حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں: ''تمنا عمادی کی کتاب میں اتنے زیادہ جھوٹ ہیں کہ ان کے جمع کرنے سے ایک نئی کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔'' [مقالات ۱/۳۱۷]

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سعید بن جمہان کی روایت پر امام احمد وغیرہ نے چاروں خلفائے راشدین کی خلافت کے سلسلے میں اعتماد کیا ہے اور امام احمد نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور ان لوگوں پر یہ حجت پیش کی ہے جو علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں توقف کرتے ہیں، کیونکہ اس وقت لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو گیا تھا حتیٰ کہ امام احمد نے کہا: جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ نہ مانے وہ اپنے گھر کے گدھے سے زیادہ گمراہ ہے اور امام احمد نے ایسے شخص کے ساتھ (رشتہ) نکاح کرنے سے منع کیا۔ یہ بات فقہاء، علمائے سنت اور (دین) کی پہچان والے اور صالحین کے درمیان متفقہ علم ہے اور یہی عوام کا مذہب ہے اور اس عقیدے میں ان کی مخالفت بعض بدعتیوں نے کی ہے۔اہل کلام میں سے مثلاً: روافض جو کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت میں طعن کرتے ہیں اور خوارج نے جو کہ نبی کریم ﷺ کے دونوں دامادوں عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی خلافت میں طعن کرتے ہیں ۔بعض ناصبیوں نے جو کہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں طعن کرتے ہیں یا ان نام نہاد سنی جاہلوں نے جو کہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں توقف کرتے ہیں۔ (مجموع الفتاویٰ ۳۵/ ۱۸۔۱۹)

اس حدیث کو درج ذیل محدثین کرام نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے:

احمد بن حنبل، ترمذی، ابن جریر طبری، ابن ابی عاصم، ابن حبان، حاکم، ابن تیمیہ، ذہبی اور ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ۔

(السلسلۃ الصحیحۃ ۱/ ۷۴۵ ح ۴۵۹، مقالات ۱/ ۳۱۷، ۳۱۸)

جلد دوم: اس جلد میں حدیث اور متعلقات حدیث پر (۵) مقالات ہیں:

۱: امام زہری کی امام عروہ سے روایت اور سماع
۲: صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت
۳: ضعیف روایات اور اُن کا حکم
۴: تین روایات کی تحقیق
۵: حدیث و سنت میں فرق کا اختراعی نظریہ

۵) امام زہری کی امام عروہ سے روایت اور سماع:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا یہ مقالہ مذکورہ جلد کے چھ صفحات پر مشتمل ہے۔

امام زہری فرماتے ہیں: میں نے قریش میں سے چار (علم کے) سمندروں کو پایا ہے:

سعید بن المسیب، عروہ بن زبیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور عبیداللہ بن عبداللہ

(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لامام احمد بن حنبل ۱/۶۳)

امام زہری نے فرمایا: میں نے قریش میں سے چار سے ملاقات کی۔

عروہ بن زبیر، سعید بن المسیب، ابوسلمہ اور عبیداللہ یہ سب (علم کے) سمندر تھے۔ (تاریخ ابی زرعہ الدمشقی ص ۹۴۵)

[مقالات ۲/۲۲۳]

امام زہری امام عروہ کے شاگرد تھے۔ اور زہری کا عروہ سے سماع ثابت ہے۔

امام زہری کا تلمذ اور سماع تین طرق سے ثابت ہے۔

حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

۱: **حدثني عروة (بن الزبير)**

۲: **أخبرني عروة**

۳: **سمعت عروة**

حدثني عروة: یہ حدیث کی (۱۱) کتابوں میں روایتیں آئی ہیں۔

بعض روایات میں حدثنا عروۃ آیا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۸۷۲، صحیح مسلم: ۶۰۹)

أخبرني عروة: اس طرق سے حدیث کی (۱۴) کتابوں میں روایات آئی ہیں۔

سمعت عروة: اس طرق سے حدیث کی (۷) کتابوں میں روایات آئی ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں:

اس طرح کے اور بھی حوالے ہیں جن سے صاف اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ امام زہری امام عروہ کے شاگرد ہیں اور ان کی روایت عروہ سے (صحیحین کے علاوہ سماع کی تصریح کے بعد) متصل ہوتی ہے۔ [مقالات ۲/۲۲۴]

بعض منکرین حدیث یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ امام زہری کا عروہ بن زبیر سے سماع ثابت نہیں اور اس پر محدثین کا اتفاق ہے، حالانکہ امام زہری تو یہ فرماتے ہیں کہ میں نے عروہ سے سنا ہے۔ اور بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی وغیرہ محدثین نے زہری کی عروہ سے روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ [مقالات ۲/۲۲۷]

امام عروہ بن زبیر خلافت عثمانی کے ابتدائی دور میں پیدا ہوئے اور ۹۴ھ میں وفات پائی۔ (تقریب التہذیب: ۴۵۶۱)

امام زہری کا سن ولادت ۵۱ھ اور سن وفات ۱۲۴ھ ہے۔

(تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۱۸، ۳۵۶) [مقالات ۲/۲۲۸]

۶) صحیح مسلم کی ایک حدیث کا دفاع اور ثقہ راوی کی زیادت:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا یہ مقالہ کتاب کے صفحہ **۲۲۹** تا ۲۶۵ تک محیط ہے۔ اس مقالہ میں جیسا کہ مقالہ کے عنوان سے ظاہر ہے۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ حدیث کے راوی سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**و إذا قرأ الإمام فانصتوا**)) ''جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو''

(صحیح مسلم: ۴۰۴، ترقیم دارالسلام: ۹۰۵)

یہ حدیث مسند احمد (۴/۴۱۵ ح ۱۹۷۲۳) میں بھی ہے۔

امام ابوعوانہ (۲/۱۳۳) نے بھی اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ امام مسلم کا اس حدیث پر جرح نہ کرنا ان کے نزدیک حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرتا ہے۔

قاضی عیاض مالکی نے اپنی شرح اکمال المعلم میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (اکمال المعلم ۲/۳۰۰)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اسے احمد (بن حنبل) اسحاق (بن راہویہ) اور مسلم بن حجاج وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ (مجموع فتاویٰ ۲۲/۳۴)

کئی علمائے اسلام نے یہ فرمایا: کہ امام مسلم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [مقالات ۲/۲۳۰]

مولانا شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں:

''امام مسلم نے ابوموسیٰ الاشعری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما (دونوں) کی حدیث سے اس زیادت کو صحیح قرار دیا ہے۔'' (عون المعبود ۱/۲۳۵)

حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: ''حافظ ابوعوانہ اسفرائنی کا المستخرج علیٰ صحیح مسلم (۲/۱۳۳) میں جرح کے بغیر روایت کرنا اُن کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہے۔ جن محدثین نے اپنی کتابوں میں صحت کا التزام کیا ہے، اگر ان کتابوں میں جرح کے بغیر کوئی روایت بیان کریں تو یہ اُن کی طرف سے اس روایت کی تصحیح ہوتی ہے۔

روایت کی تصحیح اس کے راویوں کی توثیق بھی ہوتی ہے۔'' [مقالات ۲/۲۳۲]

اس کے بعد حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے (۲۸) محدثین کرام کے اسمائے گرامی مع حوالہ کہ انھوں نے حدیث ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی صحت کی توثیق کی ہے، درج کیے ہیں۔

ثقہ کی زیادت: محدثین کرام (اہل حدیث) کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح حدیث کی پانچ شرطیں ہیں:

۱: ہر راوی عادل ہو۔
۲: ہر راوی ضابط (ثقہ) ہو۔
۳: سند متصل ہو۔
۴: شاذ نہ ہو۔
۵: معلول نہ ہو۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۰۔۲۱)

شاذ کی تعریف امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے یہ کی ہے کہ حدیث میں شاذ یہ نہیں کہ ثقہ (راوی) کوئی ایسی حدیث بیان کرے جو دوسرے نے بیان نہ کی ہو، شاذ حدیث تو وہ ہے کہ ثقہ راوی ایک حدیث روایت کریں تو ان میں سے ایک آدمی شاذ کرے، پس اُن کی مخالفت کرے۔ (آداب الشافعی ومناقب لابن ابی حاتم ص ۱۷۷، ۱۷۹) [مقالات ۲/۲۴۳]

۷) ضعیف روایات اور اُن کا حکم:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا یہ مقالہ ۱۸ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں ضعیف روایت کے بارے میں بحث کی گئی ہے جیسا کہ اس کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے۔

اصول حدیث کے مطابق حدیث کی دو اقسام ہیں:

صحیح (مقبول) اور ضعیف (مردود)

المقبول: (جس حدیث پر ائمہ سنت کے نزدیک عمل واجب ہو)

غیر المقبول یا المردود: (جس حدیث کے بیان کرنے والے کا صدق راجح نہ ہو) (اصطلاحات المحدثین ص ۹)

بعض علماء نے حدیث کی تین اقسام بیان کی ہیں:

صحیح، حسن اور ضعیف

چونکہ حسن بھی صحیح کی ایک قسم ہے، لہٰذا اصل میں قبول اور رد کے لحاظ سے دو اقسام ہی ہیں: صحیح اور ضعیف یا مقبول اور غیر مقبول

صحیح حدیث حجت ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبل اپنے استاد امام شافعی کا یہ فرمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب تمھارے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو مجھے بتا دو تا کہ میں اسے اپنا مذہب قرار دوں، جس علاقے میں بھی (یہ حدیث) ہو۔ (حلیۃ الاولیاء ۹/۱۰۶)

صحیح حدیث کیا ہوتی ہے، اصول حدیث کی کتابوں میں شرائط بیان کی گئی ہیں:

۱: ہر راوی عادل ہو۔

۲: ہر راوی ضابط ہو۔

عادل اور ضابط کے مجموعہ کو ثقہ کہا جاتا ہے۔

۳: سند متصل ہو۔

۴: شاذ نہ ہو۔

۵: معلول نہ ہو۔ (اختصار علوم الحدیث ۱/۹۹)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہاں خواہشات نفسانیہ اور فرقہ پرستی کا دخل نہیں، بلکہ اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کو عالم ناظر سمجھ کر عدل و انصاف کے ساتھ حکم لگایا ہے جاتا ہے۔ جو شخص اس کے خلاف چلتا ہے تو اس کا حکم مردود ہوتا ہے۔

[مقالات ۲/۲۹۹]

ضعیف روایت: اصولِ حدیث کی کتابوں میں ضعیف روایت کو مردود اور غیر مقبول قرار دیا گیا ہے۔ احکام و عقائد میں جمہور علمائے کرام کے نزدیک ضعیف حدیث مردود ہے، لیکن بعض علماء فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کو مستحب قرار دیتے ہیں لیکن وہ اسے بعض شرائط کے ساتھ مشروط کرتے ہیں:

۱: ضعف شدید نہ ہو کذابین متہمین بالکذب اور فحش غلطیاں کرنے والے کی روایت نہ ہو۔ اس شرط پر علمائے اسلام کا اتفاق (اجماع) ہے۔

۲: کسی عام دلیل کے تحت درج ہو۔

۳: عمل کے وقت اس کے ثبوت کا عقیدہ نہ رکھا جائے۔

۴: عامل کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۵: مدح اور ذم کے لحاظ سے اس حدیث کا حکم شریعت میں ثابت ہو۔

۶: یہ ضعیف روایت صحیح حدیث کی تفصیلات وغیرہ پر مبنی نہ ہو۔

اتنی شرطوں پر عمل کرنے کے لئے حدیث کی تخریج و تحقیق ضروری ہے۔ جب تحقیق آئے گی تو ضعیف روایتوں کی جگہ صحیح روایتیں لے لیں گے۔ [مقالات ۲/۲۶۹، ۲۷۰]

حافظ زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں:

علمائے کرام کا دوسرا گروہ ضعیف روایات پر عمل کا قائل نہیں، چاہے عقائد و احکام ہوں یا فضائل و مناقب اور اسی گروہ کی تحقیق راجح ہے اور اس گروہ کے علماء ضعیف حدیث کو حجت نہیں سمجھتے۔ [ایضاً ص ۲۷۰]

مرسل روایت ضعیف احادیث کی ایک قسم ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما مرسل روایت کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

حافظ ابن حجر کا بھی یہی خیال ہے۔

(النکت علی ابن الصلاح ۲/۵۵۳) [ایضاً ص ۲۷۰]

امام مسلم بھی صحیح مسلم کے مقدمہ میں ضعیف حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: احکام ہوں یا ترغیب وترہیب (فضائل وغیرہ) ہر حال میں ضعیف حدیث حجت نہیں۔

(صحیح مسلم مطبوعہ دار السلام ص ۱۹، رقم: ۹۲)

امام ابن رجب حنبلی نے بھی امام مسلم کے فرمان سے اتفاق کیا ہے۔ (شرح علل الترمذی ۱/۷۴) [مقالات ۲/۲۷۲]

عصر حاضر کے مشہور عالم دین شیخ احمد محمد شاکر المصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں یہ سمجھتا ہوں کہ ضعیف حدیث کا ضعف بیان کرنا ہر حال میں واجب ہے، کیونکہ بیان نہ کرنے سے دوسرے آدمی کو یہ وہم ہوسکتا ہے کہ یہ صحیح حدیث ہے، خاص طور سے جب اس کا نقل کرنے والا علمائے حدیث میں سے ہو، اور جن کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، اور یہ کہ ضعیف روایت لینے میں احکام اور فضائل اعمال وغیرہ میں کوئی فرق نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت شدہ صحیح یا حسن حدیث کے علاوہ کسی کے لئے کوئی دلیل نہیں۔ (شرح الفیہ سیوطی ص ۷۴) [مقالات ۲/۲۷۶-۲۷۷]

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی ضعیف حدیث پر عمل کرنے سے روکا ہے۔ فرماتے ہیں: ہم دنیا کے مشرق و مغرب میں رہنے والے اپنے مسلمان بھائیوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ ضعیف احادیث پر مطلقاً عمل چھوڑ دیں اور اپنی ہمتوں کا رخ نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ احادیث کی طرف موڑ دیں، کیونکہ اس میں ضعیف روایات سے بے نیازی ہے اور اس میں رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ میں واقع ہونے سے نجات ہے۔ (مقدمہ الجامع الصحیح ۱/ ٥٦) [مقالات ۲/۲۷۷]

حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ضعیف روایت قابل احتجاج نہیں، خواہ کسی صحیح یا حسن کے مقابلے میں ہو خواہ نہ ہو۔ (احکام ومسائل ۱/۵۷۳)

حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اہل حدیث اور غیر اہل حدیث کے عمل سے بھی ضعیف روایات کا حجت نہ ہونا ثابت ہے، مثلاً: ترک رفع الیدین کی ضعیف روایات کو عام اہل حدیث علماء ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں، اسی طرح حنفی علماء فاتحہ خلف الامام کی روایات کو ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں، حالانکہ فاتحہ خلف الامام کی کئی روایات بلحاظ سند و متن صحیح وحسن ہیں۔

بعض اوقات حدیث ضعیف ہوتی ہے، لیکن مسئلہ صحیح ہوتا ہے کیونکہ اس کی تائید اجماع یا آثار سے ہوتی ہے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

''مال وغیرہ پر ایک سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اس کے بارے میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر تمھارے پاس (۲۰) دینار ہوں تو ان پر سال گزر جائے تو آدھا دینار (واجب) ہے۔ (سنن ابی داود: ۱۵۷۳)

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں ابو اسحاق السبیعی مدلس ہیں، لیکن امام ابن المنذر نے فرمایا: اور اس پر اجماع ہے کہ اگر مال پر ایک سال گزر جائے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ (الاجماع ص ۱۳) [مقالات ۲/۲۷۸]

صحیح اور سنن اربعہ

صحیح سے مراد صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہیں اور ان دونوں کتابوں کی احادیث صحیح ہیں۔

سنن اربعہ میں (سنن ابی داود، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ) مسائل میں (ان میں صحیح، حسن اور ضعیف) ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔

حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سنن اربعہ کی تمام روایات صحیح نہیں۔ (دوام حدیث ۱/ ۲۷۶)

مقالہ کے آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ہم اپنی خواہشات یا گروہ وفرقہ پرستی کی وجہ سے روایات پر صحیح یا ضعیف کا حکم نہیں لگاتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کو عالم ناظر جانتے ہوئے اصول حدیث اور اسماء الرجال کے علم کو مدنظر رکھتے ہوئے جمہور محدثین کی تحقیق واصول کو تسلیم کرتے ہوئے اور آخرت کے محاسبے پر ایمان کے ساتھ حدیث پر صحیح وحسن یا ضعیف وغیرہ کا حکم لگاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص دلیل کے ساتھ ہماری غلطی ثابت کردے تو علانیہ رجوع کرتے ہیں۔ [مقالات ۲/ ۲۸۳]

۸) تین روایات کی تحقیق:

۱۔ یَا سَارِیَۃَ الْجَبَل کی تحقیق:

''ہفت روزہ الاعتصام لاہور (۱۳/ستمبر ۱۹۹۱ء جلد ۴۳ شمارہ ۳۷) میں مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کا ایک مضمون شائع ہوا جس کے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے: ''جہاں تک حضرت عمرؓ کے واقعہ یاساریۃ الجبل کا تعلق ہے یہ واقعہ سنداً بلاشبہ قابل قبول ہے لیکن یہ بطور کرامت ہے۔''

حافظ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

ہماری تحقیق کے مطابق حافظ صاحب کی یہ بات صحیح نہیں، اس واقعہ کی تمام اسانید پر مختصر بحث پیش خدمت ہے:

پہلی سند: یحیی بن أیوب عن ابن عجلان عن نافع عن ابن عمر به .

اس سند میں دو بڑی علتیں (ضعف کی وجہ) ہیں۔

۱: محمد بن عجلان صدوق مگر مدلس تھے۔

(طبقات المدلسین، ابن حجر ص ۴۴)

علامہ نووی فرماتے ہیں:

مدلس جب عن سے روایت کرے تو بالاتفاق حجت نہیں ہوتا۔

(نصب الرایہ ۲/ ۳)

۲: محمد عجلان کے بارے میں امام عقیلی فرماتے ہیں کہ نافع سے حدیث بیان کرنے میں اضطراب کا شکار ہو جاتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ۹/ ۳۰۵)

دوسری سند: ایاس بن معاویہ بن قرہ کی مرسل روایت۔

مرسل روایت جمہور محققین کے نزدیک مردود ہوتی ہے۔ (مصطلح الحدیث للعراقی ص ۱۷۶)

تیسری سند: أيوب بن خوط عن عبد الرحمان السراج عن نافع. إلخ

اس سند میں ایوب بن خوط متروک ہے۔ باطل روایات بیان کرتا تھا۔ عیسیٰ بن یونس نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام لگایا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۱/ ۳۵۲)

چوتھی سند: فرات بن السائب عن میمون بن مهران عن ابن عمر . إلخ

اس سند میں فرات بن السائب متروک الحدیث ہے۔ (نسائی)

منکر الحدیث ہے۔ (بخاری)

(میزان الاعتدال ۱/ ۶، لسان المیزان ۳/ ۶)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کے متعلق (۶) اسانید کا ذکر کیا ہے، اور ہر سند کے بارے میں بتایا ہے کہ اس کی علمی و تاریخی حیثیت کیا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قصہ بلحاظ سند اپنے سارے طرق کے ساتھ صحیح نہیں،

بلکہ ضعیف ہے، لہٰذا بعض علماء کا اسے حسن قرار دینا غلط ہے۔
[مقالات ۲/۲۸۴ تا ۲۸۷]

۲۔ مالک الدار کی روایت:

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں: یہ قصہ صحیح نہیں، اس لئے کہ واقعے کا اصل راوی مالک الدار ہے جو مجہول ہے جب تک اس کی عدالت اور ضبط کا حکم نہیں ہوگا۔ یہ واقعہ ساقط الاعتبار ہوگا۔ (الاعتصام ج ۳۳ ش ۴۷ ص ۱۳)

حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ واقعہ درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

مصنف ابن ابی شیبہ (۲/ ۳۱۔۳۲) التاریخ الکبیر للبخاری (۷/ ۳۰۴) دلائل النبوۃ للبیہقی (۷/ ۴۷) الارشاد امام خلیلی (۱/ ۳۱۳۔۳۱۴)

اس روایت کی سند یہ ہے: **الأعمش عن أبي صالح عن مالك الدار.**

اس سند میں اعمش مدلس ہیں۔ اعمش کے مدلس ہونے پر ائمہ حدیث نے اعتراف کیا ہے، نیز علامہ نووی (شرح صحیح مسلم ۱/ ۲۷ ح ۱۰۹) اور عینی حنفی (عمدۃ القاری ۷/ ۲۱۸ ح ۱۱۲۰) وغیرہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ [مقالات ۲/ ۲۸۸]

۳۔ الادب المفرد کی ایک روایت:

الادب المفرد امام بخاری (م ۲۵۶ھ) کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں امام بخاری نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو (سُن ہو) گیا تو کسی نے ان سے کہا: آپ کو جو شخص سب سے زیادہ محبوب ہے، اسے یاد کریں تو انھوں نے کہا: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' اور بعض نسخوں میں یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہے۔

حدیث کی سند یہ ہے:

سفیان عن أبي إسحاق عن عبد الرحمان ... إلخ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سند میں سفیان ثوری اور ابو اسحاق السبیعی دونوں مدلس راوی ہیں اور دونوں عن سے روایت کر رہے ہیں۔ سفیان ثوری اور ابو اسحاق دونوں طبقہ ثالثہ کے راوی ہیں، لہٰذا یہ سند ان دونوں کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [مقالات ۲/ ۲۸۹]

۹) حدیث وسنت میں فرق کا اختراعی نظریہ:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہفت روزہ الاعتصام لاہور (۴/ شعبان ۱۴۱۰ھ) صفحہ (۸) پر حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ کا ایک مضمون چھپا تھا: حدیث وسنت میں فرق کا اختراعی نظریہ

حافظ نور پوری لکھتے ہیں:

اگر مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اس فرق کو دین کا مسئلہ قرار دینے سے رجوع فرما لیں اور کہیں کہ یہ فرق سلف محدثین کی اصطلاح ہے تو پھر ان پر لازم ہے کہ سلف محدثین کے وہ اقوال پیش کریں جو اس فرق پر دلالت کرتے ہوں۔

حافظ زبیر علی زئی فرماتے ہیں:

عرض ہے کہ ہمارے خیال میں محدثین کے اقوال پیش کرنا اس شخص کا شیوہ ہوتا ہے جو محدثین کا خوشہ چیں ہو، ان کی محیر العقول سیرتوں اور کارناموں کا معترف ہو ایک شخص جو بذات خود ہی خود ساختہ ''مزاج شناس رسول'' ہے۔ اسے کسی کے اقوال پیش کرنے کی آخر کیا ضرورت ہے۔ [مقالات ۲/ ۲۹۰]

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حدیث و سنت میں فرق کا اختراعی نظریہ سب سے پہلے آنجہانی مرزا غلام قادیانی کذاب نے اپنی کتاب ''کشتی نوح'' میں پیش کیا۔ (ص ۶۵)، مرزا قادیانی اپنی کتاب ''روحانی خزائن'' (ج ۱۹ ص ۶۱) کے حاشیہ پر لکھتا ہے: ''اہل حدیث فعل

رسول اور قول رسول دونوں کا نام حدیث ہی رکھتے ہیں، ہمیں اس کی اصطلاح سے کوئی غرض نہیں دراصل سنت الگ ہے جس کی اشاعت کا اہتمام آنحضرت (ﷺ) نے بذاتِ خود فرمایا اور حدیث الگ جو بعد میں جمع ہوئی۔''

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بعینہ یہی نظریہ (مولانا) امین احسن اصلاحی (صاحب) کا ہے، اب ظاہر ہے کہ محدثین کی اصطلاحات سے تو ان کو کچھ غرض نہیں مگر اپنی خواہشات واختراعات سے پوری غرض ہے یعنی جو شخص ایک فن جانتا ہی نہیں، اس فن میں اس کی خود ساختہ اصطلاحات کو کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے، جب کہ وہ اصطلاحات تمام اساتذہ فن کے بھی خلاف ہوں۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔ [مقالات ۲/۲۹۱]

جلد سوم:

اس جلد میں حدیث ومتعلقات پر (۸) مقالات ہیں:

۱: محدثین کرام نے ضعیف روایات کیوں بیان کیں۔
۲: بے سند اقوال سے استدلال غلط ہے۔
۳: تدلیس اور محدثین کرام۔
۴: تدلیس اور فرقہ مسعودیہ کا انکار محدثین۔
۵: زیارتِ روضہ رسول ﷺ کی روایات اور ان کی تحقیق۔
۶: قربانی کے چار یا تین دن؟
۷: کیا درود کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی۔
۸: قدموں کے نشان اور طاہر القادری کی بے سند روایت

۱۰) محدثین کرام نے ضعیف روایات کیوں بیان کیں:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سن دو ہجری سے لے کر بعد کے گزشتہ زمانوں میں محدثین جب سند کے ساتھ حدیث بیان کردیتے تو یہ سمجھتے تھے کہ وہ اس کی مسئولیت سے بری ہو چکے ہیں۔ واللہ اعلم (لسان المیزان ۳/۷۵)

حافظ زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں:

ان تحقیقات سے معلوم ہوا کہ صحیحین کے علاوہ کتب احادیث مثلاً: الأدب المفرد للبخاری اور مسند احمد وغیرہما میں ضعیف حدیثیں بھی ہیں جنھیں سند کے ساتھ روایت کرکے محدثین کرام بری الذمہ ہو چکے ہیں۔ یہ روایات انھوں نے بطور حجت واستدلال نہیں بلکہ معرفت وروایت بیان کردی تھیں، لہٰذا اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھے بغیر صحیحین کے علاوہ دیگر کتب حدیث کی روایات سے استدلال یا حجت پکڑنا اور انھیں بطور جزم بیان کرنا جائز نہیں۔ وما علینا إلا البلاغ [مقالات ۳/۲۱۳، ۲۱۴]

۱۱) بے سند اقوال سے استدلال غلط ہے:

امام عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) کا قول ہے:

اسناد دین میں سے ہیں، اگر سندیں نہ ہوتیں تو جو شخص جو کچھ چاہتا کہتا۔ (مقدمہ صحیح مسلم، دارالسلام ص ۳۲)

حافظ ابو نصر عبیداللہ بن سعید بن حاتم حنفی (م ۴۴۴ھ) فرماتے ہیں: پس ہر شخص جو (سنت) ماننے کا مدعی ہے (اس کے لیے) یہ ضروری ہے کہ وہ جو کہتا ہے، اس کے بارے میں اس سے صحیح سند کا مطالبہ کیا جائے، پھر اگر وہ (صحیح سند) پیش کردے تو اس کی سچائی معلوم ہوجاتی ہے، اور اس کی بات قبول کی جاتی ہے۔ (رسالۃ السجزی الی اہل زبید ص ۱۴۶)

[مقالات ۳/۲۱۵]

حافظ زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں: اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ا: ہر روایت اور ہر حوالے کے لئے صحیح

ومقبول سند پیش کرنی چاہیے۔

۲: بے سند روایت اور بے سند حوالہ مردود ہوتا ہے۔

ہم نے ماہنامہ الحدیث حضرو اور اپنی تازہ (جدید) تصانیف میں یہ معیار قائم کیا ہے کہ ہر بات با حوالہ اور باسند ہوتی ہے۔ اگر روایت صحیح ومقبول ہو تو اس سے استدلال کیا جاتا ہے ورنہ اسے رد کر دیا جاتا ہے۔ والحمد للہ

[مقالات ۳/ ۲۱۵]

۱۲) تدلیس اور محدثین کرام:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنے اس مقالہ میں محدثین کرام اور علمائے حدیث کے دس حوالے پیش کیے ہیں جس میں اُنھوں نے تدلیس والی (معنعن اور غیر مصرح بالسماع) روایات پر جرح اور کلام کیا ہے۔ ذیل میں تین حوالہ جات نقل کیے جاتے ہیں:

۱: امام بخاری نے قتادہ عن ابی نضرہ والی روایت کے بارے میں فرمایا کہ قتادہ نے ابونضرہ سے اس روایت میں اپنے سماع کا تذکرہ نہیں کیا۔ (جزء القراءۃ ص۳۰ ح۷۰)

۲: امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ہم مدلس کی کوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کریں گے، جب تک وہ حدثني یا سمعت نہ کہے۔ (الرسالہ ص۵۳)

۳: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسی سند کے راویوں کا ثقہ ہونا صحیح ہونے کو لازم نہیں، چونکہ اعمش مدلس ہے اور اس نے عطاء سے اپنا سماع (اس حدیث میں) ذکر نہیں کیا۔

(التلخیص الحبیر ۳/ ۱۹)

تدلیس اور حنفیہ

حافظ زبیر علی زئی نے دس ائمہ احناف کے اقوال نقل کیے ہیں: چار ائمہ کے اقوال درج ذیل ہیں:

۱: امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا: امام زہری نے تدلیس کی ہے۔ (شرح معانی آثار ۱/ ۵۵)

۲: علامہ عینی نے کہا: امام سفیان ثوری مدلسین میں سے ہیں اور مدلس کی عن والی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی، اِلا یہ کہ اس کا سماع دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔

(عمدۃ القاری ۳/ ۱۱۲)

۳: ملا علی قاری نے کہا: اعمش اور سفیان ثوری تدلیس کرتے تھے۔ (شرح نخبۃ الفکر ص۴۲۰)

۴: حافظ زیلعی نے شیخ تقی الدین سے قتادہ کے بارے میں نقل کیا کہ وہ تدلیس میں امام ہیں۔ (نصب الرایہ ۳/ ۱۵۵)

تدلیس اور آل دیوبند

دیوبند کے نامور علماء نے امام سفیان ثوری کے بارے میں اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام سفیان ثوری مدلس تھے اور وہ تدلیس کرتے تھے۔

جناب سرفراز خان صفدر (خزائن السنن ۲/ ۷۷)

ماسٹر امین اوکاڑوی (مجموعہ رسائل ۳/ ۳۳۱)

جناب حسین احمد مدنی (تقریر ترمذی ص۳۹۱)

جناب محمد تقی عثمانی (درس ترمذی ۱/ ۵۲۱)

مقالہ کے آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ آل دیوبند کے نزدیک تدلیس کا علم ایک حقیقت ہے اور مدلس راوی کی عن والی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔

[مقالات ۳/ ۲۲۲، ۲۲۳]

۱۳) تدلیس اور فرقہ مسعودیہ کا انکارِ محدثین:

حافظ زبیر علی زئی صاحب کا یہ مقالہ تیسری جلد کے

صفحہ ۲۲۴ سے ۲۴۴ تک محیط ہے۔اس مقالہ میں حافظ صاحب نے جماعت المسلمین کراچی کے رہنما مسعود احمد صاحب کے عقائد اور حدیث نبوی ﷺ کے بارے میں اس کے موقف اور نظریہ کا جائزہ لیا ہے۔ یہ مقالہ بڑا علمی، جامع اور لائق مطالعہ ہے۔

حافظ صاحب دلائل سے مسعود احمد کے عقائد اور محدثین کرام کے بارے میں اس کے نظریے پر دلائل سے روشنی ڈالی ہے اور باحوالہ وضاحت کی ہے۔

۱۴) زیارتِ روضہ رسول ﷺ کی روایات اور اُن کی تحقیق:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا یہ مقالہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مقالہ میں علامہ تقی الدین السبکی الشافعی (م ۷۵۶ھ) کی کتاب ''شفاء السقام فی زیارة خیر الانام ﷺ'' کی (۱۵) روایات کی تحقیق کی گئی ہے۔ان روایات کی بنیاد پر روضہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سفر کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔

۱: من زار قبري و جبت له شفاعتي . (بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ)

(جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی)

(سنن دارقطنی ۲/ ۲۷۸، شفاء السقام ص ۸۷، ۱۰۳)

(۱) یہ روایت منکر ہے۔ (شعب الایمان بیہقی ۳/ ۴۹۰ ح ۴۱۵۹)

(۲) یہ حدیث صحیح نہیں۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/ ۱۷۰)

(۳) یہ روایت منکر ہے۔

(صحیح ابن خزیمہ بحوالہ لسان المیزان ۶/ ۱۳۵)

(۴) اس حدیث کو میں منکر سمجھتا ہوں (ذہبی)

(میزان الاعتدال ۴/ ۲۲۶)

(۵) یہ حدیث صحیح نہیں۔

(ابن القطان الفاسی م ۶۲۸ھ، بیان الوہم والایہام ۴/ ۹)

اس حدیث کی سند کا ایک راوی موسیٰ بن ہلال ہے جسے محدثین کرام نے گواہیاں دے کر کذاب اور وضاع وغیرہ قرار دیا ہے، لہٰذا ایسا راوی ساقط العدالت ہوتا ہے۔

(تقریب التہذیب: ۳۸۶۵)

لہٰذا ''من زار قبري'' والی روایت موسیٰ بن ہلال کی وجہ سے ضعیف ہے۔ [مقالات ۳/ ۲۴۷]

اسی طرح حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس موضوع کی تمام احادیث کو ضعیف، مردود اور موضوع بتایا ہے اور ہر روایت کے ضعیف و مردود ہونے کے حوالے کتب اسماء الرجال اور کتب الجرح والتعدیل سے دیے ہیں۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: روضۂ رسول ﷺ کی طرف خاص طور پر سفر کرنا کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی سے ثابت نہیں اور ایک حدیث میں تین مساجد (مسجد بیت اللہ، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) کے علاوہ سفر کرنے کی ممانعت آئی ہے۔اس حدیث سے شاہ ولی اللہ دہلوی استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ قبر اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کا محل عبادت اور کوہ طور سب ممانعت میں برابر ہیں۔واللہ اعلم'' (حجۃ اللہ البالغۃ ۱/ ۱۹۲)

حافظ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ شاہ ولی اللہ کے نزدیک خاص نیت سے سفر کرنا ممنوع ہے۔

[مقالات ۳/ ۳۶۰]

۱۵) قربانی کے چار یا تین دن؟

حافظ زبیر علی زئی صاحب کا یہ مختصر مضمون ایک شخص کے سوال کے جواب میں ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر جو

قربانی کی جاتی ہے اس کی مدت تین دن ہے یا چار دن؟ ہفت روزہ اہل حدیث لاہور میں پروفیسر حافظ محمد شریف کا مضمون شائع ہوا تھا کہ قربانی چار دن ہے۔ ایک دن عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی چار دن قربانی کے قائل تھے۔

حافظ زبیر علی زئی صاحب اس کے جواب میں فرماتے ہیں: ''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ بات کس کتاب میں صحیح یا حسن سند کے ساتھ مذکور ہے؟ حوالہ پیش کریں۔''

پروفیسر صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں: حافظ زبیر علی زئی صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ ''قربانی کے تین دن ہیں'' اور اپنے اس دعویٰ پر اُنھوں نے پہلی دلیل یہ پیش کی ہے کہ ''نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، اس کے جواب میں حافظ زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں: ''یہ میری پہلی دلیل نہیں، بلکہ ذیلی اور تائیدی دلیل ہے، کیونکہ پہلی دلیل تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام کے آثار ہیں اور یہ میرے دعوے کے بالکل مطابق ہیں۔ پروفیسر صاحب کا ذیلی دلیل کو پہلی دلیل قرار دے کر میری طرف منسوب کرنا غلط ہے۔''

[مقالات ۳/۲۶۳]

۱۶) کیا درود کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حافظ ابن القیم (م ۷۵۱ھ) نے اپنی کتاب جلاء الافہام میں یہ روایت درج کی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''آسمان و زمین اور ہر دعا کے درمیان ایک پردہ ہوتا ہے حتیٰ کہ سیدنا محمد ﷺ پر درود پڑھا جائے، پھر جب نبی ﷺ پر درود پڑھا جاتا ہے تو پردہ پھٹ جاتا ہے اور دعا قبول ہوتی ہے اور اگر نبی ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ (ص ۷۲۔۷۳)

حافظ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں کئی وجۂ ضعف ہیں:

۱: حارث بن عبداللہ الاعور ضعیف بلکہ کذاب ہے، اس کے کذاب ہونے کی امام علی بن المدینی نے گواہی دی ہے۔
(احوال الرجال للجوزجانی ص ۴۹)

علامہ سخاوی حارث الاعور کے بارے میں فرماتے ہیں: جمہور نے اسے ضعیف کہا اور احمد بن صالح سے اس کی توثیق مروی ہے۔ (القول البدیع فی الصلوۃ علی الحبیب الشفیع ص ۴۴۱)

[مقالات ۳/۲۶۴]

۱۷) قدموں کے نشان اور طاہر القادری کی بے سند روایات:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''طاہر القادری نے کہا: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے مبارک قدموں کو بھی یہ معجزہ عطا فرمایا کہ ان کی وجہ سے پتھر نرم ہو جاتے، آپ ﷺ کے قدم مبارک کے نشان بعض پتھروں پر آج تک محفوظ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا مَشَى عَلَى الصَّخْرِ غَاصَتْ قَدَمَاهُ فِيْهِ وَ أَثَّرَت''

(زرقانی شرح المواہب الدینہ ۵/۴۸۲، السیوطی، الجامع الصغیر ۱/۲۷، رقم ۹۰)

حضور نبی کریم ﷺ جب پتھروں پر چلتے تو آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کے نیچے وہ نرم ہو جاتے اور قدم مبارک کے نشان اُن پر لگ جاتے۔ (تبرک کی شرعی حیثیت ص ۷۶)

[مقالات ۳/۲۶۸]

علامہ زرقانی (م۱۱۲۲ھ) لکھتے ہیں:
علامہ سیوطی نے اس (روایت) پر انکار کیا ہے اور کہا مجھے اس کی کوئی اصل یا سند نہیں ملی اور نہ میں نے دیکھا کہ حدیث کی کتابوں میں کسی نے اسے روایت کیا ہے، اور اس طرح دوسروں نے بھی اس (روایت) کا انکار کیا لیکن...

(المواہب الدینہ ۵/۴۸۲)

حافظ زبیر علی زئی صاحب فرماتے ہیں:
لیکن ولیکن والی بات تو فضول ہے اور سیوطی کی کتاب الجامع الصغیر میں یہ روایت قطعاً موجود نہیں، بلکہ عبدالرؤف المناوی (صوفی) الجامع الصغیر کی شرح (فیض القدیر) میں اسے ذکر کیا ہے۔ (فیض القدیر شرح جامع الصغیر ۵/۹۱)

خلاصہ یہ کہ اس بے سند اور بے اصل (موضوع) روایت کو طاہر القادری نے حدیث قرار دے کر عام لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے۔

ہماری طرف سے طاہر القادری اور تمام اہل بدعت کو چیلنج ہے کہ وہ اس روایت کی متصل سند پیش کر کے اس کا صحیح ہونا ثابت کریں اور اگر نہ کر سکیں تو جان لیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے گا وہ آگ (جہنم) میں داخل ہوگا۔''

(صحیح بخاری وصحیح مسلم) [مقالات ۳/۲۶۸۔۲۶۹]

جلد چہارم: اس جلد میں حدیث اور متعلقات پر تین مقالات ہیں:

۱: اصول حدیث اور مدلس کی عن والی روایت کا حکم
۲: امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلہ تدلیس
۳: مسند امام احمد کی ایک حدیث اور متصوفانہ رقص

۱۸) اصول حدیث اور مدلس کی عن والی روایت کا حکم:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصول حدیث کا مشہور و معروف مسئلہ ہے کہ مدلس راوی (یعنی جس کا مدلس ہونا ثابت ہو) کی عن والی روایت نا قابلِ حجت یعنی ضعیف ہوتی ہے۔ [مقالات ۴/۱۵۱]

اس مقالہ میں حافظ زبیر علی زئی صاحب نے چالیس محدثین کرام و علمائے حدیث کے اقوال معہ حوالہ کتب حدیث و اسماء الرجال درج کیے ہیں۔

ان چالیس اقوال میں (۱۰) مشہور محدثین کرام کے اقوال درج ذیل ہیں:

۱: امام محمد بن ادریس شافعی (م۲۰۴ھ):
ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ حدثني یا سمعت کہے، یعنی سماع کی تصریح کرے۔

(کتاب الرسالہ ص۵۳)

۲: امام عبدالرحمٰن بن مہدی (م۱۹۸ھ):
کتاب الرسالہ کو پسند کرتے تھے، یعنی وہ امام شافعی کا مدلس راوی کے بارے میں جو فرمان ہے اس کی تائید کرتے تھے۔

۳: امام احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ):
فرمایا کرتے تھے کہ امام شافعی کی کتاب ''الرسالہ'' ان کی تصانیف میں عمدہ کتاب ہے۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۷/۲۰۴، تاریخ دمشق ابن عساکر ۵۴/۲۹۱)

۴: امام ابوبکر بیہقی (م۴۵۸ھ):
امام شافعی کے قول بسلسلہ مدلس راوی کی تائید فرمائی تھی۔ (معرفۃ السنن والآثار ۱/۷۶)

۵: امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری (م۲۶۱ھ):
صحیح مسلم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: جس نے بھی راویان حدیث کا سماع تلاش کیا ہے تو اس وقت تلاش کیا

جب راوی حدیث میں تدلیس کے ساتھ معروف (معلوم) ہو، اور اس کے ساتھ مشہور ہو، تو اس وقت روایت میں اس کا سماع دیکھتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں، تاکہ راویوں سے تدلیس کا ضعف دور ہو جائے۔ (مقدمہ صحیح مسلم، دارالسلام ص ۲۲)

۶: حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)

صحیح ترین بات یہ ہے کہ جس راوی سے تدلیس ثابت ہو جائے، اگرچہ وہ عادل (ثقہ) ہو، تو اس کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی ہے جس میں وہ سماع کی تصریح کرے۔

(نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۶۶)

۷: علامہ بدرالدین عینی (م ۸۵۵ھ)

مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی، الا یہ کہ اس کی تصریح سماع دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۳/۱۱۲)

۸: علامہ محمد بن یوسف بن سعید الکرمانی (م ۷۸۶ھ):

اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی، اِلا یہ کہ دوسری سند سے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔

(شرح الکرمانی صحیح بخاری ۳/۶۲)

۹: علامہ ابوالعباس شہاب الدین قسطلانی (م ۹۲۳ھ)

اور مدلس کا عنعنہ قابل حجت نہیں ہوتا، اِلا یہ کہ اس کے سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ۱/۲۸۶)

۱۰: حافظ ابن حبان (م ۳۵۴ھ):

پس جب تک مدلس اگرچہ ثقہ ہو، حدثني یا سمعت نہ کہے (یعنی سماع کی تصریح نہ کرے) تو اس کی روایت سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (کتاب المجروحین ۱/۹۲)

محدثین کرام کے مذکورہ بالا اقوال کی روشنی میں یہ ثابت ہوا کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے۔ [مقالات ۴/۱۵۱۔۱۶۴]

۱۹) امام شافعی رحمہ اللہ اور مسئلہ تدلیس:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا یہ تحقیقی و علمی رسالہ کتاب کے صفحہ ۱۶۸ سے ۱۹۸ تک محیط ہے۔ اس مقالہ میں امام شافعی رحمہ اللہ (م ۲۰۴ھ) کے نظریۂ تدلیس سے متعلق محدثین کرام اور علمائے اسلام نے جو آراء پیش کی ہیں، اُن کی تفصیل بیان کی ہے:

امام شافعی (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں:

"فقلنا لا نقبل من مدلس حديثاً حتى يقول فيه حدثني أو سمعت." پس ہم نے کہا: ہم کسی مدلس سے کوئی حدیث قبول نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ حدثنی یا سمعت کہے یعنی سماع کی تصریح کرے۔ (کتاب الرسالہ ص ۵۳)

تدلیس کے بارے میں محدثین کرام نے امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول سے اتفاق کیا ہے اور ہر محدث کا تدلیس کے بارے میں یہ مسلک و مذہب ہے کہ جس راوی سے سند میں تدلیس کرنا ثابت ہو تو اس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

فضیلۃ الشیخ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ لکھتے ہیں: "محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ مدلس کا عنعنہ موجب ضعف ہے، لہٰذا اس کی سند کو صحیح کہنا محل نظر ہے۔" (توضیح الکلام ۱/۱۳۰)

حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اپنے اس تحقیقی و علمی مقالہ میں محدثین کرام، علمائے اسلام اور برصغیر پاک و ہند کے علمائے اہل حدیث اور علمائے احناف اور دیوبندی و بریلوی علماء کے اقوال ان کی تصنیف کردہ کتابوں سے پیش کیے ہیں اور بالصراحت لکھا ہے کہ "مدلس کی عن والی روایت

ضعیف ہوتی ہے۔''

ذیل میں چند ایک محدثین اور علمائے کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

۱: حافظ ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

''اور حکم (فیصلہ) یہ ہے کہ مدلس کی روایت تصریح سماع کے بغیر قبول نہ کی جائے، اسے امام شافعی رحمہ اللہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس نے ہماری معلومات کے مطابق صرف ایک دفعہ تدلیس کی ہے۔ واللہ اعلم. ''

(مقدمہ ابن الصلاح ص ۹۹)

۲: علامہ نووی شارح صحیح مسلم (م ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''پس وہ (مدلس راوی) ایسے لفظ سے روایت بیان کرے جس میں احتمال ہو، سماع کی تصریح نہ ہو تو وہ مرسل (یعنی غیر مقبول/ضعیف) ہے اور یہ حکم اس کے بارے میں جاری ہے جو (صرف) ایک دفعہ تدلیس کرے۔'' (التقریب للنووی ص ۹)

۳: حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر صاحب تفسیر القرآن (م ۷۷۴ھ) نے تدلیس کے بارے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا اور کوئی جرح یا مخالفت نہیں کی۔

(اختصار علوم الحدیث ۱/۱۷۴)

۴: علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب تدریب الراوی میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا، لیکن اس پر کوئی جرح یا مخالفت نہیں کی۔ (تدریب الراوی ۱/۲۳۰)

۵: علامہ حسین بن عبد اللہ الطیبی (م ۷۴۳ھ) نے اپنے رسالہ ''اصول حدیث'' میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول (تدلیس) درج فرمایا اور اس کی کوئی تردید نہیں کی۔

(اصول الحدیث ص ۷۲)

۶: مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک طبقہ ثالثہ و طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی معنعن اور غیر مصرح بالسماع روایات کو غیر صحیح اور ضعیف قرار دیا ہے۔

(توضیح الکلام ۲/۳۳۱)

۷: مولانا محمد داود ارشد صاحب لکھتے ہیں: ''مدلس راوی کی روایت سماع کی صراحت کے بغیر ضعیف ہوتی ہے۔''

(حدیث اور اہل تقلید ۱/۷۲۳)

۸: مولانا عبد الرحمان محدث مبارک پوری رحمہ اللہ صاحب تحفۃ الاحوذی (۱۳۵۳ھ) نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جرابوں پر مسح والی ایک روایت کو ضعیف قرار دیا اور فرمایا: في سنده الأول أعمش وهو مدلس. (اس کی پہلی سند میں اعمش ہیں اور وہ مدلس ہیں۔) (تحفۃ الاحوذی ۱/۱۰۱)

۹: مولانا ابو انس محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ (م ۱۴۲۹ھ) فرماتے ہیں: ''مدلس کی معنعن روایت نا قابل قبول ہے۔''

(موضوع اور ضعیف روایات ص ۶۸)

۱۰: مولانا ابو القاسم سیف بنارسی (۱۳۶۹ھ) فرماتے ہیں: ''خود معلول قابل حجت تسلیم نہیں کیونکہ اس کا ایک راوی سفیان ثوری مدلس ہے اور عن سے روایت کرتا ہے۔''

(تذکرۃ المناظرین ص ۳۳۵)

۱۱: محمد عباس رضوی بریلوی کا کہنا ہے کہ ''سفیان مدلس ہے...... اور اصول محدثین کے تحت مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے۔'' (مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹)

۱۲: محمود احمد رضوی بریلوی کا کہنا ہے: ''اور یہ بھی مسلم ہے کہ مدلس جب لفظ عن سے روایت کرے تو روایت متصل نہیں قرار پائے گی، لہٰذا یہ روایت منقطع ہوگی اور قابل حجت نہ رہے گی۔'' (فیوض الباری شرح بخاری ۳/۴۰۶)

۱۳: حسین احمد مدنی (دیوبندی) نے تسلیم کیا ہے کہ

''سفیان ثوری تدلیس کرتا ہے۔'' (تقریر ترمذی ص۲۹۱)

۱۴: مولوی) سرفراز خان صفدر دیوبندی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ''مدلس راوی عن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں۔''

(خزائن السنن ۱/۱)

مقالہ کے آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ جمہور محدثین و دیگر علماء کے نزدیک مدلس راوی کی عن والی روایت (غیر صحیحین میں) حجت نہیں، اور اسے ''سرتا سر حقیقت کے منافی'' قرار دینا غلط ہے، نیز اہل حق کے علاوہ دوسرے فرقوں سے بھی یہی اصول و منہج ثابت ہے، لہٰذا منہج المتقدمین والوں کا بعض شاذ اقوال لے کر کثیر التدلیس اور قلیل التدلیس کا شوشہ چھوڑ کر مسئلہ تدلیس کا انکار باطل و مردود ہے۔'' [مقالات ۴/۱۹۵]

محدثین کرام اور علمائے کرام کے اقوال (نمبر ۱ تا ۱۴) کے حوالہ جات کتاب مقالات جلد ۴ کے درج ذیل صفحات میں:

نمبر ۱، ۲: صفحہ ۱۷۳	نمبر ۳: صفحہ ۱۷۴
نمبر ۵: صفحہ ۱۷۹	نمبر ۶، ۷: صفحہ ۱۹۰
نمبر ۸، ۹: صفحہ ۱۹۱	نمبر ۱۰: صفحہ ۱۹۲
نمبر ۱۱: صفحہ ۱۹۳	نمبر ۱۲، ۱۳، ۱۴: صفحہ ۱۹۴

۲۰) مسند امام احمد کی ایک حدیث اور متصوفانہ رقص:

حماد بن سلمہ عن ثابت (بن اسلم البنانی) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے آیا ہے کہ ''**كانت الحبشة يزفنون بين يدي رسول الله ﷺ و يرقصون و يقولون: محمد عبد صالح ......**''

رسول اللہ ﷺ کے سامنے حبشی لوگ (اسلحے کے ساتھ) اچھل کود رہے تھے اور رقص کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے محمد (ﷺ) نیک بندے ہیں۔ (مسند احمد ۳/۱۵۲ ح ۱۲۵۴۰)

اسی طرح مسند احمد ۳/۱۶۱ ح ۱۲۶۴۹) اور سنن ابی داود (۴۹۲۳) وغیرہما میں معمر (بن راشد) عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ کی سند سے آیا ہے کہ ''**لما قدم رسول الله ﷺ المدينة لعبت الحبشة لقدومه بحرابهم فرحًا بذلك.**'' جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے خوش ہو کر حبشیوں نے اپنے نیزوں کے ساتھ (نیزہ بازی کا) کھیل کھیلا تھا۔

(سنن ابی داود: ۴۹۲۳)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور اس روایت سے فیصلہ ہو گیا کہ حماد بن سلمہ عن ثابت کی روایت میں یزفنون اور یرقصون کا وہی مطلب ہے جو معمر بن راشد عن ثابت کی روایت میں ہے کہ یہ نیزہ بازی کا کھیل تھا جس میں حبشی لوگ اچھل کود کر نیزے پھینک رہے تھے، لہٰذا اس حدیث سے اہل بدعت کا استدلال کرنا کہ صوفیوں کا رقص کرنا جائز ہے، باطل ہے۔ [مقالات ۴/۱۹۹]

شارحین حدیث نے یزفنون یعنی یرقصون سے نیزہ بازی کا جہادی کھیل مراد لیا ہے۔ علامہ نووی (م ۶۷۶ھ) نے شرح صحیح مسلم (۶/۱۸۶ ح ۸۹۲)، قاضی عیاض مالکی (م ۵۴۴ھ) نے اکمال المعلم بفوائد مسلم (۳/۳۱۰)، حافظ ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی (م ۶۵۶ھ) نے المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم (۲/۵۳۶) میں زفن و رقص سے اپنے نیزوں کے ساتھ کھیلنا اور اچھلنا مراد لیا ہے۔

[مقالات ۴/۱۹۹-۲۰۰]

حافظ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

علمائے کرام کی ان تشریحات سے صاف معلوم ہوا کہ مسند

احمد اور صحیح مسلم کی حدیثِ مذکور کا تعلق جنگی مشقوں والے کھیل نیزہ بازی سے ہے، لہٰذا ناچ گانے کا شوق رکھنے والوں اور بعض متصوفین ومبتدعین کا اس سے صوفیانہ رقص ثابت کرنا باطل ہے۔ [مقالات ۴/۲۰۱]

فتاویٰ عالمگیری علمائے حنفیہ کی پسندیدہ کتاب ہے۔ اس میں یہ فتویٰ درج ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا: ''سماع، قول (یعنی قوالی) اور رقص جو ہمارے زمانے کے صوفی نما لوگ کرتے ہیں حرام ہے، اس کا قصد کرنا اور اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں۔ یہ گانے سننا اور موسیقی سب برابر ہیں۔'' (الفتاویٰ الہندیہ عالمگیری ۵/۳۵۲، شرح صحیح مسلم لغلام رسول سعیدی بریلوی ۲/۶۹۱)

جب گانا بجانا اور رقص وسرور کی محفلیں جمانا حنفی مذہب میں بھی حرام ہے تو پھر تعجب ہے ان لوگوں پر جو حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر بھی اس کے مرتکب ہوتے ہیں؟

جلد پنجم: اس جلد میں حدیث اور متعلقات حدیث پر دو مقالات شامل کیے گئے ہیں:

۱: محدثین کرام اور ضعیف+ضعیف کی مروجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ

۲: ابن حزم اور ضعیف+ضعیف کی مروجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ

۲۱) محدثین کرام اور ضعیف + ضعیف کی مروجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: جلیل القدر محدثین کرام نے ایسی کئی احادیث کو ضعیف وغیر ثابت قرار دیا ہے جن کی بہت سی سندیں ہیں اور ضعیف+ضعیف کے اصول سے بعض علماء انھیں حسن لغیرہ بھی قرار دیتے ہیں، بلکہ بعض ان میں سے ایسی روایات بھی ہیں جو ہماری تحقیق میں حسن لذاتہ ہیں۔ [مقالات ۵/۱۷۳]

ذیل میں بطور نمونہ صرف دو احادیث درج کی جاتی ہیں، جن پر اکابر محدثین کرام نے جرح کی جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ضعیف+ضعیف والی مروجہ حسن لغیرہ کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

۱: حدیث: **لا وضو لمن لم يذكر اسم الله عليه .**

(جو شخص وضو پر بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا)

حدیث کی چند اسناد درج ہیں:

(۱) **عن سعيد بن زيد رضي الله عنه .**

(جامع الترمذی: ۲۵، سنن ابن ماجہ: ۳۹۸)

(۲) **عن أبي هريرة رضي الله عنه**

(سنن ابی داود: ۱۰۱، سنن ابن ماجہ: ۳۹۹، مسند احمد ۲/ ۴۱۸ ح ۹۴۰۸)

(۳) **عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه**

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۷، سنن دارمی: ۲۹۷، مسند احمد ۳/ ۴۱)

امام ابوزرعہ دمشقی فرماتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل سے اس حدیث کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اس بارے میں احادیث قوی نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھ دھوو، پس اللہ نے تسمیے کو واجب قرار نہیں دیا اور یہ قرآن ہے اور اس کے بارے میں سنت (حدیث) ثابت نہیں۔

(تاریخ ابی زرعہ دمشقی: ۱۸۲۸)

امام اسحاق بن منصور فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: '' **لا أعلم فيه حديثًا له اسناده جيد .** ''

مجھے اس بارے میں ایسی کوئی حدیث معلوم نہیں جس کی سند اچھی ہو۔ (مسائل احمد اسحاق ۱/ ۶۸)

امام احمد بن حنبل کے مذکورہ اقوال سے ثابت ہوا کہ آپ ضعیف +ضعیف والی مروجہ حسن لغیرہ روایت کو قابل حجت تسلیم نہیں کرتے تھے۔

مذکورہ حدیث سے متعلق حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہماری تحقیق میں سنن ابن ماجہ (۳۹۷) وغیرہ والی حدیث حسن لذاتہ ہے، لہٰذا وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور جو شخص اقامت حجت کے بعد بسم اللہ نہ پڑھے تو اس کا وضو نہیں ہوتا۔ [مقالات ۵/۱۷۳۔۱۷۴]

۲: ایک حدیث میں آیا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر جوتے پہننے سے منع فرمایا ہے اور اس روایت کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

(۱) ازہر بن مروان البصری عن حارث بن نبهان عن معمر عن عمار بن ابی عمار عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (جامع ترمذی: ۱۷۷۵)

(۲) قتادہ عن انس رضی اللہ عنہ (جامع ترمذی: ۱۷۷۶)

(۳) ابوالزبیر عن جابر رضی اللہ عنہ (ابوداود: ۴۱۳۵)

(۴) ابومعاویہ عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (ابن ماجہ: ۳۶۱۸)

(۵) وکیع عن سفیان الثوری عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہ (ابن ماجہ: ۳۶۱۹)

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، لیکن امام بخاری نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایتوں میں ہر ایک روایت کے بارے میں فرمایا: **ولا يصح هذا الحديث.**

اور یہ حدیث صحیح نہیں۔ (سنن ترمذی: ۱۷۷۶)

معلوم ہوا کہ امام بخاری اور امام ترمذی دونوں کے نزدیک ضعیف +ضعیف والی مروجہ حسن لغیرہ روایت حجت نہیں، بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔ [مقالات ۵/۱۷۹۔۱۸۰]

مقالہ کے آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جس شخص کا یہ دعویٰ ہے کہ ضعیف +ضعیف والی روایات حسن لغیرہ بن کر حجت ہو جاتی ہے اور ان کا انکار صحیح نہیں تو اس سے مطالبہ ہے کہ وہ جلیل القدر محدثین سے اس کا صحیح وصریح ثبوت پیش کرے اور اگر پیش نہ کر سکے تو باطل میں جھگڑا کرنے کے بجائے حق کی طرف رجوع ضروری ہے۔

[مقالات ۵/۱۸۵]

۲۲) ابن حزم اور ضعیف +ضعیف کی مروجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض لوگ ضعیف +ضعیف کے اصول اور جمع تفریق کے ذریعے سے بعض روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں، لیکن حافظ ابن حزم (م ۴۵۶ھ) اس اصول کے سخت خلاف تھے۔

اس سلسلہ میں دو مثالیں پیش خدمت ہیں:

نمبر ۱: ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم لوط کا عمل کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: ''فاعل اور مفعول کو قتل کر دو۔'' (سنن ابی داود: ۴۴۶۲ وغیرہ، وسندہ حسن)

اس حدیث کو ابن الجارود (۸۲۰) حاکم (۴/ ۳۵۵) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے اور حدیث کی سندیں وشواہد درج ذیل ہیں:

(۱) عبد العزيز بن محمد الدراوردي عن عمرو بن أبي عمرو عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه

(سنن ابوداود: ۴۴۶۲، المحلی ۱۱/ ۳۸۳ مسئلہ ۲۲۹۹)

(۲) عبد الله بن نافع عن عاصم بن عمر عن سهيل

عن أبيه عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ:۲۵۶۲)

(۳) عباد بن منصور عن عكرمة عن ابن عباس رضی اللہ عنہ

(مسند احمد ا/۳۰۰ ح ۲۷۳۳)

(۴) ابن وهب عن يحيىٰ بن أيوب عن ابن جريج عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (المحلیٰ ۱۱/۳۸۳)

اس طرح کی روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا:

''یہ ہے ساری ملمع سازی جو ان لوگوں نے کی ہے اور ان ساری روایات میں ان کے لئے کوئی چیز (بھی) صحیح نہیں۔ (المحلیٰ ۱۱/۳۸۳)'' [مقالات ۵/۱۸۹۔۱۹۰]

نمبر۲: وضو کے دوران میں داڑھی کا خلال کرنا بہت سی احادیث میں آیا ہے اور اس مسئلے میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ والی روایت حسن لذاتہ ہے۔

چند روایات کی تخریج درج ذیل ہے:

ا: عن عثمان رضی اللہ عنہ

(ترمذی:۳۱، ابن ماجہ:۴۳۰، حاکم ا/۱۴۹، وغیرہم)

۲: عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ (ابوداود:۱۴۵، بیہقی ا/۵۴)

۳: عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

(ترمذی:۲۹۔۳۰، ابن ماجہ:۴۲۹، حاکم ا/۱۴۹)

لیکن ابن حزم نے کہا: و هذا كلهٗ لا يصح منه شئ اور ان تمام روایات میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔

(المحلیٰ ۲/۳۶، مسئلہ ۱۹۰)

امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے داڑھی کے خلال کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔

(علل الحدیث ا/۲۵۲ ح ۱۰۱) [مقالات ۵/۱۹۳]

تذکرہ علمائے حدیث

جلد اول:

ا: سیدنا الامام عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

۲: امام احمد بن حنبل کا مقام محدثین کی نظر میں

۳: امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ

۴: اثبات التعدیل فی توثیق مومل بن اسماعیل

۵: نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب

۶: محدث ہرات امام عثمان بن سعید الدارمی

۷: امام نعیم بن حماد الخزاعی المروزی

۸: نور البصر فی توثیق عبدالحمید بن جعفر

۹: محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ

۱۰: محمد بن عثمان بن ابی شیبہ ایک مظلوم محدث

۱۱: شیخ العرب والعجم بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

۱۲: علامہ مولانا فیض الرحمان الثوری رحمہ اللہ

۱۳: مبلغ اسلام حاجی اللہ دتا صاحب سوہدروی رحمہ اللہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ان سے بہت زیادہ اکتساب فیض کیا اور ان کے حالات صفحہ ۵۰۹ تا ۵۲۲ تحریر کیے ہیں جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حاجی اللہ دتا صاحب سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ کے باسی تھے اور راقم مقالہ نگار کی جنم بھومی بھی سوہدرہ ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: راقم نے سنن ابی داود کا عربی میں حاشیہ بنام ''نیل المقصود علی سنن ابی داود'' لکھا ہے، جس میں تحقیق و تخریج کے ساتھ ساتھ فقہی فوائد و لغوی تشریحات بھی ہیں، اس کے حاشیہ میں ایک جگہ لکھا ہے:

''ويدل هذا الحديث...... على ترك الصلوٰة خلف

المبتدع والفاسق و نحوهما و كذا استدل به شيخنا الإمام المتقن أبو الرجال الله دتا بن كرم الٰهی بن أحمد دين السوهدروي رحمه الله."

(نیل المقصود ج ۱ ص ۱۷۳، ح ۴۸۱) [مقالات ۱/۵۰۹]

محترم حاجی اللہ دتا صاحب سے پہلی ملاقات ۱۹۸۰ء کے آخر میں حضرو میں ہوئی۔

حاجی اللہ دتا صاحب یکم اکتوبر ۱۹۳۲ء کو سوہدرہ میں ایک بریلوی خاندان میں پیدا ہوئے اور ان کی ولادت رمضان المبارک کے مہینہ میں ہوئی۔

قرآن مجید ایک بریلوی مولوی صاحب سے پڑھا۔ ایک دن مولوی صاحب نے کہا: ''بیٹا قرآن مجید کا ترجمہ نہ پڑھنا، ورنہ وہابی ہو جاؤ گے۔''

حاجی اللہ دتا رحمہ اللہ کو یہ بات اس قدر ناگوار گزری کہ انھوں نے مولوی صاحب کا درس چھوڑ کر یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ میں قرآن مجید کا ترجمہ ضرور پڑھوں گا۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اگر خلوص دل سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا جائے تو شرک و بدعت کے اندھیرے چھٹ جاتے ہیں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت توحید و سنت کا اعلیٰ جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

حاجی اللہ دتا صاحب نے ترجمہ پڑھتے ہی مسلک اہل حدیث اختیار کیا اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کی طرف بھی توجہ رکھی۔ عصری تعلیم بھی مشن ہائی سکول وزیر آباد سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، پھر دینی تعلیم مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی، ان کے صاحبزادے مولانا حافظ محمد یوسف اور مولانا ابو السلام محمد صدیق بن عبدالعزیز رحمہم اللہ آف سرگودھا سے حاصل کی۔

۱۹۵۷ء میں پاکستان ائیر فورس میں ملازم ہو گئے، ائیر فورس کی ملازمت زیادہ نہیں کی اور استعفیٰ دے کر سعودی عرب چلے گئے اور ۱۹۷۴ء تک ان کا قیام سعودی عرب میں رہا، کئی بار حج بیت اللہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے، سعودی عرب کے قیام میں عربی زبان میں کافی مہارت حاصل کی حتیٰ کہ آپ عربی زبان میں بڑی آسانی سے گفتگو کر سکتے تھے، حج کے دوران میں آپ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھتے تھے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۸۰ء کے اواخر میں راقم نے حاجی اللہ دتا رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کی اور باقاعدگی سے ان کے دروس قرآن وحدیث میں شامل ہوتا تھا، ۱۹۸۲ء میں حاجی صاحب جامع مسجد اہل حدیث (جو والد صاحب نے تعمیر کی تھی) میں خطبہ جمعہ کا آغاز کیا۔ پہلے خطبہ جمعہ میں صرف چار آدمی حاضر تھے۔

حاجی اللہ دتا بہترین خطیب اور کامیاب مناظر بھی تھے۔ لوگ ان کا خطبہ بڑے ذوق و شوق سے سنتے تھے۔ ان کا خطبہ کبھی اردو کبھی پنجابی زبان میں ہوتا، کبھی کبھی پنجابی اشعار بھی پڑھتے تھے۔ ان کی تبلیغ سے بے شمار بریلوی اور دیوبندی حضرات نے مسلک اہل حدیث قبول کیا۔

حاجی صاحب کا حافظہ بھی قوی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عظیم نعمت سے نوازا تھا۔ وعظ و تبلیغ اور مناظرہ میں قرآن وحدیث سے حوالہ دیتے تھے۔ حاضر جوابی میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔ نماز تہجد اور تلاوت قرآن مجید سے کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے، اخلاق و عادات کے اعتبار سے نہایت شریف النفس، منکسر المزاج، حلیم الطبع، نیک سیرت اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے۔ ان کے عقیدہ و ایمان کے بارے

میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حاجی صاحب عقیدے اور ایمان میں کٹر سلفی اہل حدیث تھے۔ اللہ تعالیٰ کو سات آسمانوں سے اوپر عرش پر مستوی مانتے تھے، کما یلیق بجلالہ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء پر بلا کیف ایمان رکھتے تھے۔ ان کی تاویل یا انکار کے سخت مخالف تھے۔ تکفیریوں اور خوارج کا شدید رد کرتے تھے۔

حاجی صاحب کے چند مشہور مسائل درج ذیل ہیں:

۱: رکوع کے بعد ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے تھے۔

۲: مرد کے لئے ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز کے قائل تھے۔

۳: ایک مجلس کی تین طلاق کو ایک طلاق شمار کرتے تھے۔

۴: حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کے زبردست محبّ تھے۔

لیکن بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی رکھتے تھے۔

۵: شیخ البانی رحمہ اللہ کی بعض تصحیحات سے بھی شدید اختلاف رکھتے تھے۔

حاجی صاحب کی گھریلو زندگی بالکل کتاب وسنت کے مطابق تھی۔ ان کے گھر میں سخت پردے کا انتظام تھا۔ ایک بیٹے کی بیوی دوسرے بیٹے کے سامنے کبھی نہیں آتی تھی اور حدیث نبوی ﷺ: ((الحمو الموت)) (صحیح بخاری: ۵۲۳۲)

یعنی دیور موت ہے، کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دس بیٹے عطا فرمائے تھے۔

کتب اصول حدیث میں مذکور ہے کہ جس شخص کے دس بیٹے ہوں اس کو ''ابوالرجال'' کہا جاتا ہے، اس لئے آپ کی کنیت ابوالرجال تھی۔

۱۹۹۶ء میں حاجی صاحب نے لاہور باغبانپورہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور اپنا مکان بنا لیا تھا، لاہور میں آپ نے ''تنظیم المساجد کویت'' کے تعاون سے مسجد بنائی، آپ کا تعلق جماعت اہلحدیث پاکستان چوک دال گراں لاہور سے تھا۔

آپ مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے تھے اور ان کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہوتے رہے۔ حاجی صاحب تصنیف و تالیف کا ذوق نہیں رکھتے تھے لیکن جلیل القدر مدرس، استاد، مناظر، واعظ اور مبلغ تھے۔

وفات: حاجی صاحب ۲/ اگست ۲۰۰۱ء کا جمعہ اٹک میں پڑھا کر اپنے آبائی قصبہ سوہدرہ چلے گئے اور جامع مسجد اہل حدیث غربی (حافظ محمد یوسف والی) میں تین دن درس قرآن ارشاد فرمایا۔ بدھ کے روز لاہور اپنے گھر چلے گئے، جمعرات کا دن مطالعہ میں گزرا۔

۱۰/ اگست ۲۰۰۱ء کی صبح جمعہ کی نماز فجر کے لئے نہیں اٹھے۔ ان کا ایک بیٹا جگانے کے لئے ان کے کمرے میں گیا تو دیکھا کہ حاجی صاحب اس فانی دنیا کو چھوڑ کر دارالبقاء کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔

إنا لله و إنا إليه راجعون.

حاجی صاحب کا جنازہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے پڑھایا اور چوک شوالہ قبرستان باغبانپورہ لاہور سپرد خاک کیے گئے۔ **اللهم اغفرله وارحمه .**

۱۴: امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ

۱۵: عبدالرحمان بن القاسم المصری رحمہ اللہ

۱۶: اللہ تعالیٰ کا احسان اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا حافظہ

۱۷: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا عظیم الشان مقام

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے متعلق دیوبندی مکتب فکر کے ایک مصنف ابوبکر غازیپوری نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر ایک اعتراض کیا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہل سنت والجماعت سے خارج تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ انبیائے عظام علیہم السلام گناہوں سے معصوم نہیں ہوتے۔ وغیرہ

غازی پوری نے یہ اعتراض اپنے رسالہ ''کیا ابن تیمیہ علماء واہل سنت والجماعت میں سے ہیں'' (صفحہ ۳۴ تا ۳۶) میں کیا۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے غازیپوری کے مندرجہ بالا اعتراض کا جواب (مقالات جلد دوم صفحہ ۳۰۰ تا ۳۰۲ میں) دیا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کبار علمائے اہل سنت وجماعت میں سے تھے اور شیخ الاسلام تھے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے امام ابن تیمیہ کے اہل سنت و جماعت کا امام ہونے کے بارے میں دس حوالے پیش کیے ہیں، فی الحال مشتے از خروارے میں چار حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) حافظ ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

الشیخ الإمام العلامة الحافظ الناقد (الفقية) المجتهد المفسر البارع شیخ الإسلام علم الزهاد نادرة العصر. (تذکرۃ الحفاظ ۴/۴۹۶)

(۲) حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

وفاة شیخ الإسلام أبی العباس تقی الدین أحمد بن تیمیة. (البدایہ والنہایہ ۱۴/۱۴۱)

(۳) حافظ ابن عبد الہادی فرماتے ہیں:

هو الشیخ الإمام الربانی إمام الأئمة و مفتی الأمة و بحر العلوم سید الحفاظ، وفارس المعانی والالفاظ، فرید العصر، و قریع الدهر، شیخ الإسلام برکة الانام و علامة الزمان و ترجمان القرآن، علم الزهاد أوحد العباد قامع المبتدعین و آخر المجتهدین. (العقود الدریہ ص ۳)

(۴) حافظ ابن القیم الجوزیہ (م ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

شیخ الإسلام. (اعلام الموقعین ۲/۲۴۱) [مقالات ۲/۳۰۱-۳۰۲]

مذکورہ بالا شہادتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اہل سنت و جماعت کے کبار علماء میں سے تھے اور شیخ الاسلام تھے۔

بعض غالی مقلدین حنفیہ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بارے میں زبان طعن دراز کی ہے اور توہین آمیز کلمات اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں مثلاً:

ابوبکر غازیپوری دیوبندی، محمود عالم صفدر اوکاڑوی، زاہد بن حسن الکوثری وغیرہ، کوثری نے اپنی کتاب ''الاشفاق علی احکام الطلاق'' ص ۹ پر توہین آمیز کلمات لکھے ہیں: کوثری کی گمرائیوں کے لئے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب ''مقالات جلد اول'' (صفحہ ۱۶۲،۳، ۱۷۹) ملاحظہ فرمائیں۔

لیکن ان میں سے بعض نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے علم وفضل اور ان کے مرتبہ ومقام کا کھلے دل سے اعتراف بھی کیا ہے، مثلاً:

سرفراز صفدر لکھتے ہیں: شیخ الاسلام ابن تیمیہ (احسن الکلام طبع جون ۲۰۰۶ء ص ۹۴) ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۶ھ) امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن القیم رحمہما اللہ کے بارے میں

فرماتے ہیں: و من طالع شرح منازل السائرین تبین له العلماء کانا من أکابر أهل السنة والجماعة و من أولیاء هذه الأمة .

جس نے منازل السائرین کی شرح کا مطالعہ کیا تو اس پر واضح ہوگیا کہ وہ دونوں (ابن تیمیہ وابن قیم) اہل سنت والجماعت کے اکابر میں سے اور اس امت کے اولیاء میں سے تھے۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمائل ۱/ ۲۰۷)

علامہ ابن عابدین شامی نے کہا:

و رأیت فی کتاب الصارم المسلول لشیخ الإسلام ابن تیمیة الحنبلي. (ردالمحتار علی الدر المختار ۳/ ۲۰۵)

بشیر احمد قادری نے لکھا: شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔

(تجلیات صفدر ۳/ ۱۰۵)

ماسٹر امین اوکاڑوی: نیلوی صاحب شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں۔ (تجلیات صفدر ۷/ ۱۶۲)

محمود عالم اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا: شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔ (قافلہ باطل ج ۱ ش ۴ ص ۸) [مقالات ۲/ ۳۰۴-۳۰۶]

مقالہ کے آخر میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

جب مرضی کا معاملہ ہو، مثلاً: فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ وغیرہ تو دیوبندی حضرات حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو شیخ الاسلام، امام اور علامہ وغیرہ لکھتے ہیں اور اگر مرضی کے خلاف بات ہو تو یہی لوگ شیخ الاسلام پر جرح، تنقید اور تنقیص کا بلا دریغ استعمال کرتے ہیں، کیا انھیں اللہ کا خوف نہیں؟ [مقالات ۲/ ۳۰۶]

جلد سوم:

۱۸: سیدنا جلیبیب رضی اللہ عنہ

۱۹: محمد بن اسحاق بن یسار اور جمہور کی توثیق

۲۰: سلیمان الاعمش کی ابوصالح وغیرہ سے معنعن روایات کا حکم

۲۱: امام سفیان ثوری کی تدلیس اور طبقہ ثانیہ

۲۲: حافظ ابن حجر کی طبقاتی تقسیم

۲۳: شیخ البانی اور طبقاتی تقسیم

۲۴: آل تقلید اور طبقاتی تقسیم

۲۵: امام محمد بن عبدالعزیز بن محمد الدراوردی رحمہ اللہ اور جمہور کی توثیق

۲۶: امام مسلم بن الحجاج النیسابوری رحمہ اللہ

۲۷: امام دارقطنی رحمہ اللہ

۲۸: سبیع بن خالد الیشکری رحمہ اللہ

۲۹: امام ابوالحسن العجلی رحمہ اللہ

۳۰: السعی الشکور فیمن وثقہ الجمھور

امام مسلم بن حجاج نیشاپوری

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا امام مسلم پر مضمون تین صفحات پر مشتمل ہے، جس کی تلخیص حسب ذیل ہے:

ولادت: ۲۰۴ھ وفات: ۲۵/ رجب ۲۶۱ھ

مشہور اساتذہ: امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی، امام یحییٰ بن معین، امام ابو بکر بن ابی شیبہ، امام ابو زرعہ رازی اور امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

مشہور تلامذہ: امام ترمذی، امام عبدالرحمان بن ابی حاتم الرازی، امام ابن خزیمہ، امام ابوعوانہ اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

علمی مقام: امام عبدالرحمان بن ابی حاتم رازی فرماتے ہیں: ''و کان ثقة من الحفاظ له معرفة بالحدیث سئل أبي عنه فقال: صدوق.''

وہ حفاظ میں سے تھے۔ حدیث کی معرفت رکھتے تھے۔ میرے والد محترم (امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ) سے ان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: سچے ہیں۔
(کتاب الجرح والتعدیل ۸/۱۸۲۔۱۸۳)

امام اسحاق بن راہویہ نے امام مسلم کے بارے میں فرمایا: "مردا کاین بوذ" (کامل مرد ہے) (تاریخ دمشق ص ۶۱۔۶۲)

حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں: امام مسلم بڑے علماء اور حفاظ حدیث میں سے تھے۔ (المنتظم ۱۲/۱۷۱)

حافظ شمس الدین ذہبی فرماتے ہیں: "**هو الإمام الكبير الحافظ المجود والحجة الصادق.**" وہ بڑے امام حافظ مجود (بہترین روایات بیان کرنے والے روایت حدیث میں) حجت اور سچے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۵۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"**ثقة حافظ إمام مصنف عالم بالفقة.**"

امام مسلم ثقہ، حافظ، مصنف اور جید عالم دین تھے۔
(تقریب التہذیب ص۲۶۲۳) [مقالات ۳/۳۴۰۔۳۴۱]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بخاری اور ابوداود تو فقہ کے امام (اور) مجتہد (مطلق) تھے۔ امام مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابو یعلیٰ اور بزار وغیرہم تو وہ اہل حدیث کے مذہب پر تھے۔ علماء میں سے کسی کی تقلید معین کرنے والے مقلدین نہیں تھے اور مجتہد مطلق تھے۔ (مجموع الفتاویٰ ۲۰/۴۰) [مقالات ۳/۳۴۲]

وفات: امام مسلم کی وفات کے بارے میں ارباب سیرت تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کی وفات زیادہ کھجوریں کھانے کی وجہ سے ہوئی۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۱۰۳، المنتظم ۱۲/۲۰۲)

اس روایت کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس کی سند میں محمد بن علی بن احمد المقری المعدل راوی نامعلوم ہے اور اگر اس سے مراد قاضی ابوالعلاء الواسطی ہے تو وہ ضعیف تھا، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ [مقالات ۳/۳۴۲]

صاحب المستدرک امام ابوعبداللہ حاکم سے روایت ہے کہ میرے ساتھیوں میں سے ایک ثقہ راوی نے مجھے بتایا کہ امام مسلم کی وفات کھجوریں کھانے کی وجہ سے ہوئی۔
(تاریخ بغداد ۱۳/۱۰۳)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف قرار دیتے ہیں:

(۱) محمد بن علی المقری کا تعین اور توثیق نامعلوم ہے۔
(۲) حاکم سے یہ بات بیان کرنے والا ثقہ (؟) نامعلوم ہونے کی وجہ سے مجہول ہے۔ [مقالات ۳/۳۴۲]

جلد چہارم:

۳۱: مشہور تابعی امام مکحول الشامی رحمہ اللہ
۳۲: امام سعید بن ابی عروبہ اختلاط سے پہلے اور بعد
۳۳: فلیح بن سلیمان المدنی رحمہ اللہ
۳۴: عبدالرحمان بن ابی الزناد المدنی رحمہ اللہ
۳۵: امام ابوبکر بن ابی داود السجستانی رحمہ اللہ
۳۶: ابوعمر احمد بن عبدالجبار بن محمد العطاردی التمیمی الکوفی
۳۷: خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ عظیم مبلغ اہلحدیث

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ کے حالات دو صفحات میں تحریر فرمائے ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

نام: خواجہ محمد قاسم بن خواجہ عبدالعزیز
ولادت: بمقام لاہور ۱۹۳۳ء
دینی تعلیم: دار العلوم تقویۃ الاسلام لاہور، جامعہ اسلامیہ

چاہ شاہان گوجرانوالہ، جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

اساتذہ: قاری فضل کریم، مفتی حافظ عبداللہ محدث روپڑی، مولانا ابوالبرکات احمد، حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہم اللہ اجمعین

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی اور محدث گوندلوی آپ کے علم وفضل وذوق مطالعہ اور وسعت معلومات کے معترف تھے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میری آپ سے گوجرانوالہ میں ملاقات ہوئی، آپ ثقہ (روایت میں) حجت (اور) متقن تھے۔ آپ عظیم داعیان اہل حدیث میں سے تھے، آپ کی جلالت شان پر اتفاق ہے۔

آپ نماز (جمعہ) کی حالت میں فوت ہوئے جس میں آپ امام تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر وسیع رحمتیں نازل فرمائے۔ (انوار السبیل فی میزان الجرح والتعدیل ص ۵۶)

دعوت دین: خواجہ محمد قاسم رحمہ اللہ نے اپنے خطبہ میں بریلوی علماء کو چیلنج دیا کہ گیارہویں کا ثبوت قرآن وحدیث سے ثابت کرو تو ہم اہلحدیث بھی آپ کے ساتھ گیارہویں منائیں گے۔ ایک بریلوی شخص جس کا نام محمد یوسف بٹ تھا، اپنے بریلوی مولوی صاحب کے پاس گیا اور اُس سے گیارہویں کا ثبوت قرآن و حدیث سے مانگا۔ بریلوی مولوی نے صاف کہہ دیا کہ گیارہویں کا کوئی ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں، چنانچہ محمد یوسف بٹ نے بریلوی مسلک کو خیر باد کہہ کر مسلک اہلحدیث قبول کر لیا۔ محمد یوسف بٹ کا مسلک اہلحدیث قبول کرنے پر خواجہ صاحب نے فرمایا: اگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا نیکی لائے ہو تو میں جواب دونگا کہ میں نے محمد یوسف بٹ کو مسلمان کیا ہے اور یہی میری نجات کے لئے ان شاء اللہ کافی ہے۔ (خواجہ صاحب کی حیات وخدمات ص ۸۷۷)

تصانیف: خواجہ صاحب کی کتابوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) قد قامت الصلوٰۃ
(۲) حی علی الصلوٰۃ
(۳) فتاویٰ عالمگیری پر ایک نظر
(۴) معرکہ حق وباطل
(۵) قبر پرستی اور سماع موتی
(۶) وسیلہ کتاب وسنت کی روشنی میں
(۷) تبلیغی جماعت اپنے نصاب کے آئینے میں
(۸) کراچی کا عثمانی مذہب اور اس کی حقیقت
(۹) ہدایہ عوام کی عدالت میں
(۱۰) تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں
(۱۱) مقالات خواجہ محمد قاسم

وفات: ۱۹/ دسمبر ۱۹۹۷ء بمقام گوجرانوالہ، نماز جنازہ مولانا خالد گھرجاکھی نے پڑھائی۔ [مقالات ۴/ ۳۹۸۔۳۹۹]

جلد پنجم:

امام ابن ماجہ القزوینی رحمہ اللہ

امام ابوعبداللہ محمد بن یزید، ابن ماجہ القزوینی ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷۳ھ میں ماہ رمضان المبارک کی ۲۲/ تاریخ کو اس دنیائے فانی سے رحلت فرمائی۔ اپنے دور کے نامور اساتذہ فن سے علوم اسلامیہ میں تحصیل کی۔ آپ کے علم وفضل کا ارباب سیر اور تذکرہ نگاروں نے اعتراف کیا ہے اور آپ کی جلالت شان اور امامت پر اتفاق ہے، جیسا کہ امام ابویعلیٰ خلیلی فرماتے ہیں:

آپ مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام، بڑے

ثقہ، بالاتفاق مقبول تھے۔

تصانیف میں آپ کی تین کتابیں مشہور ہیں:

سنن ابن ماجہ، التفسیر، التاریخ

سنن ابن ماجہ کتب ستہ میں شامل ہے۔ اس میں ۴۳۴۱، روایات ہیں۔ محدثین کرام نے اس کتاب کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ سنن ابن ماجہ کتب صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔

(تاریخ ابن خلکان ۴/۲۷۹)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنن ابن ماجہ میں حسن ترتیب واسانید نادرہ کی وجہ سے یہ بڑی خوبی ہے کہ ایک ہی مقام پر ایک عنوان کی بہت سی روایات مل جاتی ہیں اور اس طرح سے مافی الباب والی روایات کی تلاش آسان ہوجاتی ہے۔[مقالات ۵/ ۲۴۸]

سنن ابن ماجہ کی بہت سی شروح، تعلیقات، حواشی لکھے گئے ہیں، ان میں علامہ مغلطائی (۷۶۲ھ) حافظ ابن الملقن (م ۸۰۴ھ) علامہ الدمیری (م ۸۰۸ھ) علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) علامہ ابو الحسن محمد بن عبدالہادی سندھی (م ۱۱۳۸ھ) کی مشہور ہیں۔

پاکستان میں ممتاز عالم دین اور محدث شہیر شیخ الحدیث علامہ محمد علی جانباز (م ۱۴۲۹ھ) کی شرح ''انجاز الحاجۃ'' بڑی علمی وجامع شرح ہے۔ یہ شرح عربی زبان میں ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن (۱۲) جلدوں میں مکتبہ قدوسیہ لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ دوسری بار محترم پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ برادر صغیر علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید نے اپنے اشاعتی ادارہ ''دارالنور'' اسلام آباد سے (۹) جلدوں میں شائع کیا ہے۔

سنن ابن ماجہ کے کئی اردو ترجمے مع فوائد بھی لکھے گئے ہیں، مثلاً: مولانا وحید الزمان حیدر آبادی (م ۱۳۳۸ھ) کا ترجمہ اور مولانا عطاء اللہ ساجد کا ترجمہ (یہ ترجمہ دارالسلام لاہور نے شائع کیا ہے) حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس کی تحقیق وتخریج کی ہے۔ [مقالات ۵/ ۲۴۵۔۲۴۹]

دفاعِ حدیث:

حدیث نبوی ﷺ کی موافقت ونصرت اور تائید و حمایت میں برصغیر (پاک وہند) کے علمائے اہل حدیث کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ علمائے اہلحدیث نے ہر دینی محاذ پر مخالفین حدیث کا مقابلہ کیا اور ہر موڑ پر منہ توڑ جواب دے کر ان کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

علمائے اہل حدیث نے دفاع حدیث کے سلسلے میں جو تحریری خدمات انجام دی ہیں، اگر ان کا تفصیل سے تذکرہ کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب وجود میں آسکتی ہے۔ ذیل میں چند ایک مشہور علمائے کرام کے اسمائے گرامی کا ذکر کیا جاتا ہے جنھوں نے حدیث کی مدافعت ونصرت اور تائید وحمایت بالخصوص ''الجامع الصحیح للبخاری'' پر اعتراضات کے مدلل جوابات دیے ہیں۔

پٹنہ کے ایک غالی مقلد (بریلوی) نے صحیح بخاری پر تنقید کے سلسلہ میں تین جلدوں میں ایک کتاب بنام ''الجرح علی البخاری'' وغیرہ لکھی۔ جس میں (۱۷۵) اعتراضات صحیح بخاری پر کیے گئے تھے اور اس کے ساتھ چار اشتہارات بھی شائع کیے اور چاروں اشتہارات میں الجامع الصحیح للبخاری اور اس کے رواۃ پر بے جا تنقید کی گئی تھی۔ ان کتابوں اور اشتہارات کے جوابات مشہور اہل حدیث عالم مولانا ابو القاسم سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ) نے دیے، کتب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) حل مشکلات بخاری مسمّی بہ الکوثری الجاری فی جواب الجرح علی البخاری (۳ جلد)
(۲) الامر المبرم لابطال الکلام المحکم
(۳) تآءجیم للمولوی عمر کریم
(۴) صراط مستقیم لھدایۃ عمر کریم
(۵) الریح العقیم لحسم بناء عمر کریم
(۶) الخزی العظیم للمولوی عمر کریم
(۷) العرجون القدیم فی إفشاء ہفوات عمر کریم

مولانا سیف بنارسی (م ۱۳۶۹ھ) کے علاوہ مولانا نذیر احمد رحمانی (م۱۹۶۵ء) مولانا عبدالرحمان محدث مبارکپوری (۱۳۵۳ھ) مولانا محمد سعید محدث بنارسی (م۱۳۲۲ھ) مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی (م۱۳۸۴ھ) شیخ الاسلام مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ) مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (م ۱۳۷۵ھ) مولانا محمد صادق سیالکوٹی (م ۱۹۸۶ء) شیخ العرب والعجم حافظ محمد محدث گوندلوی (م۱۹۸۵ء) شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی (م۱۹۶۸ء) مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری (م۱۹۹۶ء) مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (م ۱۹۸۷ء) مولانا محمد حنیف ندوی (م۱۹۸۷ء) مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری (م ۲۰۰۶ء) مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی (م۱۳۸۱ھ) مولانا محمد علی جانباز (م۲۰۰۹ء) مولانا محمد یحییٰ گوندلوی (م۲۰۱۰ء) رحمہم اللہ اجمعین نے حدیث نبوی ﷺ کی مدافعت میں ناقابل فراموش تحریری خدمات انجام دے کر تاریخ اہل حدیث میں ایک روشن باب رقم کیا ہے۔

عصر حاضر میں اہل حدیث کے دو جلیل القدر علمائے کرام نے دفاع حدیث میں اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی تھیں۔ایک محقق العصر فضیلۃ الشیخ علامہ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ (اللہ تعالیٰ ان کے علم اور عمر میں برکت عطا فرمائے) دوسرے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (جن کی ۱۰/نومبر۲۰۱۳ء کو وفات ہوگئی ہے۔اللھم اغفرله وارحمه)

صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ

یہ کتاب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
صفحات کی ضخامت ۱۲۵ ہے۔جنوری ۲۰۰۸ء میں مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور نے شائع کی۔حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کتاب کے آغاز میں ''تقدیم'' کے عنوان سے لکھتے ہیں: دور تابعین میں بعض ایسے بدعتی پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی بدعات کی وجہ سے بعض صحیح احادیث کا انکار کیا اور پھر یہ فتنہ بڑھتا ہی گیا۔مشہور عربی امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر محدثین کرام نے اس فتنے کی سرکوبی کی اور ہر میدان میں ایسے بدعتیوں کو شکست دی جو صحیح احادیث کا انکار کرتے تھے۔

دور جدید میں حدیث کا انکار کرنے والے لوگ کئی منظّم گروپوں میں کام کر رہے ہیں، کبھی صحیح بخاری پر حملے کرتے ہیں تو کبھی صحیح مسلم پر اور کبھی احادیث اور محدثین کو عجمی سازش کہتے ہیں اور کبھی صحیح احادیث کو خلاف قرآن باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ لوگ قرآن کو بلا رسول (رسول کے بغیر اور اپنے فہم کے مطابق) سمجھنے کے منہج پر گامزن ہیں۔ (صفحہ۷،۸)

اس کتاب میں بعض منکرین حدیث کے صحیح بخاری پر اعتراضات کے جوابات دیے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ڈاکٹر شبیر احمد (منکر حدیث) کی کتاب ''اسلام کے مجرم'' کا مسکت و مدلل جواب دیا گیا ہے۔

صحیح بخاری پر اعتراضات کے جوابات دینے سے

پہلے مناسب ہے کہ صحیح بخاری کا تعارف اور اس کا مرتبہ و مقام سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔ خاص کر علمائے حنفیہ کے صحیح بخاری کے بارے میں اقوال سے آگاہ کیا جائے۔

صحیح بخاری کا تعارف

صحیح بخاری، اس عظیم المرتبت انوار رسالت اور صحت وثوق میں فائق تر کتاب کا پورا نام : "الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ ﷺ و سننه و أيامه" ہے (یعنی جامع مسند صحیح مختصر ہے، رسول اللہ ﷺ کے امور سنن اور ایام میں سے)

یہ پہلی کتاب ہے جس میں احادیث کے وسیع تر ذخیرہ میں سے صرف اسی حدیث سے استفادہ کیا گیا ہے جو سند و متن کے اعتبار سے صحت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہے۔ صحیح بخاری امام المحدثین و امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) کی بے نظیر تالیف ہے۔ آپ کے تلمیذ رشید امام ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب نسائی (م ۳۰۳ھ) جو کئی کتابوں کے مصنف اور محدث عظیم ہیں، فرماتے ہیں: ان تمام کتابوں میں محمد بن اسماعیل بخاری کی کتاب سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔ (تاریخ بغداد ۲/۹)

ائمہ احناف

علامہ بدر الدین عینی (م ۸۵۵ھ) نے فرمایا:
مشرق و مغرب کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد بخاری و مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں۔
(عمدۃ القاری ۱/۵)

ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۶ھ) کہتے ہیں: پھر (تمام) علماء کا اتفاق ہے کہ صحیحین (صحیح بخاری و صحیح مسلم) کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور یہ دونوں کتابیں تمام کتابوں میں صحیح ترین ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ۱/۵۸)

شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں: ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ عربی ۱/۱۳۴، اردو ۱/۲۴۲۔ ترجمہ مولانا عبد الحق حقانی)

علمائے دیوبند

جناب رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں: "مگر کتاب بخاری اصح الکتب میں جو چودہ امور مذکور ہیں وہ سب راجح ہیں"

(اوثق العریٰ ص ۲۹/ تالیفات رشیدیہ ص ۲۴۳)

قاری محمد طیب دیوبندی نے لکھا: دوسری طرف شارح بخاری جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔

(مقدمہ فیض الباری ۱/۲۶)

قاری صاحب نے مزید لکھا: اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہ اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری ہے کتاب اللہ کے بعد اس کا درجہ رکھا گیا ہے۔

(خطبات حکیم الاسلام ۵/۲۳۲، ۲۳۳)

عبد القیوم حقانی صاحب نے لکھا: چنانچہ روئے زمین پر اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح البخاری کے باب۔

(دفاع امام ابوحنیفہ ص ۲۸۷)

بریلوی علماء

احمد رضا خان بریلوی کا قول ہے: ازاں جملہ اجل و اعلیٰ حدیث صحیح بخاری شریف۔ (احکام شریعت ۱/۶۲)

غلام رسول رضوی نے لکھا: تمام محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے بعد صحیح بخاری تمام کتب سے اصح کتاب ہے۔ (تفہیم البخاری شرح صحیح بخاری ۱/۵)

پیر کرم شاہ الازہری (بریلوی) لکھتے ہیں: جمہور علمائے امت نے گہری فکر و نظر اور بے لاگ نقد و تبصرہ کے بعد اس کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا ہے۔ (سنت خیر الانام ص ۵۷ طبع ۲۰۰۱ء)

صحیح بخاری کے تعارف کے سلسلے میں محدثین کرام، ائمہ احناف اور دیوبندی و بریلوی علماء کے اقوال کتاب "صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ" کے صفحات ۷، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۱۷ اسے نقل کیے گئے ہیں اور یہ اقوال حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ائمہ احناف اور دیوبندی و بریلوی علماء کی کتابوں سے نقل کیے ہیں۔

صحیح بخاری پر مجرمانہ حملے اور ان کا جواب

اس باب میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ڈاکٹر شبیر احمد (منکر حدیث) کے اعتراضات کا جواب دیا ہے جو اس نے اپنی کتاب "اسلام کے مجرم" میں کیے ہیں۔ ان اعتراضات کی تعداد (۳۸) ہے۔ راقم نے اس میں صرف (۳) کا انتخاب کیا ہے۔

اعتراض (۱): ڈاکٹر شبیر نے کہا: فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کا بہترین آدمی وہ ہے جس کی بیویاں زیادہ ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب النکاح ص ۵۲، اسلام کے مجرم ص ۲۲)

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب یہ روایت صحیح بخاری میں قطعاً موجود نہیں، صحیح بخاری میں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تم نے شادی کی ہے، میں نے کہا: نہیں، جس پر انھوں نے فرمایا: "پس شادی کرلو کیونکہ اس امت کا بہتر وہ ہے جس کی بیویاں سب سے زیادہ ہیں"

(صحیح بخاری کتاب النکاح ح ۵۰۶۹)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بنا دینا ڈاکٹر شبیر احمد جیسے کذابین کا ہی کام ہے۔ (صفحہ ۵۶)

اعتراض نمبر (۲): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے دوزخ دکھلائی گئی، اور وہاں زیادہ تر عورتیں پائی گئیں۔"

(صحیح بخاری کتاب الایمان ص ۱۰۲، اسلام کے مجرم ص ۴۴)

جواب: یہ حدیث امام بخاری سے پہلے امام مالک نے موطأ میں (ح ۴۴۶) امام شافعی نے کتاب الام (۱/۲۴۲) اور امام احمد نے مسند احمد (۱/ ۱۹۸) میں درج کی ہے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی عام عورتیں کثرت سے جہنم میں جائیں گی، وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی اکثریت شرک، کفر اور جہالت میں مبتلا ہے۔ اس کا مشاہدہ کسی قبر یا غیر اللہ کی کسی عبادت گاہ پر کیا جا سکتا ہے، لیکن اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ساری عورتیں جہنم میں جائیں گی، ایمان دار اور تقویٰ دار عورتیں اللہ کے فضل و کرم سے جنت میں جائیں گی اور جہنم سے دور اور محفوظ رہیں گی، جیسا کہ بے شمار دلائل سے ثابت ہے،

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنت کی عورتوں کی سردار قرار دیا ہے۔ دیکھئے سنن الترمذی (۳۷۸۱) وقال ''حسن غریب'' صحیح البخاری (۳۶۲۴) وصحیح ابن حبان (۲۲۲۹) [صفحہ۷۲،۷۳]

اعتراض نمبر۳: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز کرتا یعنی ہوا خارج کرتا ہوا بھاگتا ہے۔ (صحیح بخاری۱/۲۰۱)

کیا یہ سرکار دو عالم ﷺ کی زبان مبارک ہو سکتی ہے۔ (اسلام کے مجرم ص ۴۷)

جواب: صحیح بخاری (۶۰۸) موطأ امام مالک (۱/ ۶۹،۷۰ ح ۱۴۹) والصحیفۃ الصحیحۃ امام ہمام بن منبہ (۲۶) مسند احمد (۲/۳۱۳ ح ۸۱۳۹) وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ ''اذان سن کر شیطان بھاگتا ہے اور آواز کے ساتھ اپنی ہوا نکالتا ہے۔ بعض مواقع پر شیطان کا پیٹھ پھیر کر بھاگنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ (سورۃ الانفال:۶۸)

رہا اس کی ہوا کا خارج ہونا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ جب انسان کی ہوا خارج ہوتی ہے تو کیا شیطان کی ہوا خارج نہیں ہو سکتی۔ ''[صفحہ۸۱-۸۲]

صحیح بخاری اور ضعیف احادیث

سوال: کیا صحیح بخاری میں کوئی ضعیف حدیث موجود ہے؟

جواب: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحیح بخاری میں سند متصل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی جتنی احادیث ہیں، وہ ساری کی ساری یقیناً صحیح ہیں، اُن میں ایک بھی ضعیف نہیں۔ اصول حدیث کی کتابوں میں اس پر اجماع نقل کیا گیا ہے، بلکہ علماء سے یہ بھی مروی ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر صحیح بخاری میں کوئی ضعیف روایت ہو تو میری بیوی پر طلاق ہے تو ایسے شخص کی بیوی پر طلاق نہیں پڑتی۔ (مقدمہ ابن الصلاح ص ۳۸-۳۹)

شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں: صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں، یہ دونوں کتابیں اپنے مصنّفین تک بالتواتر پہنچی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ، اردو ۱/۲۴۲، مترجم مولانا عبدالحق حقانی)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ساری دنیا کے منکرین حدیث کو میرا یہ چیلنج ہے کہ صحیح بخاری کے اصول میں سے صرف ایک ضعیف حدیث ثابت کرنے کی کوشش کرلیں۔ ان شاء اللہ اپنی کوشش میں منکرین حدیث کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرًا [صفحہ۱۲۰/۱۲۱]

تنبیہ: اعتراض نمبر ۱،۲،۳ اور ان کے جوابات کتاب صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ کے صفحات ۵۶،۷۲،۸۱ پر درج ہیں اور صحیح بخاری اور ضعیف احادیث کے متعلق حافظ صاحب کی تحریر صفحہ ۱۲۵،۱۲۶ سے نقل کی گئی ہے۔ (عراقی)

توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری

یہ کتاب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔ آپ اس کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب صحیح بخاری کو امت مسلمہ میں وہ قبولیت عطا فرمائی کہ اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیا گیا تلقی

بالقبول کا درجہ حاصل ہوا اور قرآن مجید کے بعد ہر مسلم کو سب سے پہلے صحیح بخاری ہی نظر آتی ہے۔

رشید احمد گنگوہی دیوبندی اور قاری محمد طیب دیوبندی نے صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ تسلیم کیا ہے۔''
(تالیفات رشیدیہ ص ۳۳۷، خطبات حکیم الاسلام ۵/۲۳۳)

رشید احمد لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں:
حالانکہ امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری۔ (احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۱۵ صفحہ ۵، ۶)

آلِ تقلید کی طرف سے صحیح بخاری پر جو تنقیدی کتابیں شائع ہوئی ہیں تو علمائے اہل حدیث نے ان کے جواب میں بھی کتابیں لکھیں اور دلائل سے مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیے ہیں، مثلاً:

حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے اپنی کتاب ''ہدایہ علماء کی عدالت میں'' (صفحہ ۹۶۔ ۹۷) میں صحیح بخاری کے خلاف ایک جعلی قصہ لکھ کر صحیح بخاری کا مذاق اڑایا اور توہین کی تو اس کے جواب میں محقق العصر فضیلۃ الشیخ استاذ العلماء ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے کتاب ''امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ'' لکھ کر اپنے مخصوص انداز میں ڈیروی صاحب کے اعتراضات کا مسکت جواب دیا ہے۔ عبدالغنی طارق لدھیانوی دیوبندی نے ایک فضول کتاب ''شادی کی پہلی دس راتیں'' میں اپنے کذب و افتراء کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور گندی زبان استعمال کرتے ہوئے صحیح بخاری کا مذاق اڑایا اور یہ فقرہ لکھا: ''تمھاری بخاری نے...... شرمسار کیا۔ (ص ۱۷)

اس کے جواب میں شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ کتاب لکھ کر لدھیانوی کے کذبات کا پردہ چاک کیا اور مولانا گوندلوی رحمہ اللہ کے علاوہ محترم عمر فاروق قدوسی حفظہ اللہ نے لدھیانوی کی کتاب کا جواب لکھا جو ماہنامہ الاخوہ لاہور (جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء جلد ۱۰ شمارہ ۷، ۸، ۹) میں شائع ہوا۔
(صفحہ ۷)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک جاہل منکر حدیث نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' نامی کتاب لکھ کر صحیح بخاری کی (۵۴) احادیث پر مجرمانہ حملہ کیا ہے۔ راقم الحروف کی یہ کتاب ''توفیق الباری فی تطبیق القرآن و صحیح البخاری'' اس منکر حدیث کے اعتراضات اور حملوں کا جامع و مسکت جواب ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' سے (۳۴) جھوٹ واضح کیے تا کہ عام مسلمانوں کو اس معترض کا کذاب و ساقط العدالت ہونا معلوم ہو جائے۔ (صفحہ ۱۵)

راقم نے ان میں سے صرف دو کا انتخاب کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱: نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بعض لوگوں کا مرتد ہو جانا:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''میرے اصحاب (امتیوں) میں سے کچھ لوگ حوض (کوثر) پر آئیں گے جنھیں میں پہچانوں گا، پھر وہ مجھ سے دور کر دیے جائیں گے، تو میں کہوں گا یہ میرے ساتھی (امتی) ہیں تو کہا جائے گا آپ کو پتہ نہیں کہ انھوں نے کیا نئی چیزیں نکالی تھیں۔''
(صحیح بخاری: ۶۵۸۲)

صحیح بخاری کے علاوہ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے: صحیح مسلم (۲۳۴۰) مسند احمد (۳/ ۱۴۰، ۲۸۱) مسند عبد بن حمید (۱۲۱۳)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس حدیث کو درج ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بیان کیا ہے:

(۱) سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ

(صحیح بخاری: ۶۵۸۳، صحیح مسلم: ۲۲۹۰، مسند احمد ۳/ ۱۴۰، ۲۸۱)

(۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۶۵۸۵، صحیح مسلم: ۲۳۰۲، مسند احمد ۲/ ۲۹۸، مسند اسحاق بن راہویہ: ۵۶، ۵۷)

(۳) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۶۵۷۶، صحیح مسلم: ۲۲۹۷)

(۴) اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا (صحیح بخاری: ۶۵۹۳، صحیح مسلم: ۲۲۹۳)

(۵) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

(صحیح بخاری: ۲۵۲۶، صحیح مسلم: ۲۸۶۰، مسند احمد ۱/ ۲۳۵ ح ۲۰۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۵۷، ۱۳/ ۲۴۷، صحیح ابن حبان: ۷۳۴۷)

(۶) اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم (صحیح البخاری: ۶۵۸۶)

(۷) عائشہ رضی اللہ عنہا (صحیح مسلم: ۲۲۹۴ [۵۹۷۳])

(۸) ام سلمہ رضی اللہ عنہا (صحیح مسلم: ۲۲۹۵)

(۹) ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری: ۶۵۸۴)

معلوم ہوا کہ حوض کوثر سے بعض مرتدین اور مبتدعین کے ہٹائے جانے والی حدیث متواتر ہے۔ یہ کون لوگ ہوں گے اس سے دو گروہ مراد ہیں:

۱۔ بعض مرتدین جن سے سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے قتال کیا تھا تو وہ صحابہ کرام قطعاً نہیں تھے۔

۲۔ امت کے بعض مبتدعین، جیسا کہ صحیح بخاری (۶۵۹۳) اور صحیح مسلم (۲۲۹۳) کی روایت سے ثابت ہے۔

مذکورہ حدیث سے معترض کا یہ کشید کرنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں بدعت وارتداد ثابت ہو جاتا ہے، صحیح احادیث اور فہم سلف صالحین کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ [صفحہ ۶۶ تا ۶۸]

۲: سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی:

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا صلٰوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب))

''جو (شخص) سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی نماز نہیں ہوتی۔''

(صحیح بخاری: ۷۵۶)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح مسلم (۳۹۴) مسند الحمیدی (۳۸۸ نسخہ دیوبندیہ) مسند احمد (۵/ ۳۱۴، ۳۲۱، ۳۲۲) سنن ابی داود (۸۲۲) سنن ابن ماجہ (۸۳۷) سنن الترمذی (۲۴۷ وقال: حدیث حسن صحیح) سنن نسائی (۲/ ۱۳۷ ح ۹۱۱) صحیح ابن خزیمہ (۴۸۸) سنن دارمی (۱۲۴۵)

اس حدیث کے راوی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل و فاعل تھے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۱/ ۳۷۵، ح ۳۷۷۰ وسندہ صحیح)

امام بیہقی نے حسن لذاتہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ صبح کی نماز میں (سیدنا) عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے قراءت کی۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۶۴ ح ۱۲۱، وقال اسنادہ صحیح ورواتہ ثقات)

اس کے راوی ثقہ ہیں، نافع بن محمود کو امام دارقطنی، ابن حبان، بیہقی اور ابن حزم وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے، لہٰذا اسے مجہول کہنا غلط ہے، حرام بن حکیم ثقہ ہیں، نیز مکحول ثقہ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔

صحیح بخاری کی مرفوع حدیث جس کے بارے میں محدث خطابی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم ہر اس نماز کو شامل ہے جو کوئی بھی شخص اکیلے پڑھتا ہے یا امام کے پیچھے ہوتا ہے، اس کا امام قراءۃ بالسر کر رہا ہو یا قراءت بالجہر

کرے۔ (اعلام الحدیث شرح البخاری ۱/۵۰۰، الکواکب الدریہ ص ۴۴)

حدیث مذکورہ کے راوی جلیل القدر صحابی سیدنا عبادہ البدری رضی اللہ عنہ کے قول وعمل سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کے مفہوم میں مقتدی بھی شامل ہے، حنفی اصول فقہ کا یہ مسئلہ ہے کہ صحابہ کا فہم بالخصوص جو حدیث کا راوی ہو، وہ دوسروں کے مفہوم سے زیادہ راجح ہوتا ہے، اور اس کا قول اس کی روایت کی تفسیر میں زیادہ قابل اعتماد ہوتا ہے۔

(امام الکلام ص ۲۵۵)

سرفراز خان صفدر گکھڑوی لکھتے ہیں:

''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا۔'' (احسن الکلام طبع دوم ۲/۱۴۲)

سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ مرفوع حدیث کو درج ذیل صحابہ نے بھی مختلف الفاظ کے ساتھ اس مفہوم میں بیان کیا ہے:

(۱) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

(صحیح مسلم: ۳۹۵۔۳۹۶، صحیح ابن حبان الموارد (۴۷۵)

(۲) عائشہ رضی اللہ عنہا (مسند احمد ۶/ ۲۷۵ وسندہ حسن، ابن ماجہ: ۸۴۰)

(۳) عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

(جزء القرأۃ للبخاری: ۱۴، سنن ابن ماجہ: ۸۴۱ وسندہ حسن)

(۴) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (کتاب القراءۃ للبیہقی: ۱۰۰، وسندہ صحیح)

اتنے جلیل القدر صحابہ کرام کی جماعت یہ حدیث بیان کرے اور پھر بھی یہ متواتر نہ ہو عجیب انصاف ہے۔

مسیء الصلٰوۃ والی حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إذا اقیمت الصلٰوۃ فکبّر ثم اقرأ بفاتحۃ الکتاب و ما تیسّر .)) (شرح السنہ للبغوی ۳/۱۰ ح ۵۵۴، وقال: ھذا حدیث حسن وسندہ حسن، مسند احمد ۴/ ۳۴۰، ابو داود: ۸۵۹، صحیح ابن خزیمہ: ۶۳۸، صحیح ابن حبان الموارد: ۴۸۴)

معلوم ہوا کہ امام بخاری پر خیانت کا الزام لگانے والا خود خائن ہے۔ (توفیق الباری ص ۸۲، توفیق الباری ص ۸۰۔۸۲)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کتاب کا اختتام درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں: ''ہماری اس جوابی کتاب کا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے اور عام سادہ لوح مسلمانوں کو معلوم ہو جائے، کہ صحیح بخاری کی تمام مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں اور ان پر منکرین حدیث کی ہر قسم کی جرح باطل ہے۔''

و ما علینا إلا البلاغ [ص ۹۳]

قارئین کرام: اس مضمون میں محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی قلمی کاوشوں کا مختصر سا خاکہ پیش کر دیا گیا، امید ہے کہ یہ مفید ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

اہلِ باطل کے رد میں
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی و قلمی کاوشیں

پروفیسر محمد جمن کنبھر*

جب سے انسان اس کرۂ ارض پر آباد ہوا تب سے لے کر آج تک حق و باطل میں کشمکش برابر چلتی آ رہی ہے اور چلتی رہے گی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ اس نے باطل اور جھوٹ کو کبھی ٹکنے نہیں دیا۔ باطل کی تاریخ شاہد ہے کہ وہ بڑے رعب و دبدبے اور دھوم دھام سے آتا ہے، لیکن جلد ہی رسوا ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ﴾ ''بلکہ ہم حق (سچ) کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، پس اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور تمھارے لیے اس کی وجہ سے بربادی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔'' (الانبیاء:۱۸)

﴿قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾

''کہہ دیجئے! حق آ چکا باطل نہ تو پہلے کچھ کر سکا اور نہ (کچھ) کر سکے گا۔'' (السبا:۴۹)

معلوم ہونا چاہیے کہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی جماعت میں سے انبیاء و رسل علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور رحمت سے انھوں نے نہ صرف حق کی بات ڈنکے کی چوٹ پر کہی بلکہ باطل کو ہر قدم پر للکارا۔ باطل نے جیسے ہی سر اٹھایا، اسے کچل دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ ''اور کہہ دیجیے حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا تھا۔'' (بنی اسرائیل:۸۱)

اب چونکہ قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن باطل کا تعاقب اور اسے تہس نہس کرنے کا کام قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔ اس عظیم مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں کوئی نہ کوئی مخلص عالم ربانی ضرور پیدا کیا جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کی گئی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جہاں توحید و سنت کی صاف ستھری تعلیم پیش کی وہاں شرک و بدعت کی بیخ کنی کی اور مشرک و بدعتی کو ہر محاذ پر للکارا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا)) ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے شروع میں یا آخر میں اس امت کے اندر ایک آدمی پیدا کرتا رہے گا جو اس کے دین کو از سر نو قائم اور مضبوط کرتا رہے گا۔'' (ابوداود:۴۲۹۱ وسندہ حسن)

ذکر کردہ صحیح حدیث کی روشنی میں اگر ہم جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاتم النّبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر آج تک ایسے افراد ہر دور میں ضرور پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے ادوار میں دین مبین کی خدمات جلیلہ کے وہ کارنامے سرانجام دیے ہیں جن کو دیکھ کر مذکورہ حدیث مبارکہ یاد آ جاتی ہے۔ پندرہویں صدی ہجری میں عالم اسلام کی جن علمی شخصیتوں نے اپنی علمی حیثیت کا لوہا منوایا ان میں استاذی المکرّم، محقق و محدث العصر حافظ ابو طاہر محمد زبیر بن مجدد خان علی زئی رحمہ اللہ (المتوفی ۴/محرم ۱۴۳۵ھ

* نائب ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث سندھ

بمطابق ۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء) کا مبارک نام ایک روشن اور درخشندہ باب کی حیثیت رکھتا ہے۔

شیخ الاسلام، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''**فکل من لم یناظر اھل الالحاد فالبدع مناظرۃ تقطع دابرھم لم یکن اعطی الاسلام حقہ**'' پس ہر وہ شخص جو ملحدوں اور بدعتیوں سے ایسا (قلمی/ زبانی) مناظرہ نہیں کرتا جس سے ان کی بیخ کنی ہو تو (سمجھ لو کہ) اس نے اسلام (کی خدمت) کا حق ادا نہیں کیا۔ (درء تعارض العقل والنقل ۱/ ۳۵۷)

محدث العصر حافظ محمد زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ نے جب علم کے میدان میں قدم رکھا تو آپ نے توحید وسنت کی خدمت اور نشر واشاعت کے ساتھ شرک، بدعت، جھوٹ اور باطل کی جڑیں اکھاڑنے کا عزم مصمم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت سے آپ کو قرآن مجید، حدیث مبارک، فن اسماء الرجال اور فہم سلف صالحین رحمہم اللہ کا وسیع علم عطا فرمایا تھا۔ اگر بنظر غائر دیکھیں تو ہمیں ایسا کوئی پہلو نظر نہیں آتا جس پر آپ نے قلم نہ اٹھایا ہو۔ احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے انھوں نے بلا امتیاز سر توڑ کوششیں کیں اور خوب لکھا۔ اس حوالے سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے سونے کے پانی سے لکھنے کے لائق یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں: ''ہم اپنی خواہشات یا گروہ وفرقہ پرستی کی وجہ سے روایات پر صحیح یا ضعیف کا حکم نہیں لگاتے بلکہ اللہ تعالیٰ کو عالم ناظر سمجھتے ہوئے، اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کے علم کو مدنظر رکھتے ہوئے جمہور محدثین کی تحقیق واصول کو تسلیم کرتے ہوئے اور آخرت کے محاسبے پر ایمان کے ساتھ حدیث پر صحیح وحسن یا ضعیف وغیرہ کا حکم لگاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص دلیل کے ساتھ ہماری غلطی ثابت کر دے تو علانیہ رجوع کرتے ہیں۔'' (مقالات ۲/ ۲۸۳)

آپ کے قلم سے اہل باطل پر جو کاری ضربیں پڑی ہیں اگر ان کا احاطہ کیا جائے تو اس حوالے سے بیسیوں عنوانات، سینکڑوں صفحات پر نظر آتے ہیں۔ ماہنامہ ''الحدیث'' کے ''محدث العصر نمبر'' کے عزت مآب قارئین کرام کی خدمت عالیہ میں اہل باطل پر آپ نے جو رد لکھا ہے وہ نہایت اختصار سے پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ و باللّٰہ التوفیق.

مسیحی مذہب پر رد

عیسائیوں کا تثلیث (TRINITY) یعنی تین الٰہوں والا شرکیہ عقیدہ، وہ یہ عقیدہ رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی زعم رکھتے ہیں کہ ''بائبل'' یعنی موجودہ اناجیل اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ کلام کی حیثیت رکھتی ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی ہے۔ ﴿قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ اس باطل عقیدے پر آپ نے قلم اٹھایا اور دس صفحات پر مشتمل ایک علمی مقالہ ''مسیحی مذہب میں خدا کا تصور'' لکھا۔ قلمی تردید کے ساتھ ساتھ آپ نے مسیحی پادری سے زبانی مناظرہ بھی کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح یاب کیا۔ آپ خود لکھتے ہیں: ''مسیحی (حضرات) کا یہ دعویٰ ہے کہ ''بائبل: کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا ''عہد نامہ'' اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس میں تمام مندرجہ کتابیں آسمانی وحی کے ذریعے سے لکھی گئی ہیں۔ عہد نامہ قدیم ہو یا جدید بائبل کی ہر بات، حق، سچ اور صحیح ہے۔'' مسیحی ''علماء'' اور عوام اس بائبل میں کسی قسم کی تحریف، تبدیلی، غلطی یا تضاد تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ ہمیشہ اس میں کوشاں ہیں کہ تمام لوگ اس بائبل کو خدا (اللہ تعالیٰ) کا کلام تسلیم کر کے پولس کے دین مسیحیت میں داخل ہو جائیں۔

راقم الحروف کا پولس کے ماننے والے مسیحیوں کے اپنے مذہبی اسکول زیڈ بی آئی اٹک (پاکستان) میں مناظرہ ہوا تھا جس میں ان کے مناظر برکت مسیح نے دلائل سے مجبور ہو کر یہ تسلیم کر لیا تھا کہ بائبل میں تناقض وتعارض موجود ہے۔ اس کے بعد برکت مسیح صاحب نے مناظرے سے انکار کر دیا اور اپنے مذہبی سکول میں ہمیں بیٹھا چھوڑ کر اپنے پیروکاروں کے ساتھ راہ فرار اختیار کی۔ الحمدللہ

یاد رہے کہ قرآن مجید جس تورات اور انجیل کی تصدیق کرتا ہے اس سے مراد مروجہ مسیحی بائبل نہیں بلکہ وہ تورات اور انجیل ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائیں۔ بائبل میں موجود تورات وانجیل اور دوسری کتابیں محرف شدہ اور تبدیل شدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ﴾ ''وہ کلام کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔'' (المائدۃ:۱۳) [مقالات ۱/۵۵۱]

قادیانیت کا تعاقب

قادیانیت کا تعاقب جماعت اہل حدیث کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ جب سے قادیانیت شروع ہوئی تب سے آج تک جماعت اہل حدیث رد قادیانیت کو اپنا فرض منصبی سمجھتی چلی آرہی ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی اور فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہما اللہ سے لے کر آج تک سینکڑوں اہل حدیث علماء کی اس سلسلے میں بے شمار خدمات ہیں، اس میدان میں آپ رحمہ اللہ کی قلمی کاوشوں کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے اسلاف کے صحیح جانشین ثابت ہوئے ہیں۔ ایک طرف عقیدہ ختم نبوت پر قرآن مجید اور صحیح احادیث مبارکہ کی روشنی میں دلائل کے انبار لگائے ہیں تو دوسری طرف قادیانیوں کی طرف سے اس عظیم عقیدہ پر جتنی علمی خیانتیں اور قلمی خباثتیں کی گئی تھیں آپ نے ان کی قلعی کھول دی ہے۔ وللہ الحمد

ذیل میں آپ کی اس حوالے سے کچھ تحریرات کا ذکر خیر کیا جاتا ہے:

۱) ختم نبوت کی صحیح احادیث پر قادیانیوں کے حملے اور ان کا جواب

۲۵ صفحات پر مشتمل اس علمی ارمغان میں آپ نے ان صحیح احادیث مبارکہ کو اصول حدیث کی رُو سے صحیح ثابت کیا جن میں محمد رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر موجود ہے۔ (مقالات ۳/۴۸۱۔۵۰۵)

۲) ختم نبوت پر چالیس دلائل

قرآن مجید اور صحیح احادیث مبارکہ کی روشنی میں ۲۷ صفحات پر مشتمل اس علمی مقالے میں آپ نے عالمانہ اور فاضلانہ انداز میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ کی وفات کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے۔ (مقالات ۵/۱۱۔۳۷)

۳) قادیانیوں کی مستدل مردود روایات اور ان کا رد

اس مضمون میں ایک جگہ آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کو ورغلانے، گمراہ کرنے اور مرتد بنانے کے لئے قادیانی ومرزائی ''حضرات'' کچھ روایات بھی پیش کرتے ہیں جو کہ اصول حدیث کی رو سے باطل اور ناقابل حجت ہوتی ہیں۔'' آپ نے ختم نبوت کے ایسے منکرین کی دس مستدل ضعیف، مردود اور موضوع روایات کو منہج محدثین کی کسوٹی پر جب پیش کیا تو سب کی سب جھوٹ کا پلندہ ثابت

ہوئیں۔ (مقالات ۵/ ۴۸۔۵۳)

٤) مرزا غلام احمد قادیانی کون تھا؟

آپ نے دیوبندی، بریلوی اور مرزائی مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے متعدد مصنفین کے ۲۳ حوالے پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ مسلک اور فکر کے اعتبار سے مرزا غلام احمد قادیانی حنفی المذہب تھا اور اس کو مسلک اہل حدیث سے بغض اور جماعت اہل حدیث سے دشمنی تھی۔

(فتاویٰ علمیہ ۲/ ۳۶۳۔۳۸۵، مقالات ۵/ ۲۶۵۔۲۷۶)

٥) قادیانیوں کے بارے میں ایک استفتاء کا جواب:

۲ صفحات پر مشتمل اس فتویٰ میں آپ نے سورۃ الممتحنہ کی آیت: ۴، اور دیگر دلائل شرعیہ کی روشنی میں یہ فتویٰ جاری کیا کہ ''اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی، اور اس کے تمام متبعین: قادیانی، مرزائی اور لاہوری مرزائی سب کے سب پکے کافر اور دائرہ اسلام سے یقیناً خارج ہیں، لہٰذا ان سے میل جول، نشست و برخاست اور شادی غمی میں شرکت نہ رکھے اور سلام وکلام منقطع کردے۔''

(مقالات ۳/ ۵۶۴۔۵۶۵، ۴/ ۴۴۶۔۴۴۷)

٦) قادیانیوں اور فرقہ مسعودیہ جماعت المسلمین (رجسٹرڈ) اور قادیانیوں کے درمیان مشترکہ عقائد کو اس مختصر مگر علمی مضمون میں یکجا کیا ہے۔ (مقالات ۳/ ۵۶۰۔۵۶۳)

٧) مرزا غلام احمد قادیانی کے تیس جھوٹ

مرزا غلام احمد قادیانی لعین نے جب ۱۸۹۱ء میں اپنے آپ کو مسیح موعود اور مثیلِ مسیح کہنا شروع کیا اور لوگوں کو شیطانی وساوس کے نتیجے میں کبھی خوشخبریاں دینے لگا تو کبھی پیشینگوئیاں کرنے لگا تو اسی اثنا میں اس کذاب نے جتنے جھوٹ بولے ان میں سے صرف تیس ایسے جھوٹ ذکر کیے ہیں جو سچ ثابت نہ ہو سکے۔

۱۸ صفحات پر مشتمل اس مدلل مقالے کے آخر میں شیخ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''راقم الحروف نے اس مضمون میں تمام حوالے مرزا غلام احمد اور اس کے متبعین کی اپنی کتابوں سے پیش کیے ہیں۔ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کی غلطی کے علاوہ ایک حوالہ بھی غلط ثابت ہونے پر دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔'' (مقالات ۱/ ۱۳۲۔۱۴۹)

٨) اندھیرے اور مشعل راہ اور نزول مسیح حق ہے

حیات مسیح اور نزول مسیح کا عقیدہ قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے صحیح ثابت ہے۔ اس ثابت شدہ اسلامی عقیدے کا انکار صریح کفر، گمراہی اور زندقہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ غلام احمد قادیانی، تمنا عمادی، ابوالخیر اسدی، غلام احمد پرویز، ڈاکٹر مسعود عثمانی، امین احسن اصلاحی، جاوید احمد غامدی اور عزیز اللہ بوہیو وغیرہ جیسے منکرین حدیث و معترضین اور متعصبین نے یہ شبہات پھیلائے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئیں گے۔ ان کی تلبیسات کے رد میں ۷۱ صفحات پر مشتمل ایک مفصل اور مدلل مقالہ لکھ کر یہ عقیدہ ثابت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، آسمان پر موجود ہیں اور ان کا نزول حق ہے۔

(مقالات ۱/ ۶۱۔۱۳۱)

٩) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ

کچھ منکرین حدیث نے جو درحقیقت قادیانیت کے ترجمان ہیں، ان صحیح احادیث مبارکہ پر اعتراض کیا جن میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا بیان ہے۔ اس حدیث کی سند میں مرکزی راوی، ثقہ اور مشہور امام ابن الشہاب

الزہری رحمہ اللہ ہیں، حالانکہ امام موصوف رحمہ اللہ سے جتنی روایات مذکور ہیں ان میں انھوں نے "سماع" کی تصریح کر دی ہے، پھر بھی منکرین حدیث کے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے۔ آپ نے ان معترضین و منکرین حدیث کے سامنے ۱۶، ایسی صحیح روایات ذکر کی ہیں جو سنداً بھی صحیح ہیں اور ان میں امام ابن الشہاب زہری رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے راویوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول والی احادیث مبارکہ بیان کی ہیں۔

(مقالات ۳/۴۳۴۔۴۴۲)

۱۰) ظہور امام مہدی، ایک نا قابل تردید حقیقت

منکرین حدیث نے قیامت سے پہلے محمد بن عبداللہ الفاطمی الہاشمی نام کے ایک خلیفہ کے آنے کا انکار کیا جس کا لقب "امام مہدی" ہوگا۔ قادیانیوں کے سرخیل مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو "والمھدی المعھود" کہا (یعنی وہ مہدی ہوں جس کا آنا مقدر ہو چکا ہے) (خطبات الہامیہ: ص ۵۱)

اس خبیث عقیدے کے رد میں آپ نے دس کے قریب صحیح اور حسن احادیث مبارکہ اور چار عدد صحیح آثار نقل کر کے دونوں باطل فرقوں کا زبردست رد لکھا ہے۔ (مقالات ۲/۴۲۔۴۷)

سبائیت/ شیعیت/ رافضیت کا رد

۱: عبداللہ بن سبا کون تھا؟

یہ وہ بد باطن اور خبیث شخص ہے جو پہلے یہودی مذہب پر تھا، پھر نام نہاد مسلمان بنا تو اس نے ایسے گندے عقیدے اور برے نظریات متعارف کرائے جن سے مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوا۔ اس بدبخت شخص نے امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی امامت کی فرضیت کی بات کو ہوا دی۔ کتنے منکرین حدیث نے اس کے وجود سے انکار کیا۔ اس مضمون میں شیخ رحمہ اللہ نے سات صفحات پر صحیح روایتیں ذکر کر کے اس کے وجود کو اور اس کی خباثتوں کو ظاہر کیا ہے۔ (مقالات ۲/۴۵۳۔۴۵۹، فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام ۱/۱۵۳۔۱۵۹)

۲: رافضیت سے متعلق چند روایات کا تحقیقی جائزہ

رافضی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں بالعموم اور شیخین یعنی ابو بکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں بالخصوص تنقیص و گستاخی کرتے ہیں اور اس حوالے سے جو روایات پیش کرتے ہیں ان کا خوب علمی رد لکھا ہے۔

(فتاویٰ علمیہ ۱/۱۳۹۔۱۴۹، ماہنامہ الحدیث نمبر ۱۰۰ ص ۱۰۔۲۱)

۳: اہل بیت اور تطہیر/ اہل بیت کون ہیں؟

ان دو الگ الگ مضامین میں آپ نے روافض کے من گھڑت عقیدہ ائمہ معصومین کا خوب رد لکھا ہے۔

ساتھ ساتھ اہل بیت میں شامل افراد کون کون ہیں، اس کے متعلق بھی خوب وضاحت سے رد کیا ہے۔

(فتاویٰ علمیہ ۲/ ۶۹۔۷۰)

۴: ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نکاح

شیعہ اس تاریخی حقیقت کا کلی طور پر انکار کرتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی کلثوم رضی اللہ عنہا سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح نہیں ہوا تھا۔ آپ نے شیعہ کے تعاقب میں قلم اٹھایا اور اہل سنت اور شیعہ کی کتب میں سے کافی صحیح حوالے ذکر کر کے شیعہ کے موقف کو رد کیا ہے۔ (فتاویٰ علمیہ ۲/ ۵۴۵۔۵۵۱)

۵: شیعیت کا مقدمہ اور جھوٹی روایات

ایک شیعہ مصنف حسین الامین کی کتاب "شیعیت کا مقدمہ" سے دس ایسی جھوٹی روایات کو ذکر کیا جو کہ منہج محدثین

کے بالکل خلاف تھیں۔ بحمدہٖ تعالیٰ آپ نے پندرہ صفحات پر اس کتاب کا نہایت علمی رد لکھا ہے۔ (مقالات ۴/۳۰۴۔۳۱۸)

حنفیت (دیوبندیت/ بریلویت) کا علمی محاسبہ

آل تقلید اور اہل باطل کا سنجیدگی سے جائزہ لینے سے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے گویا آپ نے دیوبندیوں اور بریلویوں کی علمی خیانتوں اور عقیدہ کی خباثتوں کے خلاف ہی کام کیا ہے جو لوگ اپنے آپ کو دنیا کے سامنے اہل سنت، موحد اور پیغمبر علیہ السلام کے حقیقی پیروکار اور محبّ کہلواتے نظر آتے ہیں ان کے عقائد، افکار اور علم کی جس انداز میں جروح کی ہے، اسے دیکھ کر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، امام ابن حزم، مولانا ثناء اللہ امرتسری، علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا عبداللہ بہاولپوری رحمہم اللہ یاد آجاتے ہیں۔ حق کا لبادہ اوڑھ کر جتنا باطل آلِ تقلید نے پھیلایا تھا اس کا تعاقب اور علمی محاسبہ بھی اسی شدت سے کیا ہے۔ عقائد سے لے کر افکار و اعمال تک کوئی موضوع ایسا نہیں چھوڑا جس پر آپ نے بحث و تحقیق نہ کی ہو۔ مملکت کے چاروں کونوں میں دیوبندی اور بریلوی وغیرہ نے جتنی بھی تحریفات کیں یا تلبیسات سے کام لیا، آپ نے ان کی تحریفات و تلبیسات کو تشت از بام کر دیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، قبر میں نبی کریم ﷺ کی حیات کا مسئلہ، وحدت الوجود اور آل دیوبند، صفات باری تعالیٰ اور خبر واحد، اجماع، اجتہاد، تقلید، کشف، الہام، غلو، بدعت وغیرہ جیسے عنوانات پر آل دیوبند و بریلویہ کی قلمی خیانتوں اور دھوکے بازیوں کو کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ آل دیوبند عموماً صحابہ کرام اور خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے اتباع کرنے کا ڈنڈھورا پیٹتے رہتے ہیں اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ ہم ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حقیقی پیروکار ہیں۔ ان کی اس ریشہ دوانی کو شیخ رحمہ اللہ نے آڑے ہاتھوں لیا۔ تقلید پرستوں کا قرآن مجید، صحیح احادیث، اجماع امت، اجتہاد شرعی اور چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے جو فقہی اور مسلکی اختلاف ہے اس پر ۱۲۴ صفحات پر نہایت مدلل و مفصل رد لکھ کر، ان کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

آل تقلید کی طرف سے جو سوالات آئے، آپ نے ان کا نہایت علمی جواب دیا، دیوبندی مسلک کے پیروکار اپنے آپ کو اہل سنت کہلواتے ہیں، ان کے اس باطل دعویٰ پر آپ نے قلم اٹھایا اور دلائل شرعیہ سے ثابت کیا کہ دیوبندی غالی بدعتی ہیں اور غالی بدعتی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ منکرین حدیث کے اعتراضات پر قلم اٹھایا تو ان کی تاریخ اور نشانیوں کو بھی واضح کر دیا، کتنی ہی جعلی اور من گھڑت کتب کی نشاندہی کر کے ان کی حقیقت سے آشنا کیا، آل دیوبند کی معتبر شخصیتوں کی مستند کتابوں میں سے دو سو دس (۲۱۰) سوالات پر مشتمل ایک علمی دستاویزات انھیں بھیجی، لیکن اب تک کسی میں ہمت نہ ہوئی کہ ان کا جواب لکھے، نیز نماز میں رفع الیدین کرنے، جہری نمازوں میں اونچی آواز سے آمین کہنے، قیام کی حالت میں ہاتھ سینے پر باندھنے، جہری وسری نمازوں میں مقتدی کو امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھنے، نماز جنازہ میں سورۃ الفاتحہ پڑھنے اور صرف دائیں طرف سلام پھیرنے، تراویح نماز کی آٹھ رکعت پڑھنے، وتر نماز کی ایک رکعت پڑھنے اور نمازوں کو اول اوقات میں پڑھنے جیسے اختلافی مسائل پر احناف کے جتنے دلائل آپ کے سامنے آئے آپ نے ان کا نہایت علمی رد لکھا۔ بریلوی مکتب فکر کی

طرف سے کیے گئے مختلف قسم کے اعتراضات کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جس طرح کیا کسی میں ہمت نہ رہی کہ ان کا جواب دے۔ بریلویوں کے شرکیہ عقائد وافکار پر بے شمار مضامین میں رد لکھا۔ مقالات کی پانچ جلدیں، فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام کی دو جلدیں اور متعدد کتب، آپ کی محنت شاقہ کی شاہد ہیں ع

دامانِ باغباں سے کف گل فروش تک
بکھرے پڑے ہیں سینکڑوں عنوان میرے لیے

صوفیا کا رَد

حسین بن منصور الحلاج ایک زندیق اور گمراہ شخص تھا۔ اس نے اور دیگر صوفیا نے اسلام کے عقائد واعمال کی جس طرح مخالفت کی تھی وہ کسی اہل علم سے مخفی نہیں۔ دیوبندی مکتبۂ فکر کے لوگ ایک طرف اپنے آپ کو موحد اور اہل سنت کہلواتے ہیں تو دوسری طرف صوفیت کی دعوت بھی دیتے نظر آتے ہیں۔

ظفر احمد عثمانی تھانوی دیوبندی نے اشرف علی تھانوی کی نگرانی میں ایک کتاب ''القول المنصور فی ابن منصور'' لکھی جو کہ منصور حلاج کی سیرت پر تھی۔ ایسے گمراہ لوگوں کے فاسد عقائد اور گندے نظریات پر رد لکھا، نیز صوفیا کے ''خاتم الاولیاء'' کے نظریے کی تردید میں بھی آپ نے قلم اٹھایا اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دیگر غیور اہل علم کے علمی اقوال کی روشنی میں اس نظریے کا رد لکھا۔ قطب و ابدال ایسی اصطلاحات ہیں، جن کو اکثر صوفی قسم کے لوگ کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ ان اصطلاحات کی شرعی حیثیت پر آپ نے رد لکھ کر عوام الناس کی اصلاح کی ہے۔

(فتاویٰ علمیہ ۱/ ۸۵۔۸۷، ۱۵۹۔۱۶۳، مقالات ۴/ ۴۰۳)

جماعت المسلمین پر رد

جماعت المسلمین رجسٹرڈ کے ''امام'' مسعود احمد بی ایس سی کے متعلق آپ لکھتے ہیں: ''مسعود احمد بی ایس سی ایک تکفیری خارجی شخص تھا، جس کے مقلدین اس کی اطاعت کو فرض اور ایمان کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ فرقۂ مسعودیہ کے سرکاری مبلغ عبداللطیف تکفیری نے اس شخص کو ''غیر مسلم'' قرار دیا جو مسعود صاحب کی بیعت نہیں کرتا وغیرہ۔'' اس گمراہ شخص کے باطل نظریات کا آپ نے علمی محاسبہ کیا ہے۔ اس نوزائدہ فرقہ کے امام کو اسماء الرجال کا کتنا علم تھا اس موضوع پر آپ نے بہترین مقالہ لکھا ہے۔ فرقہ مسعودیہ، یعنی جماعت المسلمین کا ''تدلیس'' کی اصطلاح اور حیثیت پر جو اعتراض تھا اس کو محدثین کے قیمتی اور علمی اقوال کی روشنی میں حل کر دیا ہے۔'' (مقالات ۱/ ۶۰۷۔۶۲۵، ۳/ ۲۲۴۔۲۴۴)

فرقہ مسعودیہ یا جماعت المسلمین اور اس کے کاغذی امام کی طرف سے کی گئی تلبیسات، تحریفات، دعویٰ باطلہ اور الزام تراشیوں کا شیخ رحمہ اللہ نے بیس صفحات پر ایسا دندان شکن رد لکھا جسے پڑھ کر عام آدمی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جماعت اہل حدیث پر کیے گئے اعتراضات کا کافی وشافی جواب دے دیا ہے۔ ان جوابات کو پڑھ کر شکوک وشبہات کے سارے بادل چھٹ جاتے ہیں۔

(مقالات ۵/ ۱۴۲۔۱۴۳، اہل حدیث ایک صفاتی نام: ۶۸۔۸۲)

تقلید کا رد

تقلید شخصی پر جتنا زور اور جھگڑا اس وقت برصغیر میں

ہے، شاید ہی دنیا کے کسی کونے میں ہو۔ مقلدین ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں کہ تقلید کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ایسے نام نہاد مقلدین کے رد میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے قلم اٹھایا اور ۱۹۳ صفحات پر قرآن مجید، صحیح احادیث مبارکہ، اجماع امت، آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحیح اقوال سلف صالحین رحمہم اللہ کی روشنی میں نہایت عالمانہ اور فاضلانہ رد لکھا۔ (دیکھیں دین میں تقلید کا مسئلہ)

آل دیوبند کے ۳۰۰ جھوٹ

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے آل دیوبند کے اکابر مثلاً: امین اوکاڑوی، حبیب اللہ ڈیروی، الیاس گھمن، اسماعیل جھنگوی، چمن محمد دیوبندی، احمد سعید ملتانی، انوار خورشید، محمد قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، محمود حسن، قاری محمد طیب قاسمی، مفتی ظفیر الدین، زکریا تبلیغی، محمود حسن گنگوہی، ظفر احمد تھانوی، عبد القیوم حقانی، احمد رضا بجنوری، جمیل احمد نذیری، ابو یوسف محمد ولی درویش، محمد امام اللہ بن کریم اللہ، محمد امان اللہ، رشید احمد گنگوہی، عاشق علی میرٹھی، خلیل احمد سہارنپوری، سعید احمد پالنپوری اور دیگر مصنفوں نے اپنی کتابوں میں جو جھوٹی باتیں لکھی تھیں، ان کا قرآن وحدیث کی روشنی میں نہایت بسیط رد لکھا ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ''آل دیوبند کے ۳۰۰ جھوٹ''

امین اوکاڑوی اور محمد انور اوکاڑوی کا رد

دین اسلام کے نام پر جن لوگوں نے جھوٹ، تلبیس، تحریف اور غلط تاویل سے کام لیا ہے ان میں امین اوکاڑوی سر فہرست ہے۔ آپ ان کی کتب کا مطالعہ کریں گے تو سینکڑوں ایسے مسائل و معاملے ملیں گے جن کی کوئی اصل نہیں۔ صحیح احادیث مبارکہ میں تحریف کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل اور تمسخر اڑانا محبوب مشغلہ تھا۔ ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے، جناب نے لکھا:

لیکن آپ نماز پڑھاتے رہے اور کتیا سامنے کھیلتی رہی۔ (مقلدین کی غیر مستند نماز، ص ۴۳، مجموعہ رسائل ۳/ ۳۵۰)

دیکھیں ایک طرف صحیح حدیث مبارک میں تحریف اور دوسری طرف تمسخر اور استہزاء، وہ بھی محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں بھائیوں کو ان افکار ونظریات کے ساتھ عوام الناس کی عدالت میں لاکر کھڑا کر دیا ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھیں امین اوکاڑوی کا تعاقب)

منکرین حدیث پر رد

صحیح بخاری، حدیث کی وہ عظیم الشان اور فقید المثال کتاب ہے جس کے متعلق امت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' اس عالی مرتبت کتاب کو امت میں تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہے۔ تقلید کی وجہ سے مقلدوں نے اپنے مزعوم امام کے قول کا بھرم رکھنے کے لئے ذخیرۂ صحیح احادیث پر مشتمل اس کتاب پر بے جا اعتراضات اور رقیق حملے کیے۔ یہ دیکھ کر کہ اتنے پائے کے عالم اور مفتی، صحیح بخاری کی احادیث پر اعتراضات کر رہے ہیں، منکرین حدیث بھی اس میدان میں کود پڑے۔ احمد سعید ملتانی (مماتی دیوبندی) منکر حدیث نے ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' کے عنوان پر کتاب لکھی۔ جس میں صحیح بخاری کی احادیث مبارکہ پر بے جا اعتراض کیے گئے۔ اسی طرح دوسرے منکر حدیث شبیر احمد نامی کسی شخص نے بھی اپنے پیش رووں کے نقش قدم

پر چلتے ہوئے صحیح بخاری کی احادیث مبارکہ کو عقل کی کسوٹی پر رد کرنے کی کوشش نامراد کی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں مجرموں کے خلاف قلم اٹھایا اور ترتیب وار ''توفیق الباری فی تطبیق القرآن وصحیح البخاری'' اور ''صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ'' کے عنوان سے نہایت مسکت جواب دیا جو کہ ''صحیح بخاری کا دفاع'' کے عمومی نام سے ۳۴۵ صفحات پر چھپ کر قارئین کرام سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔

یہ تو مختصر تذکرہ تھا شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے کیے گئے ان ردود کا جو انھوں نے اہل باطل پر کیے تھے وگرنہ حقیقت تو یہ ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی حیات مستعار میں باطل کو ہر محاذ پر للکارتے نظر آتے ہیں۔ آپ کے اس علمی جہاد کا حسن وجمال آپ کی تحریرات، تقریظات، محاضرات اور فتاویٰ جات وغیرہ میں جابجا دیکھا جا سکتا ہے۔ مسلک اہل حدیث کا قلمی حوالے سے آپ نے جو علمی دفاع کیا وہ آنے والے ہر دور کے لوگوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

مجھے اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا شدت سے احساس ہے کہ میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عالمانہ، مجتہدانہ اور محدثانہ خدمات لکھنے کے قابل تو نہیں، لیکن آپ سے دلی محبت اور قلبی تعلق ہے جس کے پیش نظر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بے ترتیب سا مضمون لکھنے پر مجبور ہوا ہوں۔ بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

؎ پی گئی کتنوں کا لہو تیری یاد
غم تیرا کتنے کلیجے کھا گیا

حافظ زبیر علی زئی ﷫ اور علم الرجال

قاری یحییٰ رسول نگری حفظہ اللہ *

حافظ زبیر علی زئی ﷫ سے میری ملاقات سعودیہ ریاض میں ہوئی۔ وہاں ایک دوست قاری سیف اللہ صاحب ہیں، ان کے پاس حافظ صاحب ٹھہرے ہوئے تھے۔ محترم قاری صاحب میرے شاگرد ہیں، انھوں نے مجھے کہا: پاکستان سے ایک بہت بڑے عالم دین میرے پاس مہمان ہیں، آپ تشریف لائیں اُن سے آپ کی ملاقات کراتے ہیں۔ جب بندہ فقیر قاری سیف اللہ صاحب کے مکان پر پہنچا تو قاری صاحب نے میرا تعارف حافظ زبیر علی زئی ﷫ سے کرایا۔ اس کے بعد قاری سیف اللہ صاحب نے بتایا کہ حافظ صاحب رجالِ حدیث میں بہت مہارت رکھتے ہیں، اسی دوران میں محلّہ نویدی میں جامع مسجد کے امام فضیلۃ الشیخ سعد الحمید سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے ہماری دعوت کر دی تو ہم سب حضرات شیخ سعد الحمید کے مکان پر دعوت کھانے چلے گئے۔ وہاں کھانے سے پہلے چائے وغیرہ کا دور چلا تو شیخ سعد الحمید نے ذکر کیا کہ میں نے سنن سعید بن منصور شائع کی ہے تو انھوں نے یہ کتاب حافظ زبیر علی زئی ﷫ کو پیش کی۔ حافظ صاحب کتاب کو دیکھتے رہے تو اچانک ایک مقام پر حافظ صاحب نے کہا: یہ سند صحیح نہیں۔ جس پر شیخ سعد الحمید نے کہا: نہیں، یہ سند صحیح ہے، میں نے تحقیق سے درج کی ہے تو حافظ زبیر علی زئی ﷫ نے پوری سند زبانی پڑھ دی اور کہا: اب آپ اسماء الرجال کی کتب اٹھا کر لائیں۔ اس میں دیکھئے کہ کون سی سند صحیح ہے؟ جب وہ کتاب دیکھی گئی تو حافظ صاحب ﷫ والی بات بالکل صحیح نکلی تو شیخ سعد الحمید حیران رہ گئے جس پر میں نے حافظ صاحب ﷫ کو تین سو ریال انعام پیش کیا۔ سب علماء حیران رہ گئے اور حافظ صاحب کی حدیث میں مہارت پر انھیں خوب داد دی اور تعریف کرنے لگے کہ واقعی حافظ صاحب اسماء الرجال میں خوب مہارت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے عرب علماء سے ملاقاتیں رہیں جو حافظ صاحب کا بہت احترام کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ شخص اسماء الرجال کا حافظ ہے۔

---

* استاذ الاساتذہ، مدیر و رئیس جامعہ عزیزیہ، ساہیوال

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ *

عمرہا در کعبہ وبت خانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ حضرو ضلع اٹک (متوفی محرم ۱۴۳۵ھ۔نومبر۲۰۱۳ء) ایک دور افتادہ علاقے کے رہائشی ہونے کے باوجود اپنے علمی کارناموں کی وجہ سے ایک نہایت ممتاز مقام کے حامل اور ناقابل فراموش شخصیت کے طور پر ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

ہرگز نہ میرد آں کہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اللہ تعالیٰ ہر دور میں کوئی ایک شخصیت یا چند ایسی شخصیات پیدا فرماتا رہتا ہے جو کفر وضلالت کی تاریکیوں میں اسلام کی شمع روشن کرتے ہیں اور جب دین اسلام میں عوام کی جہالت یا غفلت شعاری اور علمائے سوء واہل بدعت کی مفاد پرستی اور خود غرضانہ تاویلاتِ فاسدہ اور تحریفات معنوی سے دین کا اصل چہرہ مسخ ہو جاتا اور دین قیم بازیچۂ اطفال بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی شخصیات پیدا فرما دیتا ہے جو اسلام کے روئے آبدار کو اس کے اصلی خدوخال کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرتا اور اہل باطل کی تاویلات فاسدہ اور تحریفات کا پردہ چاک کرتا اور تجدید واصلاح کا عظیم کارنامہ سرانجام دیتا اور منبر رسول کی جانشینی کا حق ادا کرتا ہے۔اس اصلاحی وتجدیدی کام کے لیے حسبِ مشیت الٰہی ،کبھی کوئی ایک ایسی جامع الصفات شخصیت پیدا ہو جاتی ہے جو معاشرے کے مختلف طبقات اور میدانوں میں ہمہ جہتی خدمات بجالا کر علم وعمل کے آفتاب ومہتاب روشن کر دیتی ہے اور کبھی کئی کئی شخصیات پیدا ہو جاتی ہیں جو اپنے اپنے دائروں میں اصلاح وتجدید کا کام کر کے اسلام کے روئے آبدار کو اُجالتی اور نکھار دیتی ہیں۔

اسی پہلو کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے جس میں پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْأُمَّةِ ۔ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِئَةِ سَنَةٍ ۔ مَنْ یُجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا)) ''اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں اس امت کے لیے ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔''

(سنن أبي داود: ٤٢٩١ ، الصحیحة للالباني : ٥٩٩)

مَــنْ کا لفظ عربی زبان میں واحد اور جمع دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایک شخصیت سے بھی اصلاح وتجدید کا کام لے لیتا ہے اور چاہے تو بیک وقت یا تھوڑے تھوڑے وقفے سے مختلف افراد سے یہ کام لے لیتا ہے، یہ دونوں ہی صورتیں ممکن ہیں اور تاریخ و واقعات سے دونوں ہی کی تائید ہوتی ہے۔

اسلام کی تاریخ میں ہر صدی میں بڑے بڑے مجددین

* مفسر قرآن، مصنف کتب کثیرہ، مدیر شعبہ تحقیق وتالیف دار السلام لاہور

بھی پیدا ہوئے، جس کی تفصیل مولانا ابوالحسن علی ندوی کی تالیف: ''تاریخ دعوت وعزیمت'' میں موجود ہے اور ایک ہی صدی میں یا کسی ایک صدی کے اواخر اور دوسری صدی کے اوائل میں مختلف شخصیات نے اللہ کی توفیق سے مختلف دائروں میں اصلاح وتجدید کا کام کیا، یعنی دین میں پیدا ہونے والے بگاڑ کو درست کیا، شرک وبدعت کی تردید کی، الحادوزندقہ کی تحریکوں کا مقابلہ کیا، مختلف مذاہب باطلہ کا ردو بطلان کیا، گمراہ فرقوں کی باطل تاویلات کا پردہ چاک کیا اور تقلیدی جمود کے بندھنوں کو توڑا یا فرقہ پوشوں کی باطنی شیطنت کو آشکار کیا، یا العوام کالانعام کے بے علمی اور بدعملی کی دلدل سے نکال کر اسلام کی روشن تعلیمات کا نمونہ اور اسلامی اقدار وروایات اور شعائر اسلامیہ کا پابند بنادیا۔

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو ملا
ہر مُدّعی کے واسطے دارو رسن کہاں
ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

راقم کا دیدہ وشنیدہ دور، دو صدیوں پر محیط ہے۔ تیرھویں صدی ہجری کا اواخر اور چودھویں صدی ہجری کا اوائل، ان دو صدیوں میں بہت سی نامور شخصیات اور نابغۂ روزگار افراد پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے اپنے دائروں میں نہایت نمایاں دینی وعلمی خدمات سرانجام دیں، مثلاً:

نواب صدیق حسن خاں، شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی اور ان کے قابل فخر تلامذہ: مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری، صاحب ''تحفۃ الاحوذی'' مولانا شمس الحق ڈیانوی، صاحب ''عون المعبود'' مولانا محمد حسین بٹالوی، ایڈیٹر ''اشاعۃ السنۃ'' مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، حافظ عبداللہ غازی پوری، محدث پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیفؒ بھوجیانی، صاحبِ ''التعلیقات السّلفیہ علی سنن النسائی'' حافظ عبدالمنان نوری پوری، مولانا ابوالحسن علی ندوی، سید سلیمان ندوی، مولانا مودودی، مولانا سید داود غزنوی، علامہ احسان الٰہی ظہیر، سید بدیع الدین شاہ راشدی، سید محبّ اللہ شاہ راشدی، مولانا محمد حسین شیخو پوری، حافظ عبداللہ شیخو پوری، مولانا صمصام، حافظ محمد اسماعیل روپڑی، حافظ عبدالقادر روپڑی، حافظ عبداللہ محدث روپڑی، حافظ عبداللہ بہاولپوری، مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری وغیرہم۔

رحمهم الله اجمعين

اسی صف میں علمائے موجودین میں سے یہ حضرات بھی شامل ہیں: شیخ عبداللہ ناصر رحمانی (کراچی)، مولانا ارشاد الحق اثری، پروفیسر حافظ محمد سعید، ڈاکٹر فضل الٰہی (اسلام آباد) مولانا اقبال کیلانی، مولانا عبدالمالک مجاہد، حافظ ثناء اللہ مدنی وغیرہم حفظهم الله تعالىٰ كثر الله امثالهم فينا .

ان میں سے بہت سوں نے تدریس وتربیت میں، بعض نے تبلیغ ودعوت میں، بعض نے تصنیف وتالیف میں، بعض نے ردود ومناظرہ میں، بعض نے افتاء وتحقیق میں، بعض نے آثار سلف کے احیاء میں، بعض نے نشر واشاعت کے میدان اور بعض نے بیک وقت کئی میدانوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور دے رہے ہیں۔

بارك الله في جهودهم و متعنا الله بطول حياتهم .

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی یا انہی دراز قدوں کی صف میں شامل ہمارے ممدوح اور شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی تھے جو ہمیں چند ماہ قبل داغ مفارقت دے گئے۔ ابھی ان کی عمر اتنی زیادہ نہیں تھی، ان سے تحقیق کے میدان میں بہت سی توقعات وابستہ تھیں، لیکن قسام ازل نے جو عرصۂ حیات ان کے لیے مقرر کیا تھا، وہ گزار کر اپنے اللہ کے حضور حاضر ہو گئے، ہم جیسے لوگ جو ہر ماہ ان کے پرچے ماہوار ''الحدیث'' کی تحقیقات نادرہ اور انکشافاتِ علمیہ سے فیض یاب ہوتے تھے، ہم سمجھتے ہیں کہ وہ بے وقت ہی دنیا سے چلے گئے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی شخص بھی اپنے وقت سے پہلے جُرعۂ موت نوش نہیں کرتا، یہ جرعۂ تلخ کوئی بھی گوارا نہیں کرتا، لیکن وقت آجانے پر خواہی نخواہی اسے نوش کرنا ہی پڑتا ہے۔ اللہ نے ان کے لیے جتنا وقت لکھا تھا وہ گزار گئے اور اس طرح گزار گئے کہ ان کی زندگی کے یہ مختصر لمحات بھی قابل رشک بن گئے، گو ہماری اور ہم جیسے بے شمار لوگوں کی خواہش اور دعا تھی کہ وہ ابھی ہمارے درمیان ہی کچھ اور عرصہ رہتے اور چشمۂ علم و تحقیق سے ہم جیسے تشنہ کاموں کو سیراب کرتے رہتے، لیکن قَدَّرَ اللّٰهُ مَا شَاءَ فَعَلَ ۔ وَ مَا تَشَاءُ وْنَ إِلَّآ أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ .

شیخ موصوف رحمہ اللہ کے مزاج میں تیزی تھی، ہر کام بڑی سرعت سے کرتے تھے اور ان کا یہی معمول تھا، ایسے لگتا تھا جیسے مبدأ فیض نے بزبان قال تو نہیں، بزبانِ حال ان کو یہ القا کر دیا تھا کہ وقت تھوڑا ہے اور جو کام کرنے والے ہیں وہ بہت زیادہ ہیں، چنانچہ بہت سے تحقیقی کام، جن کے لیے کافی وقت درکار تھا، وہ انھوں نے بہت ہی مختصر وقت میں پورے کر لیے، گویا بقول علامہ اقبال ؎

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز

مزاج کی شدت کی وجہ سے باطل سے مصالحت کا یا مداہنت کا کوئی تصور ان کے ہاں نہیں تھا، بلکہ اس کے لیے وہ شمشیر برہنہ بلکہ سیف بے نیام تھے جو ہمہ وقت باطل سے نبرد آزما رہتی تھی۔ اپنے اس باطل شکن مزاج کی وجہ سے انھوں نے تمام باطل فرقوں سے چومکھی جنگ لڑی اور ہر محاذ پر برسرپیکار رہے۔ اہل بدعت و شرک ہوں یا تقلیدِ جامد کے خوگر، دشمنانِ صحابہ ہوں یا قصر نبوت کے نقب زن، ان کے علم و تحقیق کی تُرکتازیوں سے سب پریشان اور ان کے قلم کی کاٹ سے ان کے دل زخمی اور ان کے سینے فِگار رہے۔ اس اعتبار سے وہ بلاشبہ ع

رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

کی تصویر تھے۔ حق کے دفاع اور باطل کی سرکوبی کے لیے وہ شب و روز کوشاں اور سربکف رہے تا آنکہ جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور تب ہی اس جانِ بے قرار کو قرار آیا۔ تغمده الله برحمته و رضوانه .

ان کا وجود مسعود درج ذیل احادیث کا مصداق تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهُ ، يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَ انْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَ تَاوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ .)) اس (قرآن و حدیث کے) علم کو ہر دور کے صحیح اہل علم سے (جو اپنے ماسبق کے صحیح وارث اور جانشیں ہوں گے) اصحاب دیانت و تقویٰ حاصل کریں گے، وہ اس (علم دین سے)

اہل بدعت کی تحریفات کا پردہ چاک کریں گے، اہل باطل کی جعل سازی (غلط انتساب) اور جاہلوں کی (غلط) تاویلات کی وضاحت کریں گے۔''

اس روایت کی صحت وضعف میں اختلاف [1] ہے، ہم نے اسے اس لیے نقل کیا ہے کہ مولانا عبید اللہ رحمانی رحمہ اللہ صاحبِ ''مرعاۃ'' نے اسے حدیث: ''من يجدد'' کی تفسیر اور حدیث: ''ولا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق . . . '' کے ہم معنی قرار دیا ہے۔

(مرعاة ١/ ٢٠٣، طبع قديم)

ایک دوسری حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَ لٰكِن يَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ ......))

''اللہ تعالیٰ (دین کا) علم اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو لوگوں کے (سینوں سے) نکال دے، بلکہ وہ علماء کو اٹھا کر (فوت کر کے) علم اٹھائے گا...'' (صحیح البخاري: ١٠٠)

حافظ صاحب موصوف رحمہ اللہ ان دونوں حدیثوں کا مصداق تھے۔ انھوں نے اپنے اسلاف کا صحیح جانشین بن کر غالیوں کی تحریفات، اہل باطل کے غلط انتسابات اور جاہلوں کی تاویلات فاسدہ کا پردہ چاک کیا۔ ان کا سینہ علوم حدیث کا منبع (سرچشمہ) تھا۔

اس چشمۂ صافی کے بند ہونے سے تشنہ لبوں کا احساس محرومی شدید ہو گیا ہے اور پیروکارِ فرقِ باطلہ خوش ہیں کہ ان کے استدلالاتِ واہیہ کے تار و پود بکھیر دینے والا قلم ٹوٹ گیا اور وہ زبان خاموش ہو گئی جو اہل باطل کو دنداں شکن جواب دے کر ان کی زبانوں کو گنگ کر دیتی تھی۔ تاہم ان کے فیض یافتگان موجود ہیں جو ان شاء اللہ ان کے مشن کو جاری رکھیں گے۔

ضعیف احادیث کا فتنہ اور اس کے سد باب کی محدثانہ کاوشیں:

امت میں موضوع اور ضعیف روایات کی وجہ سے بھی بڑی آفتیں پیدا ہوئی ہیں جو کم علم علماء اور واعظین شیریں مقال قسم کے لوگ اپنے مواعظ و خطبات بلکہ تحریروں میں بھی بلا تامل بیان کرتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .))

''جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔'' (صحیح البخاری: ١١٠)

اس کی ایک وجہ تو کم علمی، بالخصوص علم اصول حدیث اور فن اسماء الرجال سے نا آشنائی ہے۔

دوسری وجہ عوام کو خوش کرنے کے لیے گرمیٔ محفل کا سامان مہیا کرنا ہے جو موضوع اور ضعیف روایات سے بہ آسانی میسر آ جاتی ہے۔

تیسری وجہ خوفِ الٰہی کا فقدان اور بارگاہِ الٰہی میں جواب دہی کا تصور کا دھندلا جانا ہے۔

چوتھی وجہ حزبی تعصّبات اور فقہی جمود ہے جو بہت سے اہل علم کو ضعیف و موضوع روایات سے استشہاد پر مجبور کرتا ہے۔

اسی لیے محدثین رحمہم اللہ نے جہاں احادیث کے جمع و تدوین کا کام کیا وہاں انھوں نے احادیث کی تحقیق اور چھان پھٹک کے لیے اصول و ضوابط مقرر فرمائے جس کو علم مصطلح الحدیث کہا جاتا ہے، دوسرا راویان احادیث کے حالات

[1] ہمارے نزدیک اس روایت کی سند ضعیف ہی ہے، واللہ اعلم۔ (ندیم)

ضبط فرمائے جس کو فن اسماء الرجال کہا جاتا ہے۔ یہ دو فن ایسے ہیں جو صرف اہل اسلام کا امتیاز ہیں اور جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور عمل و کردار مکمل طور پر محفوظ ہو گیا جو اصل دین ہے۔ یہ شرف و امتیاز صرف اسلام اور پیغمبر اسلام ہی کو حاصل ہے، جو اللہ تعالیٰ کے تکوینی انتظام کے تحت محدثین کرام کے ذریعے سے تکمیل پذیر ہوا۔

علاوہ ازیں مذکورہ حدیث رسول کے پیش نظر (جس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط بات کی نسبت کرنے پر جہنم کی وعید ہے) اور دین اسلام کی اصل شکل و صورت کو محفوظ رکھنے کے لیے محدثین نے ضعیف احادیث کے بارے میں نہایت سخت موقف اختیار کیا اور سوائے چند صورتوں کے ان کو بیان کرنے کی اجازت نہیں دی اور وہ بھی مشروط طور پر۔ وہ شرطیں حسب ذیل ہیں:

اول: یہ کہ وہ حدیث بہت زیادہ ضعیف نہ ہو، یعنی اس میں کوئی متھم بالکذب والفسق راوی نہ ہو۔

دوم: وہ کسی اصل شرعی کے ذیل میں آتی ہو جس پر قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں عمل کرنا ثابت ہو۔

سوم: اس پر عمل کرتے ہوئے اس کے ثابت ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔

ایک چوتھی شرط بعض حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ وہ حدیث فضائل اور ترغیب و ترہیب کے ذیل سے ہو، لیکن محققین کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں، وہ کہتے ہیں کہ صحیح اور حسن احادیث ہر موضوع پر اتنی وافر تعداد میں ہیں کہ فضائل میں بھی ضعیف روایات کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں۔ یہی موقف اسلم و احوط اور صواب ہے۔

ان شروط سے واضح ہے کہ محدثین نے ضعیف احادیث کو بغیر کسی شرط اور قید کے بیان کرنے کی اجازت نہیں دی، لیکن امت مسلمہ کی بدقسمتی ہے کہ اس کے باوجود دنیائے اسلام (عرب و عجم) میں ضعیف بلکہ موضوع احادیث تک کا چلن عام ہے اور اس کے وہی چار اسباب ہیں جو ہم نے پہلے بیان کیے ہیں۔

شیخ زبیر علی زئی اور شیخ البانی وغیرہما کی کاوشیں

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی تجدید و اصلاح کے لیے جو وقتاً فوقتاً علمائے حق اور مصلحین امت پیدا فرماتا رہتا ہے، ان میں نقد حدیث کے ماہرین بھی ہوتے ہیں کیونکہ دین کی حفاظت کا اہم ذریعہ احادیث کی حفاظت ہی ہے۔ احادیث کو ہر طرح کے غث و ثمین سے بچائے بغیر دین کی حفاظت ممکن نہیں۔

احادیث کی حفاظت کا یہ کام ہر دور میں اُن علمائے حدیث کے ذریعے سے ہوتا آیا ہے جو محدثین کی فکر کے حامل اور ان کے منہج کے وارث ہیں، جو نہ کسی تقلیدی مذہب سے وابستہ ہوتے ہیں اور نہ کسی حزبی تعصب کے شکار، تاہم ان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ ایسے رجالِ کار بھی پیدا فرماتا رہتا ہے جو زیادہ وسعت اور ہمہ گیریت کے ساتھ نقد و تحقیق حدیث کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں، جیسے ہمارے دور میں شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ ہیں جن کی خدماتِ حدیث محتاجِ تعارف نہیں۔

ہماری ملکی سطح پر اسی دور میں ہمارے ممدوح شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی اسی صف میں آتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تحقیق احادیث کی عظیم خدمات سے نوازا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کی طرح انھوں نے بھی احادیث کے ان مجموعوں (سنن اربعہ وغیرہ) سے جو متداول ہیں، ضعیف احادیث کو صحیح سے

الگ کر دیا ہے۔

دارالسلام کے زیر انتظام چھپنے والی سنن اربعہ (ابو داود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) اردو، انگلش اور عربی ایڈیشن تینوں ہی شیخ رحمہ اللہ کی تحقیق سے آراستہ ہیں۔ تقبل اللہ جهوده و اجزل ثوابه.

ان کی اس مساعی سے عوام وخواص دونوں کے لیے صحیح وضعیف احادیث کا پہچاننا آسان ہوگیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء عن الإسلام والمسلمين.

حدیث حسن لغیرہ کے بارے میں ایک اختلاف اور اس کی حقیقت:

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب شیخ البانی کے ذریعے سے سنن اربعہ کی تحقیق منظر عام پر آ چکی تھی تو پھر ہمارے شیخ ممدوح کو یہ کام کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ اس کی غالباً دو وجہ معلوم ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم

ایک تو یہ کہ دارالسلام ایک بین الاقوامی ادارہ ہے، اس کی مطبوعات عالم عرب میں بھی جاتی ہیں، اگر دارالسلام شیخ البانی کی تحقیق کے ساتھ سنن اربعہ شائع کرتا تو اس کے حقوق اشاعت کا مسئلہ پیدا ہو جاتا، جن عرب ناشرین کے پاس شیخ البانی کی تالیفات کے حقوق اشاعت ہیں، وہ اس پر معترض ہوتے جس سے نمٹنا ادارے کے لیے نہایت مشکل تھا۔

دوسری وجہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا اپنا انداز تحقیق تھا جو شیخ البانی سے قدرے مختلف تھا۔ ضعیف احادیث کے بارے میں اگرچہ دونوں کا موقف ایک ہی تھا کہ یہ یکسر ناقابل حجت ہیں چاہے وہ عقائد واحکام سے متعلق ہوں یا فضائل اعمال سے، لیکن ایک اصول میں شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے زیادہ سخت موقف اختیار کیا جو کہ حسن لغیرہ کی بابت تھا۔ عام محدثین کے نزدیک حسن حدیث کی دو قسمیں ہیں: حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ۔

حسن لذاتہ وہ حدیث ہے جس میں صحیح حدیث کی طرح کوئی علت ہو اور نہ شذوذ، لیکن اس کے رُواۃ حفظ وضبط میں صحیح کے رُواۃ سے کم ہوں۔ تاہم یہ بھی صحیح حدیث کی طرح قابل حجت ہے اور حسن لغیرہ محدثین کے نزدیک وہ حدیث ہے جو ضعیف ہو لیکن متعدد طرق سے مروی ہو۔ دوسرے اس ضعیف حدیث کا سبب ضعیف راوی کا فسق یا کذب نہ ہو، بلکہ راوی کا سوء حفظ، یا انقطاعِ سند یا رُواۃ کی جہالت ہو۔

جب ایسی ضعیف حدیث ایک سے زیادہ طرق سے مروی ہو اور دوسرے طرق بھی اسی کے مثل یا اس سے قوی تر ہوں تو ایسی ضعیف تعددِ طرق کی وجہ سے حسن کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ ایسی حسن لغیرہ حدیث، اگرچہ رتبے میں حسن لذاتہ سے کم تر ہے، تاہم قابل حجت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک متعدد طرق سے، بشرطیکہ ان طرق کا ضعف شدید نہ ہو بلکہ اس جیسا ہی ہو یا اس سے بھی کم تر ہو، اس ضعیف حدیث کے ضعف کا انجبار ہو جاتا ہے، یا اس کی کوئی نہ کوئی اصل معلوم ہوتی ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوا جو حدیث سنداً ضعیف ہو اور اس کا ضعف شدید ہو، مثلاً اس کا راوی متہم بالکذب یا متہم بالفسق وغیرہ ہو، اگرچہ وہ متعدد طرق سے مروی ہو لیکن اس کے سارے طرق اسی طرح شدید ضعف کے حامل ہوں تو ایسی روایت ضعیف اور ناقابلِ حجت ہی ہوگی، گویا محدثین کے نزدیک محض ضعیف حدیث کا متعدد طرق سے مروی ہونا، حسن ہونے کے لیے کافی نہیں۔ بلکہ خاص قسم کی مشروط ضعیف احادیث مل کر حسن لغیرہ قرار پا سکتی ہیں۔ مطلقاً ضعیف حدیث کا متعدد طرق سے مروی ہونا

حسن لغیرہ ہونے کے لیے کافی نہیں ہوگا۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا موقف تھا کہ ضعیف حدیث + ضعیف حدیث = حسن لغیرہ کے درجے تک نہیں پہنچ سکتی۔ یعنی انھوں نے ضعف کے درجات کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ ضعف شدید ہو یا خفیف، مطلقاً قابل حجت نہیں اور ایسی احادیث حسن لغیرہ قرار نہیں پا سکتیں، اس لیے انھوں نے (مروجہ) حسن لغیرہ کا انکار کر دیا اور یوں اس ایک اصول میں اختلاف کی وجہ سے ان کی روش دیگر محدثین سے مختلف ہوگئی اور یوں دونوں کے الگ الگ انداز تحقیق کی وجہ سے حدیث کی صحت وضعف کا حکم بھی مختلف ہوگیا۔[1]

تاہم یہ اختلاف ایک اصولی ہونے کے باوجود اتنا زیادہ اہمیت کا حامل نہیں، کیونکہ دونوں کے نزدیک احادیث کی حجیت واہمیت مسلمہ ہے، نیز دونوں کے ہاں ہی نہ کوئی حزبی تعصّبات ہیں اور نہ کوئی ذہنی تحفظات، جیسا کہ اہل تقلید کا شیوہ ہے، بلکہ عام محدثین کا موقف بھی احتیاط ہی پر مبنی ہے کہ شدید ضعف والی روایات چاہے کتنے بھی طرق سے مروی ہوں، نا قابل حجت ہیں اور شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا موقف شدت احتیاط پر مبنی ہے کہ مطلقاً ہر قسم کا ضعف نا قابل قبول ہے، ضعف شدید ہو یا خفیف۔ ایک گروہ کا جذبہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث پر عمل سے ہم محروم نہ رہ جائیں، اس لیے انھوں نے یہ سمجھا کہ ضعف خفیف کے انجبار سے اس کے حدیث رسول ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے اور دوسرے گروہ کا جذبہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی طرف کوئی ایسی بات منسوب نہ ہو جائے جو آپ کی نہ ہو۔ دونوں کے جذبات اور مقاصد صحیح ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت وعقیدت کے مظہر، گویا۔

عِبَارَاتُنَا شَتَّى وَحُسْنُكَ وَاحِدٌ
وَكُلٌّ إِلَى ذَاكَ الْجَمَالِ يُشِيْرُ

اس کے برعکس مقلدین جامدین کے چونکہ حزبی تعصّبات ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ حدیث کی تحقیق اور اس سے استدلال کے وقت ذہنی تحفظات کا شکار ہوتے ہیں تو وہ صحیح احادیث کو ضعیف اور ضعیف احادیث کو صحیح باور کرانے کی مذموم سعی کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک حدیث کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی جتنی اہمیت اپنے امام اور اپنے فقہی مذہب کی ہوتی ہے، اس لیے وہ حدیث تو کہتے ہیں لیکن حدیث بزبان حال کہتی ہے:

کل یدّعی و صلا بلیلٰی ۔۔۔ ولیلٰی لا تقرلهم بذاك

محدثین کرام اور ان کے منہج کے وارث اور پیروکار اہل حدیث اللہ کے فضل سے حدیث کی اس ناقدری سے محفوظ ہیں اور حدیث پر صدق دل سے عمل کرنے کے جذبے سے سرشار ہیں۔ فالحمد للہ علٰی ذلك الف الف مرة.

عوام کی ایک الجھن اور اس کا حل

اس موقع پر ایک اور امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے اور اس کا تعلق زیادہ تر عوام سے ہے جو حدیث پر عمل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ایک حدیث کی صحت وضعف

---

[1] شیخ رحمہ اللہ کے اس موقف کو جاننے کے لیے ان کی کتب یا راقم الحروف کے اس موضوع پر لکھے گئے مقالہ کا مطالعہ ضروری ہے۔ ہم یہاں صرف یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ شیخ رحمہ اللہ اس میں منفرد نہیں، بلکہ متقدمین محدثین کا یہی منہج تھا اور اسی کو ہم محتاط وصواب سمجھتے ہیں۔ دیکھیے ماہنامہ اشاعۃ الحدیث حضرو (شمارہ نمبر: 106، 107، 108، 109) وغیرہ۔ (ندیم)

میں اختلاف ہمارے لیے الجھن کا باعث ہے کہ ہم کس کی تحقیق پر عمل کریں؟ ایک کے نزدیک وہ حدیث صحیح یا حسن، جب کہ دوسرے کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو راقم یہی کہتا ہے کہ جس شخص کی تحقیق پر بھی تم عمل کر لو گے، ٹھیک ہوگا کیونکہ دونوں محدث یا محقق کسی کے مقلد نہیں، اس لیے تحقیق حدیث میں دونوں کے نزدیک نقد حدیث کے وہ مسلمہ اصول وضوابط ہی پیش نظر ہیں جو محدثین نے مقرر فرمائے ہیں، گو ان کی تطبیق میں اختلاف کی وجہ سے حکم میں اختلاف ہو گیا ہے، یا ایک محدث نے اس لیے روایت کو ضعیف قرار دیا کہ سماع کی صراحت نہیں ملی، جب کہ دوسرے محدث کے نزدیک وہ حدیث سماع کی صراحت مل جانے کی وجہ سے صحیح ہوگئی۔ و علی ھذا القیاس صحت وضعف کے دیگر اسباب ہیں۔ ایک کے نزدیک سببِ ضعف موجود ہے اور دوسرے کے نزدیک وہ سبب نہیں یا دوسری وجوہات سے اس کا ازالہ ہو گیا ہے۔ اس بنا پر ایک کے نزدیک وہ حدیث ضعیف اور دوسرے کے نزدیک صحیح یا حسن ٹھہری۔

عوام جس محدث کی رائے پر بھی عمل کر لیں گے وہ عنداللہ ماخوذ نہیں بلکہ ماجور ہی ہوں گے۔ (ان شاءاللہ)

دارالسلام کی نظر ثانی اور تحقیق کا طریق کار

دارالسلام نے سنن اربعہ (جس کے تین حصے، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ منصۂ شہود پر آچکے ہیں) کے اردو ایڈیشن میں اسی لیے یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور دیگر محققین حدیث کے درمیان جن احادیث کی صحت وضعف میں اختلاف سامنے آیا، وہاں فوائد میں اس کی صراحت یا کسی ایک کی رائے کے راجح ہونے کی وضاحت کر دی ہے، جامع الترمذی کی ایڈیٹنگ میں بھی اس اصول کو سامنے رکھا جائے گا (ان شاءاللہ) جس کی اشاعت وتصحیح ونظر ثانی کا کام دوسرے منصوبوں کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔[1]

---

[1] فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نے اس مضمون کے آخر میں یزید سے متعلق بھی شیخ رحمہ اللہ کا موقف صفحہ قرطاس پر منتقل کیا تھا جسے ہم بوجوہ حذف کر رہے ہیں اور قارئین پر یہی واضح کریں گے کہ شیخ محترم کا یزید کے بارے میں سکوت اختیار کرنے والا موقف ہی راجح ہے، چونکہ آپ محقق ومحدث بھی تھے، لہٰذا محدثانہ اسلوب کے مطابق ان روایات پر کلام بھی کیا جو یزید کی مدح وذم میں مروی ہیں، چنانچہ اسے کسی تعصب کی بھینٹ مت چڑھایا جائے۔ (ندیم)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی خدمات

فضیلۃ الشیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ (مکہ مکرمہ)*

حافظ زبیر علی زئی کی وفات کی خبر سن کر بڑا صدمہ ہوا، مرحوم سے سعودی عرب میں کئی بار میری ملاقات ہوئی اور مختلف علمی موضوعات پر تبادلۂ خیال ہوا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ وہ علم حدیث و رجال میں ماہر اور اس فن کے تمام اہم مآخذ و مصادر سے واقف تھے، محدثین کی جدید الطبع کتابوں کی تلاش وجستجو میں رہا کرتے۔ ایک بار ملاقات کے دوران مَیں نے انھیں بتایا کہ تفسیر ابن ابی حاتم مکہ مکرمہ کے ایک ناشر نے چھاپ دی ہے فوراً ہی انھوں نے اس کا ایک نسخہ خریدا اور کتاب دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا، بارہا ایسا ہوا کہ کسی حدیث کی سند میں راویوں پر انگلی رکھ کر بتاتے کہ یہ ثقہ ہے یا ضعیف، اور مجموعی طور پر حدیث کیسی ہے۔

ایک بار انھوں نے جامعہ ام القریٰ کے ایک طالب علم عبد الخالق صاحب کے بدست اپنی بعض تالیفات اور تحقیقات میرے لئے بھجوائیں جن میں فتاویٰ کی دو جلدیں، مقالات کی تین جلدیں اور دیگر کئی کتابیں تھیں، انھیں پڑھ کر ان کی وسعت معلومات اور ذوق تحقیق کا پتہ چلا، ہر چھوٹے بڑے مضمون اور فتویٰ میں اصل کتب حدیث کا حوالہ، علمائے جرح و تعدیل کے اقوال کے لئے بنیادی مآخذ کا تذکرہ، احادیث و آثار کی صحت وضعف کا بیان اور محدثین اور مصنفین کی تاریخ وفات کا ذکر ایسی خصوصیات ہیں جو عموماً برصغیر کے علماء اور مصنّفین کی تحریروں میں آج کل نظر نہیں آتیں (الا ماشاء اللہ)۔ حوالوں کے التزام کے ساتھ ایک صفحہ لکھنا کس دیدہ ریزی، تلاش وجستجو اور محنت ومشقت کا کام ہے۔ اس سے محققین واقف ہیں، اس راہ پر چلنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ إلا من وفّقه الله

عصر حاضر میں علوم حدیث کے مجدد شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ (جن کی تحقیقات سے آج ساری دنیا مستفید ہو رہی ہے) نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب حدیث کے مطالعہ اور فہرست سازی میں گزارا تھا۔ ظاہر یہ لائبریری (دمشق) کا سارا غیر مطبوعہ ذخیرہ چھان کر تمام احادیث و آثار (مع اسانید) الگ الگ ورق میں مع حوالۂ مخطوط جمع کیے تھے، جنھیں مخصوص طریقے پر مرتب کر رکھا تھا، اور اسی سے اپنی ساری تحقیقات میں استفادہ کرتے تھے۔ حافظ زبیر علی زئی مرحوم نے بھی اپنی زندگی کے تقریباً چالیس سال کتب حدیث و رجال کے مطالعہ تحقیق میں گزارے، مختلف رجسٹروں میں ان سے فوائد نقل کر کے جمع کرتے رہے، ہزاروں کتابیں بالاستیعاب پڑھ گئے، اور مختلف مسائل اور موضوعات سے متعلق حوالے نوٹ کرتے رہے، چنانچہ جب بھی کسی مسئلہ یا حدیث کی تحقیق کی ضرورت پڑتی ان کے پاس معلومات اور حوالے حاضر رہتے، اور ان کا وہ سلیقے سے استعمال کرتے۔

جون ۲۰۰۴ء سے انھوں نے ''الحدیث'' کے نام سے ایک اردو رسالہ نکالنا شروع کیا جو آج تک شائع ہو رہا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کا دنیا میں شاید منفرد رسالہ ہے جس میں ہر مسئلہ

* محقق العصر، مصنف ومحقق کتب کثیرہ

اور حدیث کی بے لاگ تحقیق، حدیث اور محدثین کا دفاع، سلف صالحین کا اثبات، مخالف فرقوں اور باطل مذاہب کی تردید، علمائے اہل حدیث قدیم وجدید کا تذکرہ وتعارف، راویوں کی جرح وتعدیل کا اہتمام اور مخالفین کے شکوک و شبہات اوران کے غلط استدلال کا جائزہ ہوتا ہے۔ضخامت اور سائز میں مختصر ہونے کے باوجود معلومات اور تحقیقات سے پُر ہوتا ہے۔ حافظ صاحب کے اکثر مقالات پہلے اسی رسالے میں شائع ہوئے، انھیں جمع کر کے چھ جلدوں میں شائع کیا گیا۔ برصغیر میں ادھر ۲۵۔۳۰ سال سے حنفی/ اہل حدیث تنازعہ نے ازسرِنو زور پکڑلیا ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ ہر فریق علمی انداز میں مسائل پر بحث کرتا اور دوسرے فریق پر کیچڑ اچھالنے،اس پر طعن وتشنیع کرنے،طرح طرح کی تہمت لگانے اور گالیاں دینے سے مکمل طور پر پرہیز کرتا،مگر افسوس کہ بعض علماء ومصنفین، واعظین نے ایسی روش اختیار کی کہ صلح واعتدال کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی،اورافتراق وانتشار اور جدل ومناظرہ کا بازار گرم ہوگیا۔احناف کی طرف سے اس عرصے میں مختلف عنوان سے اہل حدیث کی تردید میں جو کتابیں شائع ہوئیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

تحفۂ اہل حدیث (ابو بلال محمد اسماعیل جھنگوی)

حدیث اور اہل حدیث (انوار خورشید)

غیر مقلدین سے دوسو سوالات (امین اوکاڑوی)

تنبیہ الغافلین علی تحریف الغالین (حبیب اللہ ڈیروی)

فرقۂ اہل حدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ (محمد الیاس گھمن)

جماعت اہل حدیث کا خلفائے راشدین سے اختلاف (پالن حقانی)

اختلاف امت اور صراطِ مستقیم (محمد یوسف لدھیانوی)

ائمہ ثلاثہ احناف کا دفاع مع آئینۂ غیر مقلدیت (محمد طاہر دیوبندی) اور مجذوبانہ واویلا (عبدالقدوس قارن) وغیرہ۔

جو کتابیں مختلف فقہی مسائل پر بحث کے سلسلے میں احناف کی طرف سے شائع ہوئی ہیں وہ ان پر مستزاد، جن کے ذریعے سے اہل حدیث کے خلاف پروپیگنڈا جاری ہے۔علمائے اہل حدیث وقتاً فوقتاً ان کے جواب میں کتابیں اور مضامین شائع کرتے رہے۔ادھر آٹھ نو سال حافظ زبیر صاحب نے بھی ''الحدیث'' میں بہت کچھ لکھا اور تمام الزامات کی حقیقت واضح کی۔تحقیقی جواب دینے کے ساتھ ساتھ الزامی جواب کا طریقہ بھی اختیار کیا،اور مخالف فریق کے جواب سے فارغ ہوکر خود اس پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔مخالف کے عقائد اور مسائل اس کی اپنی مستند کتابوں کے حوالے سے نقل کیے، بلکہ مخالف فریق کے بڑے بڑے ائمہ وعلماء کے حالات جرح وتعدیل کے قدیم مآخذ کی روشنی میں بیان کر دیے۔ اس طرح کے مضامین اس انداز و اسلوب میں عام پرچوں اور رسالوں میں کم ہی شائع ہوتے تھے۔عموماً وہ بڑی کتابوں میں ضمناً بیان ہوتے تھے، چنانچہ جب وہ ''الحدیث'' میں چھپے اور عوام کی نظر بھی ان پر پڑی تو ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔عوام اپنے علماء سے رجوع کر کے حقیقتِ حال دریافت کرتے، اور وہ انھیں کسی طرح مطمئن کرنے کی کوشش کرتے، ان کے جواب میں تحریریں بھی شائع کرتے جن کا فوری نوٹس حافظ زبیر صاحب لیتے، اور فریق مخالف کے لیے مزید علمی دیوار کھڑی کر دیتے۔

اس سارے عمل اور ردعمل کے نتیجے میں حنفی/ اہل حدیث تنازعہ اپنے عروج کو پہنچ گیا۔اب ایک عرصے تک وہ ان موضوعات ومسائل پر بحث میں منہمک رہیں گے،اس کی

حدّت کم کرنے میں شاید ایک طویل مدت درکار ہوگی۔ کچھ بین الاقوامی عوامل بھی ایسے پیدا ہو گئے جو اس اختلاف کو ہوا دے رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حافظ زبیر مرحوم نے جدل ومناظرہ، چیلنج وتعاقب اور ابطال وتردید میں اپنا بہت سارا وقت صرف کرنے کے بجائے عربی اور اردو میں اپنی تالیفات، تحقیقات، تخریجات اور ترجموں کی طباعت اور مزید کتب کی تالیف وترجمہ میں اپنا وقت لگایا ہوتا تو برصغیر کے علاوہ عالم اسلام بھی ان کی تحقیقات سے مستفید ہوتا۔

عربی میں ان کی کتابوں میں سے ''أنوار الصحيفة في الأحاديث الضعيفة في السنن الأربعة ، تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء ، تفسير ابن كثير ، جزء علي بن محمد الحميري ، طبقات المدلسين'' اور تحقیق ''سنن أبي داود ، سنن الترمذي ، سنن النسائي ، سنن ابن ماجه'' طبع ہوچکی ہیں، تقریباً ۲۲۔۲۱ عربی کتابیں اب تک شائع نہیں ہوئیں۔ ان کی اشاعت کی طرف مرحوم کے تلامذہ کو توجہ دینی چاہیے۔

احادیث کی تحقیق کے سلسلے میں انھوں نے بعض ایسے اصول اپنائے ہیں جو جمہور محدثین کے خلاف ہیں*۔ جیسے احادیث پر حکم لگانے میں ظاہر سند کا اعتبار اور علل کی پروا نہ کرنا، راویوں پر جرح وتعدیل میں علماء ونقاد کی تعداد سامنے رکھنا، صحیح کے باہر ہر مدلس راوی کا عنعنہ ناقابلِ قبول بتانا، معروف کتبِ حدیث ورجال (جو مختلف قرائن کی بنا پر ان کے مؤلفین سے ثابت ہیں) کے لئے ان کے مؤلفین تک صحیح سند سے اتصال کا مطالبہ کرنا۔ ان اصولوں پر عمل کرنے کی وجہ سے ان کی تحقیق دیگر قدیم، جدید محدثین ومحققین کی تحقیق سے مختلف ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے ان سے قلمی جنگ بھی شروع کر رکھی ہے اور حافظ زبیر صاحب رحمہ اللہ نے بھی ان سے بحث ومباحثہ کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔ میرا خیال یہ ہے کہ جس طرح فقہاء کے درمیان مسائل کے استنباط میں اصول کی بنا پر اختلاف ہوا کرتا ہے، اسی طرح محدثین کے درمیان بھی بعض اصول وقواعد کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے احادیث پر حکم لگانے کے سلسلے میں اختلاف ہوتا رہا ہے، اور کبھی کبھی ایک اصول پر متفق ہونے کے باوجود اس کی تطبیق اور اس پر عمل میں اختلاف رونما ہوتا ہے۔ اس سے گھبرانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ دین کے احکام پر عمل کے سلسلے میں جو حدیثیں جمہور محدثین کے نزدیک صحیح اور قابل قبول ہیں وہ اس طرح کے جزوی اختلاف سے متاثر نہیں ہوتیں۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جس طرح دین کا کوئی مسئلہ ضعیف حدیث سے ثابت نہیں ہوا، اسی طرح کسی مسئلہ کی بنیاد صرف ایک حدیث نہیں ہوتی جس کی صحت یا ضعف میں محدثین کے درمیان اختلاف چلا آرہا ہے، بلکہ اس کے لیے دیگر احادیث وآثار ضرور موجود ہوتے ہیں۔ ضرورت نیک نیتی اور بے لاگ تحقیق کی ہے اور حافظ زبیر علی زئی مرحوم نے جو موقف اختیار کیا تھا وہی ان کے

---

* اس بات کی وضاحت اگرچہ خود فضیلۃ الشیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ نے آیندہ سطور میں کر دی ہے، لیکن ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ''علل کی پروا'' نہیں کرتے تھے محض زبان زد عام ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ایک روایت کے بارے میں استاذ محترم لکھتے ہیں: '' رجاله ثقات ولكن الحديث ضعفه البخاري والجمهور وهو حديث معلل......'' (انوار الصحیفۃ ص ۵۰) اس ایک حوالے سے مذکورہ اعتراض کی حقیقت منکشف ہوجاتی ہے۔ دیگر اعتراضات کا حال بھی اس سے مختلف نہیں جن کی وضاحت ہم وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ (ندیم)

نزدیک دلائل کی بناپر درست تھا۔

مسائل کی تحقیق اور احادیث پر حکم کے سلسلے میں، مَیں انھیں امام ابن حزم سے تشبیہ دیتا ہوں جنھوں نے بہت سے رجال اور احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے، بلکہ صحیحین کی حدیثوں پر بھی تنقید کر ڈالی ہے* ائمہ کرام اور ان کے مقلدین کے لئے کہیں کہیں بہت سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ بہت سے مسائل میں وہ جمہور ائمہ کے خلاف ہیں، اور بڑی شدت سے اپنا موقف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی مرحوم بھی حدیث کی تحقیق اور اشاعت کے جذبے سے مخالفین کے ہر ایک اعتراض کا جواب دینا، اور ان کے نزدیک محترم ہر شخصیت پر جرح و تعدیل کرنا محدثین کی طرح اپنا حق سمجھتے ہیں۔

اردو میں مرحوم نے ۱۵۔۱۶ کتابوں کے ترجمہ وتحقیق کا کام کیا ہے، اور بعض کتابوں کی صرف تخریج کی ہے۔ یہ کتابیں اردوداں کے لئے بہت مفید ہیں۔ خصوصاً موطا امام مالک (بروایت ابن القاسم) ترجمہ اور مختصر تشریح وتحقیق، جو میری نظر سے گزری ہے۔ موصوف نے اس میں ترجمہ و تخریج کے علاوہ احادیث سے مستنبط مسائل پر مختصر نوٹ لکھے ہیں جو طلبہ، علماء اور عام قارئین سب کے لئے مفید ہیں۔

انھوں نے نماز کے مختلف مسائل کی تحقیق پر متعدد کتابیں لکھیں، جیسے فاتحہ خلف الامام، آمین بالجہر، رفع الیدین، سینے پر ہاتھ باندھنا، رکعاتِ قیام رمضان، بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم...وغیرہ، بہت سے مسائل کی تحقیق اپنے مقالات اور فتاویٰ میں بھی کی۔

''مختصر نماز نبوی'' کے نام سے بھی ایک کتاب شائع کی، مخالفین کے رد میں بھی انھوں نے بہت کچھ لکھا۔ اردو میں ان کی کتابوں کی تعداد تیس کے لگ بھگ ہوگی، ان کے فتاویٰ اور مقالات کے مجموعے ان پر مستزاد ہیں۔ ان کتابوں کی خوب اشاعت ہوئی اور بہت سے لوگوں کو مختلف فیہ مسائل میں اہل حدیث کے دلائل سے واقفیت ہوئی، اور مخالفین کے دلائل کی حقیقت کا علم ہوا۔ جو لوگ حنفی/ اہل حدیث اختلافی مسائل اور ان کے دلائل و مناقشات کی تفصیل معلوم کرنا چاہتے ہیں، ان کے لئے یہ کتابیں بہت مفید ہیں۔

پچھلے سال مئی میں وہ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ آئے تھے، میں اس وقت اپنے وطن گیا ہوا تھا، اس لئے ملاقات نہ ہو سکی۔ میرے فاضل دوست ندیم صاحب نے بتایا کہ وہ ان سے میرے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ اب ان کی وفات کی خبر ملی تو ان سے ملاقات کی یاد تازہ ہوگئی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، اور ان کی لغزشوں کو درگزر کرے۔

لقد كان عالمًا جليلًا ، محبًّا للحديث وأهله ، شغوفًا بالمطالعة و تقييد الفوائد ، حريصًا على وقته ، لا يضيّعه في توافهِ الأمور ، يردُّ على المبتدعة و يكشف عن ضلالاتهم ، لايخاف في الحقّ لومة لائم . فرحمه اللّٰه رحمةً واسعةً ، و أسكنه فسيحَ جنّاته . آمين

* شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں، ہم اپنے واجب الاحترام فاضل مقالہ نگار حفظہ اللہ کی اس رائے سے متفق نہیں، کیونکہ صحیحین کا دفاع شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا اہم مقصد تھا، یہی وجہ ہے کہ جہاں بخاری ومسلم کے بارے میں کسی نے اعتراض کیا وہاں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا ازالہ کرتے پایا، رہی بات رجال یا روایات کی، سہو سے قطع نظر راویوں کی تضعیف وتوثیق ہو یا روایات پر صحت وسقم کا حکم، انھوں نے ہمیشہ اصول حدیث اور جمہور محدثین کو پیش نظر رکھا۔ اس کی تفصیل ودلیل آپ کے مقالات میں موجود ہے۔ (ندیم)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ*

میانہ قد، سرخ گندمی رنگ، کھلی پیشانی، موٹی چمک دار آنکھیں، گھنی داڑھی، کچھ چوڑا چہرہ، لباس شلوار قمیص۔ یہ تھے حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ۔

ان کے آباواجداد میں سے ایک بزرگ کا نام پیرداد خاں تھا جو کسی زمانے میں افغانستان کے شہر غزنی کی سکونت ترک کر کے ضلع اٹک کے ایک مقام حضرو کے قریب آکر سکونت پذیر ہوئے۔ وہاں انھوں نے اپنے نام سے ایک گاؤں ''پیر داد خان'' آباد کیا۔ اسی گاؤں میں 25 جون 1957ء کو زبیر علی زئی پیدا ہوئے۔ علی زئی ان کے قبیلے کا نام ہے۔ حافظ زبیر علی زئی کے والد کا اسم گرامی حاجی مجدد خان ہے۔ وہ اس علاقے کی مذہبی اور سماجی شخصیت ہیں۔ جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کے رکن رہے ہیں۔ کافی عرصہ ضلع اٹک کی جماعت اسلامی کے امیر بھی رہے۔ انھوں نے تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھی حصہ لیا اور 1977ء میں بعض سیاسی اور نیم سیاسی جماعتوں نے امریکہ کے کہنے پر پاکستان کے منتخب اور اس خطہ ارض کو ایٹمی ملک بنانے والے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف جو تحریک چلائی تھی، اس میں بھی حصہ لیا۔ دو دفعہ جیل گئے، لیکن ان کے فرزند ارجمند حافظ زبیر علی زئی کا جماعت اسلامی یا کسی اور جماعت سے کوئی تعلق رکنیت نہیں تھا، اس سلسلے میں وہ میرے ہم خیال تھے۔ میں بھی کسی جماعت یا تنظیم سے باقاعدہ طور پر منسلک نہیں ہوں۔ میرا اصل کام مسلک اہل حدیث اور رجال اہل حدیث کی خدمت ہے۔ میں ہر اس جمعیت یا جماعت کا معاون ہوں (یا اس سے وابستہ ہوں) جو میری دانست میں مذہبی اور دینی اعتبار سے اچھے کام کر رہی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اللہ نے توفیق دی، انھوں نے پہلی جماعت سے ایف اے تک باقاعدہ سکول اور کالج میں تعلیم پائی۔ بعد ازاں پرائیویٹ طور پر بی اے کیا اور 1983ء میں ایم اے (اسلامیات) کا امتحان پاس کیا۔ 1994ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے (عربی) کا امتحان دیا اور اس میں کامیاب ہوئے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو ابتدائے عمر ہی سے مطالعہ کا شوق تھا۔ 1972ء سے 1974ء تک کے درمیانی عرصے سے انھوں نے صحیح بخاری کی پہلی جلد پڑھی، پھر دوسری جلد پڑھی۔ اسی زمانہ میں عامل بالحدیث ہو گئے اور تحریری و تقریری صورت میں اس مسلک کی ترویج و اشاعت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دینیات کی تعلیم انھوں نے جن حضرات سے حاصل کی، ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱: مولانا فیض الرحمٰن ثوری رحمہ اللہ
(وفات 23 رجب 1417ھ ۔ 5 دسمبر 1996ء)

۲: پیر سید بدیع الدین راشدی
(وفات 16 شعبان 1416ھ ۔ 8 جنوری 1996ء)

۳: پیر سید محب اللہ شاہ راشدی
(وفات شعبان 1415ھ ۔ 21 جنوری 1995ء)

---

* عظیم مؤرخ، مصنف کتب کثیرہ

۴: مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی
(وفات 9 صفر 1408ھ۔3 اکتوبر 1987ء)

۵: حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ
(وفات 4 ربیع الثانی 1433ھ۔26 فروری 2012ء)

۶: حافظ عبد السلام بن حافظ محمد بھٹوی حفظہ اللہ (استاذ دارالعلوم مرید کے، ضلع شیخوپورہ)

۷: حافظ عبدالحمید ازہر رحمہ اللہ (اسلام آباد)

۸: مولانا اللہ دتا سوہدروی رحمہ اللہ (ان سے بہت استفادہ کیا)

۹: مولانا عبد الغفار حسن رحمہ اللہ (وفات 3 ربیع الاول 1428ھ۔22 مارچ 2007ء)

۱۰: مولانا محمد ایوب شینکوی

۱۱: شیخ ابوعائشہ صابر بن اشرف نفارچوی

1990ء میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ (گوجرانوالہ) میں دورۂ حدیث مکمل کیا اور جامعہ میں اول پوزیشن حاصل کی۔ وفاق المدارس السّلفیہ (فیصل آباد) کا امتحان بھی پاس کیا۔

حافظ زبیر علی زئی کو پشتو، ہندکو، اردو، انگریزی، عبرانی اور عربی زبانوں میں لکھنے اور بولنے میں عبور حاصل تھا۔ فارسی زبان پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے تھے، لیکن اس میں گفتگو کرنا اور بہ صورت تحریر اظہار مدعا کرنا مشکل تھا۔ موجودہ دور کے علماء میں میرے خیال میں یہ واحد عالم دین تھے جنھیں عبرانی زبان سے آشنائی تھی۔

اپنے مسلک کے پرعزم داعی اور سرگرم مبلغ تھے۔

1983ء میں ان کے علاقہ چھچھ (ضلع اٹک) میں اہل حدیث کی ایک بھی مسجد نہ تھی، اب چودہ مسجدیں ہیں جو حافظ زبیر علی زئی کی کوشش اور تبلیغ سے تعمیر ہوئیں۔ ان تمام مسجدوں میں کسی نہ کسی سطح کے مدرسے جاری ہیں جن میں بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور قال اللہ و قال الرسول کی دلآویز صدائیں لوگوں کے کانوں میں پڑتی ہیں اور وہ ان پر عمل کرتے ہیں۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تبلیغ کی وجہ سے بہت سے بریلوی اور دیوبندی حضرات مسلک اہل حدیث سے وابستہ ہوئے۔ لوگوں کے ذہن تقلیدی جمود سے آزاد ہوئے اور ان میں تحقیقی مسائل کا ذوق پیدا ہوا۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے طبیعت مناظرانہ پائی تھی اور متعدد مقامات میں مناظروں میں حصہ لیا یا خود مناظرے کیے۔ چند مناظروں کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

1997ء کی بات ہے کہ اٹک میں عیسائیوں کے مذہبی سکول زیڈ بی آئی میں مناظرہ ہوا، جس میں حافظ عبدالحمید ازہر، ڈاکٹر پروفیسر طالب الرحمٰن شاہ اور مولانا محمد رفیق سلفی موجود تھے۔ دورانِ مناظرہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے شجرۂ نسب کے موضوع کے متعلق عیسائی مناظر نے انجیل کے عبرانی نسخے کا حوالہ دیا اور کہا کہ یہ اس مسئلے کا اصل متن اور ماخذ ہے۔ اس کا خیال یہ تھا کہ کوئی مسلمان عالم عبرانی زبان نہیں جانتا، لہٰذا اس مجمعے میں اس کا رعب پڑ جائے گا۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ عبرانی جانتے تھے، انھوں نے عیسائی مناظر سے انجیل لی اور انجیل کے اسی نسخے کی دو الگ الگ عبارتیں پڑھ کر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے شجرۂ نسب کے بارے میں تناقض ثابت کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی مناظر میدان چھوڑ گئے اور بعض عیسائی مسلمان بھی ہو گئے۔

اٹک شہر ہی میں مرزائیوں سے مناظرہ ہوا، جس میں مرزائی مناظر کی دلیلوں کے قدم ڈگمگانے لگے تو امتیاز احمد نام کے ایک مرزائی نے مرزائیت ترک کر کے قبولِ اسلام کا

اعلان کیا۔ دوسرے مرزائیوں نے ایک اور مناظر لانے کا بہانہ کر کے جان چھڑائی۔

کوہاٹ جنگل خیل میں ماسٹر امین اوکاڑوی سے پروفیسر ڈاکٹر طالب الرحمٰن کا مناظرہ ہوا۔ اس مناظرے میں حافظ زبیر علی زئی، پروفیسر صاحب کے معاون تھے۔ اس مناظرے کا انعقاد ایک شخص سلطان صاحب نے کرایا تھا۔ مناظرے کا اثر یہ ہوا کہ اس کے فوراً بعد سلطان صاحب نے اہل حدیث ہونے کا اعلان کر دیا۔

حضرو کے دیوبندی حضرات سے تقلید کے موضوع پر ہری پور (ہزارہ) میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا مناظرہ ہوا۔ دیوبندی مناظر قاری چن محمد تھے جنھیں شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ مناظرے کی کیسٹیں موجود ہیں۔

''جماعت المسلمین'' کے بانی مسعود احمد بی ایس سی اپنی جماعت کے ارکان کے سوا سب کو کافر قرار دیتے ہیں۔ ایک دفعہ اسلام آباد میں ڈاکٹر مسعود کے بیٹے سلیمان کے مکان پر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا ان سے مباحثہ ہوا۔ مسعود صاحب لاجواب ہو گئے تو حضرو کی ''جماعت المسلمین'' سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اس سے تعلق ختم کر کے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔

کراچی میں اسی طرح کی ایک جماعت کے ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی سے ان کی مسجد میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے مناظرہ کیا۔ عثمانی صاحب اپنے کمزور ترین موقف کا دفاع نہ کر سکے تو وہیں ان کے گروہ کے بہت سے لوگ اس عقیدے سے تائب ہو گئے۔

اختصار کے پیش نظر یہاں چند مناظروں کا ذکر کیا گیا ہے، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے مختلف مقامات پر دینی معاملات میں بہت سے لوگوں سے مباحثے اور مناظرے ہوئے، جن میں انھوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں اپنے موقف کی وضاحت کی اور اللہ نے کامیابی عطا فرمائی۔

میری ان سے پہلی ملاقات 1997ء میں ہوئی تھی۔ اپریل کا مہینا تھا۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے شخصیات سے متعلق میری کتاب ''نقوش عظمتِ رفتہ'' شائع ہوئی تھی۔ یہ کتاب ان کے مطالعہ میں آئی تو وہ میرے غریب خانے پر تشریف لائے اور اپنا تعارف کرایا۔ اپنی بعض کتابوں کا ذکر کیا اور اساتذہ کے متعلق بتایا۔ ازراہِ کرم میرے طرزِ تحریر اور بیان واقعات کے انداز کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا، جس سے انسانی نفسیات کے مطابق مجھے مسرت ہوئی۔ اس کے بعد ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا اور مجھے ان کی کتابیں اور مضامین پڑھنے کے مواقع میسر آئے۔ ان سے بے تکلفی کا سا معاملہ ہو گیا تھا۔

وہ ہر بات با حوالہ لکھتے تھے اور اپنے خاص اسلوب میں قلم کو حرکت دیتے تھے۔

وہ آخری مرتبہ میرے غریب خانے پر اپنے پبلشر اور میرے دوست مولانا محمد سرور عاصم (مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور) کے ساتھ تشریف لائے۔ کافی دیر سلسلۂ کلام جاری رہا۔ اپنے علاقے میں کتاب و سنت کی تبلیغ کے سلسلے میں وہ جو خدمات سرانجام دے رہے تھے، اس کی تفصیل بیان کی۔

حافظ صاحب ممدوح کا مسکن حضرو تھا۔ وہاں ان کا اصل کام تصنیف و تالیف تھا۔ وہ عربی اور اردو دونوں زبانوں میں لکھتے تھے۔ ان کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد 64 کے لگ بھگ ہے۔ 24 اردو زبان میں ہیں اور 30 عربی

زبان میں۔

چار پانچ کے سوا سب کے نام عربی قسم کے ہیں، ان میں بعض کتابیں غیر مطبوعہ ہیں اور بعض نامکمل بھی ہیں۔ کچھ پتا نہیں غیر مطبوعہ اب طبع ہوسکیں گی یا نہیں اور نامکمل تکمیل کے مراحل طے کرسکیں گی یا نہیں؟ ان کا ماہانہ مجلّہ ''الحدیث'' جو بہت سالوں سے جاری ہے۔ اس کے زیادہ تر مضامین خود انھی کے ہوتے تھے۔ معلوم نہیں اب اس مجلّے کا کیا بنے گا۔ ہمیں یہ بھی علم نہیں کہ انھوں نے کسی شخص کی علمی اور تحقیقی انداز کی تربیت کی یا نہیں کی۔ *

تصانیف اور ''الحدیث'' کے علاوہ ہفت روزہ الاعتصام، اہل حدیث، ماہنامہ محدث، شہادت اور بعض دیگر جماعتی جرائد ورسائل میں ان کے رشحاتِ قلم کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

بے شبہ حافظ ممدوح موجودہ دور کی جماعت اہل حدیث کے ممتاز محقق اور مصنف تھے۔ وہ کلکِ رواں اور ذہن رسا کے مالک تھے۔ ان کی نظر وسیع تھی اور وہ تحقیق سے لکھتے تھے۔ اظہارِ مدعا میں اگرچہ بسا اوقات ان کے قلم کا لہجہ سخت ہوجاتا تھا مگر رفتارِ تحقیق میں فرق نہیں آتا تھا۔

میں نے اپنی ایک کتاب ''گلستانِ حدیث'' میں (جو 2011ء میں مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور سے شائع ہوئی) ان سے متعلق مضمون لکھا تھا۔ اس میں بعض ایسی باتیں بھی آ گئی ہیں جن سے میرا خیال ہے انھیں اتفاق نہیں ہوگا، لیکن انھوں نے مجھ سے قولاً یا تحریراً کبھی اس کا اظہار نہیں کیا۔

اب آیے حافظ صاحب کی بیماری اور وفات کی طرف!

یہ ماہِ ستمبر (2013ء) کی 20 یا 21 تاریخ کی بات ہے، میرے پاس فیصل آباد کے ایک دوست محمد جعفر صاحب بیٹھے تھے۔ وہ مولانا ابوالکلام آزاد کے بے حد عقیدت مند ہیں اور انھیں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اسی اثنا میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا تذکرہ ہوا۔ اتفاق ملاحظہ ہو کہ ابھی زبان پر ان کا نام آیا ہی تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور فیصل آباد سے ایک دوست کی آواز کان میں پڑی کہ ابھی ابھی سرگودھا سے اطلاع آئی ہے کہ وہاں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر فالج کا حملہ ہوا ہے اور ان کی حالت خطرے میں ہے۔ یہ سن کر بے حد تشویش ہوئی۔ اس کی تصدیق کے لیے میں نے اسی وقت فیصل آباد میں مولانا ارشاد الحق اثری کو ٹیلی فون کیا تو انھوں نے اس خبر سے لاعلمی کا اظہار کیا، پھر جامعہ سلفیہ کے ایک دوست سے رابطہ کیا گیا، انھیں بھی اس کا علم نہیں تھا۔ اس کے بعد لاہور میں جماعت کے اخبارات سے پتا کیا تو ان کی طرف سے بھی یہی جواب آیا کہ ہمیں اس قسم کی کوئی اطلاع نہیں پہنچی۔

اتنے دروازے کھٹکھٹانے کے بعد ذہن میں آیا کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پبلشر محمد سرور عاصم صاحب سے پوچھنا چاہیے، انھیں ضرور پتا ہوگا۔ چنانچہ اردو بازار میں ان کے مکتبہ اسلامیہ میں ٹیلی فون کیا تو معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے اور سرور صاحب خبر سنتے ہی ان کی عیادت کے لیے سرگودھا چلے گئے ہیں۔ مکتبے سے میں نے سرور صاحب کا موبائل نمبر لیا اور کچھ دیر کے بعد ان سے رابطہ کیا تو انھوں نے یہ تشویش ناک جواب دیا کہ حافظ صاحب کو اسلام آباد کے ایک ہسپتال

* شیخ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک ملاقات میں کچھ معلومات فراہم کیں تو فرمانے لگے: میں اپنے مضمون میں مزید اضافہ کروں گا، لیکن موقع نہ ملا اور دارِفانی سے رخصت ہوگئے۔ رحمہ اللہ

میں داخل کرا دیا گیا ہے، میں ہسپتال میں ہوں۔ ان کے حالت خطرے میں ہے۔بس دعا کرو،اللہ صحت عطا فرمائے۔

سچی بات یہ ہے کہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے لیے دعا کے ساتھ ہی سرور صاحب کے لیے بھی دل کی گہرائی سے دعا نکلی کہ یا اللہ! حافظ صاحب کو بھی صحت عطا فرما اور اپنے بندے سرور کو بھی خیر و عافیت سے نواز کہ نفسا نفسی کے دور میں اپنے مصنف کی تکلیف کا سن کر اسی وقت اتنا سفر طے کرتے ہوئے ان کے پاس پہنچا اور پھر انھیں وہاں سے اسلام آباد کے ہسپتال میں لے کر گیا اور اب وہیں بیٹھا ہے۔ موجودہ دور کے پبلشروں میں میرے خیال میں یہ ایک منفرد قسم کی مثال ہے۔کوئی پبلشر چند فرلانگ کے فاصلے پر کسی مصنف کے پاس خیریت پوچھنے نہیں جاتا ہوگا، بلکہ ٹیلی فون بھی نہیں کرتا ہوگا، لیکن یہ شخص جس کا نام محمد سرور عاصم ہے، سینکڑوں میل کا سفر کرتا ہے اور پھر مصنف کا علاج بھی کراتا ہے۔زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے، لیکن اس پبلشر نے بڑی صالحیت کا مظاہرہ کیا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ان کا کتب خانہ مختلف موضوعات کی بے شمار کتابوں پر مشتمل ہے۔ وہ عربی اور اردو کے مصنف بھی تھے، مترجم بھی تھے، مدرس بھی تھے، خطیب بھی تھے، مناظر بھی تھے، تخریج میں بھی مہارت رکھتے تھے۔

اپنے علاقے حضرو اور اس کے گرد و پیش میں ان کی کوشش سے اہل حدیث کی متعدد مسجدیں تعمیر ہوئیں، جن میں باقاعدہ جمعہ و جماعت کا سلسلہ جاری ہے اور طلبا کو قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔اس نواح میں ان کی مساعی سے توحید و سنت کی بہت ترویج ہوئی۔ یہ ان کا صدقہ جاریہ ہے۔اللہ ان کی اس مخلصانہ جدو جہد کو قبول فرمائے۔تحصیل علم کے بعد وہ کچھ عرصہ کپڑے کی تجارت بھی کرتے رہے، وہ نہایت مستعد اور محنتی عالم دین تھے۔وہ تقریباً پونے دو مہینے بیمار رہے اور اس اثناء میں ان پر بے ہوشی طاری رہی۔

10 نومبر 2013ء کو ان کی وفات ہوئی۔

إنا لله و إنا إليه راجعون .

بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے والد مکرم حاجی مجد دخان کی عمر 100 سال کے قریب ہے، اللہ تعالیٰ انھیں صبر جمیل کی توفیق سے نوازے۔

حافظ صاحب کی نرینہ اولاد تین بیٹے ہیں:

طاہر، عبداللہ اور معاذ۔

اللہ اس گھرانے کا حافظ و ناصر ہو۔آمین یارب العالمین

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی و تحقیقی خدمات

مولانا ابو نعیمہ محمد یحییٰ مارفانی حفظہ اللہ*

10 نومبر 2013ء کی صبح یہ دلخراش خبر سننے کو ملی کہ آفتابِ علم وعمل اور فن اسماء الرجال کے امام، محدث العصر فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اس دار فانی کو الوداع کہہ گئے ہیں۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک باعمل عالم، فن رجال کے امام، عربی اور اردو کتب کے مصنف ومترجم ہونے کے ساتھ ساتھ مسلک اہل حدیث کے سرگرم اور پرعزم مبلغ ومناظر تھے، جس کا علمی ثبوت شیخ رحمہ اللہ کی زندگی کی عملی کاوشیں ہیں جو انھوں نے دین اسلام کی سربلندی اور ابطال باطل کے لیے سرانجام دیں، فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ((جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَيْدِيكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ)) "مشرکین سے اپنے ہاتھوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔" (صحيح، سنن أبي داود: 2504، المختارة للمقدسي:1642)

شیخ رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں دین اسلام کے لیے صرف کر دیں۔ ہم ذیل میں شیخ رحمہ اللہ کی زندگی کے ایک پہلو "فرق باطلہ کا رد" کے بارے میں چند معروضات پیش کرنے کی جسارت کریں گے۔

شیخ رحمہ اللہ کی طبیعت بحمد للہ مناظرانہ تھی اور ایک مومن عالم کے لیے دین اسلام کی خدمت کے لیے مناظر ہونا بہت ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ "لوگوں کے ساتھ اچھے طریقے سے مجادلہ کرو۔" (النحل: 25)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایک کافر سے مناظرہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ (البقرۃ:285)

صحابہ کرام کی سیرت سے ان کا باطل مسالک سے مناظرہ کرنا متعدد کتب احادیث میں مذکور ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "ہر وہ شخص (جو عالم ہونے کے باوجود) ملحدین ومبتدعین سے بنیاد کاٹ دینے والا مناظرہ نہیں کرتا تو اسے اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور نہ اس کا کلام علم ویقین کا فائدہ دیتا ہے۔"

(درء تعارض العقل والنقل 357/1)

شیخ رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں باطل ادیان اور باطل مسالک سے متعدد مناظرے کیے۔

باطل ادیان اور شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ:

ا: ردعیسائیت: دین اسلام اللہ کا آخری اور کامل دین ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، سیدنا مسیح علیہ السلام تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دینے والے ہیں، لیکن موجودہ عیسائیت پولس کی اختراعات کا شکار ہونے کی وجہ سے دین اسلام پر ناروا حملے کرتے رہتے ہیں، اسی طرح کا واقعہ شیخ رحمہ اللہ کی زندگی میں اٹک شہر میں پیش آیا، جہاں عیسائیوں کے سکول زیڈ۔ بی۔ آئی میں برکت مسیح نامی پادری

* مناظر اسلام، مدرس دار العلوم المحمدیہ، لاہور

سے مناظرہ ہوا جس میں عیسائی پادری برکت مسیح نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق عبرانی نسخے کا حوالہ دیا اور کہا: یہ اصل متن اور ماخذ ہے، اس کا خیال تھا کہ کوئی مسلمان عبرانی زبان نہیں جانتا، لہٰذا اس مجمع میں رعب پڑ جائے گا۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بحمد للہ عبرانی پر بھی عبور رکھتے تھے، چنانچہ اس عیسائی سے بائبل لے کر دو الگ الگ مقامات سے عبارت پڑھ کر اس کا تناقض ثابت کیا اور یوں برکت مسیح عیسائی پادری شیخ زبیر اور ان کے مناظر کی ٹیم کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گیا۔

شیخ زبیر رحمہ اللہ نے مسیحیت کے تصورِ خدا کہ مسیحیوں نے کس طرح اللہ رب العالمین کی توہین کر رکھی ہے اور بائبل تضادات اور تناقضات کا مجموعہ ہے نہ کہ کلام اللہ۔

اس پر ایک تفصیلی مقالہ مقالات (551/1) میں رقم کیا، وہاں اٹک کے اس مناظرے کی مختصر روئیداد بھی ذکر کی ہے۔

اسی طرح شیخ رحمہ اللہ نے عیسائیوں کے چیلنج پر مبنی سوالات اور اس کے علمی جوابات دے کر مسیحیت کو گنگ کر دیا، جس کی تفصیل فتاویٰ علمیہ (35/2) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

فتنۂ انکارِ حدیث اور محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ:

دین اسلام کے بنیادی ماخذ کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ ہیں اور شریعت کی رُو سے دونوں پر ایمان رکھنا فرض اور ان کا انکار کرنا کفر ہے، کیونکہ جس طرح قرآن مجید وحی الٰہی ہے اسی طرح حدیث رسول ﷺ بھی وحیِ الٰہی ہے۔ قرآن بھی کتاب اللہ ہے اور حدیث رسول ﷺ بھی کتاب اللہ ہے۔ (دیکھئے صحیح البخاري :2695، 4886) وغیرہ

فرق صرف اتنا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ من جانب اللہ ہیں، جبکہ احادیث کے الفاظ من جانب رسول اللہ ﷺ ہیں۔

اسی لیے نبی کریم ﷺ نے احادیث رسول کی اہمیت واضح کرتے ہوئے اس فتنہ انکار حدیث کی پیشین گوئی بھی کر دی ہے۔

ہر دور میں ایسے باطل پرست لوگ رہے ہیں جو مختلف رنگ روپ میں احادیث کے منکر تھے۔ بعض بالکلیہ، بعض جزوی، بعض عقائد وصفات کے بارے میں خبر واحد کے منکر ہیں، بعض لوگ کھلا انکار کی بجائے تشکیک کے راستے سے انکاری ہوتے ہیں۔

شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے فتنہ انکار حدیث کی بیخ کنی کے لیے اسی جملہ پہلوؤں پر مفصل مقالات سپرد قلم کیے ہیں، مثلاً: ہر حدیث خواہ متواتر ہو یا آحاد حجت ہے۔

(مقالات 156/1)

اور انکارِ حدیث کفر ہے۔ (مقالات 570/3)

انکارِ حدیث کے بانی کون؟ اس حوالہ سے خوارج جو اس فتنہ کے اول روح رواں ہیں ان کی چیرہ دستیوں کو طشت از بام کیا گیا ہے۔ (مقالات 571/3)

اسی طرح متقدمین سے لے کر متاخرین تک بعض مخصوص گروہ ہمیشہ خبر واحد کی حجیت سے انکاری رہے، ہمارے موجودہ دور میں لوگوں کا جم غفیر موجود ہے جو علانیہ خبر واحد کی حجیت کے منکر ہیں، بالخصوص عقائد وصفات باری تعالیٰ وغیرہما میں، مثلاً: دیوبندی مسلک کے ''شیخ الحدیث'' سرفراز خان صفدر صاحب راقمطراز ہیں: '' عقیدے کے

اثبات کے لیے کوئی قطعی نص یا خبر متواتر وغیرہ درکار ہے، یہاں خبر واحد صحیح سے بھی گاڑی نہیں چل سکتی۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک ص 25 مطبوعہ مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ)

اسی طرح بریلوی مسلک کے بانی جناب احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں: ''اور نہ احادیث آحاد اگرچہ کیسے ہی اعلیٰ درجے کی ہوں، عموم قرآن کی تخصیص کر سکیں بلکہ اسی کے حضور مضمحل ہو جائیں گی۔'' (فتاویٰ رضویہ 488/29)

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کے دیگر بدعتی فرقوں کی تردید اور امت مسلمہ کی اصلاح کے لیے ایک مقالہ ''عقائد میں خبر واحد کی حجیت'' (مقالات 89/2) اور دوسرا مقالہ ''صفات باری اور خبر واحد'' (مقالات 23/4) کی حجیت ثابت کر کے احادیث سے ثابت شدہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو نمایاں کر کے ہدیۂ قارئین کیا، تاکہ مسلمانان اسلام گمراہ لوگوں کی تلبیسات وتشکیکات سے گمراہی کا شکار نہ ہو جائیں اور محکم دلائل سے ایسے گمراہ لوگوں کی تلبیسات وتشکیکات کا تار پود بکھیر کر رکھ دیا۔

اسی طرح انکار حدیث کے لیے آل تقلید نے ایک نیا ڈھونگ رچا رکھا ہے کہ حدیث وسنت میں فرق ہے، اس تناظر میں وہ ایسے ایسے کفریہ بول بول جاتے ہیں کہ جس کا واضح مقصد نہ صرف استخفاف وانکار حدیث بلکہ وہ ظالم اس معاملہ میں احادیث کا مذاق تک اڑانے سے باز نہیں آتے۔ پاکستان میں اسی فتنے کو عوام الناس میں زیادہ ہوا دی گئی۔ حتیٰ کہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں: اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول نے کہاں کہا ہے کہ میرے حدیث کو مانو (علیکم بحدیثي) (دیکھئے مناظرہ مابین حافظ عمر صدیق و عبدالتواب رضاخانی)

حالانکہ ان بدنصیبوں سے پوچھنا چاہیے کہ جو کلمات ''علیکم بسنتي'' پڑھ کر حدیث کا انکار کرتے ہو!!! یہ الفاظ کیا ہیں؟ (یہ حدیث ہی تو ہے)

حالانکہ متقدمین متاخرین کے اجلہ اہل علم کے ہاں حدیث وسنت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، مثلاً آپ حدیث کی کتب سنن اربعہ کے نام پر غور فرمائیں: سنن ابی داود، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، سنن ترمذی، یہ کتابیں حدیث کی ہیں اور نام سنن جو سنت کی جمع ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنے کے خاتمہ اور دفاع حدیث میں ایک وقیع مقالہ بعنوان: ''حدیث وسنت میں فرق کا اختراعی نظریہ'' (مقالات 290/2) لکھ کر ان گمراہ لوگوں کے جملہ شبہات کا سدباب کر دیا۔

فتنہ قادیانیت اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ:

عقائد اسلام میں ایک بنیادی عقیدہ ختم نبوت ہے۔ ہر شخص پر لازم ہے کہ امام الانبیاء محمد ﷺ کو آخر الزماں خاتم النبیین تسلیم کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ محمد ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبوت عطا نہیں فرمائی اور تا قیامت نہ کسی کو عطا کرے گا، لیکن نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کے میرے بعد تیس (30) کذاب ہوں گے۔ اس پیشین گوئی اور اس جیسی دیگر پیشین گوئیوں کے مصداق مختلف لوگوں نے دعویٰ نبوت کر رکھا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں انگریز دور میں اس فتنے نے پھر سر اُٹھایا اور ایک بدبخت مرزا غلام قادیانی حنفی نے بتدریج دعویٰ نبوت کر دیا، اس کے تدریجی دعوؤں میں مجددیت، مہدیت اور نزول مسیح اور انکار ختم نبوت احمدی قادیانیوں کے ہاں بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

شیخ رحمہ اللہ نے جہاں علمی میدان میں اتر کر ان سے مناظرے کیے جس میں سے ایک مشہور مناظرہ اٹک کے شہر میں ہوا جہاں بحمد اللہ شیخ کے مضبوط و مبرھن دلائل سے متاثر ہو کر احمد نام کے ایک مرزائی نے مزرائیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا، وہاں شیخ رحمہ اللہ نے قلمی میدان میں بھی قادیانیت کے بنیادی مسائل وعقائد پر مدلل ضرب کاری کی۔ شیخ رحمہ اللہ نے ختم نبوت کے متعلق صحیح عقیدہ اسلامیہ بیان کر کے بڑے خوبصورت پیرائے میں چالیس اہم دلائل سے اس عقیدہ کی اہمیت کو اجاگر کر دیا۔ ملاحظہ ہو: مقالات (71/5)

عوام الناس پر قادیانی مذہب کا ایک بنیادی حملہ نزول مسیح وظہور مہدی کی صورت میں ہوتا ہے، کیونکہ یہ نامراد گروہ جب تک سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو فوت شدہ ثابت نہ کر لیں، مرزا کے لیے نبوت کی کرسی خالی نہیں ہوتی۔ اس لیے شیخ رحمہ اللہ نے قادیانیت کے قصر عنکبوت کو زمین بوس کرنے کے لیے جہاں ان مسئلوں پر مفصل تحریرات سپرد قرطاس کیں وہاں مرزا غلام قادیانی کذاب علیہ ما علیہ کو جھوٹا و کذاب ثابت کرنے کے لیے ''مرزا کے تیس جھوٹ'' کے نام سے ایک نادر علمی مقالہ تحریر کیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے مقالات 132/1)

اسی طرح '' ظہور مہدی'' پر شیخ رحمہ اللہ کے رشحات قلم ملاحظہ کرنے کے لیے مقالات (42/2) کا مطالعہ کیجئے اور ''نزولِ مسیح'' پر شیخ رحمہ اللہ کا مقالہ (مقالات 83/1) سے پڑھا جا سکتا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ نے جہاں جہاں مقالات ومناظرات کے ذریعے سے قادیانیت کا ناطقہ بند کیا وہاں اس فتنے کے شرپسند جہاں مسلمانوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے مختلف سوالات واعتراضات اٹھاتے شیخ رحمہ اللہ مدلل و مسکت جوابات سے ان کی تشفی فرما دیتے تھے۔

دیکھئے مقالات (466/4، 481,564/3)

اسی طرح شیخ رحمہ اللہ نے قادیانیوں کے اپنے مخصوص نظریات نزول مہدی و انکار ختم نبوت وغیرہ پر پیش کردہ روایات کی پندرہ صفحات پر مشتمل مفصل تخریج وتحقیق کر کے ان کا بطلان اور مردود و نا قابل اعتماد ہونا ثابت کر کے ان کو دلائل کی دنیا میں ہمیشہ کے لیے یتیم کر دیا۔

(جزاہ اللّٰہ خیرًا)

فتنہ برزخیہ اور شیخ رحمہ اللہ کی مساعی:

کیپٹن مسعود الدین عثمانی (دیوبند مماتی) نے معتزلہ کی ترجمانی کرتے ہوئے جہاں عذاب قبر کا انکار کیا وہاں امام ابوحنیفہ کی اندھی تقلید میں دینی امور پر اجرت کا انکار کر دیا اور اسی پر بس نہیں بلکہ اپنے مخصوص نظریات کے منکر کو کافر قرار دیتے ہوئے خود کو المسلمین کے لقب سے ملقب کر کے محدثین بالخصوص امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو بھی کافر قرار دیا۔ اس فتنے کی بیخ کنی کے لیے شیخ رحمہ اللہ نے اس فتنے کے پوپ کیپٹن عثمانی سے مناظرہ کر کے اسے لاجواب کر دیا۔ اس کے خلاف اپنے قلم وقرطاس کو استعمال کر کے ایک علمی مضمون بھی لکھا جو ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ آف کراچی کی کتاب ''الدین الخالص'' (عذاب قبر) کے شروع میں بطور مقدمہ درج ہے۔

فرقہ مسعودیہ اور شیخ حافظ زبیر رحمہ اللہ:

صوبہ سندھ کے شہر لاڑکانہ سے تعلق رکھنے والا مسعود احمد بی ایس سی ابتدا میں ایک عالم کی حیثیت سے متعارف

تھا، پھر شیطان کے بہکانے سے ایک رجسٹرڈ ''جماعت المسلمین'' کا امیر وخلیفہ ہونے کا دعویدار بن کرامت مسلمہ کی تکفیر پراتر آیا۔

اس فتنے نے کئی ایک سلفی نوجوانوں کو بھی اپنے دامن تکفیر میں پھانس کرانھیں گمراہ کرنے کی کوشش کی، اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے جہاں دیگر علمائے اسلام نے اپنا حصہ ڈالا وہاں شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے امت مسلمہ بالخصوص مسلک اہل حدیث سے منسلک عوام وخواص کو بچانے کے لیے ''فرقہ مسعودیہ اور اہل الحدیث'' کے عنوان سے مسلک اہل حدیث کے امتیازات اور فرقہ مسعودیہ کی گمراہی کو واضح کیا۔ (مقالات 124/5)

اور نہ صرف فرقہ مسعودیہ کے شرعی مسائل میں گمراہی کو طشت از بام کیا، بلکہ جب ان کے بے لگام طرز عمل نے محدثین کا انکار کیا تو شیخ رحمہ اللہ نے ان کی اس مسموم کاوش کا قلمی جہاد کے ذریعے مفصل رد فرمایا۔ (دیکھئے مقالات 224/3)

شیخ رحمہ اللہ نے اس فرقہ کو جڑ سے کھوکھلا کرنے کے لیے ان کے ''امام وخلیفہ'' کی حقیقت اسماء الرجال کی روشنی میں واضح کر کے ان کی گمراہی وبطلان کو نمایاں کر کے رکھ دیا۔

باطل عقائد اور شیخ رحمہ اللہ کی مساعی:

وحدت الوجود وہ گمراہ عقیدہ ہے جس کی بنا پر ابن منصور حلاج جیسے گمراہ صوفی نے کہا تھا:

" أنــا الـحق " (میں اللہ ہوں) اور یہی کفریہ گمراہ عقیدہ باطنیوں کے رگ وریشہ میں اس قدر گھر کیے ہوئے ہے کہ ایک صوفی وجودی دیوبندی حکیم الامت رقمطراز ہے:

''فرمایا ایک بزرگ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا، اس کی کیا وجہ ہے کہ فرعون نے أنا ربکم اعلی کہا تو مردود ہوا اور منصور نے ایسا کہا تو مقبول ہوا۔ جواب دیا کہ فرعون نے ہمارے مٹانے کے لیے کہا اور منصور نے اپنے مٹانے کے لیے''

(الکلام الحسن 198/2، مطبوعہ المکتبۃ الاشرفیہ لاہور)

نعـوذ باللّٰه من ذلك ایسی کفریات کی صفائی کے لیے اللہ رب العالمین پر الزام تراشی سے بھی گریز نہیں کیا گیا، اور تو اور اسی باطل عقیدے کا نتیجہ تھا جو انگریز کی حمایت میں ناف میں گولی کھا کر مردار ہونے والے ایک صوفی ضامن علی بیہودگی اور کمینگی کی اس حد تک اتر آیا کہ ایک رنڈی کے جواب میں کہنے لگا: ''کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے۔'' (تذکرۃ الرشید 142/2)

ایسی کفریات کے سدباب کے لیے شیخ رحمہ اللہ نے وحدۃ الوجود کی لغوی واصطلاحی تعریفات وحقیقت وجودیوں کی مسلمہ شخصیات وکتب سے بیان کی، پھر آلِ دیوبند کے ان ذمہ داروں جو اس گمراہ نظریات کے مرتکب ہیں کا مکمل تعارف کروایا، پھر وجودیوں کے ایک غالی وکیل نثار احمد الحسینی دیوبندی کے تردیدی مضمون کا تفصیلی ومبرھن جواب بعنوان آلِ دیوبند اور وحدت الوجود سے رقم کر کے اس فتنے کی کمر توڑنے میں آخری کیل تک ٹھونک دی۔ تفصیل کے لیے دیکھئے مقالات (475/1، 460/1) فتاویٰ علمیہ (69/1) وغیرہ۔

عقیدہ استواء علی العرش:

وحدت الوجود اور اس قسم کے باطل نظریات رکھنے والے لوگ اپنے تقلیدی ذہن کی وجہ سے مسلمہ اور ثابت شدہ عقائد کا بھی انکار کر دیتے ہیں، مثلاً: عقیدہ استواء علی العرش وغیرہ تو شیخ محترم نے منکرین ومتاولین کے اعتراضات

کے جوابات دے کر ان پر حجت تامہ قائم کر دی تفصیل کے لیے دیکھئے: مقالات (13/1) فتاویٰ علمیہ (33/1)

عقیدہ حیات النبی ﷺ:

آل تقلید دیو بند و بریلی کتاب وسنت کے واضح دلائل اور اصحاب محمد ﷺ کے نمایاں عقیدے کہ ''نبی ﷺ اس دنیا سے وفات پا چکے ہیں اور آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی کے ختم ہونے کے بعد آپ اپنی برزخی اور اخروی زندگی کے ساتھ جنت کے محل میں ہیں اور آپ ﷺ کا جسد اطہر قبر مبارک میں محفوظ ہے'' کے برعکس نبی ﷺ کی وفات اور حیات برزخیہ کے منکر ہیں۔ شیخ رحمہ اللہ نے دلائل کتاب وسنت کے ساتھ جہاں وفات النبی کے مسئلہ کو مبرھن کیا وہاں ساتھ ہی اصحاب محمد ﷺ سے نبی کریم ﷺ کی حیات دنیا کا اختتام اور حیات سے اخروی و برزخی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے متقدمین و متاخرین کی ایک بڑی جماعت سے نبی کریم ﷺ کی حیات اخرویہ کی تائید پیش کر کے اہل بدعت کے بطلان کا قلع قمع کر دیا۔ (مقالات 19/1، فتاویٰ علمیہ 164/1)

قبروں سے باطنی فیض، قبر نبوی سے درود وسماع کا مسئلہ، وسیلے کی حقیقت اور مسئلہ نور و بشر:

شیخ رحمہ اللہ نے اہل بدعت کے دیگر باطل عقائد و نظریات مثلاً: قبروں سے فیض، قبر نبوی اور درود وسماع کا مسئلہ، اسی طرح اہل بدعت کا مسئلہ وسیلہ میں الحاد، اور آل بریلی کے عقیدہ نور و بشر پر مدلل کلام کر کے ان کی حقیقت کو طشت از بام کیا۔

آل دیو بند اور شیخ رحمہ اللہ کی علمی کاوشیں:

آل دیو بند کا تقلیدی تعصب اور جمود کسی بھی اہل عقل و دانش سے مخفی نہیں، اسی تعصب اور جمود کی وجہ سے آل دیو بند کا کتاب وسنت اور اہل حق کے خلاف زہریلا انداز حتیٰ کہ آل دیو بند اپنے مخالف مسلکی مسائل میں شرعی احکام پر جارحانہ تنقید، ان کا مذاق اڑانا، انھیں بیہودہ اور گندی اشیاء سے تشبیہ دینا، نیز اصحاب محمد ﷺ پر نازیبا الفاظ کے استعمال سے بھی اجتناب نہیں کرتے۔ آل دیو بند کا اہل حدیث کے خلاف بغض و نفرت کا اظہار مختلف صورت میں سامنے آتا رہتا ہے کبھی کتب و رسائل کی صورت میں اور کبھی سوالات اور اشتہارات کی صورت میں۔

شیخ رحمہ اللہ نے بحمد للہ باطل کے ہر بطلان کا ناطقہ بند کرنے کے لیے اہل بدعت سے ہر محاذ پر مقابلہ کیا۔ اگر آل دیو بند کی طرف سے اہل حق کے خلاف کتابوں کی صورت میں کیچڑ اچھالا گیا تو شیخ رحمہ اللہ نے اپنے مدلل ومضبوط اور سنجیدہ قلم سے ان کی بیخ کنی کر دی اور آل تقلید دیو بند کو ایسی منہ کی کھانا پڑی کہ دوبارہ کبھی سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی جس کی تفصیل کے لیے دیکھئے: ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' شیخ رحمہ اللہ نے اہل بدعت کے اسی پرائمری ماسٹر کا جب پوسٹ مارٹم کیا تو یہ ایک عرصے تک زندہ رہا، لیکن اس کو جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ اسی طرح شیخ رحمہ اللہ نے آل دیو بند کے لٹریچر پر مختلف انداز میں ردود لکھے مثلاً: حدیث اور اہل حدیث نامی کتاب کے جھوٹ اور خیانتیں، حبیب اللہ ڈیروی کی کتب کا مناقشہ، الیاس گھمن کی کتب کے جھوٹ اور اس میں پائی جانے والی جعلی، موضوع اور متروک

روایات کی نشاندہی۔

آل دیوبند نے اپنے زہریلے پروپیگنڈا کے لیے جب اشتہارات اور فرضی سوالات کا راستہ اختیار کیا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دینی غیرت نے جوش مارا اور ان اشتہارات کا ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ آل دیوبند کو دوبارہ اس کے دفاع کی بھی جرأت نہ ہوئی۔

آل دیوبند کے مناظر ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''جب یہودی اور عیسائی بار بار شکست کھانے کے بعد میدان مناظرہ چھوڑ بیٹھے تو اپنے جھوٹ پر پردہ ڈالنے کے لیے انھوں نے یہ طریقہ نکالا کہ یہود و نصاریٰ کا کوئی عالم مسلمانوں کا مقابلہ نہ کرے بلکہ سکول و کالج کے لڑکوں کو غلط سلط سوالات دے کر مسلمان علماء کے پاس بھیجو۔ تاکہ وہ غلط سلط سوالات پوچھتے رہیں اور مسلمان عالم اگر کوئی ان کے مذہب کی بتائے یا پوچھے تو صرف یہ کہہ دیں کہ ہم تو ان پڑھ ہیں اور صرف تحقیق کے لیے چند سوالات پوچھنے آئے ہیں مناظرہ کرنا ہمارا مقصد نہیں، حالانکہ یہ جواب محض دھوکا اور فریب ہے...... وہ جان بوجھ کر اس لیے جاہل بن رہا ہے۔ کہیں شرائط مناظرہ کی پابندی نہ کرنا پڑے۔''

(مجموعہ رسائل ج3 ص21)

جب آل دیوبند نے بالکل وہی انداز اختیار کر لیا جس کو دیوبندی مناظر نے یہودی اور عیسائیوں کا طریقہ بتایا اور صریح منافقت سے تعبیر کیا تھا اور اہل حدیث کے خلاف فرضی سوالات کی بوچھاڑ کر دی گئی تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے الحمد للہ جہاں دلائل کے ساتھ ان سوالات کے جوابات دے کر اس کی حقیقت کو آشکار کیا وہاں آل دیوبند کو صحیح سمت پر لانے کے لیے الزامی طور پر ان پر ایسے مضبوط سوالات قائم کیے جن کے جوابات دینے سے (الحمد للہ) آل دیوبند عاجز ہے۔

(دیکھئے ''آل تقلید کے سوالات اور ان کے جوابات'' مقالات 189-197/1، ''آل دیوبند سے دوسو دس سوالات'' مقالات 423/2)

برصغیر پاک و ہند میں آل تقلید دیوبند، اہل سنت حنفی کے پردے میں چھپے ہوئے ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں بے نقاب کرنے کے لیے ان کے باطل عقائد و نظریات اور گمراہیاں واضح کر کے یہ ثابت کر دیا کہ حقیقت میں یہ نہ تو اہل سنت ہیں اور نہ حنفی۔

تفصیل کے لیے دیکھئے مقالات (426/4)

ابطال رضاخانیت اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ:

آل تقلید اہل بدعت کا دوسرا گروہ بریلویت ترویج بدعات اور افشاء کذب میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ اہل بدعت نے اپنے گمراہ کن نظریات اور بدعات کے تحفظ کے لیے کوئی پہلو نہیں چھوڑا، چنانچہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلمی جہاد کے ذریعے سے ان میں سے ہر ایک کے کذب و افتراء، روایات کا ضعف و حقیقت، طشت از بام کر کے کئی گمراہ مبلغین کو چیلنج دیا۔ آل دیوبند کی طرح آل بریلی نے جب میدان میں ذلت کا منہ دیکھا تو وہ بھی فرضی سوالات کر کے اکابر کے فتویٰ کی روشنی میں گستاخ و بے ادب ثابت ہوئے، جس کی ایک ادنیٰ مثال کے لیے دیکھئے مقالات (423-424/4)

شیخ رحمۃ اللہ علیہ اور اندازِ ابطال وتردید:

اہل بدعت اپنے مخالف کی تردید کے لیے اس کی عبارت میں قطع و برید سے بات کا بتنگڑ بنا کر اس پر تنقید شروع

کر دیتے ہیں، جبکہ اس کے برعکس شیخ رحمہ اللہ آیت قرآنی:
﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ ''اور کسی قوم کی مخالفت تمھیں ناانصافی پر نہ ابھار دے، انصاف کرو یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب کرنے والا ہے۔'' (المائدۃ: 2)
اس آیت کے مطابق جب بھی کسی مخالف کی تردید مطلوب ہوتی ہے تو اس کی اصل عبارت کے فوٹو لگا کر، پھر اس کی دلائل قاطع سے تردید کرتے ہیں، تاکہ مخالف کو یہ کہنے کا موقع ہی نہ ملے کہ ہماری عبارات کو قطع و برید کا نشانہ بنا کر ظلم کیا گیا ہے اور اس طرح انصاف کے تقاضے بھی پورے ہو جاتے ہیں۔ وللہ الحمد

امام حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ: ایک تاریخ و تحریک

مولانا محمد اسلم سندھی حفظہ اللہ*

اسلامی تاریخ میں ایسی بے شمار ہستیاں گزری ہیں، جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ورثہ علم کو سیکھنے اور سکھانے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ انھوں نے نہ صرف احادیث کو جمع کیا، بلکہ ان کی چھان بین کی، صحیح اور ضعیف احادیث کو الگ الگ کیا اور اسناد قائم کی، جس سے صدیوں کی تاریخ مرتب ہوئی۔ انھوں نے ثقہ اور ضعیف راویوں کو ایسے واضح کیا جیسے رات کے اندھیرے سے صبح کا اجالا نکلتا ہے۔ نہ صرف حدیث کو لکھا گیا، بلکہ سند حدیث نے ایک مستقل فن اور علم کا روپ دھارا۔ یہ امت مسلمہ کا ایک امتیاز ہے اور اولیاء اللہ، یعنی محدثین کی زبردست کرامت کا ثبوت ہے جس کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی، کیونکہ گزشتہ امتوں نے تو آسمانی کتابوں کی بھی حفاظت نہیں کی تو وہ انبیاء کرام کے افعال، اقوال، سنن اور اوصاف کی کیا حفاظت کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ایک زمانے تک اسلامی دنیا کے شہر شہر اور بستی بستی میں سینکڑوں نہیں ہزاروں محدثین کرام موجود تھے۔ اسلامی تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک محدث کے پاس سینکڑوں ہزاروں طالبان حدیث، طلب حدیث کی پیاس بجھانے کے لیے شب و روز موجود رہتے تھے۔ اگرچہ کچھ صدیوں کے بعد اس تڑپ میں کمی ہوئی، کیونکہ اب کتنے ہی لوگوں کا حدیث اور سلف صالحین کے منہج کی بجائے دیگر مذاہب و افکار کی طرف میلان شروع ہو چکا تھا، لیکن اس کے باوجود ہر دور میں ایک ایسی جماعت ضرور رہی جنھوں نے اہل الرائے اور اہل بدعت کا مقابلہ کیا اور ضعیف، باطل و موضوع روایات کو واضح کیا اور سلف صالحین کے سچے و کھرے منہج کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ جماعت قرب قیامت تک موجود رہے گی، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ.)) (صحیح مسلم: ۱۹۲۰)
''یعنی میری امت میں ایک جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی۔'' امام بخاری رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ ان سے حدیث

* مدرس و خطیب شہداد پور، سندھ

کے علماء مراد ہیں۔ (فتح الباري 218/1ح71)

انھوں نے کہا: میں نے امام علی بن المدینی سے سنا، انھوں نے کہا: اس جماعت سے اصحاب الحدیث (یعنی محدثین اور اہل حدیث) مراد ہیں۔(فتح الباري 363/13ح7311)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:"ان لم یکونوا أھل الحدیث فلا أدری من ھم "(فتح الباري ج 1ح71)

یعنی اس جماعت سے اگر اہل حدیث مراد نہیں تو میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں؟

یہ اہل حدیث علماء کی شان ہے کہ انھوں نے ہر دور میں اسلام کی حقیقی تصویر پیش کی اور ہر اس چیز کو رد کیا جس کو رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط منسوب کیا گیا ہے، ہر دور میں انھوں نے ہر غلط فکر اور نظریے کو رد کیا اور ہر باطل فرقے سے جہاد کیا ہے۔

جب لوگوں نے اپنے مذہب اور فرقے کی تائید، دفاع کے لیے قلم اٹھایا ہے اور حدیث کے بالمقابل اپنے اماموں اور کتابوں کی بات پیش کی ہے تو محدثین اور اہل حدیث نے رسول اللہ ﷺ کے فرامین کے لیے قلم اٹھایا ہے اور حدیث کے دفاع کے لیے ہر قسم کی قربانی پیش کی ہے۔عصر حاضر کے عظیم محدث علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ انہی محدثین کرام کے حقیقی وارث اور جانشین تھے۔

امام علی زئی رحمہ اللہ

راقم الحروف اسلام قبول کرنے کے بعد تین سال تک شیخ العرب والعجم علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہا ہے۔ ان ہی ایام میں سندھ کے معروف شہر لاڑکانہ میں جماعت اہل حدیث اور احناف کے مابین مناظرہ طے ہوا تھا۔ لاڑکانہ شہر سے چند ساتھی اسی سلسلے میں علامہ سید بدیع الدین شاہ صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مخالفین احناف نے مناظرہ کا چیلنج دیا ہے اور ان کے فلاں فلاں مولوی مناظرہ کے لیے آرہے ہیں۔

شاہ صاحب نے کہا کہ آپ حافظ زبیر علی زئی صاحب کو اور سید طالب الرحمٰن شاہ صاحب کو بلائیں، حافظ زبیر صاحب اسماء الرجال میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ میں نے حافظ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں اس وقت سنا تھا۔

قوت حافظہ، مطالعہ، علمی مقام اور قیامِ مکتبہ

اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو زبردست قوت حافظہ سے نوازا تھا۔ آپ نے بہت ہی مختصر عرصے میں قرآن مجید حفظ کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زبردست ذہانت اور سرعت الفہم سے بھی نوازا تھا۔

کسی بھی شخص کو تب تک عالم نہیں کہا جا سکتا، جب تک وہ کتابوں کا مطالعہ نہ کرے۔ کتنے لوگ ہیں جو مدارس سے فارغ ہونے کے بعد خود کو علماء کی فہرست میں شمار کرتے ہیں، حالانکہ مدارس کا نصاب مکمل کرنے سے انسان کے اندر مطالعہ کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے، پھر جو طالب علم مطالعہ نہ کرے وہ عالم کیسے ہو سکتا ہے؟ دنیا کے اندر جتنے بھی بڑے اہل علم گزرے ہیں، انھوں نے دن رات کتابوں کا مطالعہ کیا تھا۔ ماضی قریب میں شیخ ناصر الدین البانی، سید محبّ اللہ شاہ راشدی، سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہم اللہ روزانہ کئی کئی گھنٹوں تک مطالعہ کرتے تھے۔ مطالعہ کے لیے کتابوں کا ہونا بھی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ جتنے بھی بڑے بڑے اہل علم گزرے ہیں ان سب نے اپنے شاندار کتب خانے

قائم کیے تھے۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنا زبردست کتب خانہ قائم کیا تھا، جس میں کتابوں کا بڑا ذخیرہ جمع کیا تھا۔ کتب خانہ کی تقریباً تمام کتابیں آپ کی نظر سے گزریں اور ایک ایک کتاب کا آپ نے مطالعہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو وقت کا عظیم محدث بنایا تھا اور فن اسماء الرجال میں آپ وقت کے امام تھے۔ یہ بلند رتبہ ایسے ہی نہیں مل گیا تھا، اس کے لیے آپ نے سالہا سال دن رات ایک کر کے مطالعہ کیا تھا۔ اسماء الرجال کی اکثر کتابیں آپ کو حفظ تھیں۔ آپ سریع القراءت بھی تھے۔ ایک دفعہ میں سعودی عرب سے واپس آ رہا تھا، فون پر شیخ صاحب سے عرض کیا: آپ کو کسی کتاب کی ضرورت تو نہیں؟ تو فرمایا: اسلم بھائی! میرے لیے سلسلہ صحیحہ کی پندرھویں جلد لیتے آنا۔ میں نے جدہ کی مارکیٹ سے مذکورہ کتاب خریدی، جو کہ تین بڑے حصوں پر مشتمل تھی، کراچی آ کر وہ کتاب آپ کو پوسٹ کر دی، کچھ دنوں بعد رابطہ ہوا اور عرض کیا، شیخ صاحب! کیا کتاب مل گئی؟ فرمایا: اسلم بھائی کتاب مل گئی اور میں نے وہ ایک ہی دن میں پڑھ بھی لی ہے۔

کوئی بھی شخص آپ کو فون پر کسی حدیث کی سند سے متعلق پوچھتا تو آپ کہتے کہ حدیث کی سند پڑھیں۔

پھر اگر سند میں ضعف یا کوئی علت وغیرہ ہوتی تو فوراً بتا دیتے، کیوں کہ آپ نے ہزاروں احادیث کی تحقیق کی، اکثر رواۃ کی معلومات آپ کو ازبر ہوتی تھی۔ جلسوں میں اکثر سوال و جواب کی نشست میں سامعین اس بات کا ضرور مشاہدہ کرتے تھے کہ حافظ صاحب حدیث کی سند پر کس طرح تحقیق پیش کرتے تھے۔ یہ آپ کا علمی مقام تھا اور علم حدیث میں رسوخ کا واضح ثبوت بھی۔

آپ کے علمی مقام کے لیے آپ کی بے شمار علمی تصانیف زبردست دلیلیں ہیں جو کہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ہیں، کیوں کہ کسی کے علمی مقام کا بڑا ثبوت اس کی تصانیف سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا علمی مقام ان کی صحیح کی جمع و ترتیب اور ابواب سے معلوم ہوتا ہے۔

عالم اسلام کی دو نامور علمی شخصیات علامہ محمد ناصر الدین البانی اور علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہما اللہ حرم مکی کے مکتبہ میں مخطوطات کی ورق گردانی کر رہے ہیں، شیخ بدیع رحمہ اللہ کی نظر امام ابن حجر کی کتاب ''تغلیق التعلیق'' پر پڑتی ہے۔ شاہ صاحب کہتے ہیں: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اگر فتح الباری نہ لکھتے اور صرف یہ کتاب ''تغلیق التعلیق'' ہی لکھ دیتے تو یہی ایک کتاب ان کے علم کے ثبوت کے لیے کافی تھی۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے شیخ بدیع الدین رحمہ اللہ کی تائید کی اور فرمایا کہ آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔

قارئین کرام! شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وقت کے امام تھے، بذاتِ خود ایک تاریخ اور تحریک تھے، جنھوں نے تنہا وہ کام کیا ہے جو آنے والی صدیوں میں ہزاروں لوگ مل کر بھی شاید نہ کر سکیں۔ انھوں نے ہی اس ملک میں تدریس حدیث میں انقلاب پیدا کیا۔ ورنہ ہمارے ہاں تو مدارس میں عموماً حدیث کا ترجمہ اور چند معروف فقہی مسائل بیان کیے جاتے تھے۔ حدیث کی سند اور علل پر بحث کرنے کی کون تکلیف کرتا تھا؟ اگرچہ جماعت اہلِ حدیث میں چند دوسری شخصیات بھی گزری ہیں، جنھیں اسماء الرجال میں کافی مہارت حاصل تھی،

لیکن شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وہ شخصیت تھے جنھوں نے عصر حاضر میں اس میدان میں انقلاب برپا کیا اور بے شمار نوجوان آپ سے متاثر ہو کر اس میدان میں آئے، اس فن اسماء الرجال میں مہارت حاصل کرنے کا نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ "اَلنَّاسُ اَعْدَاءُ مَا جَهِلُوْا" لہٰذا جو لوگ فن اسماء الرجال اور اصول حدیث سے بے بہرہ ہوتے ہیں، وہ ان علمائے کرام سے بغض و عداوت رکھتے ہیں جنھوں نے اس علم کے لیے اپنی زندگیاں صرف کر دی ہوتی ہیں۔

ایک ایسے ہی شیخ الحدیث صاحب کا سنا ہے جو کئی سالوں سے صحیح بخاری پڑھا رہے ہیں اور وہ اپنے درس میں شیخ البانی پر ہمیشہ تنقید کرتے ہیں کہ انھوں نے صحیح اور ضعیف احادیث کو الگ الگ کیوں کیا ہے؟ جو لوگ کام نہیں کر سکتے وہ کام کرنے والوں پر بے جا تنقید کرتے ہیں یا کم از کم ان کی محنت کی بے قدری ضرور کرتے ہیں، یا پھر اندر ہی اندر جلتے ضرور ہیں۔

اس طرح کتنے ہی لوگوں نے شیخ البانی اور شیخ زبیر علی زئی رحمہما اللہ کی بے جا مخالفت کی، لیکن ایسے سارے کے سارے مخالف اپنی موت مر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے محدثین کو جو قبول عام سے نوازا ہے اس کی تو لوگ تمنا ہی کر سکتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد، خدائے بخشندہ

تدریس

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے مکتبہ زبیریہ کے ساتھ ساتھ مدرسہ اہل حدیث بھی قائم کیا، جہاں پر باقاعدہ طور پر حفظ و ناظرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ملک اور بیرون ملک سے آنے والے طلبائے علم کو خود پڑھایا کرتے تھے، اس طرح ان سے بے شمار لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا، شیخ صاحب سعودی عرب میں رہے، تو وہاں بھی کئی لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک سال جامعہ امام بخاری سرگودھا میں صحیح البخاری پڑھائی، مختلف وقتوں میں آپ نے اصول حدیث اور اسماء الرجال کے بارے میں مختصر کورس بھی کروائے ہیں۔ جہاں پر بڑی تعداد میں طالبان علم شریک ہوئے ہیں۔

تلامذہ

شیخ صاحب رحمہ اللہ کے عرب وعجم میں لا تعداد شاگرد ہیں، جنھیں شمار کرنا ممکن نہیں، چند کے نام ذکر کیے جاتے ہیں: شیخ فیصل التمیمی (سعودی عرب)، شیخ ابو الفضل عبد القادر الادریسی الجزائری، شیخ ابو طاہر اثری (کوئٹہ)، شیخ ندیم ظہیر (لاہور)، شیخ صدیق رضا کراچی، شیخ حافظ طارق مجاہد یزمانی، شیخ ارشد کمال، فضل اکبر کاشمیری، شیخ تنویر شاہ ہزاروی، شیخ نصیر احمد کاشف، شیخ اصغر علی سمیجو، شیخ افضل محمدی، شیخ عبد الرحمٰن اثری، شیخ بشیر احمد عسکری، شیخ شبیر احمد جمالی (بلبل سندھ)، شیخ شعیب سلفی، شیخ محمد خان توحیدی، ڈاکٹر عبد الرقیب آرائیں۔ وغیرہ

تصنیف وتالیف

یہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کا اصل میدان تھا، آپ نہایت بسیار نویس تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرعتِ تصنیف سے نوازا تھا۔ آپ نے کم عرصے میں بہت زیادہ لکھا، آپ نے اردو اور عربی دونوں زبانوں میں لکھا اور چند کتابوں کے

ترجمے بھی کیے۔آپ نے حضرو شہر سے ''الحدیث'' کے نام سے ایک ماہوار رسالہ بھی جاری کیا، جس میں اکثر مضامین اور مقالات آپ کے ہی ہوا کرتے تھے۔

ایک ایک مضمون اور مقالہ خود ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔''الحدیث'' میں آپ نے جہاں حدیث اور اہل حدیث کا دفاع کیا، منہج سلف صالحین کو پیش کیا وہاں اہل بدعت پر بھی خوب رد کیا۔

آپ نے فن اسماء الرجال کو بھی نیا انداز دیا، ورنہ آپ سے قبل عموماً لوگ میزان اور تقریب وتہذیب سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ آپ ہی نے لوگوں کا ذہن بنایا کہ ان کتابوں میں موجود اقوال پر اس وقت تک اعتماد نہیں کیا جا سکتا جب تک وہ سنداً صحیح ثابت نہ ہوں۔اس بارے میں خصوصاً آپ کے مقالات اہل علم کے لیے مشعل راہ ہیں۔

ہمارے علم کے مطابق آپ نے عربی زبان میں 28 سے زیادہ کتابیں لکھی ہیں، اردو میں 21 سے زیادہ اور پانچ کتابوں کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔آپ کی زندگی میں الحدیث کے 111 (ایک سو گیارہ) شمارے شائع ہو چکے تھے، اس سے پہلے آپ ماہنامہ ''شہادت'' اسلام آباد، ''محدث'' لاہور اور دیگر جرائد میں بھی لکھتے رہے ہیں۔آپ کے یہ مقالات اور مضامین '' مقالات'' کے عنوان سے 6 جلدوں میں قارئین تک پہنچ چکے ہیں۔آپ کے فتاویٰ کی بھی تین جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔

دعوت وتبلیغ

شیخ صاحب نے دعوت وتبلیغ کے میدان میں بھی بھرپور محنت کی۔70 کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں جب اہل حدیث ہوئے، تو مسلسل دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھا۔ شروع میں آپ کے والد صاحب نے سخت مخالفت کی، لیکن کچھ عرصہ بعد ان کے اندر نرمی آئی اور کتب خانہ اور مدرسے کے لیے شیخ صاحب کو پلاٹ دیا، اور مسجد بھی آپ کے حوالے کی، پھر ایک وقت وہ بھی آیا جب انھیں احساس ہوا کہ میرا بیٹا عصر حاضر کا بڑا محدث ہے۔میں 1998ء میں جب پہلی مرتبہ شیخ صاحب سے ملنے کے لیے حضرو شہر گیا، تو سب سے پہلے حاجی مجدد خان علی زئی صاحب کی دوکان پر پہنچا، آپ سے دعا سلام ہوئی تو مجھے بتایا کہ زبیر صاحب آج کل فلاں فلاں کتاب کی تحقیق کر رہے ہیں اور ان ان کتابوں کی تحقیق کر چکے ہیں، یعنی ان کے اندر بڑی تبدیلی آ چکی تھی۔

شیخ صاحب نے اپنی مسجد میں جمعہ کا خطبہ شروع کیا، تو اکثر مقتدی اہل حدیث ہو گئے، بلکہ محلّہ پیرداد اور آپ کے قریبی علاقے والوں پر آپ کے خطبہ اور دروس کا کافی اثر ہوا۔

شیخ صاحب کا دعوتی اور تبلیغی سفر جاری رہا اور لوگ اہل حدیث مسلک قبول کرتے رہے اور جب آپ نے وفات پائی تو حضرو کے علاقے میں 15 کے قریب اہل حدیث مساجد تعمیر ہو چکی تھیں۔

اس کے علاوہ دعوتی کام کے لیے آپ نے پورے ملک کا سفر کیا، آپ کے علم، استدلال، اخلاص اور تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کے لیے قبول ومحبت ڈالی، اور آپ کے جلسوں میں بہت بڑی تعداد میں لوگ حاضر ہوتے تھے۔اس طرح آپ کے پروگرام سن کر بے شمار لوگ اہل حدیث ہو گئے۔دعوتی میدان میں آپ کے رسالہ ''الحدیث'' نے بھی بڑا کام کیا، اور بے شمار لوگ آپ

کے رسالے اور کتب کا مطالعہ کر کے راہ راست پر آئے۔

موجودہ دور میں آپ ہی وہ شخصیت تھے جن کی تصنیفات کی بڑی مانگ رہی اور ایک ایک کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ دعوت وتبلیغ کے لیے آپ نے جدید دور کے وسائل کو بھی استعمال کیا۔ انٹرنیٹ کے ذریعے سے آپ کی تقاریر اور کتب دنیا کے کونے کونے تک پہنچیں اور پوری دنیا میں لوگوں نے خوب استفادہ کیا۔

مناظرے

اللہ تعالیٰ نے شیخ صاحب کو مناظرانہ طبیعت دی تھی۔ آپ نے اپنی زندگی میں کئی کامیاب مناظرے کیے، جن میں سے چند مناظروں کی تفصیل مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے اپنی کتاب ''گلستان حدیث'' میں دی ہے۔ مثلاً اٹک شہر میں 1997ء ایک عیسائی پادری سے مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ میں پادری کو شکست فاش ہوئی اور کئی عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔

اس طرح اٹک شہر میں آپ کا ایک قادیانی ملاں سے مناظرہ ہوا، جس میں قادیانی کو شکست ملی، اور امتیاز احمد نامی ایک قادیانی نے اسلام قبول کیا۔

مشہور تکفیری جماعت ''جماعت المسلمین'' کے بانی مسعود احمد بی ایس سی سے ان کے گھر (اسلام آباد) میں مناظرہ ہوا، بی ایس سی صاحب لاجواب ہوگئے اور اس کے نتیجے میں حضرو شہر کی جماعت المسلمین کے تمام افراد نے مسلک اہل حدیث قبول کر لیا۔

حزب اللہ کے امیر ڈاکٹر مسعود عثمانی سے ان کی مسجد (کیماڑی، کراچی) میں مناظرہ کیا، عثمانی صاحب اپنے موقف کا دفاع نہ کر سکے، نتیجتاً ان کی جماعت کے کئی افراد اہل حدیث ہوگئے۔

منہج

شیخ صاحب سلف صالحین اور محدثین کرام کے خالص اور مضبوط منہج پر قائم تھے۔ عقیدہ وعمل ہو یا علمی اور اصولی مسائل ہوں، آپ نے ہمیشہ سلف صالحین کے منہج اور موقف کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔ شیخ صاحب نے اپنے منہج کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے ماہوار رسالے ''الحدیث'' کے بیک ٹائٹل پر اپنا منہج لکھ رکھا ہے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا دلائل سے شیخ صاحب کے منہج کی خوب وضاحت ہوتی ہے۔

1423ھ میں راقم الحروف شیخ صاحب سے پڑھنے کے لیے حضرو شہر گیا، جہاں میں نے آپ سے ''الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث'' پڑھی تھی۔ میں نے اسی کتاب کے اوپر آپ سے آٹوگراف لیا تھا، جس میں آپ نے لکھا تھا:

''بسم اللہ الرحمن الرحیم ، أوصی الأخ الکریم أسلم شیخ حفظه اللہ بإتباع الكتاب والسنة علی فهم السلف الصالح، و أن لا يخالف الإجماع الثابت، وأوصيه أن يبتعد عن أهل البدعة ابتعادا شديدًا، و أن يذكرني في صالح دعواته ، جزاه اللہ خيرًا

كتبه بخط يده

أبو طاهر زبير بن مجدد عليزئی، مدرسة أهل حديث حضرو اتك باكستان، 14شوال 1423هـ ''

قارئین کرام! اس عبارت سے بھی شیخ صاحب کا منہج واضح ہوتا ہے۔ آپ شرعی مسائل میں قرآن، سنت، اجماع اور شرعی قیاس (اجتہاد) کو دلیل مانتے تھے۔

(الحدیث:52ص16-13)

آپ مسلمان عوام اور حکمرانوں کی تکفیر کے سخت مخالف تھے، بلکہ تکفیری جماعتوں اور افراد سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ایک دفعہ مجھے یاد ہے کہ آپ نے چند معروف افراد جنھیں بعض مورخین ہیرو بنا کر پیش کرتے ہیں، کہا کہ یہ اصل یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ تھے اور انھوں نے عثمانی خلافت کے خاتمے کے لیے کام کیا۔

شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ ترکوں کے اندر اگرچہ بڑی خامیاں موجود تھیں، لیکن وہ اسلامی خلافت کو قائم رکھنا چاہتے تھے۔

آپ تمام صحیح العقیدہ اہل علم کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ تنظیم سازی اور حزبیت کے سخت مخالف تھے۔ آپ نے ہمیشہ غیر جانبدار رہ کر دین کا کام کیا، لیکن اس کے باوجود جماعت اہل حدیث کے ہر گروپ کے ساتھ بلاتفریق تعاون کرتے تھے اور بذاتِ خود ہر اس کام سے سخت اجتناب کرتے تھے جس سے صحیح العقیدہ مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا افتراق و اختلاف پیدا ہو۔

اخلاق و عادات

اس وقت تک کوئی بھی تحریک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک اس کے رہنما اخلاق کے بلند درجے پر فائز نہ ہوں۔ آپ اگر غور سے دیکھیں گے اور تفصیل سے مطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ جب تک لیڈر میں اخلاص، محبت، ہمدردی، بہادری اور ایثار کا جذبہ نہ ہو، جماعت تیار نہیں ہوسکتی۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾

یعنی ''اللہ کی مہربانی سے آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کیا ہے، لیکن اگر آپ (ان کے لیے) سخت طبع (اور) سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ سے بھاگ جاتے، لہٰذا آپ انھیں معاف کریں اور ان کے لیے بخشش طلب کریں اور (انتظامی معاملات وغیرہ میں) ان کے ساتھ مشورہ کریں، پھر جب (ایک بات کا) پختہ ارادہ کرلیں تو پھر اللہ پر بھروسا کریں، اللہ بھروسا کرنے والوں سے یقیناً محبت کرتا ہے۔'' (سورۃ آل عمران:159)

یعنی رہنما ایسا ہو جو کہ اپنے ساتھیوں سے نرم رویہ اختیار کرے، انھیں دل میں جگہ دے، خیر خواہی کرے اور ان کے ہر دکھ سکھ میں شریک ہو، جماعت کے ساتھ تعلق ایمان اور صحیح عقیدہ کی بنیاد پر ہو، کسی ذاتی مفاد کی بنیاد پر نہ ہو۔

ہم نے سندھ کے عظیم محدث علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے ساتھ کچھ عرصہ گزارا ہے۔ ہم نے ان کے اخلاق و اوصاف کو غور سے دیکھا، آپ کے ہر عمل اور کردار کے پیچھے بڑا مقصد اور پس منظر ہوتا تھا۔ جب آپ نے سندھ میں توحید و سنت کی دعوت کا کام شروع کیا، اس وقت سندھ میں جماعت اہل حدیث کی ایک بھی مسجد نہیں تھی۔ آپ کہتے تھے کہ شروع میں جب ہم حیدر آباد میں آئے تو حیدر چوک کے قریب دیوبندی جماعت کی مشہور اورنگزیب مسجد میں جمعہ پڑھتے تھے، لیکن جب آپ کی

وفات ہوئی، تو اس وقت سندھ کے اندر 800 سے بھی زائد جماعت اہل حدیث کی مساجد تعمیر ہو چکی تھیں۔ ہزاروں لوگ مسلک اہل حدیث قبول کر چکے تھے۔ اس طرح جماعت تیار کرنے کے لیے بھی علم، عمل صالح، حکمت عملی کے ساتھ حسن اخلاق اور بہترین اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم تو کیا جماعت کا ہر فرد یہی سمجھتا تھا کہ شاہ صاحب تو صرف میرے ساتھ ہی محبت کرتے ہیں۔ جماعت کے ہر فرد کے ساتھ اس طرح محبت کرنا بہت مشکل کام ہے اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کی دوستی اور دشمنی اللہ کے لیے ہو۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ساتھ دنیا کے ہزاروں طالبان علم اور عوام کا رابطہ رہتا تھا، لیکن ہر کوئی یہی سمجھتا تھا کہ شیخ صاحب بس مجھ سے ہی محبت کرتے ہیں۔ ایسے لوگ نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہوتے ہیں اور برسوں بعد پیدا ہوتے ہیں جن کی سوچ اور فکر کی پرواز نہایت ہی بلند ہوتی ہے، ورنہ ہم عام طور پر دیکھتے ہیں کہ کتنے ہی خود ساختہ مولوی ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچتے اور چغلی غیبت ہی سے فرصت نہیں پاتے۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ان چند علمائے کرام میں سے تھے جو اپنی ذاتی پسند اور ناپسند کو بالائے طاق رکھ کر چلتے ہیں۔ آپ نے کبھی کسی کے سامنے اپنی پریشانی کا ذکر نہیں کیا، ہمیشہ خودداری کا مظاہرہ کیا، اگرچہ آپ کی مالی حالت کمزور ہی کیوں نہ ہوتی۔ اپنی تصانیف کی جو کچھ رائلٹی ملتی تھی، اس سے مکتبہ کے لیے کتابیں خریدا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے کہا: مسند الحمیدی کے حقوق طبع ایک معروف ادارے کو فروخت کیے، جس کے پچاس ہزار روپے ملے تو میں اسی وقت مارکیٹ میں گیا، اور پچاس ہزار کی کتابیں خرید لیں۔

شیخ صاحب کے دل میں جماعتی ساتھیوں کے لیے بہت زیادہ محبت اور جذبۂ خیر خواہی ہوتا تھا اور ہمیشہ ان کی اچھائی کے لیے سوچتے رہتے تھے۔ دینی، علمی اور دنیوی معاملات میں کبھی بخل سے کام نہیں لیتے تھے۔ آپ کا دل بڑا کشادہ ہوتا تھا اور ہمیشہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا سوچتے تھے۔ عام طور پر اہل علم اپنی ذاتی تصنیفات، جو ابھی مطبوع نہ ہوں، ان کی فوٹو نہیں دیتے، لیکن شیخ صاحب اس معاملے میں بھی بڑے فراخ دل تھے۔ میں نے آپ سے بلوغ المرام پر آپ کی تحقیق کی فوٹو کاپی لی۔ آپ نے کہا: شہر میں ایک فوٹو اسٹیٹ والا ہے، میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں، وہ کاپی بھی اچھی بناتا ہے اور رعایت بھی کرتا ہے، آپ خود میرے ساتھ چلے اور فوٹو کاپی کروا کر دی۔ ایک دو ماہ کے بعد شیخ صاحب سے فون پر رابطہ ہوا، تو کہا: اسلم بھائی! شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ سندھ آ رہے ہیں، کسی کتاب کی ضرورت ہو تو بتائیں۔ ایک دفعہ میں آپ کا درس ریکارڈ کرنا چاہتا تھا، اس لیے بازار سے TDK کیسٹ کا ڈبہ لے کر آیا، کیسٹ دیکھ کر شیخ صاحب نے کہا: یہ کیسٹ دو نمبر ہیں، چلو واپس کرتے ہیں، ایک نمبر دلاتا ہوں۔ آپ میرے ساتھ گئے دوکاندار کو کہا کہ یہ دو نمبر کیسٹ ہیں، واپس لیں، دوکاندار چپ ہو گیا، شیخ صاحب نے کہا: یہ مجھے دیکھ کر مجبور ہو گیا، ورنہ کبھی کیسٹ واپس نہ لیتا۔ یہ ایک دو مثالیں ہیں کہ شیخ صاحب نہایت مصروف ہونے کے باوجود ہم جیسے فقیروں کے ساتھ خیر خواہی کے لیے ضرور وقت نکال لیتے تھے۔ یہی خلوص اور ہمدردی کا جذبہ تھا، جس کی وجہ سے ہزاروں طالبان علم نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔ آپ اپنی پریشانیاں بھول کر دوسروں کے لئے فکر مند رہتے تھے۔ آپ اکثر فون پر پوچھتے

رہتے تھے کہ اسلم بھائی کیسے وقت گزر رہا ہے، میں آپ کی کس طرح مدد کرسکتا ہوں؟ طالب علم آپ سے تزکیہ لینا چاہتے تو آپ بڑی خوشی سے انھیں تزکیہ دیتے، بلکہ کہتے تھے کہ میرے دولفظوں سے اگر کسی کا فائدہ ہوتا ہے تو اس سے مجھے خوشی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کوتقویٰ کے بلند درجے پر فائز کیا تھا آپ کا کردار قابل رشک تھا۔ رات کو کبھی تہجد نہیں چھوڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں میں بھی بڑی تاثیر رکھی تھی۔ جن لوگوں نے آپ کا یمن کا سفرنامہ پڑھا ہوگا، انھیں معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی کیسے دعا قبول فرمائی اور آپ کواور دیگر ساتھیوں کو کیسے قید سے آزادی دلائی، حالانکہ بظاہر وہاں سے آزادی ناممکن نظر آ رہی تھی۔

حضرو شہر کے اہل بدعت سے آپ کا مباہلہ بھی مشہور ہے، جس میں مباہلہ کرنے والے اہل بدعت کے کردار ایک دوسرے کے بعد بری طرح موت کا شکار ہوئے۔

رب ذوالجلال نے آپ کو بہت ہی نڈر اور بہادر بنایا تھا، آپ مشرکین اور اہل بدعت کے لیے بے نیام تلوار تھے، آپ نے ملک کے ہر مشرک و بدعتی گروہ کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انھیں سرعام للکارا، ماہنامہ ''الحدیث'' کے صفحات گواہ ہیں کہ آپ کبھی بھی کمزوری کا شکار نہیں ہوئے۔ اہل بدعت کے رد میں شیخ صاحب نے جو کام کیا وہ ایک تاریخ ہے جسے پڑھنے اور محفوظ کرنے کی ضرورت ہے۔

مخالفین جب دلائل کے میدان میں شکست کھا چکے تو بدمعاشی اور غنڈہ گردی پر اتر آئے اور مختلف وقتوں میں انھوں نے شیخ صاحب پر تین مرتبہ حملہ کیا۔

زبردست علمی مقام کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت ہی تواضع سے نوازا تھا۔ آپ نے اپنے رویے اور سلوک سے کبھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ وقت کے عظیم محدث ہیں۔

آپ کے مکتبہ کے اوپر مدرسہ کے کمرے تھے، ہم وہاں رہتے تھے۔ ایک دفعہ مغرب نماز کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ شیخ صاحب تیزی کے ساتھ مدرسہ کی سیڑھی چڑھتے آ رہے ہیں۔

ہاتھ میں کارڈلیس سیٹ تھا، کہا اسلم بھائی! آپ کا فون آ رہا ہے۔ فون مٹھی ضلع تھرپارکر کے مولانا دریا خان سمیجو صاحب کا تھا، میں نے بات ختم کی تو شیخ صاحب نے کہا: اسلم بھائی یہ دریا خان کسی آدمی کا نام ہے؟ مجھے ہنسی آ گئی، میں نے کہا: جی ہاں شیخ صاحب، ہمارے ہاں سندھ میں لوگ یہ نام رکھتے ہیں۔ ایک دفعہ میں آپ کا کوئی مخطوط پڑھ رہا تھا کہ اس میں دوالفاظ کی تقدیم وتاخیر کی غلطی تھی، میں نے عرض کیا: شیخ صاحب! یہاں تو مجھے غلطی محسوس ہورہی ہے۔ دیکھ کر کہا: ہاں، واقعی یہاں غلطی ہے، آپ اس کو پڑھیں اور جہاں بھی غلطی نظر آئے تو نشاندھی کریں۔

میں نے دل میں سوچا، بندے ان کی کسرنفسی اور تواضع تو دیکھ...... کہاں فقیر اسلم، اور کہاں یہ وقت کے عظیم محدث۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا، امانت، صداقت، زہد، تقویٰ، ایفائے عہد، غرض آپ ایک محدث تھے تو عمل سے بھی قرآن وحدیث کا عملی نمونہ پیش کرتے تھے۔

قارئین کرام! دوستوں نے مجھے شیخ صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ لکھنے کے لیے کہا، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ میں اپنے اندر اتنی صلاحیت نہیں سمجھتا تھا کہ آپ جیسے عظیم محدث کے بارے میں کچھ لکھوں۔ آپ یقیناً ایک عہد اور ایک تحریک تھے۔ اہل علم ان شاء اللہ آپ کے علمی کام پر لکھتے رہیں گے اور طالب علم اور عوام ہمیشہ آپ کے عظیم تحقیقی کام سے استفادہ کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی اولاد، شاگردوں اور ساتھیوں کو توفیق عطا فرمائے، تاکہ وہ آپ کے چھوڑے ہوئے مشن کو آگے لے کر چلیں اور خود کو اور اپنی اولاد کو قرآن وحدیث کے علم کے لیے وقف کر دیں۔ آمین

مولانا محمد صادق خلیل۔ برقی*

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت مثالی محقق و مناظر
(کچھ یادیں کچھ باتیں)

چودھویں صدی ہجری کے کبار محدثین و محققین میں سے ایک عظیم اور مثالی محقق و مناظر، علم حدیث اور اسماء الرجال کے ماہر، ممتاز عالم دین فضیلۃ الشیخ علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات یقیناً تمام اہل الحدیث کے لیے بالعموم اور اہل العلم کے لیے بالخصوص ایک بڑا صدمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شیخ رحمہ اللہ کی مغفرت فرمائے اور انھیں اپنی رحمت سے جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے۔ (آمین)

شیخ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ صاحب رحمہ اللہ کو راسخ فی العلم کے درجہ پر فائز فرمایا تھا اور بصیرت وبصارت کی دولت سے نوازا تھا۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ کے حالات زندگی، علمی کارناموں اور دینی خدمات کو تو اہل علم ہی تحریر فرمائیں گے۔ بندہ اُحقر تو چند سطریں لکھ کر شیخ رحمہ اللہ سے محبت اور ان کے محبین میں شامل ہونے کی سعادت کی خاطر کوشاں ہے۔ أحبُّ الصالحین و لستُ منهم لعل اللّٰه یرزقنی صلاحًا.

غالباً 1999ء میں شیخ رحمہ اللہ کراچی کے دورے پر تشریف لائے تھے۔ خصوصاً المعهد السّلفی کے طلبا کے لیے کچھ ایام کے لیے وقت لیا گیا تھا، جس میں طلبہ نے آپ سے خوب استفادہ کیا۔ چند ایک طلبہ سے آپ کی قابلیت وعلمیت کی بے حد تعریف سنی اور طلبہ نے آپ رحمہ اللہ کے علمی جواہر کو صفحات میں محفوظ بھی کر لیا تھا۔

اس دوران میں شیخ صاحب رحمہ اللہ کے کراچی کی مختلف مساجد میں دروس کا انعقاد کیا گیا تھا۔ ایک درس الراشدی مسجد اہل حدیث موسیٰ لین میں بھی رکھا گیا تھا۔ بندہ احقر اس وقت مذکورہ مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دے رہا تھا۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے۔ آپ کی سادگی کو دیکھ کر مَیں حیران رہ گیا۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھائی، پھر باقاعدہ درس قرآن وحدیث ہوا۔ بعدازاں جناب احمد میمن صاحب کے گھر دعوت میں شریک ہوئے، راقم الحروف بھی ہمراہ تھا اور اسے میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔

دورانِ دعوت شیخ صاحب رحمہ اللہ سے سوال وجواب کا

---

* خطیب و مدرس، کراچی۔

سلسلہ بھی جاری تھا۔

عبدالحلیم بھائی نے عربی میں سوالات کیے تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے عربی میں مدلل ومسکت جواب مرحمت فرمائے۔ بندہ احقر نے بھی ایک دوسوال کیے تھے،ایک سوال جواَب تک اچھی طرح یاد ہے وہ یہ کہ دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا کیسا ہے؟ آپ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب ''الادب المفرد'' کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس میں دوصحابہ سیدنا ابن عمر اور سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے یہ عمل ثابت ہے۔ میں نے حوالہ نوٹ کرلیا اور یہ خواہش لیے ہوئے تھا کہ یہ کتاب میسر آ جائے تو اس میں یہ حوالہ دیکھ لوں۔ بعد میں جب یہ کتاب خریدنے کا موقع ملا تو اس میں یہ حوالہ ملاحظہ کیا۔رقم الحدیث:609 پر یہ مسئلہ موجود ہے۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ سے تلمذ کا شرف

دوسری ملاقات شیخ رحمہ اللہ سے ان کے اپنے علاقے حضرو ضلع اٹک میں ہوئی۔اس کی تفصیل اختصار کے ساتھ اس طرح ہے کہ 2006ء ماہ ستمبر میں بندہ احقر مع رفقاء ڈاکٹر عبدالرشید رحمہ اللہ، رضوان بھائی اور دلدار بھائی۔علمائے کرام سے استفادہ اور شرفِ زیارت کے حصول کے لیے نیز سیاحت کی غرض سے کراچی سے راولپنڈی، اسلام آباد، مظفر آباد، مری، حضرو اٹک پشاور، فیصل آباد اور سرگودھا کا سفر اختیار کیا۔جن علمائے کرام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

فضیلۃ الشیخ علامہ زبیر علی زئی رحمہ اللہ، فضیلۃ الشیخ عبدالسلام رستمی رحمہ اللہ، فضیلۃ الشیخ محمد امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ، فضیلۃ الشیخ طیب الرحمان زیدی حفظہ اللہ، فضیلۃ الشیخ جمیل الرحمان حفظہ اللہ، فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز نورالستانی حفظہ اللہ (آپ کی اقتدا میں ہم نے پشتو میں خطبہ جمعہ سماعت کیا۔آپ کا انداز اتنا سہل اور واضح تھا کہ کافی حد تک موضوع سخن سمجھ میں آ رہا تھا)

بہرحال سب سے زیادہ فضیلۃ الشیخ علامہ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے استفادہ کا موقع ملا، تین راتیں وہاں قیام کیا۔شیخ صاحب رحمہ اللہ نے محبت اور فراخ دلی سے ہماری ضیافت کی۔ آپ کے شاگردانِ رشید الشیخ نصیر احمد کاشف صاحب، الشیخ شیر محمد صاحب، الشیخ فضل اکبر صاحب نے بھی ہمارا خیال رکھا۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کچھ کتب بھی تحفتاً ہمیں عنایت کیں۔ایک کتاب ''الرسائل فی تحقیق المسائل'' بھی عنایت کی جس کی بندہ احقر کو بڑی طلب وتڑپ تھی۔(یہ وہ کتاب ہے جس میں رفع الیدین کی 240 احادیث عمدہ ترتیب سے جمع شدہ ہیں)

اس قیام کے دوران میں شیخ صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے بندہ احقر کے لیے از راہِ شفقت دو حکم صادر ہوئے:

ا: اپنے نام کے ساتھ (تمیز کے لیے) ''سندھی'' یا ''مری'' لکھا کریں۔

بندہ احقر نے اس حکم کو خوشی سے قبول کیا۔اس کے بعد مکمل کوشش ہوتی ہے کہ نام (صادق خلیل) کے ساتھ ''مری'' لکھا جائے۔

۲: ایک روز شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ ناشتہ کر رہے تھے کہ محدث دیار سندھ شیخ العرب والعجم علامہ بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ کا تذکرہ شروع ہوگیا۔آپ نے شاہ صاحب رحمہ اللہ کی بہت تعریف کی کہ ''بہت بڑے فقیہ تھے'' بندہ احقر نے شاہ

صاحب رحمہ اللہ کا ایک لطیفہ سنایا کہ احناف نے لکھا کہ مسواک ایک بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو ورنہ شیطان اس پر سوار ہو جائے گا۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: پھر تو یہ مسواک نہ ہوئی (بلکہ) ہیلی کاپٹر ہوا۔ شاید کوفے کی سیر کے لیے جاتا ہوگا۔ عربی عبارت ملاحظہ ہو:

"ولا یزاد علی الشبر وإلاّ فالشیطان یرکب علیه"

(الدرالمختار 114/1مع الشامی طبع مصر بحوالہ بدیع التفاسیر 195/3)

تو اس لطیفے پر آپ مسکرا دیے اور مجھے حکم دیا کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے علمی لطائف کو جمع کر کے مضمون لکھیں۔

اس دوران میں ہماری خواہش تھی کہ باقاعدہ شیخ صاحب رحمہ اللہ سے ہم حدیث پڑھیں، تاکہ ہمیں آپ کے تلمذ کے ساتھ ساتھ اجازہ سند کا شرف بھی حاصل ہو جائے۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ نے ہماری درخواست قبول کی اور کمال شفقت کے انداز میں صحیح بخاری کی پہلی حدیث اختصار کے ساتھ پڑھائی، اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ خواہش بھی پوری فرمائی۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ بحیثیت مثالی محقق

اللہ تعالیٰ نے شیخ صاحب رحمہ اللہ کو مثالی حافظے کی دولت کے ساتھ ساتھ میدانِ تحقیق کا شہسوار بھی بنایا تھا، پھر آپ اس تحقیق کے مشن کو لے کر آگے بڑھتے چلے گئے اور دنیا والوں کو اس کی دعوت دیتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اکثر تحریرات اور قلم کی نوک پر یہ آیتِ مبارکہ جگمگاتی نظر آتی ہے:

﴿لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنۢ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنۢ بَيِّنَةٍ﴾ (الانفال:42)

''تاکہ جو زندہ رہے وہ دلیل دیکھ کر زندہ رہے اور جسے مرنا ہے وہ دلیل دیکھ کر مرے۔''

تقریباً 11 سال قبل راقم الحروف کا ایک حنفی مولوی یعقوب فاروق سے تحریری مباحثہ چل رہا تھا۔ موضوع مباحثہ ''نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا'' تھا تو اس نے صحیح ابن خزیمہ کی روایت کے ایک راوی مؤمل بن اسماعیل پر جرح کی۔

میں نے اپنے استاذ شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد سلیم میمن حفظہ اللہ کی طرف رجوع کیا تو آپ نے رہنمائی کی کہ الشیخ حافظ زبیر علی زئی صاحب (رحمہ اللہ) نے مفصل و مدلل تحریر بنام ''اثبات التعدیل فی توثیق مؤمل بن اسماعیل'' لکھی ہے جس کی فوٹو کاپی الشیخ ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ کے پاس موجود ہے۔ راقم نے دامانوی صاحب حفظہ اللہ سے درخواست کی تو انھوں نے مجھے ارسال کر دی۔

بندہ احقر نے اس کی کاپی کروا کر فریق مخالف کو ارسال کر دی، چنانچہ اس کے دماغ میں تہلکہ مچ گیا اور اس نے اپنی عین فطرت کے مطابق اپنی تحریر میں قیل وقال اور حیلے بہانے بنا کر سلسلہ بحث منقطع کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں آپ کی یہ ضخیم اور مدلل تحقیق 17 صفحات پر مشتمل ہے جس میں شیخ رحمہ اللہ نے مؤمل بن اسماعیل کی توثیق کے ساتھ انھیں کتب ستہ کا راوی ثابت کیا ہے۔

میں نے شیخ رحمہ اللہ کے ہاں قیام کے دوران میں ایک حدیث کی تحقیق معلوم کی ''جب کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی

ہے تو اسی کی مثل سنت اٹھالی جاتی ہے''

(مسند أحمد:7095،بحوالہ مشکوٰۃ:187)

تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے بتلایا کہ یہ روایت (مرفوع) ضعیف ہے، البتہ یہ حسان رحمہ اللہ کا قول ہے اور اس کی سند صحیح ہے، اسے بیان کیا جا سکتا ہے۔

پھر آپ رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق والی مشکوٰۃ نکال کر دکھائی۔ (مشکوٰۃ:188،الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

مقلدین کی طرف سے اکثر خواہ مخواہ یہ سوال ہوتا ہے کہ کلمہ طیبہ کے دونوں حصے ایک ساتھ قرآن و حدیث سے ثابت کرو۔

الحمد للہ! شیخ صاحب رحمہ اللہ نے ایک صحیح روایت الاسماء والصفات للبیہقی کے حوالہ سے اپنے رسالہ ماہنامہ الحدیث شمارہ نمبر 35 میں تحریر کی ہے۔ طالب علم اور اہل ذوق اس رسالہ کی طرف ضرور رجوع کر کے استفادہ کریں۔

لطیفہ: آپ نے نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری میں سکتات سے متعلق حدیث (274و275) کے تحت لکھا ہے: ''سکتات ثابت ہیں''

بعض الناس نے لکھا ہے کہ ''اس پر مدینہ میں کوئی عمل ثابت نہیں''

تو عرض ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن التابعی رحمہ اللہ، جن سے سکتات کی روایت مروی ہے، کیا یہ عمل مدینے سے باہر جا کر کرتے تھے؟!!

شیخ صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق دقیق کو اہل علم نے واقعتاً تسلیم کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمہ اللہ کو ''محقق العصر'' کا لقب دیا گیا ہے اور آپ رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ کتب کثیرہ بھی اس بات پر شاہد ہیں۔

آپ رحمہ اللہ کی تصنیف اور تخریج و تحقیق والی کتب میں سے بندہ احقر کے پاس 23 کتب کا خزینہ موجود ہے۔ والحمد للہ

شیخ صاحب رحمہ اللہ بحیثیت ایک مثالی مناظر

اللہ تعالیٰ نے شیخ صاحب رحمہ اللہ کو جس طرح بلند پایہ اور مثالی محقق بنایا تھا اسی طرح آپ رحمہ اللہ کو ایک کامیاب اور مثالی مناظرانہ صلاحیت سے بھی نوازا تھا۔ آپ میدانِ مناظرہ میں فریق مخالف کی ایسی سخت گرفت کرتے کہ وہ راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا۔

ا: شیخ صاحب رحمہ اللہ کا ایک تاریخی اور یادگار مناظرہ مسعود احمد بی ایس سی سے ہوا تھا۔ شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اس مناظرہ کی مختصر روداد ہمیں خود سنائی کہ میں نے مسعود احمد کے دلائل پر جرح کی تو اس نے اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: زبیر علی زئی آپ ہیں۔ یہ کہتے ہوئے باقاعدہ اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ بندہ احقر نے عرض کیا اس کی ریکارڈنگ ہے؟ شیخ صاحب نے جواباً کہا کہ لائبریری میں یہ کیسٹیں تھیں لیکن اب دیکھنی پڑیں گی۔ محترم پروفیسر ڈاکٹر خالد ظفر اللہ صاحب کے بقول اس مناظرہ میں مسعود صاحب لاجواب ہوئے اور حضرو کی ''جماعت المسلمین'' نے مسعود صاحب کی بیعت توڑ کر مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔ (نور العینین ص 10)

۲: 27 جون 1998ء کراچی میں ایک مناظرہ بعنوان ''الجمعۃ فی القریٰ'' طے پایا۔ جماعت اہل حدیث کی طرف سے مناظر:

ا۔ سید طالب الرحمٰن شاہ حفظہ اللہ ۲۔ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز

نورستانی حفظہ اللہ

اور فریق مخالف (دیوبندیوں) کی طرف سے:

۱۔ مفتی کفایت اللہ ۲۔ مفتی حبیب اللہ تھے۔

فریق مخالف کے مناظر مفتی کفایت اللہ مناظرہ شروع ہونے سے قبل کچھ ایسے مطالبے کر رہے تھے، گویا وہ اس کوشش میں تھے کہ مناظرہ نہ ہو سکے۔ پہلا مطالبہ یہ کیا کہ مناظر اہل حدیث سید طالب الرحمٰن حفظہ اللہ مدرسہ کی سند دکھلائیں، دوسرا یہ کہ بخاری کی ایک سطر (عبارت) پڑھ کر سنائیں، پھر تیسرا مطالبہ یہ کیا کہ فقہ کی کتاب کا ایک صفحہ پڑھ کر سنائیں۔ مناظر اہل حدیث نے ان کے یہ سارے مطالبے بھی پورے کیے، لیکن وہ تب بھی عین غین کر رہے تھے اور بار بار یہ جتا رہے تھے کہ میں بڑا عالم ہوں ......میرے مد مقابل بڑا عالم (فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز نورستانی حفظہ اللہ) ہونا چاہیے۔ میں ان سے مناظرہ نہیں کروں گا، وغیرہ۔

اس مناظرے میں شیخ صاحب رحمہ اللہ بھی خصوصی طور پر تشریف لائے تھے۔ (جس طرح اکثر مناظروں میں بحیثیت مناظر یا معاون وغیرہ شریک ہوتے تھے) تو شیخ صاحب رحمہ اللہ نے انھیں اپنی زبان میں چیلنج کیا (پھر اردو میں بھی اردو والے بھائیوں کے لیے یہ چیلنج کر کے مخاطب کیا) کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف ایک حدیث باسند پیش کرو میں بھی پیش کرتا ہوں۔ میرا مطالبہ ہے کہ میں اپنی سند سے اپنے شیخ سے زبانی ایک حدیث پڑھوں گا، آپ اپنے حافظے سے اپنے شیخ سے جس سے آپ نے سنا ہے صرف ایک حدیث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پڑھیں۔ اگر آپ پڑھ سکے تو آپ عالم ہیں، لیکن انھوں نے چیلنج قبول نہیں کیا۔ بالآخر وہ ہٹ گئے اور ان کی جگہ پر مفتی حبیب اللہ نے مناظرہ کیا۔ (یہ مناظرہ دو کیسٹوں پر مشتمل ہے۔ راقم الحروف کے پاس بھی موجود ہے۔)

بہر کیف بندہ احقر اسی پر اکتفا کرتا ہے وگرنہ شیخ صاحب رحمہ اللہ کے اس کے علاوہ بھی کئی مناظرے ہوئے ہیں، عیسائیوں، مرزائیوں، تکفیریوں اور مقلدوں کے ساتھ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ''نور العینین ص 10 پرانا ایڈیشن جون 2002ء''

شیخ صاحب رحمہ اللہ نے حق کی سر بلندی اور باطل کی سرکوبی اور دفاعِ حدیث صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی زندگی گزاری ہے، اس کے ساتھ ساتھ مسلکِ حق کی ترجمانی اور وکالت کرنے میں پیش پیش رہے ہیں۔ موضوع روایتوں اور وضاع راویوں کی تحقیق کے ساتھ دور حاضر کے کذاب و مکار لوگوں کی بھی خوب خبر لی ہے اور ان کے کذب و مکر کو عوام کی عدالت میں پیش کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام فتنوں سے محفوظ رکھے اور دین حنیف پر قائم رکھے۔ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب رحمہ اللہ کی بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے اور انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

شیخ محترم رحمہ اللہ کا طریقۂ تدریس

مولانا ابو معاویہ منشا سلفی*

راقم الحروف 10 نومبر 2013ء بمطابق 6 محرم الحرام 1435ھ کو جامعہ بدر الھدیٰ واہنڈو گوجرانوالہ میں جامع ترمذی کا سبق پڑھا رہا تھا کہ اچانک میرے موبائل پر یہ میسج آیا کہ استاذ الاساتذہ، ذہبی زماں، بیہقی دوراں، ماہر علم اسماء الرجال فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ آخرت کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں اور ہمیں داغ مفارقت دے چکے ہیں۔ یہ پڑھتے ہی گویا میرے قدموں کے نیچے سے زمین ہی نکل گئی کہ یہ کیا ہوا ہم نے تو ابھی شیخ محترم سے بہت کچھ سیکھنا تھا، لیکن شیخ محترم ہمیں یتیم کر کے چلے گئے ہیں۔

بہر حال یہ تو اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے کہ جو اس دنیا میں آیا ہے اسے واپس جانا ہی ہے۔

درج ذیل سطور میں، شیخ محترم رحمہ اللہ کے طریقۂ تدریس سے متعلق چند گزارشات صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا چاہوں گا جو یقیناً دیگر مدرسین کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں گی۔ ان شاء اللہ

مخدومنا ومحبوبنا الشیخ ابو طاہر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا طریقۂ تدریس عام مدرسین سے ذرا مختلف تھا۔ عام مدرسین لکیر کے فقیر ہوتے ہیں، لیکن حضرت الاستاذ کا طریقہ بالکل جداگانہ تھا۔ ہمارے شیخ کلاس اپنے وسیع وعریض مکتبہ میں لگاتے تھے جو علوم وفنون کی کتب سے مزین ہے۔ جہاں ہر فن کے مصادر عموماً اور تفسیر، حدیث، اصول حدیث، علم اسماء الرجال، فقہ واصول، فقہ کے مصادر ومراجع بالخصوص پائے جاتے ہیں۔ بندۂ ناچیز نے استاذ محترم سے مقدمہ صحیح مسلم اور تیسیر مصطلح الحدیث کا درس لیا ہے، شیخ محترم رحمہ اللہ جب ہمیں پڑھانے کے لیے تشریف لاتے تو باوضو ہو کر اور نماز اشراق پڑھ کر درس حدیث کا آغاز فرماتے تھے، محدثین کا بھی یہی طرز عمل تھا، جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ جب درس حدیث کے لیے تشریف لاتے تھے تو غسل فرما کر، عمدہ پوشاک و دستار زیب تن فرما کر اور خوشبو لگا کر درس حدیث میں بیٹھتے تھے، چنانچہ ہمارے شیخ محترم کا بھی یہی طریقہ کار تھا۔

شیخ محترم کا ایک امتیازی وصف یہ تھا کہ جو بھی کتاب پڑھاتے تھے، مثلاً: ہمیں تیسیر مصطلح الحدیث پڑھاتے وقت اصول حدیث کی بڑی اور اصولی کتب بھی ساتھ رکھتے تھے، جیسے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، الکفایۃ للخطیب، الباعث الحثیث لابن کثیر، المحدث الفاصل بین الراوی والواعی للرامَھُرمَزی، فتح المغیث فی شرح الفیہ الحدیث للسخاوی اور تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی، وغیرہ۔

ان کے علاوہ وہ جملہ اصول حدیث کے مصادر مراجع سامنے رکھتے اور ایک ایک قاعدہ واصول کی تخریج ہم سے کرواتے تھے، ہمیں تحقیق وتخریج کا طریقہ بتلاتے تھے۔

ہمارے اندر ذوقِ مطالعہ پیدا کرتے، اور ان مذکورہ بالا کتب میں سے مکمل عبارات نکال کر ہمیں سناتے تھے۔

---

* مدرس ابو ہریرہ اکیڈمی، لاہور

ایک ایک مسئلہ کی خوب توضیح وتشریح ہوتی تھی، ہمارے ذمے ابحاث لگا دی جاتی تھیں، جیسا کہ استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ مجھے بڑے پیار سے فرماتے: منشاء بھائی! آپ نے یہ مرسل کی بحث اصول حدیث کے فلاں فلاں مصادر سے لکھ کر پیش کرنی ہے، تو راقم الحروف استاذ محترم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مصادر کی طرف رجوع کرتا اور وہ بحث اچھی طرح تلاش کر کے اس کا خلاصہ شیخ محترم کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا تھا۔

اسی طرح راقم جب احناف کی طرف سے اختلافی مسائل پر شائع شدہ اشتہارات کا جواب لکھ رہا تھا جو کہ جامعہ حنفیہ بورے والا کی طرف سے شائع کیے گئے تھے تو اس وقت بھی شیخ محترم نے ہر طرح سے رہنمائی فرمائی تھی۔

شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ امتیازی وصف تھا کہ دن ہو یا رات جب بھی آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو شیخ محترم اسی وقت بالتفصیل اس کا جواب بتاتے تھے اور مطلوبہ بات مصادر ومراجع سے نکال کر ہمیں دے دیتے تھے۔

اس سے ہمیں کتب کی بڑی واقفیت ہوگئی جو کہ پہلے بالکل نہ تھی، کیونکہ آج کل ہمارے مدرسین میں طلبا کی رسائی صرف مخصوص نصاب تک بمشکل ہوتی ہے، چہ جائیکہ مصادر تک ہو۔

یہ بہت بڑی کمی ہے کہ عام طور پر طلبا کو کنویں کے مینڈک بنا دیا جاتا ہے، وہ نصاب سے ہٹ کر کسی اور کتاب کو پڑھنا تو در کنار دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے۔ اس میں میرے ناقص علم کے مطابق مدرس کی بھی سستی ہوتی ہے، کیونکہ طلبا تو اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ کر اس عالم واستاذ کے پاس دین اسلام کا علم سیکھنے کے لیے آتے ہیں۔ اب ان طلبا کو پڑھانے اور تربیت کی ذمہ داری استاذ صاحب کی ہے کہ وہ ان کی اچھی تربیت کریں اور اچھے طریقے سے ان کو علوم فنون کی تعلیم دیں۔ نصابی کتب کے علاوہ طلبا کو خارجی مطالعہ کی بھی ترغیب دلائی جائے۔ یہ وصف ہمارے استاد محترم میں بدرجہ اتم پایا جاتا تھا کہ طلبا کو نصابی کتب کے ساتھ ساتھ خارجی کتب کے مطالعہ کی بھی ترغیب دیتے تھے، ان کا تعارف بھی کراتے اور فرق باطلہ کی کتب کو بھی پڑھنے کی ترغیب دیتے، اسی طرح رسائل وجرائد کو اچھی طرح پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔

استاذ محترم اپنے شاگردوں کے ساتھ بہت زیادہ پیار ومحبت کرتے، ان کی ہر طرح کی ضروریات کو مدنظر رکھتے تھے۔ طلبا کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی کے ساتھ پیش آتے تھے۔

عموماً مدارس میں دیکھا گیا ہے کہ استاذ طالب علم کے ساتھ بڑی سختی کے ساتھ پیش آتے ہیں اور جب طالب علم ان کی طرف دیکھتے ہیں تو ان کا خون ہی خشک ہو جاتا ہے۔

لیکن استاذ محترم رحمۃ اللہ علیہ طلبا کے ساتھ بڑی شفقت و نرمی کے ساتھ پیش آتے تھے، مثلاً عصر کے بعد اور مغرب سے کچھ دیر پہلے ہم چہل قدمی کرنے کے لیے نکلتے تھے اور آپ کے ہاتھ میں امام مبارک بن عبد الجبار الطیوری کی کتاب ''الطیوریات'' ہوتی تھی شیخ محترم یہ کتاب ہمیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔

آخر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شیخ محترم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین

محدث العصر رحمہ اللہ بحیثیت ایک مثالی مربی و مدرس

حافظ شبیر احمد جمالی حفظہ اللہ *

کئی ایسی نادر شخصیات ہوا کرتی ہیں جو تنہا ملت و انجمن کی حیثیت رکھتی ہیں اور جب یہ جہان فانی سے کوچ کر جاتی ہیں تو یقیناً موت العالم موت العالَم کی مصداق ہوتی ہیں۔ ان عظیم شخصیتوں میں سے وحید العصر، فرید الدھر، عظیم محدث، مصنف، محقق، مدرس، اصولی اور مناظر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بھی ایک تھے۔

وہ لوگ بھی اللہ کی طرف سے یقیناً انعام یافتہ ہیں جن کو شیخ رحمہ اللہ جیسے لوگوں سے صحبتوں، محبتوں اور ملاقاتوں کا موقع میسر آیا۔ راقم کو بھی اللہ پاک نے اسی اعزاز سے نوازا کہ شیخ رحمہ اللہ سے بہت کچھ سیکھنے، سمجھنے اور پڑھنے کا موقع ملا۔ بظاہر تو شیخ رحمہ اللہ سے چند کتابیں پڑھیں، مثلاً: اختصار علوم الحدیث لابن کثیر، مقدمہ لسان المیزان، مقدمہ میزان الاعتدال ، مقدمہ تقریب التہذیب ، مقدمہ تہذیب التہذیب، فن تخریج اور فن تحقیق حدیث وغیرہ، لیکن حقیقی طور پر یہ بات حق بجانب ہوگی کہ شیخ رحمہ اللہ نے ہمیں انگلی سے پکڑ کر علمی میدان میں چلنا سکھایا ہے۔

مجھے چونکہ شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ بحیثیت تلمیذ کچھ عرصہ ساتھ رہنے کا موقع ملا ہے تو زیر بحث مضمون میں بھی اسی نوعیت کی چند باتیں ذکر کرتا ہوں۔ وگرنہ شیخ رحمہ اللہ کی شخصیت کی عظمت و رفعت کے لئے تو یہی کافی ہے کہ آپ محدث العصر تھے۔ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَكَفَى الْمُحَدِّثَ شَرَفًا أَنْ يَكُونَ اسْمُهُ مَقْرُونًا بِاسْمِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَذِكْرُهُ مُتَّصِلاً بِذِكْرِهِ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾'' محدث کے شرف و مقام کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کا نام (احادیث رسول ﷺ بیان کرنے کی وجہ سے) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جڑا رہتا ہے اور اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے ساتھ ملا رہتا ہے۔ (بس) ''یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔''

(الکفایۃ ص6)

ایک مثالی عالم

شیخ رحمہ اللہ حدیث و رجال میں یقیناً ایک مسلمہ امام تھے، آپ رحمہ اللہ دورِ حاضر کے ذہبی تھے۔ ایک دن آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: کتب ستہ اور عام کتب حدیث کے تمام رواۃ و رجال کو میں بخوبی پہچانتا ہوں۔ اتنے میں ''السنن الکبریٰ للبیہقی'' کی ایک جلد جو سامنے پڑی ہوئی تھی اٹھا کر طلبہ سے فرمانے لگے: مجھ سے پوچھو جس راوی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو۔

اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ رحمہ اللہ نے تقریباً تمام میسر کتب احادیث و کتبِ رجال پڑھی ہوئی تھیں۔ ایک دن مکتبے میں کچھ لاہور کے ساتھی آپ سے انٹرویو لینے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے شیخ رحمہ اللہ سے انٹرویو لیا۔ دوران انٹرویو میں انھوں نے شیخ رحمہ اللہ کے کتب خانے کی

* مبلغ اسلام، خطیب و مدرس نواب شاہ، سندھ

طرف اشارہ کیا اور پوچھا: کیا آپ نے یہ ساری کتابیں پڑھی ہیں؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا:

ہاں الحمدللہ! سوائے اس مسند احمد کے جدید نسخے کے کیونکہ یہ میں نے ابھی منگوایا ہے۔

شیخ رحمہ اللہ کے کتب خانے میں دائیں طرف امام ذہبی رحمہ اللہ کی کتابوں کے ساتھ ایک ریک اکثر خالی رہتا تھا۔ وہ اس لیے کہ ہر آنے والی نئی کتاب اس میں تب تک پڑی رہے جب تک شیخ رحمہ اللہ کی نظر سے نہ گزرے۔ ان دنوں جب انٹرویو لینے والے احباب آئے ہوئے تھے، مسند احمد کا یہ نسخہ ابھی اپنے مکان کی طرف نہیں بڑھا تھا بلکہ شیخ رحمہ اللہ کے مطالعہ کا منتظر تھا۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: حدیث کی کتابیں مسند احمد سمیت میں نے مکمل پڑھی ہیں۔ اسی طرح کتب رجال بھی آپ بغور پڑھتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے ''التنکیل'' سات (۷) مرتبہ پڑھی ہے اور سیر اعلام النبلاء للذہبی جو کہ سیر و رجال کی طویل ترین تصانیف میں سے ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ بھی میں نے مکمل پڑھی ہے۔

شیخ رحمہ اللہ کے مثالی علمی معیار کا ایک راز تو یہ تھا کہ آپ وسیع النظر اور کثیر المطالعہ تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ آپ رحمہ اللہ قوی ترین حافظے کے مالک تھے۔

ایک بار کسی شاگرد نے شیخ رحمہ اللہ سے ''اغاثۃ اللھفان لابن القیم'' کی اس روایت کے بارے میں سوال کیا جس میں آتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے زندگی کے آخری ایام میں تین طلاقوں کے صادر ہونے پر کچھ افسوس کا اظہار فرمایا، تو آپ رحمہ اللہ نے جواباً کہا: اس کی اصل ابوبکر اسماعیلی کی ''مسند عمر'' میں اس سند سے ہے: ''أخبرنا أبو يعلى حدثنا صالح بن مالك حدثنا خالد بن يزيد بن أبي مالك عن أبيه .'' (اغاثة اللهفان ١/ ٣٣٦)

پھر آپ فرمانے لگے: یہ ضعیف ہے، کیونکہ اس کی سند میں خالد بن یزید ضعیف ہے۔

(تقریب التہذیب ص۱۸۹، دار الحدیث القاہرہ)

نیز فرمایا: یہ سند آج سے تقریباً ۱۵ یا ۲۰ سال پہلے میری نظر سے گزری تھی۔ اندازہ لگائیں یہ کیسا حافظہ تھا، ۱۵ یا ۲۰ سال کی طویل مدت بھی یاد کردہ سند کے اندر کوئی تغیر و تبدل نہ لا سکی۔

(یہ مجھے یقینی معلوم نہیں کہ شیخ رحمہ اللہ نے ۱۵ سال کہا تھا یا ۲۰ سال، واللہ اعلم)

آپ رحمہ اللہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ہزاروں اسانید زبانی یاد ہیں اور اس کا اندازہ ہم طلباء تب لگاتے تھے جب آپ رحمہ اللہ کسی مسئلے پر لب کشائی فرماتے تھے۔

آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے مکمل قرآن مجید مختصر عرصے میں حفظ کیا ہے اور اس پر بھی اتنا عبور تھا کہ آپ رحمہ اللہ نے یمن کی جیل میں تھوڑے ہی وقت میں ۱۲ پارے پڑھ لیے۔ (مقالات ۲/۵۲۳)

تدریس اور تنقید

شیخ محترم جو پڑھاتے تھے اس پر آپ کو خوب عبور ہوتا تھا، یہی وجہ ہے کہ دوران تدریس میں بسا اوقات ناقدانہ انداز اختیار کرتے اور علمی تنقید کے ذریعے سے صاحبِ کتاب یا شارح کتاب کے سہو یا خطا کو واضح کرتے اور اس پر بے شمار دلائل بھی بیان کرتے تھے۔ مثلاً:

☆ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بدعت کی طرف دعوت

دینے والے بدعتی کی روایت مردود ہے، اسی طرف حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنا رجحان ظاہر کیا ہے۔ (مقدمہ لسان المیزان ص ۲۰۲۔۲۰۳، دار البشار الاسلامیہ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۸، مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک "درسی نسخہ")

آپ نے مذکورہ موقف کا غیر راجح ہونا ثابت کیا اور فرمایا: "پھر تو صحیحین کی صحت بھی مسلم نہیں رہ سکتی، کیونکہ صحیحین میں تو ایسے رواۃ سے اصول میں روایات لی گئی ہیں، مثلاً: عمران بن حطان صحیح بخاری کے راوی ہیں۔"
(صحیح البخاری: ۵۸۳۵)

اور وہ مذہباً خارجی تھے۔ (تقریب التہذیب ص ۴۹۶، دار الحدیث القاہرہ۔ میزان الاعتدال ۳/ ۲۲۹، دار الفکر)

عدی بن ثابت بھی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔
(صحیح البخاری: ۵۵)

اور وہ مذہباً شیعہ تھے۔ (تقریب التہذیب ص ۴۴۳، دار الحدیث القاہرہ، میزان الاعتدال ۳/ ۶۱ دار الفکر)

یاد رہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ تدریس کے علاوہ بھی اپنی تصانیف میں اسی منہج پر قائم تھے کہ بدعتی کی اگر جمہور محدثین توثیق کریں تو اس کی روایت قبول ہے اور (جمہور کی توثیق کے بعد) اس کا بدعت کا داعی ہونا قطعاً مضر نہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"راجح قول یہی ہے کہ اگر راوی ثقہ صدوق عند الجمہور ہو تو اس کی غیر معلول روایت مطلقاً مقبول ہے۔ چاہے وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا ہو یا نہ ہو۔"

(نور العینین فی اثبات رفع الیدین ص ۶۳، مکتبہ اسلامیہ طبع جدید)

☆ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اساتذہ میں شامل کر دیا ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۱۱، درسی نسخہ)

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا سہو ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ نہیں تھے۔

☆ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اختصار کے صفحہ ۱۰ پر امام ترمذی کی تحسین کے مسئلے کا ذکر کرتے ہیں جو امام ترمذی کی خاص اصطلاح ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ففي أي كتاب له قاله و أين إسناده عنه ."

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابن کثیر کا یہ سوال بھی عجیب ہے، حالانکہ یہ بات تو امام ترمذی کی مشہور زمانہ تصنیف علل الصغیر میں موجود ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" كل حديث يروي لا يكون في إسناده من يتهم بالكذب ولا يكون الحديث شاذا و يروي من غير وجه نحو ذلك فهو عندنا حديث حسن."

(العلل مع الترمذی وتحفۃ الاحوذی ۱۰/ ۴۷۴، قدیمی کتب خانہ)

☆ ایک مرتبہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کی حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح حدیث سے متعلق اس اقتباس پر نظر پڑی: **" ووجب عليها العمل به "** (اختصار ص ۹، درسی نسخہ)

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات تو ادھوری ہے، جبکہ مکمل اس طرح ہے: **" ووجب عليها العمل والإيمان به"**

☆ تفسیر صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں: **" و ما قيل : ان التفسير الصحابي في حكم المرفوع."** (اختصار ص ۱۴، درسی نسخہ)

شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ مطلقاً درست نہیں ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ دوران تدریس میں زیر تدریس کتب پر اس قدر عمیق نظر رکھتے تھے کہ ان غلطیوں کے علاوہ بھی اگر

محض غیر موزوں بات بھی دیکھ لیتے تو اس کی درستی بیان کیے بغیر ہرگز آگے نہیں بڑھتے تھے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "معرفة رواية السابق واللاحق" کے زیر تحت جو "زكريا بن رويد الكندي" کے متعلق نقل کیا ہے۔ (اختصار ص۹۲ درسی نسخہ)
آپ نے فرمایا: یہ "زكريا بن رويد" تو کذاب ہے۔
(میزان الاعتدال ۲/ ۵۸، دار الفکر)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کو ایسے آدمی کی مثال بیان نہیں کرنی چاہیے تھی۔

اصول پسندی

شیخ رحمۃ اللہ علیہ ان اصولیوں میں سے تھے جن کی اصول پرستی واعتدال پسندی مثالی ہوتی ہے، جن کے ہاں یار و اغیار کے لئے دینے اور لینے کا پیمانہ ایک ہی ہوتا ہے، آیت:
﴿وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ﴾ (الانعام: ۱۵۲)
کے تحت اگر اصول کے میزان میں کسی اپنے کی بات بھی ہلکی ہے تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ اسے کبھی وزنی کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے، بلکہ رد کر دیتے تھے۔

مخالف کی بات بھی اگر اصول پر درست معلوم ہوتی تو اسے درست کہنے میں قطعاً جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔
یہی بات ہے کہ مقلدین ومتساہلین آپ رحمۃ اللہ علیہ کو متشدد کہتے ہیں، اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں کا میزان اصول و عدل پر نہیں بلکہ تقلید وتساہل پر قائم ہے۔

ظاہری بات ہے کہ اگر اعتدال کو تقلید وتساہل کے میزان پر پرکھا جائے گا تو اعتدال تشدد اور معتدل متشدد ہی نظر آئے گا۔

اندازِ تدریس

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تدریس کا یہ خاصا بھی تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ دوران تدریس میں ضروری ومختلف فیہ مسائل بقدر تفصیل بیان فرماتے۔ مخالف کے دلائل کو نہایت منصفانہ انداز میں پیش کرتے، پھر اصول کے تحت ان کے حقائق بھی واضح فرماتے کہ عام سے طالب علم کو بھی صحیح وغلط کے درمیان تفریق کرنا مشکل نہیں لگتا تھا۔ مثلاً: آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حسن لغیرہ (ضعیف+ضعیف = صحیح) کے مسئلے پر دوران تدریس میں پر مغز گفتگو فرمائی تھی۔ کئی مثالیں بیان فرمائیں جنھیں فریق مخالف قبول کرنا گوارہ نہیں کرتا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے دوران تدریس میں ان کے اعتراضات کے بارے میں بھی سوال کیے جاتے تھے۔ ایک بار کسی طالب علم نے پوچھا: استاد جی! بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا ضعیف+ضعیف = صحیح والا اصول 0+0=1 پر فٹ نہیں کرنا چاہیے بلکہ 1/2+1/2=1 پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ ہم حسن لغیرہ ان روایات کے مجموعے کو کہتے ہیں جن کا ضعف خفیف، یعنی ہلکا ہو نہ کہ شدید ہو۔ خفیف ضعف یعنی ان کا کوئی راوی کذاب اور وضاع نہ ہو بلکہ معمولی ضعف کا حامل ہو تو ہم ایسی روایات کو حسن لغیرہ بناتے ہیں جس میں کوئی حرج نہیں۔

جواباً شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی مفصل گفتگو فرمائی۔ زیر گفتگو ئی ایسی مثالیں ذکر کیں جنھوں نے واضح کر دیا کہ یہ اصول بھی نرا کھوکھلا ہے۔ ان تمام مثالوں کا احاطہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں۔ صرف چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:
مروجہ حسن لغیرہ کی حجیت کے دعویدار اپنے اصولوں کے تحت ان روایات کو حسن لغیرہ ماننے کے لئے قطعاً تیار نہیں۔ ان

کے اصول پر ان روایات کا ضعف خفیف ہے نہ کہ شدید۔

۱: عدم رفع الیدین کی روایات:

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عدم رفع الیدین کی روایت

(سنن ابی داود: ۷۴۸، سنن ترمذی: ۲۵۷، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۱۸۵، دارالحدیث القاہرہ)

ضعف: سفیان ثوری کی تدلیس (جو کہ ضعف خفیف ہے نہ کہ شدید)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی عدم رفع الیدین کی روایت

(سنن ابی داود: ۷۴۹)

ضعف: یزید بن ابی زیاد کا ضعیف ہونا، یہ بھی ضعف خفیف ہے، کیونکہ یزید تو غیر اصول میں صحیح مسلم کا راوی ہے۔ (میزان الاعتدال ۴/ ۴۸۸، دارالفکر)

آلِ تقلید کی طرف سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی پیش کی جانے والی روایت (السنن الکبریٰ للبیہقی ۵/ ۱۹۷۔۱۹۸)

ضعف: ایک سند میں ابن جریج کا عنعنہ دوسری سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا ضعیف ہونا۔ یہ ضعف بھی خفیف ہے نہ کہ شدید۔

کیونکہ ابن جریج تو امت کے ایک ثقہ فقیہ ہیں۔

(تقریب التہذیب ص ۴۰۸)

ابن ابی لیلیٰ پر بھی خفیف جرح ہے۔

بیہقی کہتے ہیں: " غير قوي فی الحديث "

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: " صدوق سيئ الحفظ "

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۵/ ۱۶۸، تقریب التہذیب ص ۵۸۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصانیف سے واقفیت رکھنے والے خوب سمجھتے ہیں کہ یہ جرح خفیف ہے نہ کہ شدید۔ اسی طرح عدم رفع الیدین کی کئی ضعیف روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

معلوم نہیں کہ ضعیف خفیف + ضعیف خفیف = صحیح یا 1/2+1/2=1 کا نعرہ لگانے والے اپنا یہ اصول ادھر کیوں بھول جاتے ہیں؟؟ دھڑلے سے کہتے ہیں کہ عدم رفع الیدین کی تمام روایات مردود ہیں۔ انھیں چاہیے کہ ایسا نہ کہیں بلکہ اصول کی پاسداری کریں ضعیف + ضعیف = حسن کہہ کر صحیحین وغیرہ کی روایات سے تطبیق دینے کے لئے کوئی دوسرا اصول وضع کر ڈالیں۔

شعبان کی لیلۃ النصف کے فضائل کی روایات

شیخ رحمہ اللہ نے مثال بھی ارشاد فرمائی کہ یہ روایت بھی کافی طرق سے منقول ہیں، بلکہ علامہ ابن دبیثی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۳۷) نے تو ایک مکمل کتاب بھی لکھ رکھی ہے۔ جو بنام "ليلة النصف من شعبان" مکتبہ مؤسسہ قرطبۃ سے مطبوع ہے۔ اس میں بھی کافی روایات علامہ ابن دبیثی نے نقل کی ہیں۔ یہ سارے ضعف خفیف کے حامل طرق "يقوي بعضها بعضًا" کے گن گانے والوں کے نزدیک حسن لغیرہ بھلا کیوں نہیں بن جاتے ؟!

۳: تلك الغرانيق العلىٰ و إن شفاعتهن لترتجى

اس سے متعلق بھی شیخ رحمہ اللہ نے مثال بیان کی۔

جس کے متعلق پاکستانی علماء کے استفتاء پر علامہ البانی رحمہ اللہ نے مکمل تصنیف تالیف فرمائی تھی جو بنام "نصب المجانيق لنسف قصة الغرانيق" مطبوع ہے۔

اس میں آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " بل هو باطل موضوع." (نصب المجانیق ص ۴، المکتب الاسلامی)

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ متن تو مختلف ضعیف اسانید سے

ثابت ہے اور جن کا ضعف بھی خفیف ہے۔اس کی ایک سند کا ضعف صرف یہ ہے کہ اس میں ایک مجہول راوی ہے۔ دوسری سند کا ضعف یہ ہے کہ اس میں کچھ اوہام ہیں، پھر یہ روایت بھلا ضعف خفیف + ضعف خفیف = صحیح کے اصول کے تحت حسن لغیرہ کیوں نہیں بن سکتی؟ جبکہ بعض متاخرین نے اس کی تحسین بھی کر رکھی ہو!!!

ایسی اور کئی مثالیں بیان کیں جن سے حقیقت کھل کر واضح ہوگئی کہ یہ ایک ایسا شاذ اصول ہے کہ کوئی بھی اس پر مکمل طور پر پورا نہیں اتر رہا۔ یہاں یہ الگ بات ہے کہ مفاد کی حد تک اس اصول پر چلا جائے جب مفادات پر زد پڑے تو اسے نظر انداز کر دیا جائے۔

تنبیہ: شیخ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حسن لغیرہ کی وہ قسم حجت ہے جو ضعیف + صحیح = صحیح پر مبنی ہے۔اس کی حجیت پر متقدمین و متاخرین سب کا اتفاق ہے۔

مردود قسم صرف وہ ہے جو ضعیف+ضعیف=حسن یا صحیح کے اصول پر مبنی ہے۔

اسی طرح شیخ رحمہ اللہ طلباء کے سامنے مسئلہ تدلیس کو بھی خوب واضح فرمایا کرتے تھے۔ مدلسین کے طبقات کو بنیاد بنا کر جو لوگ قلیل التدلیس یا کثیر التدلیس کا شوشہ چھوڑتے ہیں وہ عام طور پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب ''طبقات المدلسین'' ہی کو حرف آخر یا قول فیصل سمجھتے ہیں تو اس سلسلے میں آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے یہ کتاب تو خود مصنف کے نزدیک بھی حرف آخر اور قول فیصل کا درجہ نہیں رکھتی۔

پھر آپ نے مثالوں کی صورت میں براہین و دلائل پیش کیے، ان سب کا یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں، صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حافظ ابن حجر نے طبقات المدلسین میں ''اعمش'' کو طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔

(طبقات المدلسین ص ۳۳ ت ۵۵ مکتبۃ المنار)

اور انھوں نے یہ صراحت بھی کر رکھی ہے کہ طبقہ ثانیہ کے مدلسین کی روایت مقبول ہے، لیکن اپنی اس بات کا ''التلخیص الحبیر'' میں خود ہی رد فرماتے ہیں۔

ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

'' و عندي أن الإسناد الحديث الذي صححه ابن القطان معلول لأنه لا يلزم من كون رجاله ثقات ان يكن صحيحًا لأن الأعمش مدلس ... إلخ''

(التلخیص الحبیر ۳/ ۴۸، دار الکتب العالمیہ)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بتایا کہ اعمش طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے اور طبقہ ثانیہ کے لئے اصول وضع کیا کہ ان کی روایات مقبول ہیں، لیکن طبقات المدلسین کے اس اصول کو خود ہی ''التلخیص الحبیر'' میں رد کر دیا۔

پھر شیخ رحمہ اللہ فرماتے کہ جو کتاب خود مؤلف کے نزدیک ہی حرف آخر کا درجہ نہیں رکھتی تو دوسرے لوگ کیوں اسے وحی الٰہی کی طرح حرف آخر سمجھ رہے ہیں؟ کہ اسے اصول کا درجہ دے کر صحت و سقم کی بنیاد ہی اس پر رکھ دی ہے۔

الرجوع الی الحق

وہ عظیم ترین صفت جس سے متصف ہونا ہر مسلمان کے لئے بالعموم اور اہل علم و فضل کے لئے بالخصوص بہت ضروری ہے، یعنی قبول حق اور اس کی طرف رجوع کر کے اس کا احترام کرے۔ خطا سے دور رہنے کی کوشش کرے،

بالخصوص جب لوگ اسے سند وحجت قرار دیتے ہوں۔

اظہارِ حق چاہے علانیہ طور پر ہو یا کسی خفیہ خط کتابت سے۔ کسی قریبی دوست سے ہو یا کسی مخالف سے، محبین میں سے کسی کی طرف سے ہو یا کسی عداوت رکھنے والے کی طرف سے، خواہ رتبے میں اس سے بڑا ہو یا چھوٹا حقیقت یہ ہے کہ یہ صفت مومن کا گمشدہ متاع ہے۔

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا یہ پہلو بھی نہایت درخشاں ہے، اس میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اَن مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں: ''ہم جب کسی راوی کو ثقہ وصدوق یا حسن الحدیث یا حدیث کو صحیح وحسن لذاتہٖ قرار دیتے ہیں تو اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے تناقض وتعارض سے ہمیشہ بچتے ہوئے غیر جانبداری سے اور صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے راوی کو ثقہ وصدوق حسن الحدیث اور حدیث کو صحیح وحسن قرار دیتے ہیں۔ ایک دن مر کر اللہ کے دربار میں ضرور بالضرور اور یقیناً پیش ہونا ہے۔ یہ نہیں کہ اپنی مرضی کی روایات کو صحیح وثابت کہہ دیں اور دوسری جگہ اسی کو ضعیف کہتے پھریں۔ یہ کام تو آلِ تقلید کا ہے۔ اگر کوئی شخص میری کسی تحقیق یا عبارت میں تضاد وتعارض ثابت کردے تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علانیہ رجوع کرونگا۔ توبہ کرونگا اور جو بات حق ہے برملا اس کا اعلان کروں گا۔ لوگ ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں۔ بس اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اے اللہ میری ساری خطائیں معاف کردے۔ آمین

صحیح بخاری وصحیح مسلم اور مسلک حق مسلک اہلحدیث کے لئے میری جان بھی حاضر ہے۔ یہ باتیں جذباتی نہیں بلکہ میرے ایمان کا مسئلہ ہے۔ (مقالات ۲/۲۵۹-۲۶۰)

قارئین کرام! ذکر کردہ عبارت کو بار بار پڑھیں، پھر اندازہ لگائیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کس قدر للّٰہیت وایمانی غیرت سے پُر تھے کہ رجوع الی الحق کو اپنے لئے راہ نجات سمجھتے تھے اور اس کی عملی مثالوں سے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف بھری پڑی ہیں۔

اس بحث کے تحت دلچسپ بات یہ ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اندر یہ خوبی اس قدر پیوست تھی کہ اس عمل کے لئے کسی بڑے عالم ومحدث کی بات یا گواہی کی ضرورت نہیں ہوتی تھی بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ تو ادنیٰ درجے کے طالب علم کی بات کے اندر بھی اگر حق کے قرائن پاتے تو فوراً اس کی بات کی طرف رجوع فرما لیتے، مثلاً:

ایک مرتبہ کلاس کے اختتام پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ طلبا کے ہمراہ تھے کہ ایک طالب علم نے عرض کیا: استاد جی! آپ نے ابو داود کی اس روایت کو حسن قرار دیا ہے: " عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ: كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ، فَإِذَا رَآهُ تَمَطَّى، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيمُوا دِينَكَ قَالَتْ: ثُمَّ يُؤَذِّنُ، قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُهُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي هَذِهِ الْكَلِمَاتِ" (سنن ابی داود: ۵۱۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۴۲۳ ح ۱۹۹۵)

اس سے اکثر مبتدعین اذان سے قبل درود وسلام ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ آپ کے علاوہ بعض دیگر اہل علم نے اس کی تضعیف کی ہے۔ مثلاً علامہ علائی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی (۷۶۱) فرماتے ہیں: " و ذكره ابن مديني لم يثبت له لقاء زيد بن ثابت"

(جامع التحصیل للعلائی ص ۲۳۶، عالم الکتب بیروت)

یعنی امام ابن مدینی رحمہ اللہ کی طرف منسوب بات سے علامہ علائی رحمہ اللہ یہ ثابت کررہے ہیں کہ عروہ کی زید بن ثابت سے ملاقات ثابت نہیں، جبکہ زیر بحث روایت تو عروۃ رحمہ اللہ "امرأة من بني نجار" سے نقل کرتے ہیں۔

اور وہ زید بن ثابت کی ماں نوار بنت مالک ہیں۔

(الاصابہ ۱/۴۹۱، دارالکتب العالمیۃ)

جب بیٹے سے ملاقات ثابت نہیں تو ماں سے بالاولیٰ مشکل ہے۔

اور اس علت کے بارے میں السنن الکبریٰ للبیہقی کے محقق اسلام منصور عبدالحمید لکھتے ہیں:" و هٰذه علة خفية"

(التعلیق علی السنن الکبریٰ ۱/۶۹۴)

شیخ رحمہ اللہ طالب علم کی یہ بات بڑے غور سے سنتے رہے۔ آخر میں فرمایا کہ علامہ علائی رحمہ اللہ کی بات تو مجھے بھی وزنی معلوم ہورہی ہے۔ میں ان شاء اللہ اس روایت پر غورو فکر کروں گا۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ کس قدر حق کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ آپ یہ نہیں دیکھتے تھے کہ قائل کون ہے، بلکہ حق کو پہچاننے کے بعد فوراً "الرجوع الی الحق" کرلیتے تھے۔

خوش مزاجی اور مزاج میں سادگی

مزاج میں سادگی بھی اللہ پاک کی ایک انمول عطا ہے۔ عوام الناس کو اپنے قریب کرنے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ انسانیت کے عظیم خیر خواہ محمد رسول اللہ ﷺ اس قدر سادہ مزاج تھے کہ لوگوں میں بالکل گھل مل کر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ کوئی آنے والا آتا تو اسے بعض اوقات پوچھنا پڑتا: "أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ ﷺ" کہ تمھارے درمیان محمد ﷺ کون ہیں؟ (صحیح البخاری:۶۳، ابوداود:۴۸۶)

بلکہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، سائل نے سوال کیا کہ " أَفِيكُمُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ "تمھارے درمیان ابن عبدالمطلب (یعنی نبی ﷺ) ہیں؟

(مسند ابی داود الطیالسی ۲/۶۷۰، دارالکتب العلمیہ)

یہ نبوی سادگی بحیثیت میراث نبوی امت کی طرف منتقل ہوتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچی، پھر ان سے تابعین تک، پھر آگے علمائے امت کو میراث نبوی ملی، لیکن افسوس کہ دور حاضر میں یہ صفت بھی مفقود ہوتی جارہی ہے۔ بہت ہی کم علماء ہیں جن کے حصے میں یہ نعمت آئی ہوگی۔ وگرنہ آج امت کے علماء کا مزاج بھی کچھ اس طرح کا ہے کہ عام بندگانِ خدا تو ان سے میل جول رکھنے کا سوچ بھی نہیں سکتے، بلکہ قوم کے وڈیروں، چودھریوں اور سیاسی علمبرداروں کی طرح علمائے وقت کی ملاقات کے لئے بھی کئی روز تک منتیں کرنی پڑتی ہیں جس کی وجہ سے اس امت کے علماء جو کہ حقیقی طور پر اس امت کے اطباء ہیں عامۃ الناس سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں۔ نتیجتاً امت کے اندر گمراہی کا دور دورا ہے۔ ان کم یاب علماء میں حضرو کی جامع مسجد اہلحدیث میں ایک مرد فقیر نظر آتے تھے جس کی ہر ادا سے فقیری اور سادگی ہی ٹپکتی تھی۔ جس کے آس پاس بھی مصنوعی رعب اور بناوٹی گھمنڈ نہ تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کا علمی رعب کچھ ایسا تھا کہ بڑے بڑے بھی ان کے سامنے اپنے ارادوں کو سکیڑتے نظر آتے۔

علماء، طلباء اور عام عوام سے میل جول تو اور بات ہے۔ آپ رحمہ اللہ تو بچوں کے ساتھ جس انداز سادگی سے پیش آتے

تھے وہ بھی یقیناً مثالی ہے، کیونکہ کئی بار دیکھا گیا کہ وقت کا محدث حضرو کی جامع مسجد کے صحن میں برادر حافظ ابوالعباس کی ننھی بچی کے ساتھ کھیلتے اور توتلی زبان میں باتیں کرتے رہتے تھے۔

مزاج میں محبت والفت

محبت والفت بھی انسانیت کا ایک زیور ہے۔ اگر یہ مفقود ہو جائے تو ہر رشتہ بے جان سا رہتا ہے اور اگر یہ کہیں مہک اٹھے تو ایسے رشتے جوڑ دے کہ صُلبی ونسبی رشتے بھی ماند پڑ جائیں۔

شیخ رحمہ اللہ تو یقیناً ایک مجسمۂ محبت تھے۔ وہ آخری ملاقات جو شیخ رحمہ اللہ سے وقتِ عشاء حضرو کی جامع مسجد میں ہوئی۔ جس میں شیخ رحمہ اللہ ہم سندھی طلباء کو اپنے علاقوں کی طرف رخصت فرما رہے تھے، واللہ! وہ رخصتی کا انداز ہم کبھی نہیں بھلا سکتے۔ پدرانہ شفقت سے بڑھ کر اظہار فرمایا، اس کا مثالی انداز یہ تھا کہ آپ رحمہ اللہ ہمیں تادیر سینے سے لگاتے جاتے اس کے ساتھ ہمارے ماتھے چومتے جاتے اور فرماتے جاتے کہ اللہ تم لوگوں کو خیر وعافیت سے اپنے گھروں کو پہنچائے۔

شیخ رحمہ اللہ طلباء کے لئے بے حد محبت کرنے والے شفیق باپ کی مانند تھے۔ ایک بار ہم حافظ شیر محمد حفظہ اللہ کے برادر (ان کا نام غالباً امیر محمد ہے) کے گھر بعد از مغرب شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ رحمہ اللہ سے ایک طالب وخادم نے سوال کیا: استاد جی آپ کے کتنے بیٹے ہیں؟ فرمانے لگے: میرے سارے طلبہ میرے بیٹے ہیں۔ تم لوگ میرے بیٹے ہو۔ میں تم لوگوں سے اولاد سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ بس حقیقت یہ ہے کہ تم طلباء ہی میری اولاد ہو۔

جذبہ اطاعت کتاب وسنت

شیخ رحمہ اللہ کے علم میں جو چیز آجاتی اس پر عمل پیرا ہونے کی حتی المقدور کوشش کرتے تھے، گویا عہد اسلاف کی یادگار تھے۔ صوم، صلوٰۃ، زہد، ورع کے ساتھ انھوں نے ہر اس عمل کا اہتمام کر رکھا تھا جو عنداللہ مطلوب و ماجور تھا اور ہر اس کام سے کنارہ کش تھے جو عنداللہ مکروہ و ناپسند تھا۔

اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: جب سے میں نے یہ حدیث پڑھی ہے: ((مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ أَعَانَ عَلَى هَدْمِ الْإِسْلَامِ .))

''جس نے بدعتی کی تعظیم کی تحقیق اس نے اسلام کی عمارت گرادی۔''

(الشریعۃ للآجری ۲۵۴۲/۵، دارالوطن، وقال الشیخ رحمہ اللہ: حسن)

اس کے بعد میں بدعتیوں کو قطعاً سلام نہیں کرتا، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی بدعتی کے سلام کا جواب نہیں دیتے تھے۔ (دیکھئے سنن الترمذی: ۲۱۵۲)

نیز فرمانے لگے: ایک دفعہ میں نے کسی تقلیدی مولوی سے فون پر بات کی اور اس کو سلام نہ کیا۔ اس پر وہ اصرار کرنے لگا کہ پہلے سلام کرو پھر گفتگو کرو۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اسے کہا: کچھ بھی ہو جائے میں کسی بدعتی کو سلام نہیں کروں گا حتیٰ کہ اس تقلیدی نے فون کاٹ دیا، لیکن میں نے اسے سلام نہیں کیا۔

اسی طرح ایک بار شیخ رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ تقلیدیوں کا ایک رسالہ حضرو میں آنا بند کر دیا گیا ہے، وہ تقلیدیوں نے اس لیے بند کیا ہے کہ میں اس کا رد لکھتا ہوں۔ ایک طالب علم

نے عرض کیا: استاد جی! کیا میں یہ رسالہ اس طریقے سے منگوا سکتا ہوں کہ آل تقلید کے مذکورہ رسالے کے دفتر پر فون کر کے کہوں کہ میں تقلیدی ہوں مجھے یہاں رسالہ چاہیے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: خبردار! بیٹے ایسا کام ہرگز نہ کرنا، کیونکہ اسلام میں جھوٹ حرام ہے۔ یہ رسالہ ہم تک پہنچے یا نہ پہنچے، لیکن ہم قطعاً جھوٹ بول کر اللہ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

قیمتی اور انمول نصائح

شیخ رحمۃ اللہ علیہ جہاں طلباء کی علمی تشنگی کو اپنے تبحر سے سیراب فرماتے وہاں انھیں قیمتی نصیحتوں سے بھی بہرہ مند فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ طلبائے حدیث کو تو یہ عزم کر لینا چاہیے کہ تمام کتب احادیث کا مکمل مطالعہ کرنا ہے۔ اس کے ساتھ علوم حدیث کی مستند کتابوں کا مطالعہ بھی بے حد ضروری ہے۔ ایک طالب علم نے عرض کیا: استاد جی! ویسے تو اصول حدیث کی کتابیں بہت ہیں بھلا ان میں سے بھی کچھ خاص ہیں؟ فرمایا: ہاں، حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی معرفہ، خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی کفایہ کو مکمل پڑھنا چاہیے۔ ''الجامع لاخلاق الراوی'' تو ایسی کتاب ہے کہ اس کا تو بار بار مطالعہ کرنا چاہیے، متاخرین کی تصانیف میں سے معلّمی رحمۃ اللہ علیہ کی ''التنکیل'' بے حد مفید ہے۔

اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء کو وصیت فرمائی کہ وہ سلفی اہل حدیث بنیں۔ شخصیت پرست وتقلیدی اہلحدیث ہرگز نہ بنیں، قرآن وسنت کو فہم سلف صالحین کے مطابق سمجھنے کی کوشش کریں۔ قرآن وسنت کی بقا وبلندی کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہیں۔ دامنِ اعتدال زندگی بھر چھوٹنے نہ پائے۔

ان نصائح کے ساتھ ساتھ شیخ رحمۃ اللہ علیہ بار بار طلباء کو اصولوں کی پاسداری کی وصیت فرماتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اصولوں کی جوڑ توڑ اپنے بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھتے ہیں۔ اصول، مقاصد و مفادات کے مطابق ہو تو سرِ تسلیم خم اور ان ہی اصولوں سے جب مفادات پر زد پڑتی ہے تو ان کے ازلی دشمن دکھائی دیتے ہیں۔

قارئین کرام! شیخ رحمۃ اللہ علیہ جہاں ایک محدث العصر ومحقق العصر تھے وہاں ایک مثالی مربی، مدرس، محسن اور شفیق باپ کی مانند محبّ بھی تھے۔ ایک کامل استاذ بھی تھے تو ایک وفادار دوست بھی۔ اہل حق کے لئے سایہ دار درخت بھی تھے۔ تو اہل باطل کے لئے ننگی تلوار بھی۔ جہاں وہ بے لوث بے لچک مبلغ بھی تھے تو وہاں جرأت، جسارت اور بے باکی کے والے بھی تھے۔

لیکن افسوس کہ اتنے اوصاف وخصائص کے مالک ۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء بمطابق ۵/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بروز اتوار کو ہمیں داغ جدائی دے کر ہم سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئے۔ اس روشن ضمیر محسن ومربی کا بچھڑ جانا یقیناً ایک ایسا پرسوز امر ہے کہ عموماً جماعت اہل حدیث خصوصاً طلبائے حدیث اس درد و الم کو تاحیات اپنے سینوں میں محسوس کرتے رہیں گے۔

اب حال تو یہ ہے کہ طلبائے حدیث کے سینے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یادوں کے سفینے بن چکے ہیں، لیکن ان سب چیزوں کے باوجود ہم اللہ کی رضا پر راضی ہیں۔

((إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ، وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ، وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا، وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ لَمَحْزُونُونَ.))

اب ہمیں چاہیے کہ اپنے محبوب ومربی رحمۃ اللہ علیہ کے عزم واستقلال کی آبیاری کی کوشش کریں۔ ان کے اس منہج سلیم کو عام کرنے

کی کوشش کریں جس منہج سلیم کی برتری کے لئے انھوں نے زندگی وقف کررکھی تھی۔ ع

میرے ویرانے سے کوسوں دور ہے تیرا وطن
ہے مگر دریائے دل تیرے کشش سے موجزن

استاد جی رحمہ اللہ

مولانا عبدالرحمان اثری حفظہ اللہ *

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ.))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ رب العالمین کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تو بھی اس سے محبت کرتو جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریل علیہ السلام آواز دیتے ہیں آسمان والوں میں کہ اللہ رب العالمین فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، پس تم بھی اس سے محبت کروتو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں، پھر اس بندے کی مقبولیت زمین میں رکھ دی جاتی ہے۔'' (صحیح البخاری:3209)

محقق العصر ذہبی زماں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت کو اللہ رب العالمین نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی، ان سے والہانہ محبت کرنے والے اور انھیں چاہنے والے بڑی تعداد میں ملک و بیرون ملک موجود ہیں، ان میں کافی تعداد ان کی ہے جنہوں نے صرف استاد محترم رحمہ اللہ کی تصانیف پڑھی ہیں ان کو استاد محترم کی زیارت اور پاس بیٹھنے کا موقع نہیں ملا، لیکن اس کے باوجود استاد جی رحمہ اللہ سے وہ والہانہ محبت رکھتے ہیں۔ شیخ رحمہ اللہ کو چاہنے والوں میں علماء، طلبا، اور عوام الناس کی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ استاد جی کی وفات کی خبر سن کر ان میں سے ہر کوئی یوں محسوس کر رہا تھا جیسے اسکے خاندان کے ساتھ یہ مسئلہ پیش آیا ہو یہ خبر سن کر سکتہ طاری ہوگیا، غم سے نڈھال زاروقطار آنسو گرے، بے شمار دل افسردہ ہوئے، لیکن سب نے تقدیر کو غالب سمجھتے ہوئے استاد جی کی مغفرت، درجات کی بلندی کی دعائیں کرنا شروع کردیں اور یہی وہ مقبولیت ہے جو اللہ رب العالمین اپنے خاص بندے کو عطا فرماتا ہے۔

استاد جی رحمہ اللہ کو اللہ رب العالمین نے اسماء الرجال جیسے عظیم فن میں معرفت تامہ بھی دی اور عظیم کام بھی لیا، اس مشکل فن کو استاد جی رحمہ اللہ نے کما حقہ سمجھا، پھر طلبا کو احسن انداز سے سمجھایا، حدیث کی صحت اور ضعف کے حوالے سے علماء تو علماء عوام الناس کا ذہن بھی بنایا اور اسماء الرجال کے مشکل فن کو انتہائی آسان کرکے پیش کیا، آج الحمدللہ! اہل حدیث کے عوام استاد جی رحمہ اللہ کی کتب سے استفادہ کرکے اہل باطل کو ناکوں چنے چبوا رہے ہیں انکے سامنے کوئی

* مدرس جامعہ تعلیم القرآن والحدیث، حیدرآباد سندھ

روایت پیش کی جاتی ہے فوراً اس کی صحت معلوم کرتے ہیں اس سے اگر چہ قصہ گو لوگوں کے لیے بڑی مشکلات ہوگئی ہیں، لیکن استاد جی رحمہ اللہ کی محنت سے کھرا اور صاف ستھرا دین لینے کا عوام کا ذہن بن چکا ہے۔

آپ نے حدیث پر حکم لگانے کے متعلق سلف سے جو اصول لیے کما حقہ بڑی سختی سے ان کی پابندی کی اور اپنے تلامذہ کو بھی اسی کی تلقین کرتے رہے، انتہائی غیر جانبدار ہو کر حدیث پر حکم لگاتے تھے، ذرہ برابر بھی آپکا مسلک حدیث پر حکم لگانے میں اثر انداز نہ ہوا، ان لوگوں کا بھر پور رَد فرماتے تھے جنہوں نے وضع کردہ اصولوں کو تار عنکبوت تصور کرتے ہوئے انکے پرخچے اڑائے، میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو کے مصداق بن گئے۔ اپنی مایہ ناز تصنیف نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین میں ایک مقام پر یوں فرماتے ہیں:

’’غیر جانبدارانہ تحقیق

قارئین کرام ! اس کتاب میں ’’اصول‘‘ کو سختی کے ساتھ مدنظر رکھا گیا ہے۔ راویوں کی توثیق وتضعیف اور کسی حدیث کی تصحیح وتضعیف میں جمہور محدثین کی تحقیقات کو لازمی ترجیح دی گئی ہے جو روایت جمہور علمائے مسلمین کی تحقیق کے مطابق صحیح یا حسن ہے اسے صحیح وحسن تسلیم کر کے استدلال کیا گیا ہے اور جو روایت علمائے مسلمین کے نزدیک ضعیف ومنکر وغیرہ ہے اسے ضعیف ومنکر قرار دے کر رد کر دیا ہے۔ اسماء الرجال کے میدان میں خواہشات نفسانیہ کو مدنظر بالکل نہیں رکھا گیا۔‘‘

(نور العینین طبع اول صفحہ 49)

اس عبارت سے استاد محترم رحمہ اللہ کا حدیث پر حکم لگانے کے حوالے سے غیر جانبدارانہ منہج بالکل کھل کر سامنے آچکا ہے، یہی وجہ ہے کہ استاد جی رحمہ اللہ اپنی تصانیف میں جا بجا ان نام نہاد محققین کی خوب خبر لیتے نظر آتے ہیں جنہوں نے راویانِ حدیث پر حکم لگاتے وقت انصاف کا خون کرتے ہوئے ایک ہی راوی کو اپنی دلیل میں ثقہ، جبکہ مخالف کی دلیل میں ضعیف قرار دے دیا، دوسرے لفظوں میں اس راوی کی تدلیس اپنی دلیل میں مقبول مخالف کی دلیل میں مضر قرار دے دی۔

اسی مقبول عام کتاب نور العینین میں فرماتے ہیں:

’’ابو قلابہ جو کہ مدلس نہیں تھے ان کے عنعنہ کو رد کرنا اور ثوری جو کہ ضعفاء سے تدلیس کرتے تھے کے عنعنہ کو قبول کرنا انصاف کا خون کرنے کے برابر ہے اللہ تعالیٰ ظالموں سے ضرور حساب لے گا اس دن اس کی پکڑ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ اعاذنا اللّٰہ من شر ذلك الیوم!‘‘

(نور العینین طبع اول صفحہ 125)

حیدرآباد دو مرتبہ آنے کی وجہ سے استاد محترم کو قریب سے دیکھنے، پاس بیٹھنے، ان سے کچھ سیکھنے اور حاصل کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ الحمد للہ! انتہائی مشفق، محبت کرنے والے اور شاگردوں کو بھر پور فائدہ دینے والے محسوس ہوئے، کبھی طبیعت میں ناگواری کے آثار نہیں آنے دیے، سوالات کے جوابات دل کھول کر دیتے رہے، حالانکہ جب حیدرآباد آئے تھے تو ان کی طبیعت خراب تھی۔ امیر محترم ڈاکٹر عبدالرقیب صاحب حفظہ اللہ نے چیک اپ کروا کر میڈیسن تجویز کی تھی، اسکے باوجود استاد جی نے طلبا کو بھر پور مستفید کیا۔ جزاہ اللہ خیرا

راقم کا استاد جی رحمہ اللہ سے تقریباً چھ سات سال سے فون پر رابطہ تھا، اس سے قبل مجلّہ شھادت میں باب الفتاوی

میں استاد جی کے فتاویٰ پڑھتا تھا۔ راقم کو سب سے زیادہ جس چیز نے متاثر کیا، وہ تھی استاد محترم کا برجستہ جواب دینا راویوں کے حوالے سے استاد جی کو فون کرتا تو فوراً اسکا ترجمہ بتا دیتے تھے۔

مالک الدار کی مندرجہ ذیل روایت نظر سے گزری:

حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ مَالِكِ الدَّارِ قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ عَلَى الطَّعَامِ، قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ، فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اسْتَسْقِ لأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا، فَأَتَى الرَّجُلَ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: ائْتِ عُمَرَ فَأَقْرِئْهُ السَّلامَ، وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مُسْتَقِيمُونَ وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسُ، عَلَيْكَ الْكَيْسُ، فَأَتَى عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ، ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ لاَ آلُو إِلاَّ مَا عَجَزْتُ عَنْهُ. مصنف ابن ابی شیبهكتاب الْفَضَائِلِ مَا ذُكِرَ فِي فَضْلِ عمر بنِ الخطّابِ رضی اللہ عنہ.

اس کی صحت وضعف معلوم کرنے کی کوشش کی تو ضعف کی عجیب وغریب علّتیں پڑھنے کو ملیں کسی نے کیا کہا تو کسی نے کیا۔ دل مطمئن نہیں ہو رہا تھا۔ آخر استاد محترم رحمۃ اللہ کی تحریر پڑھی۔

الاعمش سلیمان بن مہران مدلس ہیں، یہ روایت عن سے بیان کی ہے جس کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن مشکلات ان کو پیش آئی جنہوں امام ذہبی رحمۃ اللہ کی وجہ سے درج ذیل بات کو حرف آخر سمجھ لیا: قُلْتُ: وَهُوَ يُدَلِّسُ، ورُبَّمَا دَلَّسَ عَنْ ضَعِيفٍ، وَلاَ يَدْرِي بِهِ، فَمَتَى قَالَ حَدَّثَنَا فَلاَ كَلاَم، ومتَى قَالَ "عَنْ" تطرُق إلى احْتِمَالِ التَّدلِيْسِ إلاَّ فِيْ شُيُوخٍ لَهُ أَكْثَرَ عَنْهُم: كَإِبْرَاهِيْم، وَابْنِ أَبِي وَائِلٍ، وَأَبِي صَالِحٍ السَّمَانِ، فَإِنَّ رِوَايَتَهُ عَن هَذَا الصَّنفِ مَحْمُوْلَةٌ عَلَى الاتِّصَالِ. (ميزان الاعتدال 2/224)

تفصیل کا یہ موقع نہیں استاد جی رحمۃ اللہ نے بڑا زبردست جواب دیا جس پر دل مطمئن ہوا، کچھ ہی عرصہ قبل ایک ''فیس بکی'' محقق سے بات ہو رہی تھی، وہ مجھے سلف صالحین کا منہج اپنانے کی ''نصیحت'' کررہے تھے، دوران گفتگو میں محقق صاحب نے نکتہ بتایا کہ ایک ہی محدث کے کسی ایک راوی کے بارے میں دو مختلف حکم ثقہ وضعیف آجائیں تو دونوں کو ساقط نہیں کریں گے۔

یہاں بھی یہ مسئلہ آسانی سے شیخ نے سمجھایا کہ اگر کسی راوی کے بارے میں ایک ہی محدث کے دو متضاد اقوال ہوں تو وہ دونوں ہی ساقط ہوں گے۔

بعد میں میری استاد محترم سے بات ہوئی تو ان سے معلوم کیا، انھوں نے فرمایا: یہ بات تو امام ذہبی رحمۃ اللہ نے بھی لکھی ہے۔ عبدالرحمان بن ثابت بن صامت کے بارے میں ابن حبان رحمۃ اللہ کے دو متضاد قول پائے جاتے ہیں تو امام ذہبی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔

وَقَالَ ابنُ حِبان: فَحُشَ خِلافُه للأثْباتِ فَاسْتَحقَّ التَّرْك، قُلْتُ: وَرَوى عَنْهُ ابْنُه عَبْدِاللّٰه، وَذَكَرَهُ أَيْضًا ابنُ حِبَانَ فِي الثِّقَاتِ فَتَسَاقَطَ قَوْلاَه.

(میزان الاعتدال 2/552 رقم ت: 4829)

ایک مرتبہ میرے استاد شیخ بشیر عسکری صاحب حفظہ اللہ اور راقم نے تاریخ بغداد کے راوی کے حوالے سے رابطہ کیا تو شیخ

محترم نے بتایا میں بازار میں ہوں، ہم نے جب راوی کا نام لیا تو فوراً استاد جی نے اسکی معلومات دے دیں، واللہ! ہم حیران ہوکر رہ گئے۔ جب دورے کی کلاس چل رہی تھی امام مسدد کا ذکر آیا استاد جی رحمہ اللہ نے برجستہ انکا پورا نام لیا''مسدد بن مُسَرهد بن مُسَربَل بن مُغرْبَل بن مُرَعْبل بن أَرْمك بن ماهك''

نوابشاہ سے کسی نے مجھ سے فون پر پوچھا صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث کو بنیاد بنا کر ایک رافضی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر نعوذ باللہ من ذلک نفاق کا الزام لگا رہا ہے، بھائی وکیل ولی قاضی کے توسط سے شیخ محترم سے فون پر رابطہ کیا، اللہ رب العالمین استاد جی کی قبر پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے اسے جنت کا باغیچہ بنائے آمین۔ آپ نے بہت ہی خوب جواب دیا۔

قَتَادَةَ عَنْ أَبِى نَضْرَةَ عَنْ قَيْسٍ قَالَ قُلْتُ لِعَمَّارٍ أَرَأَيْتُمْ صَنِيعَكُمْ هَذَا الَّذِى صَنَعْتُمْ فِى أَمْرِ عَلِىٍّ أَرَأْيًا رَأَيْتُمُوهُ أَوْ شَيْئًا عَهِدَهُ إِلَيْكُمْ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَقَالَ مَا عَهِدَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- شَيْئًا لَمْ يَعْهَدْهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَلَكِنْ حُذَيْفَةُ أَخْبَرَنِى عَنِ النَّبِىِّ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ قَالَ النَّبِىُّ -صلى الله عليه وسلم- **((فِى أَصْحَابِى اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا فِيهِمْ ثَمَانِيَةٌ لاَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ الْجَمَلُ فِى سَمِّ الْخِيَاطِ ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ وَأَرْبَعَةٌ. لَمْ أَحْفَظْ مَا قَالَ شُعْبَةُ فِيهِمْ.))**

(صحیح مسلم: 7212)

استاد محترم کا جواب:

''اولاً تو حدیث کے دوسرے طرق میں اصحابی کی جگہ امتی آیا ہے دوسری بات حدیث کے اندر مذکور دبیلہ بیماری معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی کو لگی ؟ ہرگز نہیں جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس بیماری کا ذکر آتا ہے اسکے راوی واقدی کذاب ہیں۔

قارئین کرام ! یہ تھی وہ چیز جس نے راقم کو شیخ کا گرویدہ بنایا ان ہی باتوں کی وجہ سے راقم کے دل میں شیخ محترم کے لیے والہانہ محبت پیدا ہوئی۔

اور استاد محترم نے ثقہ ساتھیوں کے سامنے راقم کے بارے میں یہ جملے فرمائے:''عبدالرحمان میری اولاد کی طرح ہے''ایک محدث اسما والرجال کے امام کی زبان سے اس خاکسار کے لیے اس طرح کے جملوں کا ادا ہونا بڑا اعزاز ہے۔الحمدللہ

بھائی وکیل ولی قاضی کے ساتھ استاد جی رحمہ اللہ سے استفادہ کرنے فیکٹری میں مدرسے کے اساتذہ کے ساتھ جانے کا موقع ملا، راقم نے شیخ رحمہ اللہ سے کچھ سوالات کیے:

1: آپ کی علامہ البانی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی تھی؟

استاد جی نے فرمایا: بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی۔

2: شیخین شیخ محبّ اللہ شاہ اور شیخ بدیع الدین رحمہما اللہ میں سے اسماءالرجال میں بڑا عالم کون تھا؟

استاد جی رحمہ اللہ نے فرمایا: شیخ محبّ اللہ شاہ رحمہ اللہ، لیکن شیخ بدیع الدین رحمہ اللہ اس طرف توجہ دیتے تو شاید اسماء الرجال میں بھی آگے نکل جاتے وہ تبلیغ میں مصروف رہے۔

3: اس وقت پاکستان میں کون سے بڑے عالم ہیں جن کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہو؟

استاد جی رحمہ اللہ کا جواب تھا: الشیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ اور الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ۔

4: آپ نے کس استاد سے زیادہ علم حاصل کیا، یعنی زیادہ سیکھا؟

آپ نے فرمایا: الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر رحمۃ اللہ علیہ

بعض الناس نے استادِ محترم کی مخالفت میں ان کی بہترین خوبی: رجوع الی الحق کو بھی بطورِ عیب پیش کرنے کی نامراد کوشش کی......

ان سے یہ پوچھا جائے کہ کیا حق بات معلوم ہونے کے بعد اسے اپنانا عیب ہے؟ کیا سلف میں اس طرح نہیں ہوتا آیا کہ انھوں نے کئی مسائل میں اپنے پہلے موقف سے رجوع کیا؟

دور نہ جائیے علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کو لے لیجئے کیا انہوں نے کئی راویوں اور احادیث پر اپنے پہلے حکم سے رجوع نہیں کیا؟

میرے سامنے تراجع العلامۃ الالبانی فیما نص علیہ تصحیحاً وتضعیفاً پڑی ہے، اسے جمع کرنے والے ابوالحسن محمد حسن الشیخ ہیں یہ کتاب 352 صفحات پر اور 222 ایسی احادیث پر مشتمل ہے جن کو امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے صحیح کہا تھا، پھر رجوع کیا، یعنی ضعیف قرار دیا اور اگر پہلے ضعیف کہا تھا، بعد میں رجوع کر کے صحیح قرار دے دیا۔

بتائیں اس پر کیا کہا جائے گا؟ جو چیز شیخ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کریں تو خامی، لیکن وہی امام ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کریں تو خوبی بنے۔ واللہ المستعان

یاد رکھیں حق معلوم ہونے کے بعد اسکی طرف علی الاعلان رجوع کرنا استادِ محترم کی انفرادی خوبی تھی تراجع الالبانی کے مرتب نے کتاب کے مقدمے میں اسی بات کو بطورِ خوبی بیان کیا: ''قول عمر رضي الله عنه لأبي موسىٰ رضي الله عنه

لا يمنعنك قضاء قضيت فيه اليوم فراجعت فيه رأيك فهديت فيه لرشدك أن تراجع فيه الحق فإن الحق قديم لا يبطله شيء ومراجعة الحق خير من التمادى فى الباطل .'' (اعلام الموقعين 1/86)

ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع صادر ہونے کی وجوہات:

1: اخلاص الشيخ رحمه الله و اداء للامانة العلمية: ﴿ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ ﴾......

2: ان تراجع الإمام الباني عنها لايخفض من منزلته ويقلل من شأنه ويوهن من قدره بل هذا لا يزده إلا محبة في قلوب طالبى الحق ولا يزيده إلا رفعًا أمام القادر جل وعلا ولا يزيد طلبة العلم إلا حرصًا على اقتناء كتبه وهذا يدل على انصافه رحمه الله . (تراجع العلامة الالباني فيما نص عليه تصحيحا وتضعيفا 13)

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا مختلف احادیث پر لگائے گئے حکم سے رجوع کرنے سے آپکی قدر و منزلت اور مقام میں کسی طرح کی کمی یا کمزوری واقع نہیں ہوئی، بلکہ اس سے تو حق کی جستجو رکھنے والوں کے دلوں میں آپ کے لیے محبت کے جذبات مزید پختہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق کے نزدیک آپ کی رفعتوں میں اضافہ ہوا، آپ کے اس عمل کی بنا پر طلابِ علم نے آپ کی کتب پر اعتنا کیا ہے، درحقیقت علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خوبی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ایک منصف اور غیر جانبدار محقق عالم دین تھے۔

قارئین کرام! ہم بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے دفاع کے حوالے سے یہ دونوں باتیں پیش کرتے ہیں:

﴿فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾ (الرعد:17)

راقم الحروف کی امام اسماء الرجال، ذہبی زماں اس عظیم محدث سے آخری ملاقات بدین میں محترم ڈاکٹر عبدالحفیظ سموں صاحب کی لائبریری میں ہوئی، راقم نے عرض کیا: شیخ محترم ہمیں حیدرآباد واپس جانا ہے، شیخ سے گلے ملا پیشانی پر بوسہ دیا: "احبك فی اللّٰہ" کہا تو استاد جی نے بھی نے احبك اللّٰہ کی دعا فرمائی، اس طرح ایک عظیم محدث اسماء الرجال کے امام سے آخری ملاقات کا اختتام ہوا۔ (یہ عبارت لکھتے ہوئے آنسو جاری ہیں۔)

استاد محترم رحمۃ اللہ علیہ تو ہم سے جا چکے اب ان کا عظیم الشان منہج، راسخ عقیدہ اور علم سے بھرپور تصانیف موجود ہیں جن کو پڑھ کر بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اسماء الرجال کے حوالے سے نور العینین کو پڑھنا بہت مفید ثابت ہوگا۔ یہ تھیں باتیں جنہیں استاد جی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت میں قارئین کے سامنے بے ربط ٹوٹے پھوٹے جملوں میں بیان کر دیا۔ آخر میں اللہ رب العالمین سے دعا گو ہوں کہ اے رب کریم! استاد محترم کی بشری لغزشیں معاف فرما کر انہیں جنت الفردوس عطا فرما اور ہمیں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے منہج کی جو درحقیقت منہج اسلاف ہے کی کما حقہ ترویج کی توفیق فرما۔ آمین یارب العالمین

ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ

میرے شیخ، میرے محسن، میرے مربی
فضیلۃ الاستاذ محدث العصر علامہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

بروز اتوار بتاریخ ۵/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۰/نومبر ۲۰۱۳ء تقریباً ساڑھے ۹ بجے میرے بیٹے جابر نے مجھے دامان (ضلع اٹک) سے فون کیا کہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ وفات پا گئے ہیں۔ إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون. اللھم أجرني في مصیبتي و أخلف لي خیرًا منھا.

یہ خبر مجھے ریل گاڑی میں اس وقت ملی جب میں شیخ صاحب کی عیادت کے بعد کراچی واپس آ رہا تھا۔ اس خبر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے۔ والدین کی وفات پر غم و الم ایک فطری بات ہے، لیکن محترم شیخ کے بچھڑنے کا جو غم تھا وہ لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

موصوف کی وفات کے بعد ایسا لگا جیسے ہم یتیم ہو گئے۔ علم و عرفان اور عمل کا یہ آفتاب بہت جلد غروب ہو گیا، حالانکہ ابھی ہم نے ان سے بہت کچھ حاصل کرنا تھا۔ شیخ صاحب ہمارا بڑا سرمایہ تھے اور ہم گھر بیٹھے ہی ان سے علم کے موتی و جواہرات حاصل کر لیا کرتے تھے۔ افسوس اب ہمارا وہ سہارا ختم ہو گیا اور معلومات حاصل کرنے کا ایک عظیم الشان دروازہ بھی بند ہو چکا ہے۔

علمائے کرام کا اس طرح دنیا سے اٹھ جانا ہمارا بہت بڑا نقصان ہے کہ جس کی تلافی ممکن نہیں۔ قیامت کی علامات

میں سے ایک بڑی علامت یہ بھی ہے کہ علم اور علمائے کرام دنیا سے اٹھتے چلے جائیں گے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا .))

''اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے، بلکہ وہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ (حق پرست) علماء کو اٹھالے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا بڑا (رہبر ورہنما) بنالیں گے، تو لوگ ان سے (دینی معلومات میں) سوالات کریں گے اور وہ بغیر علم کے (اپنی رائے) سے جواب دیں گے، چنانچہ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

(صحیح بخاری:۱۰۰، ۷۳۰۷، صحیح مسلم:۶۷۹۶)

ع اب ڈھونڈا سے چراغ رخ زیبا لے کر

نیز شاعر کی یہ بات بھی صادق آتی ہے کہ

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کرگیا

محترم شیخ صاحب کی عادت تھی کہ وہ رمضان المبارک کے روزے گزارنے کے لئے اپنے دستِ راست حافظ شیر محمد حفظہ اللہ کے علاقہ دیر میں جایا کرتے تھے، کیونکہ وہ ٹھنڈا علاقہ ہے، لیکن گزشتہ رمضان میں شیخ صاحب وہاں بیمار ہوگئے تو انھیں اپنے علاقے پیرداد حضرو واپس آنا پڑا اور اس دوران میں علاج معالجہ سے شیخ صاحب کی طبیعت سنبھلنے لگی۔ میں ۱۵ روزہ تبلیغی دورے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ فیصل آباد، مرکز تبلیغ ادارۃ الاصلاح، پھول نگر بونگا بلوچاں، حافظ آباد اور لاہور وغیرہم کا دورہ کرکے اپنے آبائی گاؤں دامان بتاریخ ۱۰/ستمبر۲۰۱۳ء کو پہنچا تو دوسرے دن میں نے موبائل پر شیخ صاحب سے گفتگو کی اور انھیں بتایا کہ میں آج آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ شیخ محترم نے مجھے بتایا کہ میں اس وقت سرگودھا میں ہوں اور میرا قیام وہاں ۲۰ دن تک رہے گا۔ میرا قیام چونکہ ایک ہفتے کا تھا، پھر مجھے کراچی واپس آنا تھا، لہٰذا شیخ صاحب سے ملاقات کی آرزو لیے کراچی روانہ ہوگیا۔ دوسرے دن جب ہم کراچی سے تھوڑے فاصلے پر تھے تو مجھے ایک میسیج آیا جس نے مجھے سخت حیران و پریشان کردیا۔ اس میسیج میں تھا کہ شیخ صاحب پر فالج کا اٹیک ہوگیا ہے اور انھیں سرگودھا کے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اس خبر سے مجھے دھچکا لگا اور ہم نے شیخ صاحب کے لئے دعائیں مانگنا شروع کردیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شیخ صاحب کو اسلام آباد کے الشفاء ہسپتال میں منتقل کردیا گیا ہے اور وہاں ان کا آپریشن بھی ہوا۔ اس دوران میں ملک کے طول وعرض میں دعاؤں کا سلسلہ جاری وساری ہوگیا۔ خطبات جمعہ میں اور نمازوں میں بھی دعائیں ہوتی رہیں۔ میرا دل بے تاب تھا کہ کب شیخ صاحب سے ملاقات ہوگی؟ چنانچہ میں ۳۱/ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو خیبر میل کے ذریعے سے راولپنڈی پہنچ گیا اور وہاں سے اسلامک ریسرچ سینٹر میں کچھ دیر قیام کیا، پھر حافظ شیر محمد صاحب کے ساتھ جنرل ہسپتال راولپنڈی پہنچا اور اس وقت شیخ صاحب آئی سی یو میں داخل تھے، اگرچہ شیخ صاحب کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن وہ ہوش وحواس میں نہ تھے۔ میں نے شیخ صاحب سے بات

کرنے کی کوشش کی اور انھیں چھوا، آواز دی لیکن بے سود، پھر انھیں دم کرنے لگا۔ اس سلسلے میں سنن ابو داود کی ایک روایت (۳۱۰۶) بھی میرے پیشِ نظر تھی جس میں آتا ہے کہ اگر ان کلمات کو مریض کے سرہانے ۷ بار پڑھا جائے تو اللہ تعالیٰ اس مریض کو ضرور شفا دیتا ہے، سوائے موت کے (کہ موت کو کوئی نہیں روک سکتا) وہ کلمات یہ ہیں: ((أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ، رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ أَنْ يَشْفِيَكَ)) ''میں اللہ العظیم سے سوال کرتا ہوں جو عرش عظیم کا رب ہے کہ وہ آپ کو شفاء عطا فرمائے۔''

رات کو میں دوبارہ شیخ صاحب کے پاس آیا اور ان کا دیدار کرتا رہا اور اس امید پر انھیں دوبارہ دم کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت عطا فرما دے۔ یہ دعا بھی کرتا رہا کہ اے اللہ! ہمارے شیخ کو صحت و تندرستی عطا فرما دے۔ اے اللہ! شیخ ہمارے لئے بہت بڑا سہارا ہیں۔ ان کے بغیر ہم بالکل بے سہارا ہو جائیں گے۔ اے اللہ! انھیں جلد صحت و عافیت عطا فرما۔

شیخ صاحب کے استاد، استاذ العلماء الشیخ محترم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ پر بھی اسی طرح فالج کا اٹیک ہوا تھا۔ وہ بھی کئی دنوں تک ہسپتال میں داخل رہے اور بے ہوش تھے۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ یہ دونوں علماء جو آپس میں استاد و شاگرد کے رشتے میں منسلک تھے ایک ہی طرح کی بیماری میں مبتلا ہو کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

دوسرے دن میں حافظ شیر محمد صاحب کے ہمراہ پیر داد حضرو پہنچا، جو شیخ صاحب کا آبائی گاؤں ہے۔ وہاں شیخ صاحب کے والد محترم حاجی مجد خان صاحب سے ملاقات ہوئی، ان کی عمر اس وقت تقریباً ۱۰۰ سال ہے۔ حافظ شیر محمد صاحب نے مجھے خطبہ جمعہ کا کہا، چنانچہ میں نے وہاں خطبہ جمعہ دیا اور وہاں آئے ہوئے دوستوں سے ملاقاتیں بھی کیں۔ شیخ صاحب کے لیے خطبہ جمعہ اور نماز جمعہ میں قنوت نازلہ میں بھی دعائیں کی گئیں۔ اس کے بعد میں اپنے گاؤں چلا گیا اور بدھ کے دن دوبارہ شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ محترم بدستور بے ہوش تھے۔ لگتا تھا کہ وادی چھچھ کا یہ شیر گہری نیند سو رہا ہے۔ میں نے پہلے کی طرح دم و دعا کا سلسلہ جاری رکھا۔ کچھ دیر بعد معلوم ہوا کہ سرگودھا سے فضیلۃ الشیخ سید محمد سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تشریف لائے ہیں، چنانچہ ان علمائے کرام سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ دوسرے دن بروز جمعرات کو میں گوجرانوالہ روانہ ہو گیا جہاں مجھے فضیلۃ الشیخ صفدر عثمانی حفظہ اللہ کی مسجد میں جمعہ پڑھانا تھا۔ جمعہ کی رات کو بعد نماز عشاء فضیلۃ الشیخ محترم ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا خطاب تھا۔ شیخ صاحب کے خطاب سے پہلے میں نے عذاب قبر کے موضوع پر مختصر بیان کیا۔ شیخ موصوف نے رافضیت پر اپنا علمی مقالہ پیش کیا۔ نماز جمعہ کے بعد میں لاہور روانہ ہو گیا اور رات کو فضیلۃ الشیخ ارشد کمال حفظہ اللہ کے ہاں قیام کیا۔ انھوں نے بروز ہفتہ ۹/ نومبر کا ٹکٹ لے رکھا تھا، چنانچہ بروز ہفتہ میں کراچی روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن مجھے تقریباً ساڑھے ۹ بجے یہ خبر ملی کہ محترم شیخ وفات پا گئے ہیں۔ میں ۱۱ بجے اپنے گھر پہنچا اور ہوائی جہاز کا ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے معلومات کیں لیکن اتوار کی وجہ سے تمام ٹکٹ بک ہو چکے تھے میں افسوس ہی کرتا رہ گیا کہ کاش میں وہیں ہوتا اور شیخ صاحب کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیتا۔ ان کو کفن پہناتا، لیکن یہ سعادت تو دوسروں کے لیے لکھ دی گئی تھی۔ بہرحال مسجد سعد بن معاذ عمر خان روڈ بھٹہ ویلج کیماڑی میں ہم نے محترم شیخ صاحب کا غائبانہ نماز

جنازہ ادا کیا اور اس سے قبل مسجد ابراہیم کیماڑی میں نماز ظہر کے بعد غائبانہ نماز جنازہ ادا کیا گیا تھا، اور معلوم نہیں کہ محترم شیخ سے محبت رکھنے والوں نے کہاں کہاں ان کے لئے نماز جنازہ غائبانہ کا اہتمام کیا ہوگا؟

احادیث رسول ﷺ سے شیخ کی والہانہ محبت والفت

ہمارے شیخ حق وصداقت کی علامت تھے۔ جس مسئلے کا حق ہونا ان پر واضح ہو جاتا اس پر مضبوطی سے ڈٹ جاتے اور دنیا کی کوئی طاقت انھیں اپنے موقف سے نہیں ہٹا سکتی تھی اور وہ اس معاملہ میں کسی قسم کی ملامت کی بالکل پروا نہیں کرتے تھے۔ ع

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بے گانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

احادیث کی صحت وسقم کے بارے میں شیخ صاحب کی تحقیقات بہت ہی وسیع تھیں اور ان کی عادت تھی کہ حدیث پر حکم لگانے سے پہلے اس حدیث کی پوری تندہی سے تحقیق کرتے اور اس سلسلے میں اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تو معلوم ہونے پر علانیہ اپنی غلطی سے رجوع فرماتے اور یہ ان کی بہت بڑی خوبی تھی جو خال خال لوگوں میں نظر آتی ہے۔ موصوف کا صحیحین (بخاری ومسلم) کے بارے میں یہ موقف تھا کہ ان کی تمام مرفوع روایات بالکل صحیح ہیں۔ اگر کسی نے بخاری یا مسلم کی روایت پر اعتراض کیا تو شیخ صاحب فوراً اس کا جواب لکھ دیا کرتے تھے۔ سنن اربعہ اور دیگر کتب احادیث میں صحیح کے ساتھ ساتھ ضعیف روایات بھی موجود ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں موصوف نے سنن اربعہ پر تحقیق وتخریج کا کام بھی کیا ہے جن میں سے ابوداود، ابن ماجہ اور نسائی کو دارالسلام نے شائع کر دیا ہے لیکن سنن ترمذی ابھی تک شائع نہیں ہوئی۔ علاوہ ازیں مشکوٰۃ المصابیح، تفسیر ابن کثیر کو بھی مکتبہ اسلامیہ نے شیخ صاحب کی تحقیق وتخریج کے ساتھ شائع کر دیا ہے، نیز شمائل ترمذی شیخ صاحب کی تحقیق وتخریج اور عمدہ فوائد کے ساتھ شائع ہوگئی ہے، علاوہ ازیں مسند حمیدی بھی شیخ صاحب کی تحقیق وتخریج اور عمدہ فوائد کے ساتھ عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے۔

شیخ موصوف نے سنن اربعہ کی ضعیف و موضوع روایات کو بھی ایک جگہ اکٹھا کر دیا ہے جس کا نام ''انوار الصحیفۃ فی الاحادیث الضعیفۃ من السنن الاربعۃ'' ہے جس میں روایات کے اطراف، راویانِ حدیث، وجۂ ضعف اور مختصر تخریج درج کی گئی ہے۔

شیخ موصوف جب کسی روایت پر ضعف کا حکم لگاتے ہیں تو اس کی وجہ ضعف بھی بیان کر دیتے ہیں کہ یہ حدیث کس وجہ سے ضعیف ہے، جبکہ بعض لوگ کسی روایت پر حکم لگاتے ہیں تو اس کی وجہ ضعف بیان نہیں کرتے، نیز شیخ موصوف جب کسی ایسے راوی پر تحقیق کرتے ہیں جس پر بعض محدثین نے جرح بھی کر رکھی ہوتی ہے تو موصوف جمہور محدثین کی توثیق کی وجہ سے اسے ثقہ قرار دیتے ہیں اور ایک مقالہ میں انھوں نے اس کے دلائل بھی ذکر فرمائے ہیں۔ موجودہ دور میں باطل فرقے ثقہ و ثبت محدثین کرام کو اپنی نفسانی خواہشات کی وجہ سے ضعیف باور کروانے کی کوشش کرتے ہیں، ایسے باطل فرقوں کے خلاف موصوف کا قلم فوراً حرکت میں آجایا کرتا تھا، بعض محدثین ایسے بھی گزرے ہیں کہ جنھیں عموماً ضعیف سمجھا جاتا ہے لیکن جب شیخ موصوف نے ان پر تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک وہ ثقہ ہیں، جیسے:

مومل بن اسماعیل، نعیم بن حماد الخزاعی المروزی، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ اور شہر بن حوشب، وغیرہم۔

اور بعض محدثین پر بلاوجہ بھی کلام کیا گیا ہے اور موجودہ دور میں ان کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں شیخ موصوف کے مقالات کی طرف رجوع ضروری ہے۔ احادیث کی تصحیح وتضعیف میں فن تدلیس کا بھی بہت اہم کردار ہے۔ محترم شیخ نے اس سلسلہ میں بہت سے مقالات تحریر فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی راوی اگر مدلس ہے اور وہ کسی روایت کو عن سے بیان کر رہا ہے تو جب تک کسی دوسری روایت میں اس راوی کے سماع کی تصریح نہیں مل جاتی تو صحیحین کے علاوہ دوسری کتب میں نقل کردہ ایسی روایات ضعیف مانی جائیں گی۔ اس بات کی وضاحت اصول حدیث کی کتب میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی راوی نے ایک ہی مرتبہ تدلیس کی ہوگی تو اس راوی کی روایت بھی سماع کی تصریح کے بغیر قبول نہیں کی جائے گی۔ اس روایت کو ضعیف ہی مانا جائے گا۔ صحیحین کی روایات میں مدلسین کا عنعنہ قابل قبول ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے وہ معنعن روایات ذکر کی ہیں جن کے سماع کی تصریح دوسرے مقام پر موجود ہوتی ہے اور اس فن پر جن لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں انھوں نے وہاں پر اس کے ثبوت پیش کر دیے ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض لوگوں نے بڑی عجیب غلطیاں بھی کی ہیں اور کسی جگہ بعض رواۃ کی روایات کو تو ضعیف قرار دیا ہے لیکن بعض راویوں کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے، حالانکہ وہ رواۃ بھی مدلسین میں شامل ہیں۔

محترم شیخ نے احادیث کی تصحیح وتضعیف میں اصولوں کی زبردست پابندی کی ہے اور اس سلسلہ میں انھوں نے خوب مطالعہ کرنے کے بعد ہی احادیث کی تصحیح وتضعیف کا کام کیا ہے۔ بعض لوگوں نے دو چار ضعیف احادیث کو ذکر کر کے اور ضعیف + ضعیف ذکر کر کے اس حدیث کو صحیح قرار دے ڈالا۔ شیخ موصوف کا اصول یہ ہے کہ کسی ضعیف روایت کے کتنے ہی ضعیف شواہد کیوں نہ ہوں وہ حدیث اصلاً ضعیف ہی مانی جائے گی اور اس وقت تک صحیح تسلیم نہیں کی جائے گی جب تک کہ اس کا کوئی صحیح شاہد نہ مل جائے اور اس بحث کو آپ کے مقالات میں دیکھا جا سکتا ہے۔

موصوف کے مقالات ۶ جلدوں میں اور فتاویٰ علمیہ ۳ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر موصوف کی کتب موجود ہیں۔ جن میں موصوف نے دلائل کے ساتھ صحیح موقف کو واضح کیا ہے اور لوگوں کی قرآن وحدیث کی طرف راہنمائی کی ہے۔

موصوف نے منکرین حدیث کے رد میں بھی کتابیں لکھی ہیں۔ مقلدین میں دیوبندیوں اور بریلویوں کے رد میں بھی آپ نے بہت کچھ لکھا ہے اور قرآن وحدیث کے خلاف ان کے عقائد ونظریات پر کھل کر لکھا ہے اور قرآن وحدیث کی طرف ان کی راہنمائی فرمائی ہے تاکہ وہ غلط عقائد ونظریات کو ترک کر کے قرآن وحدیث کی شاہراہ پر آ جائیں۔

شیخ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص بھرا دل عطا فرمایا تھا اور آپ کی کوشش تھی کہ جس طرح موصوف نے خود حق و صداقت کو سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے دوسرے لوگ بھی اس سچائی کی پیروی کر لیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اللہ

تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے۔

شیخ صاحب کو قرآن کریم سے بھی والہانہ محبت تھی یہی وجہ ہے کہ موصوف نے بہت مختصر وقت میں قرآن مجید کو حفظ کر لیا تھا۔

مسلک حق سے وابستگی کی وجہ موصوف یوں بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا نے انھیں ایک مرتبہ صحیح بخاری عنایت کی اور کہا کہ بیٹا حدیث کی یہ کتاب صحیح ترین کتاب ہے آپ اس کا مطالعہ کریں لیکن اس پر عمل نہ کرنا۔ میں حیران رہ گیا کہ جب بخاری شریف حدیث کی سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے تو پھر اس پر عمل سے کیوں روکا جا رہا ہے، چنانچہ میں نے اس کا مطالعہ شروع کیا اور اس پر عمل کرنا بھی شروع کر دیا اور جہاں رفع یدین کا ذکر آیا میں نے اپنے طور پر رفع یدین بھی کرنا شروع کر دیا۔ شیخ موصوف پڑھے لکھے انسان تھے۔ انھوں نے عربی اور اسلامیات میں ایم اے کیا تھا اور فرماتے ہیں: میں نے پشتو زبان بھی پڑھی اور اس میں مہارت حاصل کرنے کے لئے پشتو کی گرامر بھی پڑھی۔

موصوف تقریباً ۲۳ سال کی عمر میں دینی علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔

موصوف انتہائی ذہین انسان تھے، اسی لئے انھوں نے چند سالوں میں دینی علوم میں دسترس حاصل کر لی تھی، پھر انھوں نے دینی کتب کا مطالعہ شروع کر دیا جس سے ان کے علم میں نکھار پیدا ہو گیا۔ میں نے ۱۹۸۴ء میں عذاب قبر کے منکر ڈاکٹر عثمانی کے رد میں ایک کتاب: الدین الخالص لکھی تھی جس کا مطالعہ موصوف نے بھی کیا اور اس وقت تک میری شیخ صاحب سے کوئی واقفیت نہیں تھی۔ شیخ صاحب نے مجھے خط لکھا اور اس میں میری ایک غلطی کی نشاندہی کی۔ میں نے ایک محدث شیخ ابو احمد الحاکم کے متعلق لکھا کہ وہ متساہل ہیں۔ شیخ صاحب نے بتایا کہ ابو احمد الحاکم متساہل نہیں، بلکہ وہ ابو عبداللہ الحاکم صاحب مستدرک ہیں جو متساہل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محترم شیخ صاحب کے علاوہ کوئی دوسرا شخص میری اس غلطی کی نشاندہی نہیں کر سکا تھا۔ شیخ صاحب ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے تھے۔ کمال عثمانی صاحب نے ان سے کہا کہ آپ نماز جمعہ کے بعد ڈاکٹر عثمانی سے بات کرنے کے لئے تشریف لے جائیں اور ان سے سوال کریں کہ انھوں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کس دلیل کی بنیاد پر کافر قرار دیا ہے؟ (نعوذ باللہ من ذلک)

ڈاکٹر عثمانی کا دعویٰ تھا کہ امام احمد بن حنبل کا یہ عقیدہ ہے کہ قبر میں سوال و جواب کے وقت روح لوٹائی جاتی ہے اور دلیل کے طور پر ڈاکٹر موصوف نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کتاب الصلوٰۃ کا حوالہ دیا تھا اور حوالہ کے طور پر اس نے دیوبندی عالم مولانا سرفراز خان صاحب کی کتاب تسکین الصدور کا عکس دیا تھا، جبکہ کتاب الصلوٰۃ میں یہ مسئلہ موجود ہی نہیں، نیز کتاب الصلوٰۃ کا انتساب بھی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف درست نہیں۔ یہ کتاب ان کی طرف منسوب ہے لیکن ان سے یہ کتاب ثابت نہیں، البتہ طبقات حنابلہ میں اعادۂ روح کی بات موجود ہے لیکن اس کی سند میں کئی رواۃ مجہول ہیں۔ دیکھئے میری کتاب: الدین الخالص دوسری قسط (ص ۲۲۔۲۳)

جب موصوف وہاں تشریف لے گئے اور ڈاکٹر عثمانی سے سوال کیا کہ آپ نے کس دلیل کی بنیاد پر امام احمد بن حنبل کو کافر کہا ہے؟ اس کا ثبوت پیش کریں۔ ڈاکٹر عثمانی نے

شیخ صاحب کو ٹالنے کی بہت کوشش کی لیکن شیخ صاحب نے ان سے مطالبہ کیا کہ آپ طبقات حنابلہ لائیں تا کہ میں آپ کو بتاؤں کہ اس سند میں کیا خامی ہے۔ ڈاکٹر عثمانی کہنے لگا تم الف ب تو جانتے نہیں کل کے بچے ہو (اس کا خیال تھا کہ شیخ صاحب کو عربی نہیں آتی ہوگی) تو اس نے کہا مجھ سے عربی زبان میں بات چیت کرو، چنانچہ شیخ صاحب نے ڈاکٹر عثمانی سے عربی میں گفتگو شروع کر دی۔ شیخ صاحب عربی روانی سے بول رہے تھے جبکہ ڈاکٹر عثمانی اٹک اٹک کر گفتگو کر رہا تھا۔ جب ڈاکٹر عثمانی زچ ہو گیا تو کہنے لگا کہ اردو میں بولو ورنہ میں بات چیت ختم کر دوں گا۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا وہی مطالبہ تھا کہ کتاب پیش کرو کیونکہ آپ نے اتنا بڑا فتویٰ لگایا ہے۔ ڈاکٹر عثمانی نے پینترا بدل کر کہا کہ میاں تم کتاب کیوں نہیں لائے؟ شیخ صاحب نے کہا کہ دعویٰ آپ کا ہے، کتاب میں لے کر آؤں؟ اور آخر میں ڈاکٹر عثمانی نے جان چھڑائی کہ جب تم کتاب لاؤ گے تو پھر گفتگو ہوگی۔ اس گفتگو میں ڈاکٹر عثمانی نے عیاری و مکاری کی حد کر دی لیکن وہ اپنا دعویٰ ایک عالم دین کے سامنے ثابت نہ کر سکا۔ شیخ صاحب اپنے ساتھ ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر بھی لے گئے تھے لیکن اس میں صحیح ریکارڈنگ نہ ہو سکی تھی۔ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ انہی کے ایک آدمی سے صاف کیسٹ مل گئی اور یہ کیسٹ کئی لوگوں نے سنی۔ یہ واقعہ غالباً ۱۹۸۵ء کا ہے۔ اس وقت شیخ صاحب کی عمر ۲۷ سال کے لگ بھگ تھی۔

شیخ صاحب کو سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بڑے بھائی سید محب اللہ شاہ صاحب راشدی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بہت محبت تھی اور ان دونوں شیخین سے انھوں نے اجازت حدیث کی سند بھی حاصل کی تھی، پھر مجھے بھی کہا کہ آپ بھی اجازت حدیث کی سند حاصل کر لیں، چنانچہ میں نے بھی ان دونوں بزرگوں سے اجازت حدیث کی سند حاصل کر لی۔ شیخ موصوف نے اپنے رسالہ الحدیث میں ان دونوں بزرگوں کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور اپنے مقالات میں بھی ان کے تذکروں کو نقل کیا ہے۔ دیکھئے مقالات حصہ اول (ص ۴۸۴۔۴۹۳ اور ص ۴۹۴۔۵۰۶)

میں نے ۱۹۸۹ء میں کتاب الفرقۃ الجدیدۃ لکھی جو فرقہ مسعودیہ کے رد میں تھی۔ اور اس کتاب میں شیخ صاحب کے ایک مضمون کو میں نے بطور مقدمہ کے شاملِ کتاب کر لیا تھا۔ شیخ صاحب نے میری اس کتاب کو بے حد پسند کیا، پھر شیخ صاحب جو مضمون فرقہ مسعودیہ کے رد میں لکھتے، اس میں میری کتاب الفرقۃ الجدیدۃ کو پڑھنے کی بھی تاکید فرماتے تھے۔ اس کتاب میں ذکر کردہ احادیث کی تحقیق و تخریج کا کام بھی شیخ صاحب نے کیا تھا۔ شیخ صاحب نے میرا ایک مضمون ''بے اختیار خلیفہ کی حقیقت'' بھی الحدیث کے شمارہ نمبر ۲۲ میں شائع کیا تھا اور اس مضمون کو انھوں نے بہت زیادہ پسند فرمایا تھا اور اس کا پروف بھی مجھے تصحیح کے لئے بھیجا تھا۔

موصوف نے ماہنامہ الحدیث کا آغاز ۲۰۰۴ سے فرمایا تھا اور اب نومبر ۲۰۱۳ء میں شمارہ ۱۱۱ آ چکا ہے۔ جب رسالہ سو کے عدد کو پہنچا تو موصوف نے خود ہی اسے ماہنامہ اشاعۃ الحدیث کا نام دے دیا تھا۔

۹ سال کے اس عرصہ میں موصوف کے قلم سے ایسے علمی و تحقیقی مضامین منظر عام پر آئے کہ جس نے علمی دنیا کو حیران کر کے رکھ دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ موصوف نے اپنے آپ کو دین کے اس کام کے لئے وقف کر دیا تھا۔ موصوف نے یہ علمی و تحقیقی کام قرآن کریم اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

اس فرمان کے مطابق شروع کیا تھا:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا ﴾

''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو (اور تحقیق کے بعد ہی اسے لوگوں کے سامنے پیش کرو۔'' (الحجرات: ٤)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ))

''کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات (بغیر تحقیق) آگے بیان کردے۔''

(صحیح مسلم: ٥)

شیخ صاحب نے اس عرصہ میں بے شمار علمی و تحقیقی مضامین لکھے جن میں سے بہت سے مضامین انھوں نے ماہنامہ اشاعۃ الحدیث میں شائع کر دیے، پھر یہ تمام مضامین کتابی شکل میں شائع ہوئے اور دین حق کے پروانے ان مضامین سے اپنی علمی پیاس بجھاتے رہتے ہیں۔

ان کتابوں سے شرک وکفر و بدعات اور تقلید جامد کے اندھیرے اب چھٹنے لگے ہیں اور لوگوں کے قافلے اب قرآن وسنت اور توحید وسنت کی طرف رواں دواں ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے نور ایمان اور نور قرآن وحدیث سے ان لوگوں کے سینوں کو منور کرنا شروع کر دیا ہے اور لوگوں نے تقلید جامد اور جہالت کی اتھاہ گہرائیوں سے نکل کر نور ایمان کی طرف دوڑنا شروع کر دیا ہے۔

امید واثق ہے کہ شیخ صاحب کی یہ تمام تر کاوشیں اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے بنیاد کا کام کریں گی (ان شاء اللہ) اور شیخ صاحب تو دنیا سے روانہ ہو چکے لیکن اب ان کا مشن سنبھالنے کے لئے ان کے شاگرد میدان عمل میں مصروف کار ہیں۔ شیخ صاحب کی جدائی کا صدمہ یقیناً ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے اور اس نے ہمارے دلوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا ہے، لیکن شیخ صاحب جو دینی اثاثہ چھوڑ گئے ہیں وہ ہمارے دلوں کی تقویت کا زبردست سہارا ہے۔ گویا شیخ محترم ہم سے جدا ہونے کے باوجود علمی طور پر ہمارے درمیان موجود ہیں۔ ان کے ورثے کی حفاظت اللہ کی مدد سے ان کے شاگرد اور ساتھی کریں گے اور کتاب وسنت کی جس راہ پر موصوف گامزن رہے ہیں، اللہ کی توفیق سے ہم اس راہ سے انحراف نہیں کریں گے، بلکہ یقین محکم کے ساتھ قرآن وحدیث کی راہ پر رواں دواں رہیں گے۔ شیخ محترم نے جو کچھ محنت فرمائی ہے اسے وہ اپنے پیچھے صدقہ جاریہ بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔ (ان شاء اللہ)

محترم شیخ نے طلباء و طالبات کے لئے اپنے ہاں مدارس کی بنیاد بھی رکھ دی تھی اور یہ قافلہ بھی اب اپنی منزلیں طے کر رہا ہے اور یہ ننھے ننھے پودے بھی ان شاء اللہ بارآور درخت بن جائیں گے اور محترم شیخ صاحب کے لئے صدقہ جاریہ کا کام کرتے رہیں گے۔

ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ محترم شیخ ہمیں اتنے جلدی چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ان کی رفاقت کے لمحات یقینی طور پر یاد آتے رہیں گے۔ ان کا حسین وتروتازہ چہرہ نظروں کے سامنے جب آتا ہے تو دل کو طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ ان کی گفتار ورفتار اور نشست وبرخاست ہر لمحہ یاد آتی رہے گی۔

ع جانے والے تم ہمیں بہت یاد آؤ گے

شیخ محترم کو جو مقام اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمایا، اسے کسی شاعر نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ایسے علمائے کرام جو راسخون فی العلم کے درجہ پر فائز ہیں۔ دنیا ان کے وجود سے خالی ہوتی جا رہی ہے، شیخ صاحب کا شمار ان نابغہ روزگار ہستیوں میں ہے کہ ایسے علماء صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ ع

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آپ کے شاگردان باوفا آپ کو اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد کرتے رہیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے جان نثار ساتھی سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی موت پر جو دعا مانگی تھی ہم بھی محترم شیخ صاحب کے لئے وہی دعا مانگتے ہیں:

اللّٰهم اغفر لحافظ زبير عليزئي وارفع درجته في المهديّين و اخلفه في عقبه في الغابرين واغفرلنا وله يارب العالمين وافسح له في قبره نوّرله فيه.

''اے اللہ! حافظ زبیر علی زئی کی مغفرت فرما، ہدایت یافتہ لوگوں میں اس کا درجہ بلند فرما۔ اس کے پیچھے باقی رہ جانے والوں میں تو اس کا خلیفہ بن جا، تمام جہانوں کے پروردگار! ہمیں اور اسے بخش دے، اس کی قبر کو کشادہ فرما اور اسے (نور سے) منور فرما۔'' (آمین)

نبی کریم ﷺ نے اپنے بیٹے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرمایا تھا:

((اِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَ الْقَلْبُ يَحْزُنُ وَ لَا نَقُوْلُ اِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَ اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ))

''بے شک آنکھیں اشک بار ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم صرف وہی بات کہیں گے کہ جس سے ہمارا پروردگار راضی ہو۔ اے ابراہیم! ہم تیری جدائی پر یقیناً غمگین ہیں۔''

(صحیح البخاری: ۱۳۰۳، صحیح مسلم: ۶۰۲۵)

محترم شیخ صاحب کے لئے بھی ہمارے یہی جذبات ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک نواسے کی وفات پر اپنی بیٹی سے ان الفاظ میں تعزیت فرمائی: ((اِنَّ لِلّٰهِ مَا أَخَذَ وَلَهٗ مَا أَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَ بِأَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ.)) ''یقیناً اللہ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے عطا کیا اور ہر چیز کا اس کے ہاں وقت مقرر ہے، پس (میری بیٹی) آپ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھیں۔''

(صحیح بخاری: ۱۲۸۴، صحیح مسلم: ۲۱۳۵، مسند احمد: ۴/۲۱۷۷)

شیخ صاحب کے اہل وعیال اور عزیز واقارب سے ہم مذکورہ الفاظ سے تعزیت کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اے اللہ! ہمارے شیخ حافظ زبیر علی زئی کی مغفرت فرما۔ ان کی لغزشوں سے صرف نظر فرما اور انھیں جنت الفردوس عطا فرما۔ (آمین)

الشيخ زبير علي زئي وجهوده في الحديث النبوي

أحمد عبد الله ثاقب
بنغلاديشى*

ملخص البحث

حافظ زبير علي زئي الباكستاني هو علم من أعلام العصر الراهن فى ميدان الحديث النبوي الذي قام بخدمة السنة النبوية روايةً ودرايةً وتفوّق في علم تخريج الأحاديث ودراسة الأسانيد حتّى ذاع صيته وشهرته سواء في داخل باكستان وخارجها . وقد كتب رحمه الله كتبًا عديدة فى الحديث والفقه والدعوة وساهم في ميدان العلم مساهمة عظيمة -وقد لعب دورا هاما فى الدفاع عن السنة النبوية والحفاظ عليها في أرض باكستان . وفى العصر الحاضر قلما يوجد شخصية فى بقعة القارة الهندية خدم في ميدان الحديث الشريف خدمة شاملة كمثله هو ولا سيما في خصوص تخريج الحديث ودراسة الأسانيد . فقد ترك رحمه الله تراثًا علميًا نفيسًا خلال مؤلفاته ورسائله وكتيباته التى ساهم بها فى نشر الحق والدين الخالص فى المجتمع الباكستاني عامة والمجتمع العلمي العالمي خاصة -فموضوع البحث عبارة عن محاولة متواضعة في تعريف هذا الشيخ الفذ بأهم جوانب سيرته وعلمه، مع ذكر إسهاماته فى الحديث النبوي مختصرا)

المقدمة

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين وبعد :

فقد كان تاريخ العلوم والفنون في شبه القارة الهندية قديم جدًا حيث يمتد من عصور قديمة إلى يومنا هذا متعاقبًا، وبعد دخول المسلمين في هذا الأرض ظل يجري هذا الجريان العلمى من بين المد والجزر، ومن ناحية العلوم الدينية بدأ النشاطات العبقرية فيها بالخصوص بعد ظهور العلامة الشاه ولى الله الدهلوى في هذا الميدان المبارك، وكان ذلك في وسط القرن السابع عشر

* (طالب الماجستير، قسم الحديث، كلية أصول الدين بالجامعة الإسلامية العالمية بإسلام آباد، باكستان)

الـميـلادي، ومـنـذ ذاك الـعهد بدأت ثروة العلوم الإسلامية تتطور يومًا فيومًا حتى تصل إلى حد مـرمـوق وطـود شـامـخ تجتذب إليها رغبة العالم الإسلامى قاطبة، وهذا الحقل المبارك العلمي أنـجـب عـديـدا من العلماء العظام والزعماء الفضلاء بكثرة مبهورة، ومن هؤلاء النبلاء الأفاضلة أحـد أبرزهم فى زماننا الحاضر هو الشيخ حافظ زبير علي زئي ولا شك أنه كان من أخلص علماء الـحـديث فى شبه القارة الهندية من المتأخرين ومن أشدهم محافظة على السنة النبوية والإعتصام بهـا. ولـه جهـود جبارة في تحقيق كتب التراث الإسلامي وخاصة فى تخريج كتب السنة النبوية، وقـد رزقـه الـلّٰه سبحانه وتعالٰى نبوغًا وتميزًا على العلوم الشرعية بنوعيها النقلية والعقلية ومن ثم كـان رحـمـه الـلّٰـه مـع انشـغـاله بعلم الحديث لعب دورا فعالا في نقد الاتجاهات المنحرفة فى مجالات علمية واجتماعية، فلذلك أصبح شوكة حادة فى حلوق أهل البدعة.

وفـي هـذه الـعـجـالة سـوف نقدم نبذة من حياته وجهوده العلمية ولا سيما خدمته في ميدان العلوم الحديثية إن شاء اللّٰه وما توفيقي إلا باللّٰه.

المبحث الأول: سيرة الشيخ زبير علي زئي رحمه الله

المبحث الأول: سيرته الذاتية

اسمه: مـحـمـد زبيـر بن مجدد خان، الملقّب ب"على زئى" نسبة إلى قبيلته "على زئى"، من جـنسية البشتـون. وقد لقّب نفسه فى بعض كتبه ب"الحافظ "لـكونه حافظًا للقرآن وأيضًا ب"أبو طاهر"طاهر اسم ولده.

نسبه: نسبـه كما ورد هو محمد زبير بن مجدد خان بن دوست محمد بن جهانغير خان بن أمير خـان بـن شهبـاز خان بن كرم خان بن غل محمد خان بن بير محمد خان بن آزاد خان بن عبد اللّٰه داد خـان بن عمر خان بن خواجه محمد خان بن ضحى بن أخغر بن هنغش بن بير داد خان. "على زئـى" هـى قبيلة أفغانية. فكان جدّه الأول بير داد خان قدم مهاجرا إلى باكستان من "غزني"، إقليم من أقاليم أفغانستان الشمالي.

مولده ونشأته: ولد الشيخ فى "حضرو" منطقة من محافظة "أتك" تحت إقليم "بنجاب" بباكستان سنة 1957م بتاريخ 25يـنـونـو، وكـان من بيت علم ودين، ووالده المحترم حاجى مجدد خان (1926م) هـو مشهـور لانشـغـالـه بـالأنشطة الدينية والسياسية والإجتماعية في مستوى المحلية والـقـومية فـى بـاكستان، وكان عضوًا لمجلس الشورى لـ"جماعة إسلامى باكستان" وقد سُجن

مرتين بتهمة العلاقة مع تحريك "ختم النبوة "والتصرفات ضد "حكومة ذو الفقار علي بهوتو".

طلبه للعلم : درس الشيخ من المراحل الإبتدائية إلى الليسانس فى مراكز العلوم العامة، ثم بدأ ينتمى إلى العلوم الشرعية حينما وصل من عمره الثالث وعشرين.

فحصل الماجستير فى الدراسات الإسلامية من جامعة بنجاب بلاهور سنة 1983م، ثم التحق بالجامعة المحمدية بجحرانوالا سنة 1990م وتخرج منها بتقدير الامتياز، ثم حصل شهادة وفاق المدارس السلفية بفيصل آباد أيضًا وحصل منها التخصص فى علم الحديث، وقد رحل إلى المحدث الجليل بديع الدين شاه الراشدي السندي واستفاد منه كثيرًا، ثم بعده حصل الماجستير مرة أخرى فى اللغة العربية من جامعة بنجاب سنة 1994م. وقد تفوق الشيخ في مختلف اللغات كالبشتوية والأردية والعربية والإنكليزية واليونانية (التى تعلمها عندما كان يعمل فى سفينة تجارية إفريقية) وكان يفهم لا بأس به من اللغة الفارسية أيضًا.

كان حريصًا على طلب العلوم الدينية منذ مقتبل شبابه حتى إذا كان عمره لم يبلغ الخامس عشر بدأ يقرأ صحيح البخارى بنفسه وتحول ميلانه إلى دراسة الحديث وعلومه. وفى نفس الوقت صار ملتزمًا خالصًا بمنهج أهل الحديث فى العقيدة والفقه ومدافعًا حماسًا عنه.

وكان رجلاً ذهينًا جدًا حتى حفظ القرآن في ثلاثة أو أربعة أشهر فقط.

أساتذته : لقد تلقى العلم على أيدي بعض مشائخ كبار فى الباكستان ونهل من علمهم واستفاد منهم وأبرزهم كما يلي :

1- الشيخ أبو الفضل فيض الرحمن الثورى (1996م)

2- الشيخ أبو محمد بديع الدين شاه الراشدي السندي(1926م1996 -م)

[هو بديع الدِّين شاه بن إحسان اللّه شاه بن رشد اللّه شاه الراشدي السِّندي الحُسيني الباكستاني، عالم مُحدِّث، فقيه، من أعلام النهضة العلمية الحديثة فى الباكستان ,ولد بقرية بيرجندة من قرى السِّند سنة 1926م، لأسرة علمية، وانتقل والده بأسرته منها إلى قرية درغاه شريف، وأقام بها مدرسة التحق فيها بعد وتلقى فيها مبادئ العلوم العربية والشرعية، وحفظ القرآن الكريم، واعتنى بتجويد خطه عناية خاصة .وانطلق من بعد للأخذ عن شيوخ العلم، علوم الحديث، رواية ودراية، وعلوم الفقة أيضاً على طريقة القدامى، ثم انصرف لتدريس طلبة العلم من المبتدئين والمتوسطين، فأخذ عنه عدد كبير من أهل بلاده، ثم قصد مكة المكرمة سنة 1975م فجاور البيت الحرام واشتغل بالتدريس فى المسجد الحرام أربع سنوات، أخذ فيها عنه من أدركه من

طـلبة الـعلم هناك ، عاد بعدها إلى بلاده ليواصل رسالة العلم والتعليم ، فكان يقرأ على الطلبة من الـكتـب الستة فى الحديث النبوي ، ومن كتاب "المحلى"، لابن حزم ، وقصد الكويت في أواخر حياته ، فاستقبل بها أحسن استقبال ، والتف حوله فيها عدد كبير من طلبة العلم فأخذوا عنه ماقدَّر الـلّـه لهـم أن يـأخذوه من فنون الحديث ومايتصل به ، وامتلك مكتبة عظيمة احتوت على نفائس الـمطبوعات ونوادر المخطوطات .وصـنّف مصنفات كثيرة زادت على السبعين وجميعها ذوات صبغة تـراثية صـرفة . مـنهـا:"أحسـن الـجـواب عما كتبه بعض الأحباب فى مسألة أم الكتاب"، و"التـحـقيـق الـمقطوع فى إثبات وضع اليمين على الشمال بعد الركوع"، و"تراجم شيوخ الإمام البيهـقـى"، و" التبـويب لأحاديث تاريخ الخطيب"، وغيرها...... ولـم يقدّر الطبع والنشر إلا القليل مـنها . مات سنة 1996م ، فـى قـريتـه بـعـد مـرض أقعده فى فراشه فترة طويلة ودفن فيها . انظر : الـراشـدي ، بـديـع الـديـن شـاه ، تـحـقيـق : صـلاح الدين مقبول أحمد ، نقض قواعد فى علوم الحديث ، صفحة 54م .]

3- الشيخ أبو القاسم محب الله شاه الراشدي السندي (1995م)

[أخ الشيخ بـديـع الـديـن الأكبر هو محب اللّه شاه الراشدى و كنيته أبو القاسم وكان فى العلم و الـفـضـل مثـل الشيـخ بـديـع بـل لـعله يفوقه في معرفة الرجال و الجرح والتعديل كما قال بعض المشايخ .ولـه كتـب فى الحديث كالتعليق التنقيح على جامع الصحيح و ثقات الرجال من تاريخ جرجان والتعليقات على ابن حبان وغير ذلك .

4- الشيخ عطاء الله حنيف بهوجيانى (1909م-1987م)

[هـو ناصر السنة ، المحدث ، الفقيه ، الزاهد ، الورع ، القدوة ، الإمام ، العلامة أبو الطيب محمد عطاء اللّه حنيف بن ميان صدر الدين حسين ، ولد فى قرية "بهوجيان "الواقعة فى منطقة "أمرتسر" بـالهند عام 1909/ 1910م .كـان الشيـخ مـرجـعًـا كبيرًا للعلوم والفنون الشرعية في عصره ومن زعـمـاء أهل الحديث في باكستان ، وله يد طولى في نشر الدعوة السلفية فى أرض القارة الهندية . وقـد نشـر عـددًا كبيرًا من الكتب الهامة فى الحديث والعقيدة منها :التـعليقات السلفية على سنن الـنسائى ، تحقيق إتحاف النبيه فيما يحتاج اليه المحديث والفقيه لشاه ولى اللّه الدهلوى ، تحقيق تـنـقيـح الـرواة في تخريج أحاديث المشكاة وغير ذلك ، توفي رحمه اللّه عام 1987م في مدينة لاهـور بباكستان ودفن بها .وقـد ذكـر الشيـخ زبيـر علي زئي بأنه قد سمع من الشيخ محمد بديع الدين الراشدي عن الشيخ عطاء اللّه حنيف : كان ثقة حجة إمامًا ورعًا زاهدًا تقيًا فقيهًا . أنظر : عدد

خاص فى اللغة الأردية على تذكرة الشيخ عطاء الله حنيف .

5- الشيخ عبد المنان النوربوري (1941م-2012م).

6- الشيخ حافظ عبد السلام بن محمد بهوتوى حفظه الله.

7- الشيخ حافظ عبد الحميد أزهر رحمه الله(1948م-2015م).

8- الشيخ الله دتا سوهدروى رحمه الله.

9- الشيخ عبد الغفار حسن رحمه الله (2007م).

[هو عبد الغفار حسن الرحماني بن العلامة الحافظ عبد الستار بن العلامة عبد الجبار العمر فوري، كان مدرسًا بالجامعة الإسلامية بالمدينة النبوية، وأحد العلماء المعروفين في الأوساط العلمية والدينية في الهند والباكستان .تخرج في دار الحديث الرحمانية بدهلي على أساتذتها أمثال المحدّث عبيد الله الرحماني، والمحدث أحمد الله البرتابكدهي، واشتغل بالدرس والإفادة والدعوة والإرشاد من عنفوان شبابه، درّس في المدارس السلفية في دهلي وبنارس ولاهور ولائلفور، وعمل في الجامعة الإسلامية ستة عشر عامًا، واحتل مناصب عظيمة في جماعة أهل الحديث . له مقالات قيمة في الدفاع عن السنة والرد على منكرى السنة والقاديانية، وبحوث ومقالات في الموضوعات العلمية والدينية منشورة في مجلات الهند والباكستان .ومن مؤلفاته :انتخاب حديث، عظمت حديث، مذكرة في دراسات السنة وغير ذلك . أنظر : الفريوائي، عبد الرحمن عبد الجبار، جهود مخلصة في خدمة السنة المطهرة، صفحة 117 .]

تلاميذه: أما عن التلاميذ فقد كان يدرّس غالبًا في مكتبته في "حضرو" مع أنه لم يجلس للتدريس كثيرًا لانشغاله بالتأليف، فمن أبرز طلبته الشيخ نديم ظهير حفظه الله وكان يكتب في مجلة الشيخ "الحديث" وقد لازم مع الشيخ مدة طويلة، وكذلك الشيخ شير محمد و الشيخ محمدصديق رضا والشيخ غلام مصطفى ظهير أمن بورى وغيرهم كثر .

الأعمال التى تقلدها: بعد انتهاء الدراسة رجع إلى أرض ولادته وأنشأ فيها مكتبة ذخيرة سماها "مكتبة الزبيرية" وهى مكتبة عامرة حافلة بالكتب النادرة وكان الشيخ يقضى معظم وقته في هذه المكتبة دراسة وتأليفا . وقد اشتغل بعض السنوات في المملكة العربية السعودية أيضًا كمحقق ومرتب لمشروع الكتب الستة تحت إشراف مكتبة دار السلام للنشر والتوزيع المشهور . ومن ناحية أخرى علاوة عن الدراسة والتصنيف انشغل الشيخ رحمه الله بنشر دعوة التوحيد والسنة في مدينته وضواحيها وفي جميع باكستان، فكان يلقى الدروس على حفلات

الختام لصحيح البخارى فى الجامعات السلفية فى أنحاء البلاد، وكان شديد الوقار في اتباع السنة وقوي الدفاع عن أهل التوحيد والسنة و شديد الرد على أهل الشرك والبدعة وكذا كان ينتقد تقليد مذهب معين من المذاهب الفقهية تنقيدًا شديدًا علميًا.

وقد أودع اللّٰه سبحانه وتعالىٰ فى شخصيته صفاتا غريزة لعملية العقل والذكاء والفطنة التى كانت تظهر فى مناظراته ومناقشاته العلمية بوضوح، فكان رجلاً قوي الحجة سريع البداهة وعالى الهمة **مبنيا على الحقائق**. وقد شارك فى كثير من المناظرات العلمية واهتدى به كثير من الناس بإذن اللّٰه. ولم يزل مشغولاً في خدمة العلم والدين إلى أن أدركته المنية.

المجلة التى أصدرها: وقد قام بنشر مجلة شهرية "الحديث" من حضرو وتصدر هذه المجلة في كل شهر لتنوير الناس أمور دينهم وأكثر ما كان ينشر فيه من تحقيقات الشيخ الحديثية والفقهية والمقالات التحليلية والنقدية والإصلاحية والدعوية التى حصلت ثناء العلماء كثيرًا ولقيت قبولاً عامًا. وقد بلغ عددها أكثر من المئة قبل وفاته ولا تزال تصدر إلى الآن تحت إشراف تلاميذه.

وفاته: توفي رحمه اللّٰه فى تاريخ ٥ محرم سنة ١٤٣٥هـ الموافق 10نوفمبر سنة 2013م، بعد أن ابتلى بمرض السكتة الدماغية وقضى مدة شهر فى المستشفى تحت معالجة طبية فى إسلام آباد وراوالبندى بباكستان ودفن بحضرو.

عقيدته: لقد كان الشيخ مقلدًا لمذهب الحنفية في أول عمره حيث كان آباء ه وأجداده من مقلدي هذا المذهب، فبعد أن وصل إلى بلوغه من العمر خمس عشرة سنة، أتى بيده صحيح البخارى الذى هو أصح الكتب بعد كتاب اللّٰه عز وجل، فرأى فيه كثيرًا من أمور العبادات والعادات خلاف ما كان هو عليه آنذاك، مثلاً المسائل المختلفة فى الصلاة، فتحول يومًا فيومًا مما كان عليه من الأعمال لا دليل فيها إلى ما فيه الدليل وصار عاملاً بالحديث ومتمسكا بالكتاب والسنة ومتبعًا لعقائد السلف الصالح متجردًا عن التلقيد الأعمى للمذاهب الفقهية والأراء المتفرقة، وأصبح دافعًا لمسلك أهل الحديث عقيدة وسلوكا حتى صارعلما من أعلام هذا المنهج، فللّٰه الحمد.

ثناء العلماء عليه: لقد حظى الشيخ بمنزلة رفيعة عند العلماء وطلاب العلم وعامة الناس فى الباكستان، ننقل هنا بعض أقوال أهل العلم والفضل فيه وثنائه على شخصيته وعلمه وفقهه ورجاحة عقله كما يلى:

1- **الشيخ محمد رفيق أثرى حفظه اللّٰه**

أرى في وفاته خسارة كبيرة ومأساة عظيمة لجماعة أهل الحديث، فإن له عناية فائقة في علم

الرجال ..اللّٰه يرحمه ..كـان أسـلـوبه فى الكتابة فريد في نوعه حول ردود مخالفيه من أهل ديوبند وغيـرهـم ، حتـى ولو كان كثير من الناس هاجموا عليه من وراء ه ، لكنه لم يبالهم ولم يخف لومة لائم من أجل إحقاق الحق وإبطال الباطل ، وكان يردّ عليهم بحجج لا جواب لها .

2- الشيخ عبد اللّٰه ناصر رحمانى حفظه اللّٰه

كـان عـالـمًـا كبيـرًا ، ولا سيما كان له ملكة متميزة في علم الرجال حتى كان في هذا المجال رجل لا مثيل له في أرض باكستان ، وكان رجلاً تقيًا زاهدًا متواضعًا ضابطًا قوى الذاكرة .

3- الشيخ إرشاد الحق أثرى حفظه اللّٰه

الشيـخ زبيـر على زئى فقد أعطاه اللّٰه سبحانه وتعالٰى صلاحية عظيمة وكان له عناية فائقة في علوم الحديث وعلم الرجال ، فقد منّ اللّٰه عليه قوة الحفظ والضبط .

4- الشيخ محمد إسحاق بهتى رحمه اللّٰه

هو رجل خبير بارع فى العلوم الشرعية ، مؤلف الكتب فى اللغة العربية والأردية ، ومدرس ، خـطيـب ، مـناظر وله مهارة متميزة فى علم الحديث وكان عارفا باللغة العبرانية التى تفرد بها بين العلماء المعاصرين .

5- الشيخ مسعود عالم حفظه اللّٰه

كـان رجلاً فـريدًا في عصره ، أعطاه اللّٰه معرفة كبيرة وذاكرة قوية ، وكان له دور عظيم وجهد مـخـلـص لنشر الدعوة السلفية فى أرض باكستان . فـكـلـما كان يسمع شيئًا خلاف السنة يدافعه بحجة قوية . فقد جاهد جهادًا علميًا جبارًا ضد المتعصبين للمذاهب والفرق المبتدعة طول حياته .

6- الشيخ مبشر أحمد ربانى حفظه اللّٰه

كـان الشيـخ يـمتـلك عـديدًا من الصلاحيات في ميادين شتى ، ومن العلماء المعاصرين في بـاكستـان كـان أكثر الناس براعة في علم الرجال ، وكان سريع الإجابة فيما يتعرض له من الأفكار المبتدعة المضلة مع الدلائل العقلية والنقلية ، فمجلة "الحديث "شاهد كبير لذلك . فضلا عن هذا تـعتبـر كتبه ومـقـالاتـه خدمة أصولية في علم الحديث ، وكان الشيخ سرعان ما يسمع أحدا يقوم لـلمناظرة فـى الـمـجـالات الـديـنية ، يستـعد للقيام أمامه مع رفقائه وزملائه بالدلائل والبراهين القاطعة ، فالإنسان العبقرى مثله لا يأتي إلا بعد طول الزمان .

7- الشيخ عبد الستار حماد حفظه اللّٰه

كان له مهارة خاصة فى فن أسماء الرجال واستوعب على فقه الأحناف وتعمق فيه .

8- **الشيخ خليل الرحمن لكهوى حفظه اللّٰه**

كان له يد طولى في ميدان التحقيق ، ووفاته خسارة كبيرة للجماعة .

9- **الشيخ رفيق الطاهر حفظه اللّٰه**

سئل عنه بأنه هل كان من العلماء المجتهدين فى التصحيح والتضعيف ؟ ”فقال : نعم لا شك أنه من علماء المجتهدين فى هذا الشأن“ .

صفاته : كان رجلاً تقيًا ورعًا زاهدًا مشغولاً فى التأليف والتصنيف دائمًا - كان يلتزم بالوقت كثيرًا وكل شيء كان يفعل مراعيًا للوقت والنظام كما حكى : أنه كان يستيقظ مبكرًا فى الصباح قبل الفجر ويؤدى صلاة التهجد ، ثم يبدأ مطالعة الكتب ويستمر إلى أن حان وقت صلاة الفجر وبعد الصلاة يدخل مباشرة إلى مكتبته ولا يزال يطالع الكتب وينشغل بالكتابة والتحقيق حتى الساعة الحادية عشر ، ثم يأخذ قيلولة نهارية لمدة نصف ساعة تقريبًا في غرفة ملتصقة بمكتبته ثم يشتغل بالكتابة مرة أخرى إلى صلاة الظهر ، ثم من الظهر إلى صلاة العصر ، وبعد العصر أيضًا يقوم بالمطالعة والكتابة حتى إلى المغرب إلا نصف ساعة ، وفي ذاك الوقت كان يسير فى الخارج مع بعض طلبائه للحركات الترفيهية ، ثم يرجع إلى المكتبة مرة أخرى بعد صلاة المغرب ، وفي هذا الوقت كان فقط يطالع الكتب المختلفة ، وكان له كراسات خاصة للمواد المختلفة يجمع فيه الفوائد المقتبسة من الكتب ، وبعد صلاة العشاء كان ينام مباشرة . هكذا كانت حياته اليومية التى كانت متلازمة مع الكتب والدراسة والتحقيق ، فقد أوقف حياته لخدمة الدين تمامًا ولم يلتفت إلى أى شيء آخر خاصة في آخر حياته حتى عزل عن مهمة التدريس أيضًا لصرف الوقت خاصة للدراسة والكتابة .

إنتاجه العلمي ومؤلفاته :

ألف رحمه اللّٰه أكثر من خمسين كتابًا ما بين التحقيق والتأليف سواء باللغة العربية والأردية ما يدل على رسوخه بحقائق الدين ومدى تضلعه من العلوم المختلفة وعبقريته فيها وإليكم هذه المؤلفات للشيخ رحمه اللّٰه مع التعريف الموجز بها .

فى تفسير القرآن :

1- صحيح التفاسير (غير كامل) (باللغة العربية)

فى الفقه ومسائله :

1- نور القمرين (هذا الكتاب جواب لكتاب أحد من العلماء الديوبندية ”حديث أور أهل حديث“)

2- الكواكب الدرية في وجوب الفاتحة خلف الإمام فى الجهرية .

3- جنة كا راسته (طريق الجنة) .

4- هدية المسلمين (هذا الكتاب منتخب لأربعين حديثًا) .

5- تعداد الركعات (بيان وتحقيق لعدد ركعات قيام رمضان) .

6- نور العينين فى إثبات رفع اليدين (هذا من أفضل كتب الشيخ تحول بسببه كثير من الناس إلى مسلك السلفية أهل الحديث) .

7- القول المتين فى الجهر بالتأمين .

8- توضيح الأحكام (يحتوى على فتاوى مختلفة) .

9- الصلاة خلف الرجل من غلاة المبتدعين .

10- دين مين تقليد كا مسئله (قضية التقليد فى الدين) .

11- نور المصابيح (هذا الكتاب في مسئلة التراويح) .

فى العقيدة والآداب :

1- القول الصحيح فيما تواتر فى نزول المسيح .

2- السنن والمبتدعات (كتاب عربى للشيخ عمرو عبد المنعم سليم ترجمه الشيخ إلى الأردية) .

3- ترجمة الأنوار فى شمائل النبى المختار للبغوى (ترجمة من العربية) .

4- ترجمة شعار أصحاب الحديث للإمام الحاكم (ترجمة من العربية) .

5- عصر حاضر كے چند كذابين كا تذكرة (ذكر بعض الكذابين فى العصر الحديث)(مخطوط) .

6- القرآن كلام الخالق ليس مخلوقًا .

7- فضائل درود (فضائل الصلاة والسلام على النبى صلى الله عليه وسلم) .

8- ترجمة وتحقيق شرح "حديث جبريل" للشيخ عبد المحسن العباد (ترجمة من العربية) .

فى الرد على المبتدعين :

1- ماستر أمين أوكاروى كا تعاقب (ملحقات لإدعاء أمين أوكاروى) فقد أرسل الشيخ هذا الكتاب إلى هذا العالم الديوبندى "أمين أوكاروى" فى حياته ولكن لم يجب عنه .

2- أكاذيب آل ديوبند .

3- نصر المعبود فى الرد على "سلطان محمود" وفى هذا الكتاب رد الشيخ على سلطان محمود، رجل بريلوى المسلك في حضرو .

4- أنـوار الـطـريق في رد ظلمات "فيصل" الحليق (هذا الكتاب رد على جواب الرجل البريلوى "فيصل" على كتاب "نور العينين" للشيخ الذى كتبه ردًا عليه، ثم جاء الشيخ بالجواب عنه .

5- سيف الجبار في جواب الظهور ونثار .

6- *آل دیوبند سے* 210 *سوالات* (210أسئلة إلى الديوبنديين)

وهـذه الـكتب كلها باللغة الأردية، ومؤلفاته في تحقيق كتب التراث سيأتى بيانها فى الفصل التالى إن شاء الله .

آثاره في ميدان العلم :

كـان لـلشيـخ زبيـر علي زئى جهود مباركة في تحقيق النصوص القديمة والحديثة وأكثر كتبه يـحتـوى هـذا الـمـجـال . فهـذه الكتب بعضها في تخريج الحديث ودراسة الأسانيد وبعضها فى الأصول الحديثية وبعضها في أسماء الرجال .

كـان لـه رغبة خـاصة فـى الـمسـائل الفقهية أيضًا وكتب فيه لا بأس به من الكتب وفى خلال تـحـقيـق بـعـض الـكتب الحديثية ذكر تحت كل حديث فوائد فقهية التى تتضمن على تأييد السنة الـمـطهـرة وفقًا لمنهج السلف الصالح والرد على من خالفها فى العقائد والأعمال، فالكتب التى كتبهـا رحـمـه الـله حصلت قبولاً حسنًا بين العلماء والعوام بحيث كانت موثقة بالبراهين القاطعة والحجج الـصامدة التـى لا جـواب لهـا عـنـد الـمخالفين . فعلى سبيل المثال كتابه "نور العينين" و"مسـئلة التقليد فى الدين" وأمثـال هـذه الـكتب التى أثرت تأثيرًا عظيمًا لإرشاد الناس إلى ما هو الحق و التمييز بينه وبين الباطل وأصبح بذلك شوكة حادة في حلوق المخالفين من الفرق الضالة والـمـذاهـب التـقـليدية، فكل كلام تكلم وكل لفظ كتب كان بالتحقيق الكامل لا لإثبات رأيه بل لإثبات ما هو المستدل وما هو الأقرب إلى الحق والحقيقة .

فـالتـراث الـعلمي الذى خلفه الشيخ للأجيال الآتية له قيمة بارزة وأثر بالغ لهداية الناس إلى طريق الحق والرشاد -وقـد ترجمت كتبه إلى لغات أخرى كالعربى والإنكليزى والبنغالى والبشتو وغير ذلك -

آثاره في ميدان الدعوة :

كـان داعيًا مخلصًا إلى التوحيد والسنة ومؤيدًا لمنهج السلف أهل الحديث في باكستان، بدأ الشيـخ الدعوة السلفية عمليًا فى التسعينات عندما كان عمره قريبًا من الثلاثين، وكان يخطب أمام الـعـوام والـخـواص فـي أنـحـاء باكستان ومنذ البداية كان له ذوق خاص للمناظرة مع المخالفين

وكانت له قدرة موهوبة في هذا المجال ، نذكر هنا بعض نماذج مناظرته فيما يلى :

هـنـاك مناظرة انعقدت سنة 1997م فـي مـنـطـقـتـه أتك ، فقام بعض العلماء بالمناظرة ضد الـعيسـاوييـن فـي مـدرسة مـحـلية ، الشيـخ زبيـر عـلـي زئى كان أيضًا مع هؤلاء العلماء الأجلاء الـمـخـالـفين للعيساويين ، وفي أثناء المناظرة كانت هناك مناقشة حول نسب عيسى عليه السلام تـحتاج للرجوع إلى المصدر الأصلى ، فأخرج أحد القساوسة كتابهم باللغة العبرانية دعما لآراء هم الـمـكذوبة ، ثم كتم بعض الكلام منه زعما بأنه لا يفهم هؤلاء العلماء اللغة العبرانية ، فقام الشيخ زبيـر عـلـي زئى وكان عارفًا بهذه اللغة من حيث أنه قد تعلمه من الإفريقيين فى فترة التى كان فيها يـعـمل فى سفينة إفريقية ، فاستغرب القسيسون عندما قرأ آيات الكتاب وترجمها وحل ما فيها من التناقض والتعارض ، فانهزموا وهربوا من ميدان المناظرة .

كـانـت مـنـاظـرة مع القاديانيين ذات يوم في محافظة أتك ، فلم يستطيعوا القيام بالأدلة أمام الشيخ زبير ، فدخل أحدهم فى الإسلام وهرب الباقون۔

كان هناك مـناظرة فـى مـنـطـقـة كـوهستان مرة التى قابل فيها الشيخ طالب الرحمن من أهل الـحـديـث ومـاستر أمين أوكاروى من الأحناف الديوبنديين ، فكان الشيخ زبير علي زئى مساعدًا لـلشيـخ طـالب الرحمن فى المناظرة ، فالنتيجة جائت أنه بعدما انتهت المناظرة جاء الرجل الذى قام بترتيب هذه المناظرة وأعلن الرجوع من مذهب الحنفية إلى مسلك أهل الحديث .

”جـماعة المسلمين“ فـرقة ضـالة التـى أسّسها: د . مسعود أحمد ، فقد قرّر بأن جميع الناس الـذيـن هـم ليسوا من جماعته فهم من الكفار ، فمرة هو قد جاء إلى إسلام آباد وجلس معه الشيخ زبيـر عـلـى زئى ، وفي أثناء الحديث فيما بينهما حول هذا الموضوع قد سكت مسعود أحمد ولـم يستـطـع أن يـرد على حجة الشيخ ، فأصحاب ”جماعة المسلمين“ فـي حضرو بعدما رأوا هذا قد تابوا عن هذه الفرقة الضالة وتحولوا إلى منهج أهل الحديث .

وكـذا مرة جلس مع الدكتور مسعود الدين عثمانى من نفس الجماعة ”جماعة المسلمين“ في مسـجـده فـي مـديـنة كراتشى ، فسريعًا أصبح الدكتور مترددًا ومتذبذبًا ولم يثبت قوله أمام حجج الشيخ زبير ، فتاب عن هذه الفرقة الضالة كثير من أصحابه الحاضرين في ذاك المجلس فورًا .

هـكذا يوجد كثير من وقائع وحوادث من مناظراته ومناقشاته مع الفرق المبتدعة التى برز فيها مـكـانة الشيـخ وهـمته وبراعته وشجاعته للدفاع عن الدين الحنيف وحمايته من دسائس الضالين المضلين ، فاستمر رحمه اللّٰه على هذه الخطوات في ميدان الدعوة حتى وافاه الأجل .

المبحث الثانى :

جهوده في خدمة علم الحديث

خدمات الشيخ في علم الحديث بـدأت حياة الشيخ زبير على زئى العلمية بالقيام على خدمة السنة الـنبـوية وانتهـت وهـو في نفس الخط بالعناية لها عناية فائقة ، فقد أفدى حياته تمامًا للسنة النبوية وكتب فيها كتبا ورسائل ومقالات كثيرة متنوعة متوفرة . فكان فاتحًا حقيقيًا لنافذة جديدة في ساحة عـلم تخريج الحديث ودراسة الأسانيد فى القارة الهندية ، فلذا يلقّب حقا بين العلماء المعاصرين بـ"ألبانى الباكستان" -فـالتراث العلمي الذى تركه الشيخ يدل على مهارته وبراعته فى هذا الميدان المبارك -نذكر فى التالية بيانا موجزا عن آثاره العلمية .

v **مؤلفاته في تحقيق وتخريج كتب الحديث النبوى والتعريف الموجز بها:**

مصنفاته المطبوعة:

1- **أضواء المصابيح فى تحقيق مشكوة المصابيح (تحت التكميل)**

هـذا الـكتـاب تحقيق وتخريج للكتاب "مشكاة المصابيح" لـلخطيب التبريزى ، ألّفه باللغة الأردية ، وهـذا كتاب مفيد جدا لطلاب العلم كما لعامة الناس بحيث ذكر فيه تخريج الحديث مع الحكم عليه بالصحة أو الضعف ، وبين فيه بيانا شافيا مفصّلا عن أسباب الضعف ، ثم تعقب عليه بـذكـر فـقـه الـحديث مع الفوائد والنقطات المتضمّنة فى الحديث . وهـذا الكتاب لم يستطع أن يكمله قبل وفاته ، فطبع منه مجلدًا واحدًا فقط .

ذكر فيه الشيخ التخريج والشروحات لـ 280حديث من كتاب الإيمان إلى كتاب العلم ، ومع ذلك لا يخلو هذا الحجم الصغير من النفع الكبير .

لم يشرح فيه الأحاديث التى لم تثبت صحته عنده .

ذكر في آخر الكتاب فهرسًا مفصلاً للأحاديث والموضوعات والأطراف وكذا أسماء الرجال حتـى يـنتـفـع مـنـه الـعلماء وطلاب العلم كافة . طبع هذا الكتاب من المكتبة الإسلامية بلاهور ، باكستان سنة 2010م وعدد الصفحات :376 .

2- **أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة**

هـذا كتـاب لـمجموع الأحاديث الضعيفة المقتبسة من السنن الأربعة المشهورة ، وهذا أبرز أعـمـال الشيـخ فى خدمة السنة النبوية ، خرّج فيه أحاديث السنن الأربعة للمرة الثانية بعد تخريج الشيـخ ناصر الدين الألبانى ، فهو قد خالف الشيخ الألبانى فى الحكم على الحديث كثيرًا فى هذا

الكتاب، حتى فقط في كتاب الصلاة من سنن أبى داود ضعّف أكثر من 150حديث الذى صحّحه الشيخ الألباني فى تخريجه، ولذا اعترض عليه بعض العلماء ولم يقبل تحقيقه بقبول حسن بدعوى أنه متشدد فى الحكم على الحديث وخاصة فى قضية تدليس الثقات.

وقد ذكر الشيخ منهجه فى الحكم على الحديث تفصيلاً في مقدمة هذا الكتاب. ووضع فيه عشرة مقاييس الأساسية قاس عليها أسانيد الحديث وهى (1) علة الضعف، (2) الجرح والتعديل، (3) توثيق الجمهور، (4) توثيق المتساهل (5) أئمة الجرح والتعديل، (6) تصحيح الحديث يدل على التوثيق لرواته، (7) زيادة الثقة (8) المزيد فى متصل الأسانيد (9) التدليس (10) الشواهد والمتابعات، فقد سار في تخريج الحديث و تحقيقه مراعيًا لهذه النقاط العشر.

وأمّا طريقته في تأليف هذا الكتاب فإنه قد ذكر أولا بعض أطراف الحديث ثم تحته حكم عليه بالضعف مع ذكر الأسباب والأدلة الملتحقة به.

وقد طبعت الطباعة الثانية لهذا الكتاب عام 2011م من مكتبة الحديث حضرو، أتك، الباكستان وعدد الصفحات :738 .

3- **تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء للبخاري**

هذا الكتاب لم أقف عليه لعدم توفره فى السوق الآن.

4- **تحقيق و تخريج موطأ إمام مالك رواية ابن القاسم**

هذا الكتاب تحقيق وتخريج وشرح لموطأ إمام مالك (رواية ابن القاسم) ألفه الشيخ باللغة الأردية.

ذكر الشيخ في بدايته التقديم على الكتاب وبيّن فيه مميّزات موطأ للإمام مالك بن أنس وتاريخ إشاعته في مستوى القارة الهندية وتراجمه باللغة الأردية.

بعد التقديم كتب الشيخ مقدمة خاصة تحت العنوان "مقدمة الاتحاف الباسم"وذكر فيه تاريخ تدوين الحديث وحجيته والرد على منكريه موجزا بل قيمًا جدًا، ما لا بد من قرائته لطلاب العلم.

وطريقته في تأليفه ذكر أولا ترجمة الحديث باللغة الأردية الفصحى، ثم الحكم على الإسناد ثم التخريج ثم فقه الحديث على وجه التفصيل المناسب.

مجموع عدد الحديث فيه 527 حديث والأحاديث كلها ثبت عنده إما صحيحا وإما حسنا ما عدا حديثًا واحدًا فقط-

وقد طبعت أولاً في سنة 2009م من مكتبة الحديث حضرو، أتك، الباكستان. وعدد

الصفحات :662 .

5- **تحقيق و تخريج جزء على بن محمد الحميرى.**

6- **تحقيق و تخريج سنن الترمذى.**

7- **تسهيل الحاجة فى تحقيق و تخريج سنن ابن ماجه.**

8- **عمدة المساعى فى تحقيق و تخريج سنن النسائى.**

9- **تحقيق مسائل محمد بن عثمان بن أبى شيبة (تحت الطبع).**

مصنفاته المخطوطة :

1- **نيل المقصود فى تحقيق و تخريج سنن أبى داود.**

2- **تحقيق و تخريج بلوغ المرام.**

3- **العقد التمام فى تحقيق السيرة لابن هشام.**

4- **أنوار السنن فى تخريج و تحقيق آثار السنن.**

5- **تحقيق و تخريخ أحاديث إثبات عذاب القبر للبيهقى.**

6- **تحقيق و تخريج كتاب الأربعين لابن تيمية.**

7- **تحقيق و تخريج مسند الحميدى (تحت الطبع).**

8- **تحقيق و تخريج موطأ إمام مالك رواية يحيى بن يحيى.**

9- **تحقيق الأنوار من شمائل النبى المختار.**

10- **تخريج النهاية فى الفتن والملاحم.**

11- **تخريج كتاب الجهاد لابن تيمية.**

12- **تخريج شعار أهل الحديث لأبى أحمد الحاكم.**

13- **تحقيق و تخريج التقبيل والمعانقة لابن الأعرابى.**

14- **الأسانيد الصحيحة فى أخبار أبى حنيفة.**

هـذه الـكتـب الـمذكورة فوقه كلها ما زالت مخطوطة وبعضها تحت العمل للطباعة وسوف يصدر قريبا إن شاء الله -

v **مؤلفاته فى علوم الحديث وقواعده :**

فى مصطلح الحديث :

لـم يـكتـب كتـابًا في هذا الموضوع بالخصوص ، ولكن ترجم كتابا للإمام ابن كثير فى علم

مصطلح الحديث المسمى **باختصار علوم الحديث** مع ذكر التحقيق والملاحظات الهامة .

فى علم الرجال :

1- **كلام الدارقطنى فى سننه فى أسماء الرجال.**

2- **تلخيص الكامل لابن عدى.**

3- **تلخيص تاريخ بغداد للخطيب.**

هـذه الـكتب المذكورة كلها ما زالت مخطوطة إلى الآن ولم يصل إلينا بعد ، ولكننا نرجو أنه سوف يطبع هذه الكتب المهمة فى المستقبل القريب إن شاء اللّٰه .

فى الجرح والتعديل :

1- **تلخيص الجرح و التعديل لابن أبى حاتم.**

2- **تلخيص الثقات لابن حبان.**

3- **تلخيص كتاب المجروحين لابن حبان.**

4- **أنوار السبيل في ميزان الجرح و التعديل.**

هذه الكتب المذكورة ما زالت مخطوطة .

5- **الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين (مطبوعة).**

6- **التأسيس في مسئلة التدليس (مطبوعة).**

الأول مـنهـمـا قـد كتب باللغة العربية والثاني باللغة الأردية ، وتكلم فيهما الشيخ عن مسئلة التدليس والمدلسين من الرواة بصورة واضحة وطريقة حديثة .

٧ **جهوده في نقد الحديث :**

مناهج الشيخ العامة فى التعقيب على الحديث :

عند التحقيق أكثر ما اعتمد فيه على المخطوطات الأصلية أو الأقدم ما يوجد فيها على قدر الوسع .

(حافظ زبير على زئى، أضواء المصابيح فى تحقيق مشكاة المصابيح ، لاهور: مكتبة إسلامية ، ط 1 ، 2010م ، ص 17)

عـنـد تضعيف الحديث بيّن أوجه الضعف مفصلا شافيا ولكن أكثر ما يرى أنه لم يذكر أقوال العلماء الآخرين فى الحكم على الحديث إلا نادرا .

وعند التصحيح لم يطل الكلام فيه إلا ما لا بد منه .

فـإن وجـدت الـمتـابـعـات والشـواهـد من أقوال الصحابة أو التابعين أو أتباع التابعين ذكره للإستفادة .

شـدّد على المدلسين كثيرًا حتى لم يقبل أحيانًا من الإمامين الزهرى وأبى الزبير وغيرهما إلا بـعد أن ثبت بتصريح السماع عنهم أو بالمتابعات والشواهد. (حـافظ زبير على زئى، الاتحاف الباسم فى تحقيق موطأ الإمام مالك رواية عبد الرحمن القاسم، مكتبة الحديث حضرو: أتك/ باكستان، ط1، 2009م، ص 54)

طريقته في تصحيح الحديث وتضعيفها :

مـنهـج الشيـخ فـي تـصـحيح الحديث وتضعيفه يتبين من خلال أعماله التحقيقية الحديثية، وأجـمـل هذه المناهج مستقلاً فى كتابه "أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة" كما يلى :

1- **علة الضعف:** ذكـر عـقـب كـل حـديـث عـلة الضعف التى لأجلها ضعّف الحديث، مثلاً الحكم على حديث من "ضعيف سنن أبى داود" (الرقم :22) : "إسناده ضعيف، الأعمش مدلس وعنعن".

2- **الجرح والتعديل :** كـان يبـحـث عن أرجح الأقوال فى الجرح والتعديل من بطون أمهات كتـب الـرجال كما قال : "راجـعـت كتـب الـجـرح والتعديل لإبن أبي حاتم والثقات لابن حبان والتاريخ للعجلي والكامل لابن عدي، والضعفاء للبخاري وتهذيب الكمال وغيرها فاخترت من الأقـوال فـى كـل راو مـا هـو أعـدلـه أو أحيانًا سردت كلام المتأخرين فيما وافقت عليه كالحافظ الذهبي والحافظ ابن حجر العسقلاني وغيرهما". ولم يخالف هذا المنهج قط.

(المصدر السابق، ص18)

3- **توثيق الجمهور :** عند الإختلاف كان يقدم رأي الجمهور كما قال : "قدّمت رأي الجمهور فـى الـحكم على الرواة عند تعذر الجمع والتوفيق بين الأقوال المتعارضة وهذا منهجى في جميع تحقيقاتي".

4- **توثيق المتساهل :** إذا وثّـق الـمتساهل راويًا وانفرد بقوله فلا يحتج به، كما قال : "لا آخذ بتـوثيـق الـمتساهل فيما انفرد به كابن حبان والحاكم والترمذى وغيرهم ولكن إذا وثّقه متساهلان فـصاعدًا ولم يضعّفه أحد فهو حسن الحديث عندي ولا أبالي من جهّله بعد توثيق الإثنين فصاعدًا من أئمة الحديث".

5- **أئمة الجرح والتعديل :** وهم أقسام كما ذكر الشيخ :

(أ) الثقات ومن يحتج بهم وبآراء هم كالإمام البخاري ومسلم وأحمد والنسائي وغيرهم.

(ب) الضعفاء والمجروحون ومن لا يحتج بهم ولا يحتج بمروياتهم كالأزدي والدولابي ومسلمة

ابن القاسم وأبي عبد الرحمن الآجري وابن خراش وغيرهم .

(ت) الأئمة المعتدلون وهم كثيرون كالإمام البخاري ومسلم وأحمد والعجلي وغيرهم .

(ث) الأئمة المتساهلون كابن حبان في توثيق المجاهيل والبيهقي والحاكم وغيرهم .

6- **تصحيح الحديث يدل على توثيق رواته :** يعني إذا صحّح أحد من الأئمة حديثاً لراو منفرد فمعنى هذا أنه وثّق هذا الراوي ولو لم يصرح بكلامه ، كما قال بنفسه : "تصحيح الحديث وتحسينه توثيق لرواته فيما انفردوا فيه إلا ما خصص بالدليل"

7- **زيادة الثقات :** أقر بما اتفق عليه المحدثون في قولهم بأن إذا وقع الإختلاف فى الموقوف والمرفوع والمرسل والمتصل وغير ذلك فزيادة الثقة مقبولة .

8- **المزيد في متصل الأسانيد :** إذا زيد راوى في بعض الأسانيد الثابتة فهذه الزيادة تعتبر إلا إذا جاء تصريح سماع تلميذه من شيخ الراوي الزائد .

9- **التدليس :** لم يقبل تدليس الراوي في أية حال ولم يحتج برواية المدلس الذي قام بتدليس التسوية إلا فيما صرح بالسماع المسلسل إلى آخر السند كالوليد بن مسلم ، كما قال "إذا ثبت عندي تدليس الراوي فلا أحتج بعنعنته في غير الصحيحين"-

10- **الشواهد والمتابعات :**

اعتبر بالشواهد والمتابعات حسب ضوابط المحدثين كما قال: "إذا كان الحديث ضعيفاً ووجدت له شواهد قوية أو متابعات مقبولة فحسّنت الحديث أو صحّحته بعد التتبع مراعيا أصول المحدثين . (أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة ، ص9-5)

11- **المناهج الأخرى :** مثلاً :

١: أحاديث الصحيحين المتصلة كلّها صحيحة يقينًا .

٢: إن وجد الاختلاف بين المحدثين فى راو والجمهور وثّقه فالراوى يصل إلى مرتبة الصدوق وحسن الحديث وروايته (غير المعلولة فى حد ذاته) ترتقى إلى درجة الحسن لذاته وتعتبر حجة شرعية .

٣: الحديث الحسن لغيره ليس صالحًا للاحتجاج به بل هو نوع من أنواع الضعيف .

٤: الراوي المجهول إن وثّقه أحد من الأئمة صريحًا أو إشارةً (أى بتصحيح روايته) مثلًا: الدارقطنى وابن خزيمة وغيرهما ، فيعتبر صدوقا أو حسن الحديث . فلا يسمى مستورا أو مجهولا وإن لم يعرفه أحد من الأئمة الآخرين .

٥: الـراوى الـمجهول إن وثّقه اثنا من المحدثين المتساهلين كابن حبان والترمذى صريحاً أو إشارةً فهو أيضا حسن الحديث وتعتبر روايته .

٦: إن ثبت الراوى مدلسًا من قبل المحدث الذى يعرف التفريق بين الإرسال والتدليس فلا تقبل روايته مطلقا في غير الصحيحين إلا أن يصرح بالسماع .

٧: زيادة الثـقة والصدوق دائمًا تستحق للترجيح ، مثلاً: كما قد أضاف فى سند الحديث أو متـنـه شيـئًـا زائدًا ، فالزيادة هذه تقبل وإن لم يزده أحد من الرواة ولو ألوفاً . فإن قيل: إنه قد خالف الجمهور ، فلا عبرة به .

٨: إن كـانـت الـرواية صـحيحًا أو حسنًا بظاهرها ولكن لم يقبله أحد فالرواية هذه تضعّف لكونها معلولة . (الاتحاف الباسم فى تحقيق موطأ الإمام مالك رواية عبد الرحمن القاسم ، ص 55)

نماذج من أحكامه على الحديث صحة وحسنا وضعفا :

نموذج الضعيف :

كـالحديث فى ضعيف سنن أبى داود : "مـن تفل تجاه القبلة . ." فـقال فى حكمه : "إسناده ضـعيف ، جرير بن عبد الحميد شك فى رفع الحديث فالسند معلل وللحديث طريق موقوف عند ابن أبى شيبة وسنده صحيح". هذا الحديث صححه الألبانى . (أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة ، رقم الحديث 3828 : ، ص 136)

نموذج الحسن :

الحديث من مشكاة المصابيح رواه أبوداود وابن ماجه : "من تعلم علما مما يبتغى به . ."
فقد حكم عليه بقوله : "إسناده حسن لذاته ، وصححه ابن حبان والحاكم".

(أضواء المصابيح فى تحقيق مشكاة المصابيح ، رقم الحديث 227 : ، ص 291)

نموذج الصحيح :

الحديث في مشكاة المصابيح ما رواه الدارمي : "هل تعرف ما يهدم الإسلام".

فحكم عليه هكذا :

"إسناده صحيح ، وفي إسناده أبو إسحاق الذي هو سليمان بن أبي سليمان الشيباني ، فهو ثقة مشهـور عـند الأئمة والبواقي كلهم أيضًا ثقات ، أنظر أسانيده الأخرى في كتاب الزهد لإبن المبارك (1475) والفقيه والمتفقه للخطيب (1/ 234)أو جامع بيان العلم وفضله لإبن عبد البر (2/ 221)

(المصدر السابق ، رقم الحديث: 269، ص 325)

٧ جهوده فى فقه الحديث :

براعته فى الفقه :

كـان لـه مهارة خاصة في استنباط فقه الأحاديث أيضًا ، ودوره في هذا الميدان لم يكن قاصرًا بـالـنسبة لعلوم الحديث الأخرى ، وهذه الدراية والتفقه في علم الشريعة كانت موهوبة له من عند الـلّـه سبحانه ، فألف كتبا كثيرة فى المسائل الفقهية معتمدًا على الكتاب والسنة الصحيحة متجردًا عـن التقليد الأعمى ، فكتب مثلاً في رفع اليدين (نور العينين فى مسئلة رفع اليدين) والتقليد (دين مين تقليد كا مسئله -قضية التقليد فى الدين) (مسئلة التقليد فى الدين) كان على رأس القمة ومفيد جـدًا والـفـارق بيـن الحق والباطل ، وكذا صنف كتبا كثيرة للدفاع عن مسلك أهل الحديث والرد عـلى الديوبندية والبريلوية والعيسائية والقاديانية وغيرها من الفرق مع حجة قوية وبرهان قاطع لا جواب له .

الشيخ زبير والدليل الشرعى :

كـمـا مـرّ بـنـا أن الشيـخ زبيـر عـلى زئى كان مخالفًا شديدًا للتقليد الأعمى لأي مذهب من الـمـذاهـب ، بل كان متمسكًا بالكتاب والسنة على فهم السلف الصالحين ، ومؤيدًا لمسلك أهل الحديث وهو التمسك بالحجة والترجيح للنصوص الشرعية دائمًا فوق كل شيء عند الإستدلال ، لا للرأي والقياس ، وبرز منهجه في جميع أعماله الحديثية وحواشيه وتعاليقه ، كما ذكر هو بنفسه:

2- الإستـدلال يـكـون بالنصوص الشرعية أي الكتاب والأحاديث الصحيحة والإجماع وإن لم توجد نصوص شرعية في أي مسئلة فالعبرة إذن بالإجتهاد ، فالإجتهاد له أقسام :

١: الإستدلال بآثار السلف الصالح .

٢: الإستدلال باختيار ما هو الأرجح من آثار السلف المتضادة .

٣: الإستدلال من الأدلة العامة .

٤: القياس الصحيح والمصالح المرسلة وقواعد الأوليات وغيرها من الأدلة الأصولية المعتبرة .

3- كـل رأي أو اجتهـاد معارض للكتاب والسنة مردود ، مثلاً القول بالنكاح المتعة فإن قال أحد من العلماء بأنه حلال ، لن يقبل أبدًا بل يبقى مردودًا إلى يوم القيامة . (ترجمة من النص الأردية ، أنظر : الاتحاف الباسم فى تحقيق موطأ الإمام مالك رواية عبد الرحمن القاسم ، ص 54)

مصنفاته في فقه الحديث :

الكتب التى برز فيها باعه في فقه الحديث كما يلي :

1- أضواء المصابيح في تحقيق مشكاة المصابيح

2- ترجمة وتحقيق وحواشى لموطأ إمام مالك (رواية ابن القاسم)

وقد سبق البيان عن هذين الكتابين في موضعهما ، فاشتمل هذان الكتابان على الفوائد الحديثية كثيرة ، وتظهر فيه تضلّع الشيخ من تحقيق النصوص الشرعية واستنباط الفوائد الدقيقة المتضمنة في ظاهر الحديث وباطنه ، فلا شك يستفيد منه طلاب العلم وعامة الناس سواء ، وعلاوة عن هذين الكتابين كتب مقالات كثيرة أيضًا في مجلته "مجلة الحديث"وشرح فيه كثيرًا من النصوص الحديثية على وجه متميز واستدل به على المسائل المختلفة على وجه متفرد .

منهجه في شرح نصوص الحديث :

كما لاحظنا بعد الوقوف على شروحاته أنه :

1- ذكر الفوائد والمفاهيم من الحديث عقب كل حديث .

2- لم يطل فيه الكلام إلا ما يطلب السياق والحقائق .

3- لم يذكر فيه آراء الأئمة والعلماء وأسماء هم إلا نادرًا .

4- استفاد من شروحات العلماء فى الحديث وعبّره بطريقة نفسه .

5- فى المسائل الإجتهادية التزم بأوسط الأمور غالبًا .

6- التزم دائمًا بفهم السلف الصالحين من الكتاب والسنة وبما اتفقوا عليه من الأمر .

v **جهوده فى الدفاع عن السنة :**

دفاعه عن السنة النبوية والجامع الصحيح للإمام البخارى :

10- كتب الشيخ فى الدفاع عن السنة عمومًا كما نرى في مقدمة كتابه " تحقيق و تخريج موطأ إمام مالك رواية ابن القاسم" وكذا الّف كتبا متخصصة فى الدفاع عن أصح الكتب بعد كتاب اللّٰه سبحانه وتعالى وهو الجامع الصحيح للإمام البخارى كما فى التالي:

1- **رد الاعتراضات على البخاري** (*صحيح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ* (اردو) مكتبة اسلامية ، ط 1، 2010م ، عدد الصفحات 125)

أجمع الأمة على صحة صحيح البخاري ولم يعترض عليه أحد سوى الإمام الدارقطني ولكن أجاب عليه الإمام ابن حجر العسقلاني في فتح الباري وكشف الغبار عنه تماما - ومع ذلك

القرآنيون وكذا منكرو الحديث فى الزمان الحاضر يهجمون على كتب الحديث خاصة على صحيح البخاري بدعوى أنه لا يستحق أن يسمى صحيحاً لأن فيه خللاً كثيرًا وتناقضًا ظاهرًا، فأجاب الشيخ عليهم في هذا الكتاب وفنّد دعواهم الفاسد.

2- **هجوم منكرى الحديث على صحيح البخارى والرد عليه**

هذا الكتاب رد صارم على دعاوى منكرى الحديث الذين يعترضون على صحيح البخاري من نواحى شتى، وقد ظهرت ديانته وأمانته ومؤهلاته العلمية على وجه ممتاز فى هذا الكتاب.

3- **توفيق البارى فى تطبيق القرآن وصحيح البخارى** (توفيق البارى فى تطبيق القرآن وصحيح البخارى (اردو)، دار النعمان للنشر والطباعة، ط1، 2010م، عدد الصفحات 98)

هذا الكتاب جواب عن كتاب "قرآن مقدس اور بخارى محدث" (باللغة الأردوية) الذى كتبه أحمد سعيد الملتانى واعترض على صحة 54 حديثا من صحيح البخارى، فردّ الشيخ على اعتراضاته ردًا قاطعًا مسكتًا.

٧ **دوره فى الميادين الأخرى الحديثية:**

لم يكتف الشيخ بتخريج الأحاديث وتحقيقه فحسب، بل تكلم في علم رجال الحديث وعلم الجرح والتعديل وتراجم علماء الحديث كثيرًا، فالمقالات القيّمة التى كانت تصدر من آن لآخر فى مجلته "مجلة الحديث" (مجلة الحديث الشهرية، مدير :حافظ زبير علي زئى، الناشر: مكتبة الحديث حضرو :أتك/ باكستان، التأسيس: 2004 م) تطرق على أذهان العلماء وطلاب العلم وتعجبهم بدقّتها وتعمّقها من حيث الفكر والنظر -فهذه المقالات الحديثية والفقهية صدرت في مؤلفة مستقلة على مجلدات مثل "مقالات الحديث" (مقالات الحديث، مكتبة الحديث حضرو :أتك/ باكستان، ط 1، 2011م، صفحة الكتاب: 687) و"تحقيقى وإصلاحى وعلمى مقالات" (ستة مجلدات، طبعت مرتين من باكستان[تحقیقی واصلاحی وعلمی مقالات، مكتبة إسلامية: لاهور/ باكستان، ط1، 2010م] والهند [تحقيقى وإصلاحى وعلمى مقالات، الكتاب انترنيشنال: دلهى/ الهند، ط1، 2013م]).

الشيخ زبير في ميزان النقد :

1- دعوى التشدد فى الحكم على الحديث :

حسبما وقفنا على أعماله الحديثية نقول أن هذا الدعوى فيه شيء من الحق لا ينكر، حيث نرى أنه قد خالف العلماء المتأخرين كالشيخ الألبانى والعلماء المحققين المعاصرين فى الحكم على الحديث فى كثير من الأحيان، فنحلل هذه القضية بأمور :

أولا : وضّح الشيخ طريقته ومنهجه فى التخريج والتحقيق والحكم على الحديث توضيحًا صريحًا في كتبه المختلفة لا غبار فيه، فإذا نظر أحد إلى منهجه وبالتالي نظر إلى تطبيقاته في تخريج الكتب، لم يستطع أن يردّ عليه ولم ينكر هذه الحقيقة بأنه كان ملتزما بمناهج وضوابط المحدثين المثبوتة ولم يخرج منه شيئًا، فمعنى ذلك أن هذا الدعوى لا يقوم على أساس علمي .

وثانيا : لا شك أن كل بني آدم خطّاء ولا يخلو أحد من جنس البشر من الخطأ والنسيان، فالشيخ زبير علي زئي يحتمل أن يكون مخطئًا أحيانًا، فأخطائه في بعض المواضع لا تعني أنه كان متشدّدًا أو خرج من مناهج المحدثين .

وثالثا : أعمال الشيخ زبير قائمة على منهج واضح جدًا مثل ضوء النهار، فمن أراد أن يحقّق مناهجه النظرية وتطبيقاته العملية فليفعل، ولكن الاعتراض عليه إطلاقا بدون حجة أمر غير مقبول، والله أعلم .

2- دعوى الهجوم على المخالفين بألفاظ قاسية :

نقول : نعم كان له لسان صارم ضد المبتدعين المخالفين للسنة لا شك، وهذا كان أسلوبه الشخصى الذى قد انتهج به متأثرا ببيئته المجاورة المملوئة بالبدع والشركيات، فالرد على المخالفين من قبله كان بالنسبة لما قد تعرض عناء ومشقات من مخالفيهم، فهذا أمر طبيعى وكل ذلك كان لإحقاق الحق وإبطال الباطل على أسس متينة وقواعد سليمة ولم يخش فيه لومة لائم .

الخاتمة :

وفى الأخير نقول أن الشيخ زبير علي زئي كان من العلماء المجتهدين في علم الحديث فى

العصر الراهن، قلما يوجد شخصية مثله في باكستان ولا فى القارة الهندية في عصرنا الحاضر الذي قام بخدمة الحديث رواية ودراية إلى هذا الحد. فكان من أبرز دعاة السلفية وعقيدته كانت صافية مستقيمة على مذهب أهل السنة والجماعة أهل الحديث وكان متمسكًا بالكتاب والسنة وقامعًا للشرك والبدع طول حياته. وقدكتب كتبا متنوعة في تخريج الأحاديث وتحقيقها وتشريحها وعلم أصول الحديث وعلم رجال الحديث وعلم الجرح التعديل وفقه الحديث، ولكن مع الأسف الشديد أكثر مصنفاته ما زالت مخطوطة لم تطبع حتى الآن. وكان مع انشغاله بالأعمال العلمية ساهم في ميدان الدعوة وإصلاح الناس مساهمة ملموسة حتى أصبح صوتًا عاليًا لجماعة أهل الحديث في باكستان. فلا شك أنه يعتبر من العلماء الكبار في علم الحديث في هذا العصر.

فاللّهم اغفر له وارحمه واحشره مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقًا.

وصلى اللّه وسلم وبارك على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليمًا كثيرًا.

استاد محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی خدمات پر خراج تحسین

مولانا ابن بشیر الحسینوی الاثری حفظہ اللہ

راقم جامعہ رحمانیہ لاہور کی چوتھی کلاس میں تھا، تو میرے محسن و مربی شیخ عبدالرشید راشد رحمہ اللہ ہمیں سنن النسائی پڑھاتے تھے اور راقم نے سنن النسائی کے ضعیف راویوں پر کام شروع کر دیا، روزانہ رحمانیہ لائبریری میں جاتا اور کتب رجال کی مدد سے سنن النسائی کے ضعیف راوی جمع کرنے شروع کیے، اسی دوران میں اکثر شیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کے پاس بھی جایا کرتا تھا جو سکیم موڑ ابوبکر صدیق مسجد میں ہوا کرتے تھے۔ ایک دن میں ان سے سنن النسائی کے ضعیف رواۃ پر مشورہ کیا کہ کام کس طرح ہونا چاہیے تو شیخ ربانی صاحب شفاہ اللہ نے مجھے کہا: آپ شیخ زبیر علی زئی صاحب سے رابطہ کریں وہ دارالسلام لاہور میں ہوتے ہیں، اور مبشر صاحب نے مجھے شیخ محترم کا نمبر بھی دیا۔

پھر راقم نے شیخ محترم کو فون کیا اور مشورہ لیا تو شیخ صاحب نے بتایا کہ یہ بہت اچھا کام ہے اس میں ایک اضافہ بھی کریں کہ ضعیف راوی کے استاد اور شاگرد کا نام بھی لکھ دیں یہ بہت مفید رہے گا۔

شیخ محترم کا پہلی مرتبہ نام سنا اور پہلی مرتبہ شیخ سے میری بات ہوئی تھی، اس کے بعد گاہے گاہے فون پر رابطہ رہا۔

راقم ہر اس شخص کو استاد محترم کہتا ہے جس سے تھوڑا استفادہ کیا ہو یا زیادہ۔

مَیں استاد محترم کے پاس حضرو اٹک میں 2003ء کو چار دن کے لیے گیا تھا اور فون پر استفادے کی انتہا نہیں۔ والحمدللہ

راقم نے شیخ محترم سے بہت کچھ سیکھا اور انھوں نے اپنا قیمتی وقت نکال کر مجھے ہر طرح کے علمی استفادے کا موقع فراہم کیا۔ فجزاہ اللہ خیرا

میں اس وقت مرکز التربیۃ فیصل آباد میں تخصص کے آخری سال میں تھا اور حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی کتاب الاصلاح کی تحقیق و تخریج کر کے مقالہ پیش کرنا تھا، جس بنا پر میں نے شیخ صاحب کی طرف سفر کیا کیوں کہ چند کتب مل نہیں رہی تھیں، شیخ صاحب سے فون پر رابطہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس وہ کتب ہیں، چنانچہ میں حاضرِ خدمت ہو گیا۔

اس وقت شیخ صاحب کے پاس شیخ ندیم ظہیر، فضل اکبر کاشمیری اور سید تنویر حسین شاہ ہزاروی حفظہم اللہ بھی تھے۔

اور شیخ محترم سے یہ میری پہلی ملاقات تھی لیکن انھوں نے اس طرح محبت کی گویا کئی سالوں سے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ فجزاہ اللہ خیراً

شیخ محترم کے وہ اوصاف و معمولات جو میں نے ملاحظہ کیے

راقم نے دیکھا کہ شیخ محترم وقت کے بہت پابند ہیں وقت پر سوتے ہیں، وقت پر لکھتے ہیں اور وقت پر ہی مطالعہ کرتے ہیں، میں نے دیکھا تھا کہ شیخ محترم تہجد کے وقت

بیدار ہو جاتے تھے، راقم تہجد کے وقت لائبریری میں آتا تو شیخ محترم مطالعہ میں مصروف ہوتے۔ ایک دفعہ پوچھا کہ شیخ صاحب کیا کر رہے ہیں تو فرمانے لگے کہ کوئی اچھی سی عربی کتاب تلاش کر رہا ہوں جس کا ترجمہ کیا جائے۔

نماز فجر خود پڑھاتے تھے اور جمعہ بھی خود پڑھاتے تھے، نماز فجر کے بعد لائبریری میں آجاتے تو مسلسل لکھتے رہتے اور کھانے کے وقت گھر تشریف لے جاتے، پھر دوبارہ لائبریری میں آجاتے اور تقریباً گیارہ بجے تک لکھنے اور تحقیق کرنے میں مصروف رہتے، پھر قیلولہ کرتے اور یہ قیلولہ بھی بہت ہی مختصر ہوتا جو لائبریری سے متصل ایک چھوٹے سے کمرے میں ہوتا تھا۔

پھر ظہر تک مسلسل تحقیق اور کتب لکھنے میں مصروف رہتے، نماز ظہر سے فارغ ہو کر نماز عصر تک مسلسل لکھنے میں مصروف رہتے اور نماز عصر کے بعد بھی یہی مصروفیات ہوتیں لیکن نماز مغرب سے تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے ہم اکٹھے باہر چلتے مختصر سی سیر و تفریح کرتے اس میں علمی بحوث جاری رہتیں۔

اسی طرح نماز مغرب کے بعد شیخ محترم صرف مطالعہ کرتے اور وہ اپنی وفات تک اسی ترتیب سے کتب کا مطالعہ کرتے رہے ہیں، اس میں شیخ محترم نے ہزاروں کتب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور شیخ محترم نے فوائد جمع کرنے کی غرض سے مختلف رجسٹر بنائے تھے جن میں وہ فوائد لکھتے رہتے تھے۔ نماز عشا کے فوراً بعد سو جاتے تھے ،یعنی شیخ محترم کا اوڑھنا بچھونا علم اور لکھنا تھا۔

شیخ محترم کی خدمات ایک نظر میں:

شیخ محترم نے فرق باطلہ دیوبندیت، بریلویت، حنفیت اور انکار حدیث وغیرہ کے تعاقب میں بہت کچھ لکھا، جسے اگر مستقل الگ جمع کیا جائے تو کئی جلدوں پر محیط زبر دست کتاب تیار ہو جائے۔

ہر بات کی تحقیق کرنا شیخ محترم نے اس کی بنیاد ڈالی اگرچہ حدیث کی تحقیق کرنے والے تو بے شمار لوگ تھے لیکن رُوات کی تحقیق میں بھی شیخ نے اسانید کی تحقیق کی۔ بہت سی کتب کے ترجمے کئے اور انھیں قبول عام حاصل ہے۔

ماہنامہ الحدیث کا اجرا: ایک قیمتی رسالہ جس میں مسلسل تحقیقی مضامین شائع ہو رہے ہیں۔

رہنمائی کرنا: شیخ محترم میں یہ خوبی بھی بدرجہ اتم پائی جاتی تھی کہ وہ طلبا کی رہنمائی بہت زیادہ کرتے تھے۔

تحقیق حدیث و آثار: شیخ محترم کا خاص مشغلہ ہے اور بہت سی قیمتی کتب کی تحقیق و تخریج کر چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شیخ محترم کی تمام دینی خدمات قبول فرمائے۔ (آمین)

شیخ محترم کا ایک قیمتی قول:

شیخ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے کلام کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے، چنانچہ شیخ محترم لکھتے ہیں:

''ہم جب کسی راوی کو ثقہ وصدوق یا حدیث کو صحیح وحسن لذاتہ قرار دیتے ہیں تو اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے، تناقض و تعارض سے بچتے ہوئے، غیر جانبداری سے اور صرف اللہ کو راضی کرنے کے لئے کسی راوی کو ثقہ وصدوق حسن الحدیث اور حدیث کو صحیح وحسن قرار دیتے ہیں۔ ایک دن مر کر اللہ کے دربار میں ضرور بالضرور اور یقیناً پیش ہونا ہے۔ یہ نہیں کہ اپنی مرضی کی روایت کو صحیح و ثابت کہہ دیں اور دوسری جگہ اسی کو

ضعیف کہتے پھریں۔ یہ کام تو آلِ تقلید کا ہے!

اگر کوئی شخص میری کسی تحقیق یا عبارت سے تضاد و تعارض ثابت کر دے تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علانیہ رجوع کروں گا، توبہ کروں گا اور جو بات حق ہے برملا اس کا اعلان کروں گا۔ لوگ ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں، بس اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اے اللہ! میری ساری خطائیں معاف کر دے۔ آمین

صحیح بخاری و صحیح مسلم اور مسلکِ حق: مسلکِ اہلِ حدیث کے لئے میری جان بھی حاضر ہے۔ یہ باتیں جذباتی نہیں بلکہ میرے ایمان کا مسئلہ ہے۔''

(تحقیقی، اصلاحی اور علمی مقالات ج 2 ص 259۔260)

شیخ محترم کی ساری زندگی کتب کی تالیف، ترجمہ اور تحقیق میں صرف ہوئی ہے، تمام کتب ہی قیمتی ہیں لیکن ''نور العینین'' بلا مبالغہ اپنے موضوع پر انسائیکلوپیڈیا ہے، اسی طرح ماہنامہ الحدیث ایک جدید طرز کا خالص تحقیقی رسالہ ہے جو شاید اپنے انداز میں برصغیر میں پہلا رسالہ ہے اور شیخ محترم کی بے شمار کتب وتحقیقات پہلے اس رسالے میں شایع ہوئی ہیں، لیکن بعد میں کتابی شکل میں بھی شایع کی گئی ہیں، اور انوار الصحیفہ بھی قیمتی کتاب ہے کہ مختصر انداز میں روایات کی تحقیق کر دی گئی ہے، فجزاہ اللہ خیراً۔

استادِ محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے دفاع میں:

آل دیوبند کی یاوہ گوئی سے کون ناواقف ہے جو قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کو بھی معاف نہیں دیتے، تعصب پر مبنی رویہ رکھتے ہیں اور گالی گلوچ سے کام لیتے ہیں۔ یہ عادت انھیں اپنے آباء اجداد سے ورثے میں ملی ہے، دیوبندیوں کو جب اہل حق اہل حدیث کی کامیابی چار سو نظر آتی ہے اور دلائل و براہین کے آگے بے بس ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے پاس ایک ہی ہتھیار رہے اور وہ ہے گالیاں دینا خواہ مد مقابل قرآن ہو یا حدیث وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں یا علمائے حق اہلحدیث بس گالیوں کے سوا ان کے پاس ہے بھی کچھ نہیں۔

یہی صورت انھوں نے استاد محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ساتھ اپنائی، کسی میں یہ تو ہمت نہ رہی کہ محترم شیخ صاحب کی کتب کا دلائل کی روشنی میں رد کریں، چنانچہ اپنی طرف سے جھوٹ بنا کر گالیاں دینی شروع کر دیں۔

اے آل دیوبند! تم کو گالیاں مبارک اور ہمیں قرآن و حدیث کا دفاع مبارک۔

شیخ محترم کے چند اہم اوصاف:

۱: رہنمائی کرنا: جو بھی شیخ محترم سے رابطہ کرتا اس کی مکمل رہنمائی فرماتے، اور موبائل پر گھنٹوں بات کرتے رہتے۔ سبحان اللہ، اور ان کی شفقت کا ہی نتیجہ تھا کہ علمی پیاس بجھانے والے ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔

۲: حوصلہ افزائی: شیخ محترم طلباء کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی کرتے تھے، راقم کے سب سے پہلے علمی و تحقیقی وفقہی مضامین شیخ محترم نے ہی اپنے رسالے میں شایع کرنے شروع کیے تھے، مثلاً بالوں کے احکام، چہرے کے احکام رات کے احکام، عدت کے احکام وغیرہ۔

۳: مفید مشورے اور کام کرنے کی ترغیب: شیخ محترم اپنے پاس آنے والے طلبا کو بہت زیادہ مفید مشورے دیتے تھے کہ

فلاں کام بھی کرنا ہے، فلاں بھی کرنا ہے، تم فلاں کام کرو، اس طرح کام کرو اور فلاں کام نہ کرو وغیرہ، ان کے مشوروں میں بڑی خیر ہوتی تھی۔

۴: مخالفین سے حسن سلوک: منہجی اختلاف برحق ہے جو قیامت تک ختم نہیں ہوسکتا، ہر مجتہد کو حق بات دلائل کی روشنی میں کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور اہل علم کا رد کرنا اسی اجتہادی قبیل سے ہوتا ہے، اس پر راقم نے بعض ردود لکھے جن کا شیخ محترم نے جواب بھی لکھا، لیکن جب ملاقات کا موقع ملا تو بہت ہی اچھے اخلاق سے ملے اور اپنے ساتھ والوں کو بھی اچھے لفظوں میں تعارف کروایا۔

مثلاً جب شیخ نور پوری رحمہ اللہ وفات پاگئے تو شیخ محترم بھی جنازہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ بہت خوشی سے ملے اور اپنے ساتھ بعض ساتھیوں کو راقم کا تعارف کروایا۔

مجھے محمد خبیب احمد حفظہ اللہ نے بتایا کہ مجھے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے نصیحت کی کہ تم شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا ساتھ نہیں چھوڑنا ان سے چمٹے رہنا ہے۔

۵: مسلسل لکھتے رہنا: شاید شیخ محترم کی زندگی کا کوئی ایسا دن نہیں گزرا ہوگا جس دن آپ نے نہ لکھا ہو۔

۶: اختلاف کرنے والوں سے متعلق اپنے دل کو صاف رکھنا۔

اللہ تعالی استاد محترم کی تمام خامیوں کو معاف فرمائے اور حسنات کو قبول فرمائے، آمین۔

نصر الحق في سيرة المحدث زبير علي زئي

مولانا ابو معاذ احمد یحییٰ محمد بلال بن *

ہر نفس نے موت سے ہمکنار ہونا ہے اور اس سے کسی کو راہ فرار نہیں، لیکن بعض شخصیات اور ہستیاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی وفات سے گویا پوری قوم یا جماعت ہی بے جان ہوتی نظر آتی ہے۔ ہمارے ممدوح محدث العصر رحمہ اللہ بھی ان شخصیات میں سے ایک تھے۔ قارئین کرام! اپنے علم کے مطابق شیخ رحمہ اللہ سے متعلق بعض معلومات صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنا چاہتا ہوں۔ (ان شاء اللہ)

استاذ محترم محدث حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا حضرو میں ایک عظیم الشان مکتبہ ہے جس میں بہت زیادہ کتب موجود ہیں، ان میں کئی نایاب کتب کے قلمی مخطوط بھی موجود ہیں۔ انھیں کتب خریدنے کا بے انتہا شوق تھا۔ مجھے میرے والد محترم محمد ازرم بن اللہ یار بن محمد علی عفا اللہ عنہم نے بتایا کہ انھیں استاذ محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بتایا کہ وہ ایک دفعہ حج کرنے گئے تو حج کے موقع پر بیمار ہوگئے۔ اب استاذ محترم رحمہ اللہ فرمانے لگے: اگر دوا لیتا ہوں تو کتاب نہیں خرید سکتا، کیوں کہ میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ خریدنا تھا اور اگر کتاب خریدتا ہوں تو بیماری کے لیے دوائی نہیں خرید سکتا تھا، لہٰذا میں نے مصنف ابن ابی شیبہ کا نسخہ خرید لیا اور دوائی لینے کا ارادہ ترک کر دیا۔

استاذ محترم رحمہ اللہ کے والد محترم کی عمر تقریباً 100 سال

* مدرس جامعہ تعلیم القرآن، جھنگ

سے زائد ہو چکی ہے، لیکن ابھی تک اللہ کے فضل سے بالکل صحیح چلتے پھرتے ہیں۔ایک دن استاذ محترم رحمہ اللہ مجھے بتا رہے تھے کہ ضروریات بڑھنے کی وجہ سے مجھے کچھ رقم کی ضرورت محسوس ہونے لگی تو میرا دل چاہا کہ میں تدریس وغیرہ شروع کردوں تا کہ کچھ ضروریات پوری ہوسکیں، ان کے والد محترم کو معلوم ہوا تو انھوں نے استاذ محترم رحمہ اللہ سے کہا: میں آپ کو رقم دیتا رہوں گا، بس آپ مکتبے میں بیٹھ کر تصنیف کا کام کرتے رہیں۔

استاذ محترم رحمہ اللہ اپنے والد محترم کے ساتھ ہمیشہ احترام والا پہلو مدنظر رکھتے تھے لیکن ((لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق)) والا پہلو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

استاذ محترم رحمہ اللہ نے مجھے خود بتایا کہ ایک دفعہ میرے والد محترم حاجی مجدد خان بن دوست محمد خان ایم این اے کے الیکشن میں کھڑے ہو گئے، تو چونکہ استاذ محترم رحمہ اللہ اس کام کو صحیح نہ جانتے تھے، بلکہ اس موجودہ سیاسی وجمہوری نظام کو غیر شرعی کہتے تھے تو آپ نے نہ صرف اپنے والد محترم کو ووٹ ڈالنے سے انکار کر دیا، بلکہ پوری مہم کا مکمل طور پر بائیکاٹ کر دیا۔

عقیدہ و منہج: محدث العصر الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ (ثقہ ثقہ) توحید پرست تھے اور اہل السنۃ والجماعۃ سلف صالحین کے منہج پر گامزن تھے۔کتاب وسنت پر عمل کرنا آپ رحمہ اللہ کا نصب العین تھا۔قرآن وحدیث کے تحت ہی آنے والی دلیل ''اجماع'' (صحیح العقیدہ مسلمانوں کا) کو شرعی دلیل اور حجت مانتے تھے۔''اجماع امت حجت ہے'' کے نام سے آپ نے ایک شاندار مضمون بھی رقم کیا ہے۔دیکھئے تحقیقی و اصلاحی مقالات (74/5) اور ''چالیس مسائل جو صراحتاً اجماع سے ثابت ہیں۔'' (تحقیقی مقالات 111/8)

صحیح منہج کو استاذ محترم رحمہ اللہ بہت زیادہ اہمیت دیا کرتے تھے۔پہلی بار جب استاذ محترم سے میری ملاقات ہوئی تو مجھ سے بھی پہلے منہج ہی کے بارے میں سوال کیا کہ آپ کا منہج کیا ہے؟

اس کے علاوہ صریح نصوص شرعیہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں اجتہاد کو جائز سمجھتے تھے، لیکن قرآن وسنت کے مقابلے میں ہر قول اور اجتہاد کو مردود کہتے تھے۔اسی طرح تقلید شخصی کو ناجائز کہتے تھے۔جس دلدل میں موجودہ دور کے جہلاء مقلدین ومبتدعین پھنسے ہوئے ہیں کہ قرآن وحدیث کی صریح اور روشن دلیل آنے کے باوجود بھی اپنے امام ابو حنیفہ (غیر مقلد) رحمہ اللہ کی تقلید میں اندھا دھند دوڑے جا رہے ہیں اور خود بھی گمراہ ہو کر ان پڑھ عوام کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔آمین

استاذ محترم رحمہ اللہ کتاب وسنت کا وہی مفہوم معتبر سمجھتے تھے جو سلف صالحین سے بلا اختلاف ثابت ہو، اگر کسی بات میں ان کے مابین اختلاف ہوتا تو راجح کو ترجیح دیتے تھے۔

سلف صالحین کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی 728ھ) اپنے عظیم الشان فتاویٰ میں رقمطراز ہیں:

"وَمِنَ المعلوم بالضرورة لِمَنْ تدبَّر الكتابَ والسنَّةَ، وَمَا اتفق عليه أهل السنة و الجماعة من جميع الطوائفِ أَنَّ خَيْرَ قُرون هٰذِهِ الأمَّةِ فِي الأعمالِ وَ الأقْوَالِ وَ الإعتقاد وَغَيْرها مِن كلِّ فَضِيلَةٍ . أَنَّ خَيرَها الْقَرنُ الأوَّلُ ثُمَّ الّذِين يَلُونَهُم ثُمَّ الّذين يَلُونَهُم كمَا ثَبَتَ ذَالك عَن النَّبِيِّ ﷺ مِن غَير وَجهٍ ، وَ أَنَّهم أَفضَل مِنَ الخَلَفِ من كُلِّ

فَضِيلَةٍ ، مِن علمٍ وَ عَمَلٍ وَ إيمانٍ وَ عَقلٍ وَ دِينٍ وَبيانٍ وَ عِبَادَةٍ وَ أَنَّهم أَولٰى بالبيانِ لِكلِّ مشكل......" إلخ . (مجموع الفتاوىٰ 157,158/4)

''یعنی جو شخص کتاب وسنت اور اہل السنۃ والجماعۃ کے تمام گروہوں پر غور وفکر کرے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ امت محمدیہ ﷺ میں سے اعمال، اقوال، اعتقاد اور ہر قسم کی فضیلت میں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا زمانہ سب سے بہتر تھا، پھر تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ بہتر تھا۔ جس طرح نبی کریم ﷺ سے یہ بات کئی سندوں سے ثابت ہے (اور یہ بھی معلوم ہے) کہ سلف صالحین پر فضیلت مثلاً: علم، ایمان، عقل، دین، بیان اور عبادت میں خلف سے افضل ہیں اور یقیناً وہ ہر مشکل (علمی مسئلے) کو سلجھانے کے زیادہ لائق ہیں۔''

علاوہ ازیں استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنے رسالے ''الحدیث'' میں جو اصول وضوابط مدنظر رکھے تھے۔ میں یہاں بہتر سمجھوں گا کہ شیخ مکرم رحمہ اللہ کے اپنے قلم کے الفاظ ہی قلمبند کر دوں چنانچہ استاذ محترم رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''ہم (ماہنامہ) ''الحدیث حضرو'' کا یہ سلسلہ جاری کر رہے ہیں جس میں درج ذیل اصول ومقاصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

۱: قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری

۲: سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار

۳: صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت

۴: صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب

۵: اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت

۶: علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان

۷: مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم ومتانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد

۸: اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث

۹: دین اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع

۱۰: قرآن وحدیث کے ذریعے سے اتحاد امت کی طرف دعوت'' (تحقیقی مقالات 114/2، 115)

استاذ محترم رحمہ اللہ نے ہمیشہ اپنے رسالے میں مذکورہ اصولوں کو مدنظر رکھا۔ اسی وجہ سے آپ کا رسالہ ''الحدیث'' کتاب وسنت کی اشاعت میں بہت معاون ثابت ہوا اور ہوتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

اب رہے وہ اصول جن کو محدثِ دوراں استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے احادیث کی تحقیق کے دوران میں مدنظر رکھا۔ یہ اصول بھی میں استاذ محترم رحمہ اللہ کے الفاظ میں یہاں نقل کرتا ہوں، جو چند ایک درج ذیل ہیں:

۱) ہر وہ راوی جس کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہو، اور جمہور (مثلاً تین بمقابلہ دو) اس کی صریح یا اشارتاً توثیق کر دیں تو یہ راوی صدوق حسن الحدیث ہوتا ہے اور اس کی بیان کردہ غیر معلول روایت فی نفسہ حسن لذاتہ اور حجت ہوتی ہے۔

۲) جس راوی کو مجہول یا مستور کہا گیا ہے، اگر اس کی صریح یا اشارتاً توثیق کسی ایک معتبر محدث مثلاً: دارقطنی وابن خزیمہ وغیرہما سے ثابت ہو جائے تو یہ راوی صدوق، حسن الحدیث ہوتا ہے اور اسے مجہول ومستور کہنا غلط ہے، اگرچہ ایک ہزار امام بھی اسے مجہول ومستور کہتے ہوں۔

۳) جس راوی کا مدلس ہونا ان محدثین سے ثابت ہو

جائے جو ارسال اور تدلیس کو ایک نہیں سمجھتے تو ایسے راوی کی عن والی روایت کو غیر صحیحین میں ضعیف سمجھا جاتا ہے۔

۴) ثقہ وصدوق راوی کی زیادت کو ہمیشہ ترجیح حاصل ہے۔

۵) جس شخص کا جو قول بھی پیش کیا جائے اس کا صحیح وثابت ہونا ضروری ہے۔صرف یہ کافی نہیں کہ یہ فلاں کتاب، مثلاً: تہذیب الکمال، میزان الاعتدال یا تہذیب التہذیب وغیرہ میں لکھا ہوا ہے بلکہ اس کے ثبوت کے بعد ہی اسے بطور جزم پیش کرنا چاہیے۔

۶) عین ممکن ہے ایک راویت کی سند بظاہر صحیح وحسن معلوم ہوتی ہو لیکن محدثین کرام نے بالاتفاق اسے ضعیف قرار دیا ہو تو یہ روایت معلول ہونے کی وجہ سے ضعیف ومردود سمجھی جاتی ہے۔

۷) صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کی تمام متصل مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔

یہ وہ چند اصول ہیں جن کو استاذ محترم رحمہ اللہ نے تحقیق میدان میں زیرِ نظر رکھا۔

مزید تفصیل کے خواہشمند حضرات استاذ محترم رحمہ اللہ کے تحقیقی ،اصلاحی، علمی مقالات کا مطالعہ فرمائیں۔

(مقالات 110/2 تا 115)

سادگی: استاذ محترم رحمہ اللہ کے اندر انتہا درجے کی سادگی پائی جاتی تھی۔علم کی کثیر دولت ہونے کے باوجود کبھی کسی دوسرے کو محسوس نہ ہونے دیا کہ میں بہت بڑا عالم ہوں۔

پہلی بار جب میں استاذ محترم کو ملنے کے لیے گیا تو جانے سے ایک دن پہلے میں نے آپ کو فون کیا کہ میں ملنا چاہتا ہوں اور آپ کا مکتبہ دیکھنا چاہتا ہوں۔فون کرنے سے پہلے میرے ذہن میں تھا کہ شیخ محترم رحمہ اللہ تو بہت بڑے عالم ہیں، شاید مجھے وقت نہ دے پائیں، لیکن جب فون پر بات کی تو کچھ اور ہی محسوس ہونے لگا جیسے میں اپنے کسی دوست سے بات کر رہا ہوں۔بات کرنے میں کسی قسم کا کوئی تکبر نہ تھا بلکہ انتہائی خوشی سے آنے کا کہا۔ جب میں شیخ محترم رحمہ اللہ کے پاس پہنچا تو فون کیا کہ میں آپ کی مسجد میں پہنچ گیا ہوں تو شیخ محترم اپنے مکتبے سے مسجد میں آئے آپ کے ساتھ ان کا ایک شاگرد بھی تھا۔جب شیخ محترم رحمہ اللہ مجھے ملے تو میں نے ان کے شاگرد سے پوچھا: کیا یہ ''شیخ زبیر علی زئی'' رحمہ اللہ ہیں؟ تو ان کے شاگرد نے ہاں میں جواب دیا ،پھر تو میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں کہ میں نے کیا سوچ رکھا تھا اور شیخ محترم رحمہ اللہ کو کیسا پایا؟

واللہ العظیم! آپ رحمہ اللہ ایک بہت ہی سادہ لباس میں تھے جیسے عام دیہاتی لوگ پہنتے ہیں۔ چہرے پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں تھے جیسے کسی اپنے قریبی رشتے دار کو مل رہے ہوں۔(رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً)

استاذ محترم کا اخلاق: محدث العصر رحمہ اللہ عظیم اخلاق کے حامل تھے، ہر آنے والے کو خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ جب میں استاذ محترم رحمہ اللہ کے پاس گیا تو آپ میرے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: بیٹے! آپ جو باتیں کرنا چاہتے ہیں کریں اور مجھے بالکل محسوس نہ ہونے دیا کہ میرا کام رُک رہا ہے، حالانکہ آپ رحمہ اللہ کا وقت کافی قیمتی تھا۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ لکھنے یا پڑھنے میں مصروف رہتے اور میرے سامنے اور بھی کئی لوگ شیخ محترم رحمہ اللہ کو ملنے آئے تو ان کے ساتھ اپنا کام چھوڑ کر بات چیت کرنے لگے اور انھیں ان کے سوالات کے جوابات دیتے رہے۔

مہمان نوازی: استاذ محترم رحمہ اللہ میں مہمان نوازی کی صفت بھی نمایاں تھی جو بھی مہمان آپ رحمہ اللہ کے پاس آتا تو

ان کی کوشش ہوتی تھی کہ اسے کچھ کھلا پلا دیا جائے، پھر اپنے شاگردوں کو کوئی چیز لانے کا کہہ دیتے۔ اگر کھانے کا وقت ہو جاتا تو کھانا کھلاتے۔ جس دن میں ان کے پاس گیا ہوا تھا تو جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو فرمانے لگے: کھانا کھا کر جانا تو مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔

یہ شیخ محترم رحمہ اللہ کا اخلاقِ عظیم تھا جس نے میری زندگی کو بہت تبدیل کیا اور مجھے معلوم ہوا کہ واقعتاً علم والی شخصیات ایسی عادات مبارکہ کی حامل ہوا کرتی ہیں۔

تحفہ تحائف کا تبادلہ: استاذ محترم رحمہ اللہ میں ایک عظیم خصوصیت یہ بھی تھی کہ تحفہ تحائف کا تبادلہ کرتے رہتے تھے۔ بندہ ناچیز نے واپسی کے وقت استاذ محترم رحمہ اللہ کو خوشبو کا تحفہ دیا تو خوشی سے قبول فرمایا اور فرمانے لگے: ''آپ کا تحفہ ردّ نہ کیا جائے گا۔''

اور مجھے استاذ محترم نے ہمیشہ کتابوں کی صورت میں تحفے کا بدلہ دیا اور تحفہ دیتے وقت فرمانے لگے: ''تحفے کا بدلہ بھی ہونا چاہیے۔'' اس لیے آپ یہ کتابیں لے لیں۔

جزاهم الله خيرًا في الآخرة

میرے ساتھ میرے والد جیسی شفقت: استاذ مکرم نے طلبا کو ہمیشہ اپنے بیٹے جیسا سمجھا اور انتہائی شفقت سے پیش آتے۔ یہی وجہ تھی کہ میرے دن استاذ محترم کے ساتھ بہت ہی اچھے گزرے اور آپ کی وفات کا غم اتنا پہنچا کہ یقیناً مجھے اپنی زندگی میں اتنا غم کسی اور وجہ سے نہ پہنچا۔ اگرچہ آپ کی دین اسلام کے لیے کی گئی مساعی جمیلہ کو یاد کر کے آپ کی وفات کا غم تو تھا ہی، لیکن وہ محبت بھری ملاقاتیں اور باتیں بہت ہی یاد آتی ہیں۔ جب بھی آپ رحمہ اللہ کو مل کر واپس آنے لگتا تو استاذ محترم رحمہ اللہ مجھے (پیشانی پر) بوسہ دے کر روانہ کرتے، بلکہ جب میں سرگودھا ''جامعہ امام محمد بن اسماعیل البخاری'' میں ان سے ملنے گیا تو واپسی پر مجھ سے پوچھنے لگے: ''کیا آپ کے پاس واپس جانے کے لیے کرایہ ہے؟'' تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسی شفقت والد ہی اپنے بیٹے کے ساتھ کرتا ہے۔

طلبا کے ساتھ حسن سلوک اور تدریس: استاذ محترم رحمہ اللہ نے تصنیف کے ساتھ کئی بار تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیے۔ آپ رحمہ اللہ کے علمی مقام کو دیکھ کر میرے دل میں بھی خواہش پیدا ہوتی تھی کہ آپ سے شرف تلمذ بھی حاصل کیا جائے اور کچھ نہ کچھ سیکھا جائے، چنانچہ گاہے گاہے میں ان کے پاس ان کے مکتبہ میں بھی جاتا رہا۔

میں اللہ عزوجل کا شکریہ ادا کرنے کے بعد اپنے والد محترم (محمد ازرم بن اللہ یار بن محمد علی عفا اللہ عنہ) کا بھی بہت ممنون ہوں جنھوں نے مجھے شیخ محترم رحمہ اللہ جیسی شخصیات کے پاس جانے اور حصول علم کا ذوق بیدار کیا اور ہمیشہ مجھے اجازت مانگنے پر اجازت عنایت فرمائی۔ میری اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ میرے والدین کو صحت و برکت والی زندگی عطا فرمائے۔ (آمین)

تو پھر وہ وقت آیا کہ شیخ محترم رحمہ اللہ نے سرگودھا ''جامعہ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ'' میں سنن ابی داود پڑھانا شروع کر دی۔ تب بندہ ناچیز نے بھی استاذ محترم رحمہ اللہ کے پاس سنن ابی داود کا کچھ حصہ پڑھا۔ آپ رحمہ اللہ کا طلبا کے ساتھ سلوک دوستوں والا تھا۔ ہمیشہ کلاس میں طلبا کے ساتھ نرم رویہ ہی اپنایا، ہنسی مذاق بھی کر لیتے تھے۔

ایک دفعہ کلاس میں ایک بات سنانے لگے کہ میں حضرو (اٹک) میں اپنی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ دو چھوٹے بچے

دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے تو ایک نے روتے ہوئے مجھ سے شکایت کی کہ فلاں نے مجھے مارا ہے۔ میں نے کہا: جلدی جلدی اس بات پر کوئی گواہ پیش کرو۔ اب وہ چھوٹا بچہ تھا تو اسے کیا سمجھ آنی تھی بات کی۔ شیخ محترم رحمہ اللہ فرمانے لگے اسی کش مکش میں اس نے رونا بند کر دیا اور چلا گیا۔ طلبا کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں قباحت محسوس نہ کرتے تھے۔

پھر پڑھانے کا انداز بھی محدثانہ تھا۔ حدیث کی سند پر سیر حاصل بحث کرتے تھے اور رواۃ حدیث کے بارے میں اس طرح تسلسل سے بتاتے جس طرح آبشار بہہ رہی ہو، پھر حدیث سے مسائل اخذ کرنے میں بھی اللہ عزوجل نے استاذ محترم رحمہ اللہ کو کمال استطاعت دی تھی۔ احادیث کے ذریعے سے مبتدعین کا رد بھی کرتے رہتے تھے۔ میرے خیال میں ایسے معلمین شاید کم ہی ہوتے ہیں جو احادیث کی کتب پڑھاتے وقت حدیث کی سند اور مسائل پر مکمل بحث کرتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ اللہ عزوجل ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اللّٰهم أدخلهم الجنّة الفردوس

مجھے شیخ محترم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد عثمان محمدی بن اکرم محمد (سانگلہ ہل) نے بتایا کہ استاذ محترم ایک دفعہ لاہور کسی درس پر جانے لگے تو پہلے مجھ سے فرمایا: آپ بھی ساتھ چلنا، لیکن بعد میں کسی وجہ سے ساتھ نہ لے جا سکے تو واپسی پر ایک کتاب لیتے آئے اور اپنے شاگرد عثمان محمدی بھائی کو دی اور فرمانے لگے کہ میں آپ کو ساتھ نہیں لے جا سکا تو یہ کتاب میری طرف سے تحفہ ہے تاکہ آپ کا دل نہ ٹوٹے۔

رحمه الله تعالىٰ رحمةً واسعةً

حافظہ اور مطالعہ: اللہ رب العالمین نے استاذ محترم رحمہ اللہ کو حافظہ بھی کمال کا عطا فرمایا تھا۔ کئی کئی احادیث کے صحت و ضعف کے بارے میں جب پوچھا جاتا تھا تو فوراً صحت و ضعف کے ساتھ اگر وہ حدیث ثابت نہ ہوتی تو وجہ ضعف بھی زبانی بتا دیا کرتے تھے۔ اس طرح رواۃ احادیث کے درجات بھی اکثر زبانی یاد ہوتے تھے۔

استاذ محترم رحمہ اللہ کا مطالعہ بھی وسیع تھا۔ کئی بار لوگ کوئی مسئلہ دریافت کرتے تو فوراً مکتبہ سے وہ کتاب نکال کر اور وہ صفحہ نکال کر دکھا دیتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے مطالعہ کا اندازہ آپ کی تصانیف سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ مطالعہ کرنے اور تصنیف کا ذوق بھی بہت زیادہ تھا، لہٰذا نصف رات کو اٹھ کر بھی مطالعہ کرتے۔ شیخ محترم رحمہ اللہ مجھے بتا رہے تھے کہ مجھے رات اگر اٹھنا ہوتا تو کبھی بھی گھڑی پر الارم لگانے کی ضرورت نہیں پڑی جس وقت اٹھنے کی نیت کی ہوتی تھی جاگ آ جاتی تھی۔ اس کا مشاہدہ خود میں نے اپنی آنکھوں سے کیا جب سرگودھا میں شیخ محترم رحمہ اللہ سنن ابی داود پڑھاتے تھے تو کلاس شروع ہونے سے پہلے میں شیخ محترم رحمہ اللہ کے پاس ان کے کمرے میں بیٹھا تھا۔ تو فرمانے لگے میں تھوڑی دیر سوتا ہوں تو اتنے وقت کے بعد جگا دینا، لیکن جب سوئے تو خود بخود ہی اپنے وقت پر اٹھ گئے۔

کتاب و سنت کی ترویج اور شرک و بدعت کا قلع قمع کرنے کے لیے استاذ محترم کی جدوجہد:

شیخ رحمہ اللہ نے ایک دفعہ اپنی بات سنائی کہ میں یونان کے سفر پر تھا تو یونان کے اندر ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اللہ رب العزت کو اپنے ہاتھ اٹھا کر اور منہ آسمان کی طرف کر کے گالیاں دیتے ہیں۔ استاذ محترم رحمہ اللہ نے کہا: میں ایک کینٹین پر چائے پی رہا تھا تو ایک بندے نے اسی طرح کیا تو میں نے ادھر پڑی ایک کرسی اس کے سر پر دے ماری، چنانچہ مجھے

بھاری جرمانہ کیا گیا یونانی حکومت کی طرف سے۔

محدث العصر رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کتاب و سنت پھیلانے میں صَرف کی۔ قرآن اور احادیث رسول ﷺ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس شخص کے دل میں قرآن وسنت کا پیار اور محبت ہو وہ شخص کبھی قرآن وسنت کی مخالفت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

یہی وجہ تھی کہ شیخ محترم نے ہمیشہ بدعت اور مبتدعین کا قلع قمع کیا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمانِ مقدس بھی ہے ((مَن وَقّر صاحبَ بِدعةٍ فقد أعانَ على هدم الإسلام.)) ''جس نے کسی بدعتی کی تکریم کی تو اس نے اسلام کو گرانے میں مدد دی۔''

(كتاب الشريعة للآجري : 2040وقال شيخنا زبير علي زئي رحمه الله:" إسناده صحيح")

تو آپ رحمہ اللہ اپنے ایام زندگی میں شرک و بدعت کو ختم کرنے کی کوشش میں رہے۔ آپ کی تصانیف اس چیز کی گواہ ہیں اور خاص طور پر آپ کا رسالہ ''الحدیث'' حضرو اسی چیز کا شاہد ہے اور کئی لوگ آپ کی تصانیف سے راہِ راست پر آئے۔

استاذ محترم رحمہ اللہ اکثر فرمایا کرتے تھے: ''بدعتیوں کے بارے میں کوئی رعایت نہیں۔''

کیونکہ مبتدعین نے دین کے اندر نئی بدعات نکال کر دین اسلام کی اصلی صورت کو مسخ کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے اور جب دین کے اندر بدعات شروع ہو جائیں تو اس وقت لوگوں سے اصلی دین یعنی قرآن اور امام الانبیاء محمد ﷺ کی عظیم الشان سنتوں پر عمل کرنا ترک ہو جاتا ہے، جیسا کہ جلیل القدر تابعی حسان بن عطیہ رحمہ اللہ کا قول ہے:

"مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِيْ دِيْنِهِمْ إِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا، ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"

جب کوئی قوم دین میں بدعت ایجاد کر لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مثل ان کی سنت چھین لیتا ہے، پھر وہ اسے قیامت کے دن تک ان کی طرف نہیں لوٹاتا۔

(سنن الدارمي : 99سنده صحيح)

تو حقیقت بھی یہی ہے کہ جو لوگ بدعتوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنتوں سے کوسوں دور ہیں۔

اہل الحدیث کے ساتھ محبت:

استاذ محترم رحمہ اللہ اہل الحدیث کے ساتھ والہانہ محبت رکھتے تھے اور جو بندہ بھی کتاب وسنت کا متبع ہوتا اس کے لیے شیخ محترم کے دل میں بہت ہی محبت ہوتی۔ استاذ محترم کی دلی خواہش تھی کہ تمام اہل الحدیث متفق ہو کر ایک جماعت بن جائیں۔ علماء میں جو بھی کتاب وسنت کی ترویج کے لیے کام کرتا تو اس کی تعریف کیا کرتے تھے۔

ایک دن جب میں ان سے ملنے گیا تو ان کے پاس استاذ محترم شیخ عبدالرحمٰن ضیاء حفظہ اللہ کا تذکرہ خیر کیا تو آپ فرمانے لگے: ''وہ تو میرے نزدیک ثقہ سے اوپر کا درجہ رکھتے ہیں۔'' پھر اچھے الفاظ میں تعریف کرنے لگے۔ مطلب یہ کہ آپ اپنے سینے میں کسی علم والے کے بارے میں حسد و بغض نہیں رکھتے تھے۔

مجھے ایک دوست عثمان محمدی نے خبر دی کہ جب مدرسہ امام بخاری (سرگودھا) کے شیخ الحدیث مولانا عبدالشکور شاہ رحمہ اللہ فوت ہوئے تو استاذ محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کسی وجہ سے ان کے جنازے میں نہ پہنچ سکے۔ بعد میں ایک دن شیخ

محترم رحمہ اللہ آئے اور طلبا سے فرمانے لگے کہ مجھے ان کی قبر پر لے چلو، پھر وہاں جا کر شاہ صاحب رحمہ اللہ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ بعدازاں فرمانے لگے: اب میرے دل کو کچھ سکون ملا ہے ان کی نماز جنازہ پڑھ کر۔

استاذ محترم رحمہ اللہ اپنے مقالات میں ایک جگہ لکھتے ہیں: ''صحیح بخاری وصحیح مسلم اور مسلک حق مسلک اہل حدیث کے لیے میری جان بھی حاضر ہے۔ یہ باتیں جذباتی نہیں بلکہ میرے ایمان کا مسئلہ ہے۔''

(تحقیقی واصلاحی مقالات 2/259، 260)

رجوع الی الحق کا جذبہ اور تصنیف میں مہارت:

استاذ محترم رحمہ اللہ ایک عظیم مصنف تھے اور تصنیف میں کمال مہارت بھی رکھتے تھے جس کا اندازہ ان کی تصانیف بلکہ ان کے ماہنامہ رسالہ ''الحدیث'' سے ہی لگایا جا سکتا ہے جو تحقیق کا شاہکار تھا اور کئی لوگ اس رسالے کے ذریعے سے راہ راست پر آئے۔ (والحمد للّٰہ)

اس رسالہ کے متعلق حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ نے اپنے ایک خط میں جو انھوں نے ایک روایت کی تحقیق طلب کرنے کے سلسلے میں استاذ محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی طرف بھیجا تھا، اس میں لکھا: "بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔

ازعبدالمنان نور پوری بطرف جناب محترم حافظ زبیر علی زئی حفظہما اللہ سبحانہ وتعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امابعد! خیریت موجود عافیت مطلوب۔ آپ کا ماہنامہ موقر جریدہ ''الحدیث'' باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ رسالہ کیا ہے؟ تحقیق وتخریج کے لآلی وجواہر کا گنجینہ، معارف وعلوم کے دراہم ودنانیر کا خزینہ اور بحرِ حقائق ودقائق میں شناوری کے لیے ایک سفینہ ثمینہ۔ حالیہ شمارہ میں کلمہ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے متعلق تحقیق وتخریج اس فقیر الی اللہ الغنی کی نظر سے گزری۔ دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی اللہ تعالیٰ آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے علم، عمل اور رزق میں برکت فرمائے۔ نیز آپ کو دین حنیف کی مزید خدمت کی توفیق سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین'' ......ابن عبدالحق بقلم خود ۱۹/۳/ ۱۴۲۸ھ سرفراز کالونی گوجرانوالہ۔

(دیکھئے الحدیث شمارہ نمبر 38 ص13، 14)

استاذ محترم مسائل کا جواب وضاحت سے دیتے تھے اور جو بھی اثر یا حدیث تحریر کرتے تو اسے مکمل تحقیق کے بعد ہی درج کرتے اور حدیث کی سند میں موجود کسی راوی کے بارے میں اگر اختلاف ہوتا تو اس کی بھی مکمل جرح وتعدیل کتب رجال سے نقل کر دیتے۔

ایک بات یہ بھی قابل تعریف ہے کہ عام طور پر کسی راوی کی جرح وتعدیل کے متعلق لکھتے وقت لوگ اسماء الرجال کی کتابوں سے کسی محدث کی جرح یا تعدیل نقل کرتے وقت اس قول کی سند کے بارے میں تحقیق نہیں کرتے، لیکن استاذ محترم رحمہ اللہ ان اقوال کی سندوں کی بھی تحقیق کیا کرتے تھے۔ یہ کمال ذوق وشوق ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے استاذ محترم رحمہ اللہ کو فنِ رجال میں کمال مہارت سے نوازا تھا۔

فرقہ باطلہ کا رد بڑے اچھے اور مدلل طریقے سے کرتے تھے۔

استاذ محترم رحمہ اللہ اپنی تصنیف میں بازاری اور فحش زبان کبھی استعمال نہیں کرتے تھے، جیسا کہ مبتدعین حضرات عام طور پر اہل حق اہل الحدیث کو گالیاں دیتے رہتے ہیں جن کے بارے میں امام ابن القیم الجوزیۃ رحمہ اللہ (المتوفی

751ھ) نے لکھا:

يـا مُبـغِضًا أهل الحَديثِ وَ شَاتِمًا
أَبشِـر بِـعَـقـدِ وِلَايَةِ الشّيطَـان
أَوَ مَـا عَـلِـمْـتَ بأَنَّهُم أَنصارُ دينِ
الـلّـٰـهِ وَ الإِيْـمَـانِ وَ الـقُرآنِ
أَوَ مَـا عَـلِمتَ بأنّ أنصارَ الرَّسُولِ
هُـــم بِـلا شَكٍّ وَ لَا نُـكْـــرانِ
هـل يُبـغِـضُ الأنصارَ عبدٌ مُؤمِنٌ
أو مُـــدرِكٌ لِـــرَواءِ الإيـمـــانِ
شَهِدَ الرَّسُولُ بذاكَ وَ هي شَهادَةٌ
مِـنْ أَصـدَقِ الثَّـقَـلَيْنِ بالبُرهَانِ

''اے اہل الحدیث سے بغض رکھنے والے اور گالیاں دینے والے! تو شیطان کی ولایت کے منعقد ہونے کے ساتھ خوش ہو جا۔ کیا تُو نے جانا نہیں کہ یقیناً وہ اللہ کے دین، ایمان اور قرآن کے مددگار ہیں۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ بلاشبہ وہ رسول کے مددگار ہیں بغیر شک اور انکار کے۔ مددگاروں سے کوئی مومن بندہ یا ایمان کی خوشبو پانیوالا نفرت نہیں کرتا۔ اس کی گواہی رسول اللہ ﷺ نے دی اور یہ گواہی اِنس و جن میں سے سب سے زیادہ سچے کی طرف سے دلیل کے ساتھ ہے۔

(الكافية الشافية، المشهور بقصيدة النونية ص 237)

تو جس طرح استاذ محترم رحمہ اللہ کا زورِ قلم اچھا تھا۔ ساتھ ساتھ رجوع الی الحق کا جذبہ بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کوئی بھی بندہ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اگر آپ کی کتاب میں کوئی غلطی پاتا تو بتانے پر اگر واقعتاً غلطی ہوتی تو فوراً اپنی بات سے رجوع کر لیتے اور اگر آپ رحمہ اللہ اپنی کسی کتاب میں کوئی مسئلہ بیان کرتے یا کسی راوی کے بارے میں جرح و تعدیل کا ذکر کرتے، پھر بعد میں واضح ہوتا کہ حق بات اس کے برخلاف ہے تو فوراً علانیہ طور پر رجوع کر لیتے۔

استاذ محترم رحمہ اللہ اپنے مقالات میں ایک جگہ رقمطراز ہیں: ''اگر کوئی شخص میری کسی تحقیق یا عبارت میں سے تضاد و تعارض ثابت کر دے تو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ علانیہ رجوع کروں گا، توبہ کروں گا اور جو حق بات ہے برملا اس کا اعلان کروں گا۔ لوگ ناراض ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں۔ بس اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔ اے اللہ! میری ساری خطائیں معاف کر دے۔ آمین''

(مقالات للشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ 2/259، 260)

میری دعا ہے کہ اللہ رب العالمین استاذ محترم محدث العصر حافظ زبیر علی زئی صاحب رحمہ اللہ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی تمام خطائیں معاف فرما کر انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

استاذ محترم رحمہ اللہ کی یہ باتیں صرف لکھنے کی حد تک نہ تھیں بلکہ وہ اس پر عمل پیرا بھی تھے۔

ہمیں خود حافظ ابو یحییٰ نور پوری حفظہ اللہ نے جامعہ امام بخاری (سرگودھا) میں ایک درس کے دوران میں بتایا کہ میں نے ایک دفعہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو فون کیا اور کسی راوی کے بارے میں بتایا کہ آپ کی کتاب میں راوی کے بارے میں اس طرح لکھا ہے جبکہ حقیقت میں اس طرح ہے۔ تو استاذ محترم رحمہ اللہ نے فوراً اپنی بات سے رجوع کر لیا۔

بعض لوگ استاذ محترم رحمہ اللہ پر ایک عجیب اعتراض کرتے ہیں کہ جی شیخ محترم زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے رجوعات بہت زیادہ ہیں۔

یہاں ایک بات تو یہ ہے کہ استاذ محترم رحمہ اللہ کے اتنے

زیادہ رجوعات نہیں جتنے لوگوں نے سمجھ لیے ہیں اور دوسری بات کہ آپ رحمہ اللہ اپنی خطا پر رجوع فرما لیتے تھے تو اس کے جواب میں مَیں اتنا ہی کہنا کافی سمجھوں گا:

کَمْ مِن عَائِبٍ قَولاً صَحِيحًا
وَ آفَتُهُ مِنَ الْفَهْمِ السَّقِيمِ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ عزوجل تمام علماء کو رجوع الی الحق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شیوہ تھا، جس کی زندہ مثال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے ملتی ہے۔ جب سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا فانی سے رخصت ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اقرار نہ کر رہے تھے، لیکن جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کی آیت پڑھ کر سنائی تو فوراً اپنے قول سے رجوع کر لیا۔ رضی اللہ عنہم

ایک دفعہ میں استاذ محترم کے پاس ان کے مکتبے میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی ایک کتاب لے کر آیا جو کہ استاذ محترم رحمہ اللہ کی کتاب کے جواب میں کسی نے لکھی تھی۔ استاذ محترم رحمہ اللہ کو میں نے کہا: اَب آپ اس کا جواب لکھیں گے تو استاذ محترم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس کتاب کو پڑھیں گے اگر کوئی اپنی غلطی ہوئی تو اصلاح کریں گے اور جس کا جواب دینا ہوا تو جواب دے دیں گے۔''

فن رجال اور محدثانہ انداز:

استاذ محترم کو اللہ رب العزت نے اسماء الرجال کے فن میں بھی مہارت تامہ عطا فرمائی تھی۔ کوئی روایت بھی ہوتی تو اس کی مکمل تحقیق فرماتے تھے۔ غیر ثابت شدہ روایات کو بیان کرنے والے لوگوں پر سخت غصے کا اظہار فرماتے تھے۔ چونکہ یہ معاملہ واقعتاً حساس ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَا لَمْ أَقُلْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) ''جس نے مجھ پر ایسی بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔'' (صحيح البخاري:109)

اس طرح کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ))

''جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ آگ (جہنم) بنالے۔'' (صحيح البخاري: 110)

امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا:

"الْإِسْنَادُ مِنَ الدِّينِ، وَلَوْلَا الْإِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ." سند دین میں سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو جو چاہتا جو مرضی کہہ دیتا۔ (مقدمة صحيح مسلم:12/1)

عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ دین اسلام میں سند کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ نے بھی اس چیز کا بہت خیال رکھا، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی روایت لینے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس بات کا حکم دیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾

''اے ایمان والو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر شرمندہ ہو جاؤ۔'' (الحجرات:6)

جلیل القدر صحابی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "إِنَّا كُنَّا مَرَّةً إِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم، ابْتَدَرَتْهُ أَبْصَارُنَا، وَأَصْغَيْنَا إِلَيْهِ بِآذَانِنَا، فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الصَّعْبَ،

وَالذَّلُولَ، لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا نَعْرِفُ . "
ایک وقت تھا کہ جب ہم کسی شخص سے یوں سنتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا تو اسی وقت اس کی طرف ہماری نگاہیں جلدی کرتیں اور اس کی طرف اپنے کان لگا دیتے۔ پھر جب لوگ مشکل اور پھسلنے والی جگہ پر چلنے لگے تو ہم لوگوں سے صرف وہ (حدیث) ہی لیتے جس کو ہم پہچانتے۔

(مقدمة صحیح مسلم: 10/1)

لہٰذا آج بھی طلباء وعلماء دین کو اس چیز کا خیال رکھنا چاہیے اور مدارس دینیہ میں پڑھانے والے اساتذہ کرام کو چاہیے کہ طلبا میں اس چیز کا ذوق وشوق پیدا کریں اور اس فن کو جتنی استطاعت ہے سیکھیں وگرنہ حدیث بیان کرنے سے پہلے اس فن کے علماء کی طرف رجوع ضرور کیا جائے۔

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ نے فرمایا:
"التَّفَقُّهُ فِي مَعَانِي الْحَدِيثِ نِصْفُ الْعِلْمِ ، وَمَعْرِفَةُ الرِّجَالِ نِصْفُ الْعِلْمِ"
حدیث کے معانی میں سمجھ بوجھ آدھا علم ہے اور رجال کی معرفت آدھا علم ہے۔ (المحدّث الفاصل ص320)

طلباء کا ایک فریضہ یہ بھی ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص کوئی روایت پیش کرے اور آپ کو اس بارے میں شک وشبہ ہو تو اس سے پوچھیں کہ جو روایت اس نے بیان کی، کیا وہ صحیح سند سے ثابت ہے؟ تاکہ روایات بیان کرنے والے اشخاص بھی آیندہ چوکنے رہیں کہ ہمیں تحقیق کر کے روایات سنانی چاہئیں۔ میں یہاں اپنے استاذ محترم شیخ ابو سیف جمیل حفظہ اللہ کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ عزوجل ان کو صحت وبرکت والی زندگی عطا فرمائے اور ان کے علم وعمل میں برکت فرمائے، جنھوں نے ہمیں بھی اس کام میں ذوق وشوق پیدا کرنے کے لیے راغب فرمایا، اللہ کی توفیق سے اور کئی اور علماء وخطباء حضرات کی بھی اصلاح فرمائی۔ اللہ عزوجل ان کا یہ عمل قبول فرمائے۔ آمین

استاذ محترم رحمہ اللہ احادیث کے معاملے میں تو محتاط تھے ہی، یعنی روایات کو مکمل تحقیق کے بعد لکھتے یا بیان کرتے اور کئی کتب حدیث کی تحقیق بھی کی ہے۔ مثلاً: سنن اربعہ (ابو داود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ) مسند حمیدی، تفسیر ابن کثیر، موطأ امام مالک (روایۃ ابن القاسم)، جزء رفع الیدین للبخاری، جزء القراءۃ للامام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ۔

لیکن احادیث سے ہٹ کر عام گفتگو میں بھی استاذ محترم رحمہ اللہ کا انداز محدثانہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی بندہ کسی کی کوئی بات سناتا تو اس کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ سنن ابی داود پڑھنے کے دوران میں کئی بار طلبا اگر استاذ محترم رحمہ اللہ کو کوئی واقعہ یا کسی شخص کے بارے میں کوئی بات سناتے تو استاذ محترم رحمہ اللہ فوراً پہلا سوال یہی کرتے کہ آپ نے یہ بات کس سے سنی ہے؟ اپنی تحریر میں بھی استاذ محترم رحمہ اللہ کا انداز محدثانہ تھا، مثلاً ایک جگہ ایک بات نقل کرتے وقت لکھتے ہیں: "عصرِ حاضر کے مشہور ثقہ محدث مولانا رفیق اثری حفظہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ الاستاذ العالی مولانا سلطان محمود صاحب محدث جلالپوری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مولانا اسماعیل (بن ابراہیم بن عبداللہ چکڑالوی) نے بتایا کہ ایک بار......" الخ

(اضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح 217/1)

ایک اور جگہ استاذ محترم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "زندگی گزارنے کا یہ اصول ہونا چاہیے کہ آدمی ہر وقت احتیاط اور تحقیق سے کام لے، ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ پنجابی زبان کے محاورے "لائی لگ" کی طرح ہر سنی سنائی بات کے پیچھے دوڑتا پھرے اور پھر ہلاکت کے گڑھے میں

جا گرے۔'' (اضواء المصابیح 211/1)

شیخ محترم نے ایک دفعہ بتایا کہ اخبار میں خبر چھپی کہ سعودیہ میں ایک آدمی نے جھوٹ بولا تو وہ سانپ بن گیا۔ میں نے جب تحقیق کی غرض سے سعودی سفارت خانے کو خط لکھا تو انھوں نے مجھے بتایا کہ یہ خبر جھوٹی ہے۔

محدث العصر الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنے شیخ ''حاجی اللہ دتہ'' رحمہ اللہ (المتوفی 2001ء) کے حالات لکھتے ہوئے اپنے مخصوص محدثانہ انداز میں لکھا:

''مجھے شیر باز صاحب خطیب مسجد اہل حدیث اٹک نے ایک خبر دی، اور کہا کہ مجھے میری بیوی نے بتایا، کہا (بیوی نے): مجھے حاجی اللہ دتہ صاحب کی بیوی نے بتایا کہ حاجی صاحب نے ساری زندگی...... الخ'' (تحقیقی علمی مقالات 518/1)

یہ تھا استاذ محترم رحمہ اللہ کا تقریر وتحریر میں محققانہ انداز جس سے معلوم ہوتا ہے کہ استاذ محترم رحمہ اللہ احادیث سے ہٹ کر عام باتوں میں بھی تحقیق کے پہلو کو مدنظر رکھتے تھے۔ (رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا انداز اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عوام الناس کو بھی چاہیے کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے نشر نہ کریں، جیسا کہ آج کل معاشرے میں رسالہ جات (میسجز) کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ جس کو جو بھی خبر میسج کے ذریعے سے موبائل پر پہنچی اسی طرح آگے بھیج دی۔ کوئی پتہ نہیں کہ یہ خبر سچی ہے یا جھوٹی؟

استاذ محترم رحمہ اللہ جس بات کو حق سمجھتے اس پر عمل کرتے اور بلا خوف وخطر اس کو علانیہ بیان کرتے۔ یہی انداز احادیث کی تحقیق میں تھا کہ اگر محدث العصر رحمہ اللہ کی تحقیق میں کوئی روایت ثابت نہ ہوتی، خواہ وہ اپنے مسلک کے موافق بھی ہوتی تو حق بات لکھ دیتے، مثلاً: سینے پر ہاتھ باندھنے والی طاؤس رحمہ اللہ (تابعی) کی مرسل روایت وغیرہ۔

استاذ محترم رحمہ اللہ کی اس قابلِ تعریف صفت پر میں یہ شعر سپردِ قلم کرتا ہوں:

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نہ آبلہ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

اللہ تعالیٰ استاذ محترم رحمہ اللہ کی قبر پر اپنی خصوصی رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

محدث العصر الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات:

اپنے اس مضمون کا یہ آخری حصہ لکھنا شاید میرے لیے نہایت مشکل ہے، کیونکہ کبھی ایسا نہ سوچا تھا کہ یہ وقت بھی آئے گا کہ اپنے ہاتھوں سے استاذ محترم کی ''وفات'' کا تذکرہ سپرد قرطاس کرنا پڑے گا، لیکن رب العالمین کے یہ فیصلے ہیں: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾

ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ دل کے کسی عارضے میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ چونکہ ان دنوں آپ رحمہ اللہ سرگودھا ''جامعہ امام بخاری'' میں مقیم تھے، لہٰذا آپ رحمہ اللہ کو سرگودھا کے کسی ہسپتال میں منتقل کیا گیا۔ یہ خبر سن کر دل کانپ گیا۔ غم کی وجہ سے آنکھیں بھی نم ہو گئیں اور زبان سے دعا بھی جاری ہونے لگی کہ یا اللہ! استاذ محترم رحمہ اللہ کو جلد شفائے کاملہ عطا فرما۔ استاذ محترم رحمہ اللہ کا فون نمبر میرے موبائل میں تھا تو فوراً نمبر ملایا کہ شاید استاذ محترم رحمہ اللہ سے بات ہو جائے تو آپ کی طبیعت کا حال

دریافت ہو سکے، لیکن جب فون پر کسی نے سلام کیا تو آج وہ آواز نہیں آ رہی تھی جو پہلے آیا کرتی تھی اور وہ الفاظ بھی آج فون پر نہیں سنے جا رہے تھے جو کبھی سنا کرتا تھا کہ ''بلال بیٹے کیا حال ہے؟'' لیکن اس دن استاذ محترم رحمہ اللہ کے کسی شاگرد نے بات کی اور کہا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ کی طبیعت خراب ہے اور ان کو ہسپتال لے گئے ہیں، وقتاً فوقتاً رابطہ ہوتا رہا۔ دوسرے دن رابطہ ہوا تو پتہ چلا کہ استاذ محترم کو اسلام آباد ''الشفاء'' ہسپتال میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ پھر تو دل روز بروز زیادہ غمگین ہوتا گیا اور استاذ محترم رحمہ اللہ کے کہے گئے وہ الفاظ میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے آپ نے آخری ملاقات میں مجھ سے کہے تھے، کیونکہ جب میں آخری بار استاذ محترم رحمہ اللہ کو حضرو (اٹک) میں آپ کے مکتبے میں ملنے گیا تو عام طور پر پہلے میں جس دن ملنے جاتا اسی دن مل کر واپس آ جاتا تھا، لیکن اس دن استاذ محترم رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ آج ادھر ہی رات رہیں گے نا۔ تو میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس دن آپ رحمہ اللہ کے ساتھ کافی وقت گزرا، لیکن کیا پتہ تھا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ کے ساتھ یہ آخری ملاقات ہو گی۔

آتی رہیں گی یاد ہمیشہ وہ محبتیں
ڈھونڈا کریں گے ہم اُنھیں فصل بہار میں

اسی ملاقات کے دوران میں جب میں استاذ محترم رحمہ اللہ کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا تو آپ فرمانے لگے کہ ''لگتا ہے میرے دن قریب آ گئے ہیں۔'' یہ بات سن کر بہت اداسی ہوئی، پھر جانے سے پہلے جبکہ استاذ محترم رحمہ اللہ اپنی مسجد لیٹے ہوئے تھے اور میں آپ رحمہ اللہ کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا تو آپ وہی الفاظ دوبارہ دہرائے کہ ''لگتا ہے میرے دن تھوڑے رہ گئے ہیں۔'' خیر جب میں جانے لگا تو استاذ محترم رحمہ اللہ حسبِ معمول مسکراتے چہرے سے ملے۔ یہ شاید آخری ملاقات تھی کہ اس دن میں نے استاذ محترم رحمہ اللہ کو جاتے وقت پیشانی پہ بوسہ بھی دیا تھا، آپ رحمہ اللہ نے بھی مجھے پیشانی پہ بوسہ دے کر روانہ کر دیا۔ اللہ حافظ

ہمارے بعد ہمارے تذکرے ہوں گے
ہمارے بعد ہی محسوس ایک کمی ہو گی

تو استاذ محترم رحمہ اللہ کی بیماری کے دوران میں وہ الفاظ کہ ''میرے دن تھوڑے رہ گئے ہیں'' زیادہ غمی کا باعث بن رہے تھے۔ خیر دعاؤں کا سلسلہ تو جاری ہی رہا اور وہ دن بھی اداسی کی حالت میں گزرتے رہے، دل کرتا تھا کہ ہسپتال جا کر استاذ محترم رحمہ اللہ سے ملاقات کی جائے، لیکن ان کے ساتھ رہنے والے ساتھیوں نے بتایا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ سے ملنے کی اجازت ڈاکٹر کی طرف سے نہیں۔ المختصر یہ کہ وہ دن آ گیا کہ صبح کا وقت تھا اپنی کلاس میں بیٹھا تھا کہ موبائل پر رسالہ (میسج) آیا کہ محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وفات پا گئے ہیں۔ میں نے فوراً تصدیق کے لیے حافظ شیر محمد حفظہ اللہ کو فون کیا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ طبیعت کیسی ہے؟ تو آج جواب کچھ اور ہی الفاظ میں تھا کہ شیخ صاحب تو وفات پا گئے ہیں۔

إنا للہ وإنا إلیہ راجعون

جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ آنکھیں بہہ پڑیں، دل یقین نہ کر پا رہا تھا کہ کیا واقعتاً شیخ محترم رحمہ اللہ دنیا سے چلے گئے؟ کیا واقعتاً ہم سے محبت بھری باتیں کرنے والے داغِ مفارقت دے گئے؟ کیا فن رجال کے ماہر غمِ جدائی دے گئے ہیں؟

یقیناً آپ کی جدائی کا غم تو تھا ہی، لیکن اس چیز کا دکھ بھی تھا کہ سرزمین پاکستان سے ایک عظیم محدث اسماء رجال کا

عظیم فن اپنے سینے میں محفوظ کیے ہوئے اور کتب کی عظیم لائبریری چھوڑ کر دنیا فانی سے چل دیے ہیں۔

ادھر دل میں یہ خیال بھی پیدا ہوتا کہ اب احادیث کی تحقیق کا فریضہ کون سر انجام دے گا؟ مبتدعین کے اعتراضات کا مضبوط اور پائیدار جواب کون دے گا؟

ہمارے دوسرے شیخ محترم عبد الرحمٰن ضیاء صاحب حفظہ اللہ فرمانے لگے: ''آج بہت خلا پیدا ہو گیا ہے اور جب شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ موجود تھے تو بہت سارے علماء کی طرف سے کفایت کر جاتے تھے، مبتدعین کے اعتراضات کا جواب دینے کے لیے۔'' لیکن یہ تو اللہ عزوجل کے فیصلے تھے کیونکہ وہ سب سے بڑا حکیم ہے۔

المختصر یہ کہ اس غمناک خبر کے بعد نماز جنازہ کا پتا چلا کہ شام پانچ بجے ادا کی جائے گی۔ ادھر میں نے اپنے والد محترم (محمد ازرم بن اللہ یار بن محمد علی) کو فون کر کے بتایا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ دنیا سے جا چکے ہیں تو والد محترم نے فرمایا کہ میں جنازہ پر جاؤں گا۔ آپ اب مشکل سے پہنچ پاؤ گے کیونکہ میں اس دن جھنگ مدرسہ میں تھا، لیکن دل نہ چاہتا تھا کہ استاذ محترم رحمہ اللہ کا جنازہ پڑھنے سے رہ جاؤں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے رختِ سفر باندھا اور پھر حافظ شیر محمد حفظہ اللہ کو فون کیا تو انھوں بتایا کہ جنازہ رات آٹھ بجے کر دیا گیا ہے تو کچھ دل کو تسلی ملی کہ ان شاء اللہ پہنچ جاؤں گا۔

آخر کار راولپنڈی سے آگے حضرو والی گاڑی پر بیٹھا تو سوچنے لگا کہ ایک وہ دن تھے کہ حضرو کی گاڑی پر بیٹھ کر خوشی ہوتی تھی کہ آج استاذ محترم رحمہ اللہ کو ملنے جا رہا ہوں، لیکن آج کچھ اور ہی حالات ہیں۔ گاڑی کا کنڈیکٹر پوچھنے لگا کدھر جا رہے ہو؟ لیکن اس کو کیا معلوم تھا کہ آج حضرو کی سرزمین ایک روشن ستارے سے محروم ہو گئی ہے بلکہ سرزمین پاکستان سے محدث دوراں ہمیں داغ مفارقت دے کر چل بسے ہیں۔

خیر ہم جنازہ گاہ میں پہنچے تو لوگوں کا جم غفیر تھا کچھ دیر بعد محدث العصر رحمہ اللہ کو کفن میں لپیٹے ہوئے چارپائی پر لایا جا رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر رونے کی ہچکی بندھ گئی۔ آج استاد محترم رحمہ اللہ مجھے اکیلا چھوڑ کر جا رہے تھے جو ہمیشہ ہمارے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھتے تھے۔

آخر استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی نماز جنازہ آپ رحمہ اللہ کے مشفق استاذ حافظ عبد الحمید ازہر رحمہ اللہ نے آہوں اور سسکیوں میں پڑھائی۔ نماز جنازہ کے بعد آخری بار استاذ محترم رحمہ اللہ کا وہ مسکرانے والا روشن چہرہ دیکھا۔ بالآخر استاذ محترم رحمہ اللہ کو اسی رات 10 نومبر 2013ء بروز اتوار دفن کر دیا گیا۔ (إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون)

رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃ کثیرۃ و نوّر اللّٰہ مرقدہٗ وَ اعاذہ اللّٰہ تعالیٰ من فتنۃ القبر وَ عذاب النّار . آمین

میرے مشفق و مربی استاذِ گرامی
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بہترین مدرس

[illegible]*

محدث العصر، استاذ گرامی کا شمار اہلِ حدیث کی حالیہ تاریخ کے ان ممتاز علماء وفضلاء میں ہوتا ہے جنھیں آسمانِ شہرت کا درخشندہ ستارے کہا جا سکتا ہے۔ آپ کو علومِ قرآن کریم وعلوم حدیث اور عقائد وغیرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ فقہ الحدیث میں یک گونہ مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے، جیسا کہ علمی فتاویٰ توضیح الاحکام اور الاتحاف الباسم شرح موطأ امام مالک بروایۃ ابن القاسم سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ وضع و لباس میں سادگی شعار، مدلل اور سنجیدہ بحث وتحریر وتقریر، عقائدِ سلف صالحین میں چٹانِ ناقابلِ تسخیر تھے۔

فنِ تدریس کے شہسوار اُستاذِ شیریں گفتار تھے۔ آپ علوم نبوت کے پیاسوں کی سیرابی کرتے تھے اور تشنگانِ علومِ نبوت کی شمع بن کر رہے۔ زبان و بیان میں سلیقہ مندی اور بے حد مٹھاس تھی۔

غرض یہ کہ استاذِ محترم میں وہ ساری خوبیاں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھیں جن کا کسی اچھے استاد اور باکمال مدرس میں ہونا ناگزیر ہے۔ آپ کے علم میں گیرائی اور گہرائی تو تھی ہی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریس کا عمدہ ملکہ بھی دیا تھا۔

اپنے مافی الضمیر کو مختصر، جامع اور دلچسپ انداز میں ادا کرنے کی انھیں خوب قدرت حاصل تھی۔ پورے وثوق و اعتماد کے ساتھ درس دیتے تھے۔ تحریر کی طرح تدریس بھی شگفتہ اور دِل نشیں تھی۔ اپنے علمِ بے کراں سے طلبا کو ہمیشہ فیض پہنچانے کے حریص تھے۔

درسِ حدیث میں علومِ حدیث کی اصطلاحات کی تشریح، مواقع استعمال، ردِّ فرقِ باطلہ، احوالِ ائمہ حدیث اس قسم کے اہم موضوعات پر حسبِ ضرورت سیر حاصل بحث کرتے تھے۔ اپنے ذوق و وسعتِ مطالعہ اور مشاہدات کے پیشِ نظر تاریخی واقعات، اقتصادی ومعاشی مسائل، سائنسی ترقی پر گہری نظر اور تحقیق وتنقید کے ساتھ اسلام کی صداقت پر بھی روشنی ڈالتے تھے۔ دورانِ درس میں اہم علمی کتابوں اور مصنّفین کا تعارف کراتے تھے۔ مثلاً:

کتبِ حدیث میں کتب الستہ کے علاوہ سنن دارقطنی، السنن الکبریٰ للبیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، الاحادیث المختارۃ للضیاء المقدسی، مسند احمد بن حنبل بتحقیق احمد شاکر وغیرہ کتب کی بڑی تعریف کیا کرتے تھے اور مستدرک حاکم کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ مستدرک کی جو احادیث السنن الکبریٰ للبیہقی میں مل جائیں تو وہ اعلیٰ درجے کی ہوں گے۔ بعض اوقات تو فرمایا کرتے کہ کتب حدیث کی (بعض مذکورہ) پچاس ساٹھ کتابوں میں کافی شافی علم موجود ہے۔

جہاں بھی کوئی نئی اور بالخصوص نادر کتاب مل جاتی تو خود بھی فوراً خرید لیتے اور اپنے شاگردوں اور دوسرے اہل علم کو بھی اس کے بارے میں مطلع فرما دیا کرتے تھے۔ اس

* مدرس جامعہ اہل الحدیث حضرو

بارے میں آپ کا ایک واقعہ بھی راقم کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب آپ کو اطلاع ملی کہ فوائد الحنائی پشاور میں مکتبہ حقانیہ میں موجود ہے تو آپ نے پروگرام بنالیا اور دوسرے یا تیسرے دن پشاور تشریف لے گئے۔ مکتبہ حقانیہ والوں نے آپ کے لیے اپنی کتب کا گودام کھول دیا اور آپ رحمہ اللہ کو کہا کہ آپ یہاں سے تلاش کر لیں۔ آپ اُس ایک کتاب کو صبح سے لے کر شام تین بجے تک تلاش کرتے رہے، لیکن چونکہ کتاب وہاں سے ختم ہو چکی تھی، اس لیے نہیں مل سکی، البتہ اسے تلاش کرتے کرتے الاربعین امام حسن بن سفیان رحمہ اللہ مل گئی تو آپ رحمہ اللہ نے وہ کتاب لے لی اور مکتبہ حقانیہ والوں کی دُکان پر تشریف لا کر اس کی قیمت ادا کر دی۔ جب وہ کتاب نظر آئی تو کہنے لگے کہ یہ بڑی نادر کتاب ہے۔ یہ کتاب ابھی فوراً خرید لو۔ کتاب کے چھ نسخے تھے۔ آپ نے مکتبہ حقانیہ والوں کو کتاب کی اہمیت بتائی اور کہا کہ اس کتاب کے نسخے اپنی دکان پر رکھو، یہ بڑی نادر کتابوں میں سے ہے اور اسی سفر میں تعلیم یوں دی کہ یہ وہ اصل کتاب ہے کہ جس میں اس حدیث: ((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ)) (وسنده حسن) کا حوالہ بھی ہے۔

دورانِ درس میں اہم نکات بھی بیان کرتے تھے۔ مثلاً: اختصار علوم الحدیث پڑھاتے تو جب صحیح بخاری کا ذکر آیا تو وہاں شیخ رحمہ اللہ نے ایک نکتہ بیان کیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جب اپنی کتاب کا آغاز کیا تو فرمایا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ الْمَكِّيُّ . اشارہ اس طرف کیا کہ ساری کائنات کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے اور اَلْمَكِّيْ سے یہ اشارہ کیا کہ دین اسلام کی ابتدا مکہ سے ہوئی ہے اور اپنی کتاب کے آخر میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ المدنی کی حدیث لا کر اشارہ کیا کہ مدینے میں دین اسلام مکمل ہو چکا ہے، یعنی دین مکے اور مدینے میں ہی مکمل ہوا۔

اسی طرح کتاب الحیل کی پہلی حدیث ابونعمان سے لا کر بتایا کہ ابونعمان بھی یہی کہتے ہیں کہ دین میں حیلے جائز نہیں۔

دورانِ درس میں شیخ رحمہ اللہ اسناد حدیث پر مستقل اور اہتمام سے بحث کرتے تھے اور صرف صحیح و مقبول احادیث ہی سے استدلال کرتے تھے اور سب کو اسی منہج کی دعوت دیتے تھے، جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی اطاعت صرف صحیح اور مقبول احادیث کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔'' (دیکھئے صحیح بخاری کا دفاع ص 31)

بلکہ آثار صحابہ و تابعین وغیرہ کی اسانید پر بھی مستقل بحث کرتے اور جو قول ثابت نہ ہوتا اس کی با دلیل وضاحت کرتے تھے، مثلاً: اختصار علوم الحدیث لابن کثیر میں امام احمد بن حنبل کی طرف منسوب ایک قول مذکور ہے کہ چار حدیثیں لوگوں کے درمیان بازاروں میں زبان زدِ عام (مشہور) ہیں، جن کی کوئی اصل نہیں۔ اس کے متعلق شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام احمد کی طرف منسوب یہ قول باسند صحیح ثابت نہیں۔'' دیکھئے تذکرة فی الأحادیث المشتهرة للزرکشی (ص32) التقیید والإیضاح (ص 263) اور الموضاعات لإبن الجوزي (236/2 فيه أحمد بن محمد الصيدلاني : لم نعرفه)'' (اختصار علوم الحدیث مترجم للشیخ ص 105)

اور علماء جرح و تعدیل کے اقوال بھی نقل کرتے تھے۔

احادیث میں ظاہری تعارض کی صورت میں آپ رفع

تعارض کی مدلل اور شاندار انداز سے توجیہات بیان کرتے تھے۔

بعض اساتذہ طلبا کے سوال کو الجھن سمجھتے ہوئے جواب دینا مناسب نہیں سمجھتے اور بعض طلبا کی زجر و توبیخ بھی کر دیتے ہیں، یہ طریقۂ تدریس انتہائی مضر ہے، لیکن محدث العصر شاگردوں کی بات پوری توجہ سے سنتے اور طالب علم کی تسلی کراتے اور شاگرد کے ذہن کے مطابق بڑی جامع و مانع گفتگو کرتے اور مزید مفید باتیں بھی بتا دیتے تھے۔ ضروری ہے کہ استاد کا مطالعہ وسیع ہو اور قادر الکلام ہو۔ کتب کے متعلق معلومات کا دائرہ وسیع ہو اور تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا شغف بھی ہو محدث العصر میں تمام خوبیاں جلوہ گر تھیں۔

شیخ محترم کی تدریس کا انداز منفرد تھا۔ عام مدرسین کی طرح نہیں تھے کہ دوران درس صرف صاحبِ کتاب کی باتوں میں ہی دھیان دیتے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ جو بھی بات یا اصول اگر سلف کے خلاف ہوتا تو صاحبِ کتاب کا بادلائل ردّ کر دیتے اور سلف کے منہج کو اجاگر کر دیتے تھے۔

اصول حدیث اور علم اسماء الرجال تو استاد محترم کا میدان تھا۔ انہی علوم کے متعلق شیخ رحمہ اللہ کی چند گزارشات پیش خدمت ہیں:

اصول حدیث و اسماء الرجال پڑھاتے وقت شیخ رحمہ اللہ کا انداز یہ تھا کہ اس علم کے مختصر دلائل بیان فرماتے، پھر حدیث اور سنت کی وضاحت فرماتے۔ پھر اس فن میں سب سے پہلے کام کرنے والوں کا ذکر کرتے تھے اور جہاں کہیں بھی متاخرین نے متقدمین کے منہج کے خلاف ٹھوکر کھائی ہوتی اس کا رد بھی کرتے تھے، مثلاً: اس بارے میں آپ کی تصنیف التأسيس في مسألة التدليس اور ضعیف+ضعیف = حسن لغیرہ میں مقالات واضح ثبوت ہیں۔

ا: علم اصول حدیث و اسماء الرجال کے بارے میں استاد محترم آغازِ درس میں فرمایا کرتے تھے کہ اصول حدیث و اسماء الرجال کا اصل مرجع قرآن و سنت ہے۔ مثلاً: آیت:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴾

(سورۃ الحجرات:6)

اور حدیث: " مُرَّ بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ :((وَجَبَتْ)) ثُمَّ مُرَّ بِأُخْرٰى فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا ، فَقَالَ : ((وَجَبَتْ)) فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَا وَجَبَتْ ، قَالَ: ((**هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ، أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ**))"

(صحيح بخاري: 1367 ، صحيح مسلم: 949)

اور اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر مقدمہ صحیح مسلم سے: مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے، بشیر بن کعب عدوی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کوئی توجہ نہیں دی اور نہ ان کی طرف دیکھا۔ بشیر کہنے لگے: اے ابن عباس! آپ کو کیا ہوا کہ میری بات نہیں سنتے۔ میں رسول اللہ ﷺ سے احادیث بیان کرتا ہوں اور آپ سنتے ہی نہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک وقت تھا جب ہم کسی شخص سے سنتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا تو اس وقت اس کی طرف دیکھتے اور اپنے کان لگا کر سنتے، پھر جب لوگوں نے غلط

روایتیں بیان کرنا شروع کیں تو ہم نے سننا چھوڑ دیا مگر جس حدیث کو ہم پہچانتے ہیں۔ (مقدمہ صحیح مسلم رقم : 21)

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے پتہ چلا کہ اصول حدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے شروع ہو چکا تھا اور عبداللہ بن عباس مرسل کو حجت نہیں مانتے تھے۔

۲: ابتدائی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہوتی تھی کہ حدیث اور سنت ایک چیز ہے۔ الگ الگ نہیں۔ متقدمین میں سے کسی نے حدیث اور سنت میں فرق نہیں کیا۔ بطور دلیل امام شافعی رحمہ اللہ کا قول پیش کرتے: و إذا اتصل الحديث عن رسول الله ﷺ وصحَّ الإسنادُ (به) فهو سنّةٌ" جب حدیث رسول اللہ ﷺ سے متصل سند کے ساتھ مروی ہو اور اسناد صحیح ہو تو وہ سنت ہے۔ دیکھئے: آداب الشافعي و مناقبه (ص 177، دوسرا نسخہ ص 232-231)

امام مالک رحمہ اللہ کا قول: ابن وہب کہتے ہیں: میں نے اپنے چچا کو سنا: وہ فرماتے کہ امام مالک سے وضو کے دوران میں پاؤں کی انگلیوں کے خلال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اس پر لوگوں کا عمل نہیں۔ انھوں نے کہا: جب مجلس میں لوگ کم رہ گئے تو میں نے امام مالک سے عرض کی: ہمارے پاس اس کے متعلق ایک سنت ہے تو امام مالک نے پوچھا: وہ کیا؟ تو میں نے کہا: حدثنا الليث بن سعد و ابن لهيعة و عمرو بن الحارث عن يزيد بن عمرو المعافري عن أبي عبد الرحمٰن الحبلي عن المستورد بن شداد القرشي قال: رأيت رسول الله ﷺ : يدلك بخنصره ما بين اصابع رجليه . فقال : ان هذا الحديث حسنٌ و ما سمعت به قط إلا الساعة ثم سمعته بعد ذلك يسأل فيأمر بتخليل الاصابع .

(تقدمة الجرح والتعديل 1/32-31)

اس کے بارے میں اور بھی دلائل ہیں۔

اور پھر ان علوم میں سب سے پہلے باقاعدہ طور پر کام کرنے والوں کا ذکر کرتے تھے۔ شیخ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بارے میں سب سے پہلے باقاعدہ طور پر کام کرنے والے امام شعبہ بن الحجاج ہیں۔ میزان الاعتدال کا مقدمہ پڑھاتے ہوئے شیخ رحمہ اللہ نے یہ بات فرمائی: امام ذہبی رحمہ اللہ نے مقدمہ میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ جرح و تعدیل میں سب سے پہلے یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ نے کام کیا، لیکن شیخ رحمہ اللہ کہتے تھے کہ ہمارے علم کے مطابق سب سے پہلے امام شعبہ بن الحجاج نے اس کام کا بیڑا اٹھایا تھا، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر عراق میں شعبہ بن الحجاج نہ ہوتے تو وہاں حدیث کی معرفت بھی نہ ہوتی۔

(سير أعلام النبلاء 7/206، معرفة السنن والآثار 1/151 ح202 وسنده صحيح)

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ ذوالفقار ابراہیم میمن الاثری حفظہ اللہ*

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے راقم کا تعارف 1998ء میں بذریعہ فون ہوا۔ میں نے لندن سے فون پر سوال کیا کہ کیا نیموی (حنفی) نے عیسیٰ بن جاریہ کی آثار السنن میں توثیق کی ہے؟

شیخ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ ایک مقام پر جرح اور دوسرے پر توثیق کی ہے۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ آپ کے علم کے مطابق اس دور میں دیوبندیت پر زیادہ علم کون سی شخصیت رکھتی ہے؟

تو شیخ رحمہ اللہ نے جواب میں علامہ محمد رئیس ندوی رحمہ اللہ اور ان کی کتاب ضمیر کا بحران کا تعارف کروایا۔ یوں میری مولانا ندوی سے تعارف کی ابتدا ہوئی۔ گویا اس وقت شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ "اللمحات إلى ما في أنوار الباري من الظلمات" کا مطالعہ کر رہے تھے۔ (یہ کتاب تاریخی حوالے سے زبردست ہے) پھر یہ تعلقات دن بدن بڑھتے رہے۔

الحمد للہ! ہم نے بذریعہ فون لندن کی ایک مسجد میں شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی ایک تقریر بھی کروائی جس کا عنوان تھا: ''اہل حدیث کون ہیں؟''

اس تقریر کا راقم نے خود انگریزی میں ترجمہ بھی کیا اور یہ ترجمہ لندن میں شائع شدہ ہے۔

شیخ سے پہلی باقاعدہ بالمشافہ ملاقات تقریباً 2002ء میں ہوئی۔ جب میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں پڑھ رہا تھا اور شیخ صاحب عمرے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس وقت شیخ نے تین ہفتے قیام کیا۔ اس دوران میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے تمام مشائخ مدینہ سے ملاقات کی کوشش کی۔

اس پہلے سفر میں راقم نے شیخ سے زیادہ تر استفادہ التمسک بالمنہج السلف اور اہل بدعت سے الولاء والبراء کے مسئلہ میں کیا۔

الحمد للہ! اسی عرصے میں مَیں نے شیخ کی کتاب ''نور المصابیح'' کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کی طباعت کی توفیق دے۔ شیخ کو جب ترجمہ دکھایا تو بہت خوش ہوئے اور خصوصی طور پر یہ کہا کہ میری کسی بھی کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کرنے کی اجازت صرف آپ کو ہے، کیونکہ شیخ سے تعارف آثار السنن کے حوالے سے ہوا تھا تو شیخ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''انوار السنن فی تحقیق آثار السنن'' کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ مجھے مرحمت فرما دیا۔ ساتھ ہی نیموی کی آثار السنن بھی تھی۔

علاوہ ازیں شیخ نے اپنی چند غیر مطبوعہ کتب بھی فراہم کیں جو درج ذیل ہیں:

۱: الأسانيد الصحيحة في أخبار أبي حنيفة .

اس کے بارے میں شیخ نے بتایا کہ جب میں نے یہ کتاب اپنے استاد شیخ بدیع الدین سندھی رحمہ اللہ کو دکھائی تو

---

* فاضل مدینہ یونیورسٹی، رئیس مرکز السنۃ لیسٹر، برطانیہ

انھوں نے بڑی تشجیع فرمائی کہ یہ کتاب ضرور مکمل کرو۔

۲: التفسیر الصحیح (جزء عمّ)

۳: اثبات عذاب القبر (للبیہقی) تحقیق

۴: انوار السنن في تحقيق آثار السنن

۵: سیرۃ ابن ہشام ۔ تحقیق

۶: انوار الصحيفة

شیخ صاحب کا معمول میرے گھر میں یہ رہا کہ آپ ناشتہ نہیں کرتے تھے اور فجر کے بعد سے لے کر جاگتے اور مسلسل کتب کا مطالعہ کرتے رہتے۔ شیخ رئیس ندوی رحمہ اللہ کی کتاب" ابطال شاهد الشاهد" انھوں نے میرے گھر میں مکمل پڑھی اور اس پر کچھ تعلیقات بھی لگائیں، اس حوالے سے جب شیخ رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا: یہ تو میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہوگی۔

میں نے دیکھا کہ آپ فجر سے پہلے اضطجاع (سنتوں کی ادائیگی کے بعد دائیں پہلو پر لیٹ جانے) کی سنت پر عمل کرتے اور مسجد جانے سے قبل لیٹ جاتے۔ اس سے مجھے علم ہوا کہ شیخ رحمہ اللہ اضطجاع کی سنت کے قائل تھے۔

لباس میں بڑے سادگی پسند تھے۔ کھانے میں کبھی کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ جب بھی پوچھا جاتا تو کہتے جو ملے کھا لوں گا۔

اس سفر کا اہم واقعہ جو مجھے یاد ہے کہ ہم مدینہ منورہ کے ایک بڑے سلفی عالم الشیخ عبید جابری سے ملنے کے لئے گئے۔ موعد (ٹائم) ہم نے پہلے ہی لے لیا تھا۔ اس ملاقات میں ہمارے رہبر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مدینہ کے ایک خاص سعودی شاگرد الشیخ فیصل التمیمی (متخرج کلیۃ الحدیث الجامعۃ الاسلامیۃ) تھے۔ جب ہم شیخ جابری کے ہاں پہنچے تو طلبہ کا ایک جم غفیر وہاں موجود تھا اور سوال جواب کی نشست جاری تھی۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بڑے متواضع انداز میں وہاں بیٹھ گئے۔ شیخ جابری کو اسماء الرجال اور اسانید کے حوالے سے کچھ سوالات کیے گئے۔ ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ سند میں اگر سفیان آ جائے تو اس سے کون مراد ہے، عیینہ یا ثوری، اور اس حوالے سے ایک سند بھی پیش کی گئی۔ شیخ عبید نے معذرت کی کہ اس سوال کا جواب وہ مراجعت کر کے دیں گے۔ شیخ زبیر رحمہ اللہ نے شیخ جابری سے اجازت طلب کی کہ مجھے اس سلسلے میں کچھ کہنے کی اجازت دی جائے تو شیخ عبید نے شیخ زبیر کی بات سے خوش ہو کر اجازت مرحمت فرما دی۔ اس کے بعد شیخ زبیر نے اسانید پر تفصیلی روشنی ڈالی، کچھ ضوابط بھی بیان کیے اور یہ بھی بتایا کہ یہ کیسے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ سفیان سے کون مراد ہے؟

عرب طلبہ حیران رہ گئے کہ یہ شخص کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ تو شیخ فیصل التمیمی نے شیخ زبیر رحمہ اللہ کا مختصر تعارف کروایا کہ یہ پاکستان کے ایک بڑے محدث ہیں، پھر شیخ عبید جابری چونکہ بڑی عمر کے تھے تو انھوں نے مجلس برخاست کرنے کی اجازت چاہی۔ شیخ جابری کے تشریف لے جانے کے بعد دیگر حاضرین بیٹھے رہے۔ بعدازاں طلبہ نے شیخ زبیر رحمہ اللہ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ طلبہ نے کہا: آپ نے اسانید کے حوالے سے جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں وہ دوبارہ دوہرا دیں اور طلبہ نے وہ گفتگو ریکارڈ کر لی، پھر سوالات کی بوچھاڑ شروع ہوگئی۔ جتنے بھی سوال کیے گئے شیخ نے بھرپور انداز میں جوابات دیے۔ خصوصاً جرح و تعدیل اور اسانید کے باب میں، جبکہ ان میں مراجعت کی ضرورت ہوتی ہے۔

عرب طلبہ پوچھتے تھے کہ شیخ واپس کب تشریف لے

جائیں گے، کیونکہ ہم شیخ کے ساتھ ایک مجلس کرنا چاہتے ہیں اور ہم آپ سے سند اجازہ بھی لینا چاہتے ہیں۔

طلبہ کو بتایا گیا کہ شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ کے انتہائی سینئر شاگردوں میں سے ہیں۔

پھر ہم شیخ حماد الانصاری رحمۃ اللہ علیہ کے مکتبے کی زیارت کے لیے گئے اور مذکورہ تمام طلبہ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ شیخ حماد کے صاحبزادۂ گرامی قدر شیخ عبد الباری بن حماد الانصاری نے مجھے اور شیخ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ حماد کے ''المجموع'' کے نام سے مطبوع ملفوظات جو دو جلدوں میں ہیں کا ایک ایک نسخہ دیا۔

شیخ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے سفر میں راقم کو یہ شرف حاصل ہوا کہ دوسری مرتبہ بھی شیخ کا قیام مدینہ طیبہ میں میرے گھر میں ہوا۔

اس مرتبہ میں اپنے پرانے گھر سے نئے گھر میں منتقل ہو چکا تھا اور نئے گھر میں مکتبے کی تأسیس جاری تھی۔ یہ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت تھی کہ انھوں نے بیٹھ کر علوم الحدیث کے خاص اسباق بتائے اور یہ بھی بتایا کہ مکتبے کو کس طرح ترتیب دیا جائے۔ اس سفر میں مَیں نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو امام طحاوی (حنفی) کی احکام القرآن کا نسخہ دیا اور یہ کتاب شیخ کو ہمیشہ یاد رہی۔ یہ کتاب عرصہ سے مفقود تھی اور حال ہی میں ترکی سے دو جلدوں میں طبع ہوئی تھی۔ میں نے جب شیخ کو اس کتاب کے بارے میں بتایا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ مجھے یہ کتاب مطلوب ہے۔ میں نے اپنا ذاتی نسخہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کر دیا۔ پاکستان سے ایک دفعہ شیخ نے فون کیا کہ اس کتاب نے کمال کر دیا۔ ہم اس کتاب سے جب حنفیوں کو حوالے دیتے ہیں تو وہ بھاگ جاتے ہیں۔ خصوصاً ''فصل لربك وانحر'' کی تفسیر میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سینے پر ہاتھ رکھنے کی جو روایت مروی ہے اور فقہ حنفی کی دیگر باتیں جس میں طحاوی نے حنفی مسلک سے اختلاف کیا ہے۔ اس دوران میں الشیخ فیصل التمیمی نے ایک مجلس خاصہ کے اندر (جس میں راقم، شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ فیصل ہی موجود تھے۔) شیخ صاحب کے سامنے نجدی لہجہ میں کافی حدیثیں پڑھیں اور شیخ صاحب سے اجازت حاصل کی۔ چند دن شیخ نے میری ساتھ شیخ عبد المحسن العباد کے درسِ حدیث میں بھی حاضری دی۔ شیخ عبد المحسن رواۃ پر مختصر انداز میں توثیق یا تجریح کرتے تو شیخ زبیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے قوی حافظہ سے بالکل ہلکی آواز میں اس بات کی وضاحت کرتے کہ کن کن آئمہ نے ان کی توثیق یا تجریح کی ہے۔

اپنے اس سفر میں بھی شیخ صاحب نے مجھے انوار الصحیفہ کا ایک نسخہ مرحمت فرمایا جس کی انھوں نے کچھ مراجعت کی ہوئی تھی اور اپنی بعض دیگر کتب بھی عنایت کیں۔ اُن میں سے اہم کتاب ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' تھی۔ اس کتاب کی تالیف کا باعث بھی راقم ہی بنا تھا اور اس کتاب کے شروع میں سوال بھی میرے نام سے ذکر ہے۔ سوال یہ تھا کہ ''کیا دیوبندیوں کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟'' اس مسئلے پر کئی راتوں تک تفصیلی گفتگو ہوئی۔ دیگر کئی مسائل پر مناقشے ہوئے۔ المنہج السلفی کے ضوابط تفصیلی طور پر بیان ہوئے۔ الحمدللہ! کچھ نکات تحریری طور پر محفوظ ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ان کو مرتب کر کے منظر عام پر لایا جائے گا۔ اس سفر میں راقم نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ اس کتاب یعنی ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' کا انگریزی ترجمہ بھی ضرور ہوگا۔

مذکورہ سفر میں شیخ رحمہ اللہ کی ملاقات کئی مشائخ سے ہوئی۔ اس سفر کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ شیخ رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ "كتاب الضعفاء الصغير للبخاري" کی تحقیق مکمل کر لی گئی ہے۔ تو ایک نیک سلفی خاتون کے نفقہ سے کتاب کا اولین ایڈیشن بہت آب و تاب سے مکتبہ اسلامیہ لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا۔

شیخ زبیر رحمہ اللہ کے تیسرے سفر کی اطلاع حماد فاروقی (بن مولانا احسن فاروقی) نے دی کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ عمرے کے لیے تشریف لا رہے ہیں، راقم نے استفسار کیا کہ شیخ کی رہائش کہاں ہوگی۔ حماد فاروقی نے بتایا کہ عمرے پر آرہے ہیں، لہٰذا رہائش کا بندوبست ہو گیا ہے۔

میں شیخ صاحب کا نمبر ڈھونڈ رہا تھا کہ انھوں نے مدینہ آنے سے قبل مجھے خود ہی فون کر کے بتایا کہ میں مدینہ آرہا ہوں اور وہاں جتنے پروگرام بھی ہوں گے اس کے مُنسّق آپ ہوں گے۔ آپ جس طرح چاہیں ویسے ہی پروگرام ترتیب دیں۔ اس دوران میں میرا ماجستیر (ایم اے) کا امتحان ہو چکا تھا۔ جب شیخ رحمہ اللہ مدینہ پہنچ گئے تو ہم شیخ صاحب کو ملنے ہوٹل گئے۔ (میرے ساتھ میرے عزیز عمران جو كلية الدعوة میں پڑھ رہے تھے، بھی گئے) بڑی محبت اور شفقت سے انھوں نے گلے لگایا اور کافی دیر تک معانقہ کیا، پھر شیخ کے پاس بیٹھ کر حال احوال پوچھا۔ عمران بھائی کی شیخ صاحب کے لیے عقیدت اور محبت سے میں واقف تھا۔ میں نے کہا: آپ کو سب سے پہلے عمران بھائی کی دعوت قبول کرنی چاہیے۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جیسا آپ مناسب سمجھیں۔

اگلے دن جمعہ کی نماز کے بعد عمران بھائی کے گھر کھانے پر گئے وہاں امام الالکائی کی شرح اعتقاد السنۃ کی سند پر تفصیلی گفتگو ہوئی کہ کیا یہ کتاب سنداً ثابت ہے، لیکن شیخ اس کے ثبوت کے قائل نہیں تھے۔

دوسرا مسئلہ جس پر میری شیخ رحمہ اللہ سے تفصیلی گفتگو ہوئی وہ یہ تھا کہ کیا تدفین کے بعد قبر پر اجتماعی دعا ثابت ہے؟ میں نے رائے پیش کی کہ میں اس کے بدعت ہونے کا قائل ہوں۔ شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ اس کو جائز سمجھتے ہیں: ((استغفروا لأخیکم)) (الحدیث) سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

میں نے کہا: اس حدیث سے اجتماعی دعا کا ثبوت تو نہیں ملتا، بلکہ اس مسئلہ پر تو متقدمین احناف نے بھی بدعت کا حکم لگایا ہے۔ بہر حال بات اس جگہ ختم ہوئی کہ ہر دو فریق اپنی بات پر قائم رہے۔

اسی مجلس میں شیخ کو بتایا کہ شیخ معلمی یمانی رحمہ اللہ کا مجموعہ رسائل شائع ہو چکا ہے، لیکن مارکیٹ میں کم یاب ہے۔ عمران بھائی نے شیخ کو اپنا ذاتی نسخہ پیش کر دیا۔ شیخ بہت خوش ہوئے اور دعائیں دینے لگے اور فرمانے لگے کہ میرے اس سفر کی سب سے بڑی خوش قسمتی یہ ہے کہ مجھے یہ قیمتی کتاب مل گئی۔ کھانے کے بعد ہم حرم نبوی آئے۔ مغرب کی نماز کے بعد جامعہ اسلامیہ کے پاکستانی طلبہ شیخ کے گرد گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے اور شیخ سے مختلف سوال کرتے رہے۔ شیخ صاحب ہر سوال کا تسلی بخش جواب دیتے رہے۔ کچھ سوالات یہ تھے:

کیا دیوبندی اہل سنت والجماعت میں سے ہیں اور کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟

شیخ نے کہا کہ وہ فرق ضالہ میں سے ہیں اور اُن کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز نہیں۔

یہاں ہمارے دوست کلیم حسین شاہ نے مداخلت کی

کہ ہم نے اس موضوع پر مولانا عبد الغفار حسن رحمہ اللہ کا مضمون بنام ''ہر مسلمان کی اقتدا میں نماز کا جواز'' الاعتصام میں شائع کروایا تھا جس کے دو جواب الجواب ایک تفصیلی اور دوسرا مختصر، آپ نے لکھے۔ ایک ماہنامہ ''دعوت اہل حدیث کراچی'' اور دوسرا ''الحدیث حضرو'' میں شائع ہوا۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے ان کی بات کی تائید کی، پھر یہ پوچھا گیا کہ اہل حدیث کی مختلف جمعیات یا مؤسسات ہیں، ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

شیخ نے جواب دیا: ''جہاں تک غلطیوں کا تعلق ہے تو صاحبِ علم پر واجب ہے کہ اس کا رد ایک محدود دائرے میں رہتے ہوئے کرے اور جہاں تک مسلکی اصول کا تعلق ہے تو ایسا رد نہ ہو کہ جس سے اہل حدیث مسلک کو نقصان پہنچے۔'' اور اس موضوع پر سب سے اہم کتاب شیخ عبد المحسن العباد حفظہ اللہ کی ''رفق أهل السنة بأهل السنة'' کی طرف شیخ زبیر نے اشارہ کیا کہ اس کتاب کا مطالعہ کریں۔

اگلا سوال ہوا کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

تو شیخ صاحب نے جواب میں کہا کہ مجھے اُن کے بارے میں صرف یہ معلوم ہے کہ وہ متعارفۃ الادیان کے بارے میں تخصص رکھتے ہیں۔

پھر ہم عشاء کی نماز کے بعد شیخ کو کھانے کے لیے لے گئے۔ بار بار اپنے دائیں پہلو میں درد کی شکایت کر رہے تھے۔ میں نے شیخ کو تربوز کا فریش جوس پلایا تو شیخ نے فرمایا کہ مجھے یہ درد کافی عرصے سے ہے۔ آج یہ جوس پی کر کافی اطمینان اور راحت محسوس ہوئی ہے۔ جتنے دن میں یہاں رہوں آپ مجھے یہاں لے کر آئیں۔

میں نے شیخ سے درخواست کی کہ میں ماجستیر کے لیے امتحان دے چکا ہوں، دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کامیاب فرمائے۔ شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا دونوں میں کامیاب فرمائے۔ (آمین)

اگلے دن میں ایک امتحان کی وجہ سے شیخ سے نہ مل سکا۔ میں نے سنا کہ حرم میں بعض عرب طلبہ نے شیخ کے پاس کچھ پڑھا لیکن جب مجمع زیادہ ہوگیا تو حرم کی خصوصی سکیورٹی والے پوچھنے کے لیے آگئے تو انھیں کو بتایا گیا کہ یہ پاکستان کے ایک بڑے شیخ اور محدث ہیں اور یہاں عمرہ کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ سکیورٹی والوں نے احترام سے بتایا کہ قانوناً یہاں مجلس ممنوع ہے تو شیخ نے مجلس برخاست کر دی اور ہوٹل چلے گئے۔

اگلے دن پھر شیخ سے عصر کے بعد ملاقات ہوئی اور میں نے شیخ کو خوشخبری دی کہ میرا ماجستیر میں داخلہ ہوگیا ہے۔ شیخ نے بڑی دعائیں دیں۔ میں نے شیخ سے کہا: میرا انگریزی میں بریلوی (احمد رضا خان) دیوبندی (محمود حسن، اشرف علی تھانوی اور مودودی) کے تراجم قرآن میں اسماء وصفات کے معاملے میں اُن کی جو غلطیاں، تاویلات، تفویضات بالمعانی اور تجہم کا رد اور مسلک سلف صالحین کی تائید کے موضوع پر مقالہ لکھنے کا ارادہ ہے۔

شیخ نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگے کہ یہ بہت عمدہ موضوع ہے، اس پر ضرور لکھا جانا چاہیے۔ میرے علم کے مطابق ابھی تک کسی نے اس موضوع پر نہیں لکھا۔ یہ مسلک اہل حدیث کے لیے انگریزی زبان میں بڑی خدمت ہوگی۔

پھر ہم مغرب کے لیے حرم چلے گئے اور بعد از مغرب طلبہ کی بھیڑ جمع ہوگئی۔ بعض عرب طلبہ بھی موجود تھے جو شیخ

سے مصطلح الحدیث پڑھنا چاہ رہے تھے۔ شیخ صاحب ان کو مسجد سے باہر لے گئے اور عشاء تک اسباق پڑھاتے رہے۔ عشاء کے بعد میرے گھر آئے۔ کھانے کے بعد جامعہ اسلامیہ کے برطانوی طلبہ (جن کی اصل ہندوستان و پاکستان ہے) کے لیے مجلس خاص کا اہتمام کیا گیا تھا۔

میں نے شیخ سے ذکر کیا تھا کہ آپ کی تمام اجازات لینی ہیں خصوصاً ثلاثیات بخاری کی اجازت۔

طلبہ آ گئے اور میں نے شیخ پر ثلاثیات بخاری کی قراءت کی۔ اکثر احادیث میں نے پڑھیں، پھر چند احادیث میں میرے ساتھ عمران بھائی شریک تھے۔ کچھ انھوں نے پڑھیں، پھر چند احادیث پر شیخ رحمہ اللہ نے بسیط شرح کی۔ اس کے بعد شیخ رحمہ اللہ نے مجھے اپنی تمام مرویات کی اجازت دے دی اور اپنی جملہ مؤلفات کے انگریزی ترجمہ کے لیے رسمی طور پر اجازت دی اور یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی دوسرا شخص ترجمہ کرے تو میں مراجعت کروں۔ شیخ سے میں نے پوچھا کہ اگر میں اُن کی کتب پر کچھ تعلیقات بھی لگاؤں تو شیخ نے کہا: کہ آپ محنتی طالبعلم ہیں اور میں آپ کے منہج سے مطمئن ہوں، آپ کو اجازت ہے۔

اس کے بعد سوال جواب کی نشست شروع ہوئی۔

سب سے پہلا سوال یہ کیا گیا کہ دیوبندیوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ شیخ نے کہا: جن کی بدعت مکفرہ تک پہنچتی ہے اُن کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اور دیوبندیوں اور بریلویوں کی بدعت مکفرۃ ہے، لہٰذا اُن کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اس سلسلے میں میرے شیخ بدیع الدین شاہ رحمہ للہ نے ایک رسالہ ''امام صحیح العقیدہ ہونا چاہیے'' لکھا ہے، اس کی طرف رجوع کریں۔ میں نے بھی ایک رسالہ ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' لکھا ہے۔ جس کے سائل میرے میزبان (ذوالفقار) ہیں۔ (اسی موضوع پر مولانا عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کا بھی ایک رسالہ ''اہلحدیث کی نماز غیر اہلحدیث کے پیچھے'' مطبوع ہے۔) اور چند اساسی وجوہات کی بنا پر اُن کے پیچھے نماز نہیں ہوتی:

۱: توحید اسماء و صفات میں تاویل، تفویض بالمعنی اور تعطیل کے قائل ہیں۔

۲: توحید الوہیت میں اُن کے اندر شرک پایا جاتا ہے۔

۳: نماز کے ارکان اور واجبات کو صحیح طرح ادا نہیں کرتے۔

۴: سنت کو عملاً تعصب کی بنا پر ترک کرتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ مسلک اہل حدیث ایک فقہی مذہب شمار ہوتا ہے، یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو اہلحدیث فقہ کی کوئی کتاب بتائیں؟

تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: نگارشات از مولانا اسماعیل سلفی (ص ۴۱۰)

شیخ نے دو کتابوں کا نام لیا کہ اہلحدیث فقہ کی عمدہ کتب میں ان کا شمار ہوتا ہے:

۱۔ جامع ترمذی ۲: سنن ابی داود

شیخ نے کہا: ان کتب کو عامی بھی پڑھ سکتے ہیں اور جو مسائل اُن کو سمجھ نہ آئیں اُن کے حل کے لیے علماء کی طرف رجوع کریں۔

اصول الفقہ میں اہلحدیث کی مشہور کتاب الرسالۃ (للشافعی) ہے۔ (جس کو شیخ نے خود درساً پڑھایا بھی ہے) اور اصول فقہ کے توسع کے لیے مشہور اہل حدیث عالم اصولی شیخ ثناء اللہ زاہدی حفظہ اللہ کی کتب کی طرف رجوع کریں۔

تیسرا سوال یہ کیا گیا تھا کہ آپ کا اجماع کے بارے میں کیا مؤقف ہے؟

شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: اجماع حجت ہے اور اس کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تفصیلی گفتگو کی ہے اور جن علماء کا یہ مؤقف ہے کہ اجماع نہیں ہوسکتا، میں اسے صحیح نہیں سمجھتا۔

پھر راقم نے شیخ رحمہ اللہ کو اپنے ایک شاگرد سے ملوایا کہ یہ ایک بڑے کٹر دیوبندی گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا والد اسعد مدنی (دیوبندی) کا خلیفہ ہے اور ہمارے شہر لیسٹر (برطانیہ) سے تعلق رکھتا ہے، لیکن اللہ نے اس لڑکے کو راہِ راست دکھلائی۔ اب الحمدللہ یہ کٹر سلفی ہے اور جامعہ اسلامیہ میں پڑھ رہا ہے۔ آپ اس کے لیے استقامت کی دعا کریں۔ شیخ بڑی خوشی سے اسے ملے اور اسے نصیحت کی کہ منہج سلف پر گامزن رہے۔

اس کے بعد مجلس برخاست ہوگئی اور ہم شیخ کو ہوٹل چھوڑ آئے۔ اگلے دن عصر کے بعد ملاقات ہوئی، بعض طلبہ بھی آگئے اور مصطلح الحدیث اور رواۃ حدیث اور اہل بدعت کے بارے میں سوال و جواب ہوتے رہے۔ عشاء کے بعد کچھ مکتبات سے شیخ رحمہ اللہ نے کتب خریدیں اور ہم نے شیخ رحمہ اللہ کو ہوٹل چھوڑ دیا۔

آخری دن ظہر کے بعد شیخ رحمہ اللہ سے ملے اور آپ کو الوداع کیا اور شیخ سے اس بات پر اتفاق ہوا کہ مرکز السنۃ (لیسٹر) برطانیہ اُن کی عربی کتب کی طباعت کی ذمہ داری لیتا ہے اور اُن سے تعاون کرے گا۔ شیخ کے پاکستان چلے جانے کے بعد آپ کی بیماری کے بارے میں معلوم ہوا۔ وقتاً فوقتاً اطلاعات ملتی رہیں کہ شیخ ہسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔ گاہے گاہے ساتھیوں سے شیخ کی خیریت معلوم کرتا رہا۔

ایک دن فجر کے بعد کلیم بھائی نے اطلاع دی کہ رات کو شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وفات پا گئے ہیں۔ یہ سن کر ایک دھچکا لگا اور زبان سے إنا للہ و إنا إلیه راجعون کے الفاظ جاری ہوگئے۔ کافی دیر تک خبر کی تصدیق کے لیے کلیم بھائی سے کنفرم کرتا رہا۔ انھوں نے بتایا کہ مولانا وقاص زبیر نے پاکستان سے میسج کر کے یہ خبر دی ہے۔

مولانا ابو صہیب انس عبد الواحد *

شیخ الحدیث، محقق العصر، امام الجرح والتعدیل
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ”ہر نفس نے موت سے ہمکنار ہونا ہے۔“ (آل عمران:185)

یہ بات ہر ذی شعور اور صاحب عقل کو معلوم ہے کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے اس حقیقت سے نہ کسی کو انکار ہے اور نہ فرار! موت نے ایک دن آنا ہی ہے، لیکن کچھ اموات ایسی ہیں جن پر صرف ایک گھر غمزدہ ہوتا ہے اور کچھ ایسی اموات ہوتی ہیں جن پر صرف ایک خاندان دکھی ہوتا ہے اور کچھ اموات ایسی ہیں جن پر عالم اسلام کو غم ہوتا ہے۔

شیخ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات بھی کچھ ایسا ہی حادثہ ہے کہ جس پر عرب وعجم افسردہ ہے لیکن جب تقدیر الٰہی اور حکم ربانی آ جاتا ہے تو ﴿لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ کا ورد زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔

العین تدمع والقلب یحزن
وانا بفراقك لمحزونون

آپ کا اوڑھنا بچھونا، اٹھنا بیٹھنا، ہر لمحہ و ہر لحظہ خدمتِ حدیث کے لیے وقف تھا اور وقت کو انتہائی قیمتی سمجھتے تھے، گویا اس جملہ کا مصداق ہی شیخ رحمہ اللہ تھے: ”زندگی ایک امانت ہے دیانت کے ساتھ گزارو“

آپ رحمہ اللہ نے تن تنہا حضرو میں تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز کیا تھا، لیکن اب الحمدللہ آپ کا لگایا ہوا پودا ایک پھل دار درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے اور دور دراز سے تشنگان علم نبوی حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں۔

معمولات زندگی: شیخ رحمہ اللہ اکثر وقت لائبریری میں گزارتے تھے اور عصر سے لے کر مغرب تک باہر سے آئے ہوئے وفود سے ملاقات اور لوگوں کے مسائل سنتے تھے، پھر قرآن و حدیث کے مطابق ان کو جوابات ارشاد فرماتے تھے۔ جب بھی کسی سے گفتگو کرتے تو انتہائی اخلاق اور دیانتداری کے ساتھ اور باحوالہ کرتے۔ یہی اہل حق کا امتیاز اور طریقہ کار ہوتا ہے۔ بعد از نماز عشاء بات چیت کرنا پسند نہیں کرتے تھے اور دوسروں کو بھی عشاء کے فوراً بعد سو جانے کی وصیت کرتے تھے، تاکہ تہجد کے لیے بیدار ہونا آسان ہو اور یہ حدیث پر عمل کا ایک انداز ہے۔

مشاہدہ حال اس بات پر گواہ ہے کہ شیخ رحمہ اللہ نے کبھی تکبیر اولیٰ کے بغیر نماز نہیں پڑھی۔

اخلاقیات: ہر آنے والے مہمان کو اھلًا و سھلًا مرحبا کہتے تھے۔ مہمان نوازی ان کی پہچان تھی اور بچوں پر شفقت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

اجنبی آدمی جب بھی ملتا تو یہی سمجھتا کہ شیخ رحمہ اللہ کا سب سے قریبی دوست میں ہی ہوں۔ آپ رحمہ اللہ اہل حق کے لیے

* مدرس جامعہ امام بخاری، سرگودھا

گفتار میں نرمی اور اہل باطل کے لیے گرمی رکھتے تھے اور جو بھی صاحب تحقیق آتے تھے شیخ رحمۃ اللہ علیہ انھیں وافر وقت دیا کرتے تھے۔

آپ کی وساطت سے حضرو اور مضافات میں کافی مساجد بن چکی ہیں، الحمدللہ! یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ علمی تشخص کے باوجود عاجزی وانکساری کا یہ عالم تھا کہ کبھی اپنے نام کے ساتھ وسیع و عریض القابات لگانا پسند نہیں فرماتے تھے۔

مختلف زبانوں پر عبور

۱: عربی زبان میں 40 سے زیادہ تصانیف لکھی ہیں۔

۲: اردو زبان میں تصانیف کا انبار لگا دیا اور خصوصاً ماہنامہ الحدیث اس لڑی میں ایک اہم کردار ادا کر چکا ہے۔

۳: یونانی زبان پر عبور تھا۔

۴: انگلش پر دسترس تھی۔

۵: فارسی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔

۶: پنجابی۔

۷: پشتو بڑی مہارت سے بولتے تھے۔

۸: سندھی زبان پڑھنے اور سمجھنے کی حد تک۔

۹: ہندکو زبان مادری تھی۔

جامعہ امام بخاری سرگودھا میں تدریس

جامعہ امام بخاری کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ 2002ء میں جب جامعہ امام بخاری کا افتتاح ہوا تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا سبق پڑھا کر جامعہ کا آغاز کیا۔ 2011ء میں باقاعدہ جامعہ امام بخاری میں تدریس کے لیے تشریف لائے اور تا وفات جامعہ میں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔

اولاً مجھے ذکر کرنے میں اس بات کا حق حاصل ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ جامعہ امام بخاری کے ساتھ والہانہ محبت رکھتے تھے، یہی وجہ تھی کہ شیخ کو مختلف مدارس سے آفریں آتی تھیں لیکن آپ معذرت فرما لیتے تھے۔

البتہ جامعہ امام بخاری کے ساتھ اپنی محبت کو قائم رکھا اور جامعہ کے اساتذہ اور طلباء سے بے حد محبت کرتے تھے اور اس محبت کا اندازہ آپ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے لگا سکتے ہیں کہ میں مناظر اسلام سید محمد سبطین شاہ نقوی حفظہ اللہ کے لیے ہر وقت خصوصاً نماز تہجد میں دعا مانگتا ہوں، کیونکہ شاہ صاحب میں مسلکی حمیت اور غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور الحمدللہ! جامعہ امام بخاری نے بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہمیشہ وفا کا مظاہرہ کیا ہے۔

علالت: 19 ستمبر بروز جمعرات 7 بجے شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب صحیح بخاری کا سبق پڑھانے کے لیے اٹھے تو اچانک آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور فوراً سرگودھا کے الرشید ہسپتال میں پہنچایا گیا، پھر اسی دن شام کو الشفاء انٹرنیشنل ہسپتال راولپنڈی میں منتقل کر دیا گیا۔ اس دوران میں جامعہ کے اساتذہ اور طلباء وفود کی صورت میں گاہے گاہے ہسپتال میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لیے جاتے رہے۔

وفات: 10 نومبر 2013ء کو صبح کے وقت بینظیر ہسپتال راولپنڈی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

إنا للّٰه و إنا إلیه راجعون .

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالحمید ازہر رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے میں ملک بھر سے کثیر تعداد میں جید اور ممتاز علماء کرام تشریف لائے جن میں

فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالعزیز نورستانی صاحب، فضیلۃ الشیخ غلام اللہ رحمتی صاحب، حافظ مسعود عالم صاحب، حافظ محمد شریف صاحب، شیخ الحدیث مولانا عبد العزیز علوی صاحب، مولانا محمد یونس بٹ صاحب، سید عتیق الرحمٰن شاہ کاشمیری صاحب، مناظر اسلام حافظ عمر صدیق صاحب، سید محمد سبطین شاہ نقوی صاحب، مولانا عبد العزیز حنیف صاحب، مناظر اسلام عبدالرحمٰن شاہین صاحب، میاں محمد جمیل صاحب، مناظرِ اسلام مبشر احمد ربانی صاحب، رانا شمشاد سلفی صاحب اوران کے علاوہ بے شمار شیوخ الحدیث، علماء اور طلباء کرام نے شرکت کی۔

علاوہ ازیں جامعہ امام بخاری اہل حدیث مقام حیات سرگودھا سے بھی دو بسوں پر مشتمل ایک قافلہ شریک ہوا جو اساتذہ وطلباء اور احباب جماعت پر مشتمل تھا۔ اس قافلے کے علاوہ کئی علماء اور جماعتی ذمہ داران نے سرگودھا سے اپنی اپنی گاڑیوں پر سفر کر کے شیخ رحمہ اللہ کے جنازے میں شرکت کی۔ اتنی طویل علالت کے باوجود بھی شیخ رحمہ اللہ کا آخری دیدار کر کے یوں لگ رہا تھا کہ بیماری شیخ محترم کو چھو کر بھی نہیں گزری۔ آپ اس دنیا سے جاتے ہوئے بھی اس حدیث کا مصداق معلوم ہوتے تھے: ((نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا حَدِيْثًا فَحَفِظَهٗ حَتّٰى يُبَلِّغَهٗ))

وصیت: آپ رحمہ اللہ کی وصیت تھی کہ اگر میں سرگودھا میں فوت ہو جاؤں تو مجھے سرگودھا میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ یا ابو السلام مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ کے ساتھ دفن کر دینا اور شیخ رحمہ اللہ جب سے رمضان کے بعد جامعہ میں آئے تو اپنی بیماری سے قبل موت کا اکثر ذکر کرتے رہتے تھے۔ (ماہنامہ ضرب حق سرگودھا:44 ص 8-2)

اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ دَرَجَاتَهٗ فِيْ عِلِّيِّيْنَ . آمین

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شیخ سارے ملک کو ویران کر گیا

۔۔۔ مولانا محسن جاوید*

راقم الحروف شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ادنیٰ سا شاگرد ہے، جسے یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے تقریباً ایک سال موصوف رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا ہے۔

سات ساتھیوں نے دورہ تخصص (۲۰۰۸ء) کیا، اس دروان میں ہم نے شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ سے درج ذیل کتب پڑھیں: سنن ابی داود کے چند ابواب (کتاب الطہارۃ) تحقیق و تخریج کے اصول و ضوابط کے ساتھ۔ الباعث الحثیث، مقدمہ ابن الصلاح، آثار السنن (نیموی) اور اسماء الرجال وجرح وتعدیل کے بہت سے نکات وفوائد آپ رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھے۔

اخلاق: آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ چھوٹے، بڑے ہر ایک سے اچھے اخلاق سے پیش آتے اور سب کو بھائی کہہ کر پکارتے۔ یٰسین بھائی، فاروق بھائی، حیدر بھائی، اعظم بھائی وغیرہ۔

سلام میں پہل: جب بھی کسی سے ملتے یا فون پر رابطہ کے وقت سلام میں پہل کرتے اور مسکرا کر خندہ پیشانی سے ملتے۔

مہمان نوازی: آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ مہمان نواز تھے۔ جب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی مہمان آتا تو فوراً اپنے گھر سے کھانا، چائے وغیرہ منگواتے اور مہمان کو پیش کرتے۔

لباس: آپ کا لباس بالکل سادہ تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ عاجزی وانکساری کا مجسمہ تھے۔

مشفق ومہربان: آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت زیادہ شفیق ومہربان تھے۔ خصوصاً بچوں سے بہت زیادہ شفقت ومحبت فرماتے تھے۔ جب آپ کی مسجد میں نمازِ عصر کے بعد وہاں (حضرو) کے مقامی بچے ناظرہ قرآن پڑھنے آتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سے بہت لاڈ پیار کرتے اور ان سے حال چال پوچھتے۔

خوش طبعی: آپ رحمۃ اللہ علیہ خوش طبع انسان تھے اور اپنے شاگردوں سے کبھی کبھار مزاح کرتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مادری زبان ہندکو تھی۔ ہندکو اور پنجابی کے کچھ الفاظ کے مختلف معانی ہیں۔ ان الفاظ میں سے ایک لفظ ''منڈا'' بھی ہے، جبکہ ہماری ہندکو زبان میں منڈا ''لنگڑے'' کو کہتے ہیں اور پنجابی زبان میں ''منڈا'' لڑکے یا بچے کو کہتے ہیں۔ جب شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی پنجابی بولنے والا گفتگو کرتا اور کہتا کہ فلا ''منڈا'' آپ نے دیکھا یا آپ کا شاگرد ہے تو آپ فرماتے کہ یہاں کوئی ''منڈا'' نہیں سب صحیح سلامت ہیں اور پھر مسکراتے۔

حافظہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی حافظہ عطا کیا تھا، جس کی بدولت آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید بہت ہی مختصر وقت میں حفظ کر لیا تھا۔ آپ کی لائبریری میں سوال وجواب کی نشست ہوتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ سائل کو مدلل جواب دیتے اور اسی طرح جہاں پروگرام پر جاتے تو جو کوئی فرمائش کرتا اس کے مطابق درس دیتے اور کئی دفعہ ہم نے پوچھا کہ آج جمعہ کا کیا موضوع ہے؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ بتاتے کہ یہ عنوان ہے، لیکن

---

* مدرس جامعہ اسلامیہ سلفیہ، ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

جب خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تو موضوع کچھ اور ہوتا، بعد ازاں ہم عرض کرتے: آپ نے تو یہ موضوع بتایا تھا اور آپ نے یہ موضوع بیان کیا، تو جواب دیتے کہ فلاں بھائی نے کہا کہ آج یہ موضوع بیان کرو تو میں نے یہ بیان کر دیا۔

مطالعہ: آپ رحمہ اللہ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا اور آپ رحمہ اللہ زیادہ وقت لائبریری میں گزارتے تھے اور ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہتے، ہر کتاب پڑھ کر اس کے شروع میں حوالے لکھ دیتے تھے۔ آپ کم سوتے تھے، تھوڑی دیر سونے کے بعد فوراً بیدار ہو جاتے اور مطالعہ شروع کر دیتے۔

داعی حق: آپ رحمہ اللہ قرآن و حدیث، مسلک حق اہل حدیث کے پکے و سچے داعی تھے۔ جب بھی کسی نے اہل حدیث پر اعتراض کیا تو فوراً اس کا مسکت جواب دیا اور آپ رحمہ اللہ نے آلِ تقلید کے گڑھ میں رہ کر تقلید کا قلع قمع کیا اور ہمیشہ قرآن و صحیح حدیث کو اوڑھنا و بچھونا بنایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ کے عین مصداق بنے: ((نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ......))

آپ رحمہ اللہ تقریباً پچاس دن سے زائد بیمار رہے، لیکن آپ کا چہرہ مبارک اسی طرح تروتازہ رہا۔

آخری ملاقات: جب میں رمضان المبارک کی تعطیلات کے بعد ۲۴/ اگست بروز جمعہ جامعہ واپس جا رہا تھا تو میں آپ رحمہ اللہ کی ملاقات کے لئے آپ رحمہ اللہ کے پاس (حضرو) عصر کے وقت حاضر ہوا تو آپ رحمہ اللہ نماز عصر پڑھ کر اپنی جگہ اذکار میں مصروف تھے۔ آپ رحمہ اللہ مسکرا کر خندہ پیشانی سے مجھے ملے اور حال وغیرہ دریافت کیا اور کافی دیر میرے پاس بیٹھے رہے اور اپنی بیماری کا ذکر کیا کہ میں رمضان میں ''دیر'' گیا تو وہاں بیمار ہو گیا، میں وہاں سے جلد ہی واپس آ گیا تو یہاں آ کر علاج معالجہ کروایا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ آپ کا دل کچھ بڑھ گیا ہے، پھر فرمانے لگے کہ کسی ٹائم بھی اٹیک ہو سکتا ہے۔ ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے آپ پریشان نہ ہوں، بعد ازاں آپ بازار کام چلے گئے اور مغرب کے قریب واپس آئے، مغرب کی نماز میرے ساتھ کھڑے ہو کر پڑھی۔ نماز کے فوراً بعد آپ رحمہ اللہ نے میرے لئے اپنے گھر سے کھانا منگوایا اور مسجد میں ہی بیٹھ کر میرے ساتھ کھانا کھایا اور کھانے کے بعد میں نے اجازت لی تو آپ رحمہ اللہ مجھ سے گلے ملے اور دعائیہ کلمات کے ساتھ الوداع کیا۔ میں واپس جامعہ (گوجرانوالہ) آ گیا۔ ابھی پچیس دن ہی گزرے تھے کہ ۱۹/ ستمبر بروز جمعرات ایک میسج موصول ہوا کہ شیخ محترم بیمار ہیں۔ دعا کریں اللہ ان کو صحت عطا فرمائے۔ میں نے فوراً رابطہ کیا تو پتہ چلا کہ آپ کو فالج کا اٹیک ہوا ہے اور آپ اسلام آباد ''شفا انٹرنیشنل ہسپتال'' میں داخل ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کے لئے ہر طرف دعاؤں کا سلسلہ شروع ہو گیا، پھر عید الاضحیٰ کی تعطیلات پر شیخ محترم کی عیادت کے لئے دو دفعہ اسلام آباد گیا ایک دفعہ میں نے بالکل قریب سے دیکھا تو آپ رحمہ اللہ بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ بس تھوڑی دیر کے لیے آنکھ کھولتے، پھر بند کر لیتے تھے۔ ہم نے وہاں کھڑے ہو کر دعا کی اور آپ کے بیٹے کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ شیخ محترم کو جلد صحت عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد بھی دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا، لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آ گئی، لہٰذا ۱۰/ نومبر ۲۰۱۳ء بروز اتوار تقریباً صبح سات بجے آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور اسی وقت سے میسج آنے لگے کہ آج جماعت اہل حدیث کے ممتاز عالم معروف محقق العصر علامہ حافظ زبیر

علی زئی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ خبر سنتے ہی دل زخموں سے چور ہوگیا۔ " إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون."

اور زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ ان کی جدائی کے بعد ان جیسا راسخ العلم، ماہر اسماء الرجال، تقویٰ اور حق گوئی و اخلاص والا نظر نہیں آرہا، جیسا کہ اس بات کا اعتراف اکثر اہل علم نے کیا ہے۔ جس کا ڈر تھا بالآخر وہ گھڑی آگئی، خبر وہ آئی کہ بزم زندگی تھرا گئی۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ شیخ محترم کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور ان کی بشری لغزشیں معاف فرمائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دیگر شیخ و اساتذہ کو صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

اللّٰھم اغفر لنا و لھم یا رب العالمین . (آمین)

تحریر میں کہاں سمٹتے ہیں دلوں کے درد
یونہی دل کو بہلا رہے ہیں ذرا کاغذوں کے ساتھ

لِفَقْدِكَ طُلَّابُ الْعُلُوْمِ تَأَسَّفُوْا
وَجَادُوْا بِدَمْعٍ لَا يَبِيْدُ غَزِيْرِ
وَلَوْ مَزَجُوْا مَاءَ الْمَدَامِعِ بِالدِّمَا
لَكَانَ قَلِيْلاً فيكَ يَا حَافِظ زُبَيْر عَلِيْزَئِي

آپ کے چلے جانے سے شائقین علوم ملال خاطر و مُتأسف ہیں، اس کثرت سے آنسو بہا رہے ہیں کہ تھمنے کا نام نہیں لیتے، اگر وہ آنسوؤں کے ساتھ خون بھی ملا دیتے تب بھی حافظ زبیر علی زئی! کے لئے تھوڑے ہی تھے۔

اسماء الرجال کا عظیم شہسوار ہم سے جدا ہوگیا

قاری لیاقت علی باجوہ (سیالکوٹ)

اس کائنات کے اندر خالق کائنات نے کچھ ایسی باوقار اور باصلاحیت ہستیاں پیدا کی ہیں جن کے تذکرے سے دل و دماغ کو تازگی ملتی ہے، کیونکہ ان کی زندگی توحید و سنت کی شمع جلاتے ہوئے گزری ہوتی ہے، ان کی شخصیت تعریف و توصیف سے بالاتر ہوتی ہے، ان کی شرافت و بزرگی سے تحریر و تقاریر کو زیب و زینت بخشی جاتی ہے، لوگوں کے لیے ان کے افعال و اقوال مشعل راہ ہوتے ہیں اور جن کے علم و عمل سے ہزاروں تشنگان علوم نبویہ سیراب ہوتے ہیں۔ جانا تو اس دنیا سے ہر ایک کو ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو یہاں ہمیشہ رہنے کے لیے آیا ہو، لیکن بعض شخصیات ایسی ہر دلعزیز ہوتی ہیں کہ ان کی زندگی میں ان کے دنیا سے جانے کا تصور مشکل ہی سے آتا ہے اور جب وہ جاتی ہیں تو ان کی یادیں ساری زندگی ستاتی رہتی ہیں۔ ع

اب کتنی یاد رفتگاں کی بھی ہمت نہیں رہی
یاروں نے دور بسائی ہیں بستیاں

ایسی ہی مایہ ناز شخصیات میں سے فخر علمائے اہل حدیث، زینت العلماء، عالم باعمل، یادگار اسلاف، معتدل مزاج، اسماء الرجال کے عظیم شہ سوار الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ جن کو آج مدظلہ تعالیٰ کی بجائے مرحوم لکھتے ہوئے دل کی کیفیت کو بیان کرنا مشکل ہے۔ شیخ حافظ زبیر علی زئی

رحمہ اللہ کے ساتھ غائبانہ تعارف تو کافی دیر سے تھا، کیونکہ ان کی کتابیں، مقالات، فتاویٰ وغیرہ اور مجلّہ ''الحدیث'' تو کافی دیر سے پڑھنے کو ملتے رہے، لیکن بالمشافہ نہ ان سے ملاقات ہوئی اور نہ ان کی تقاریر ہی سنی تھیں۔ اللہ بھلا کرے الشیخ جاوید اقبال سیالکوٹی حفظہ اللہ کا کہ انھوں نے آسمانِ علم وعمل کے درخشندہ ستارے حافظ القرآن والحدیث مولانا زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو اپنے جامعہ (جامعہ محمدیہ ملکے کلاں سیالکوٹ) میں دو تین دفعہ دعوت دی اور شیخ صاحب رحمہ اللہ جامعہ محمدیہ میں آتے رہے اور ہم جیسے ہزاروں لوگ ان کے درس سے فیض یاب ہوتے رہے اور پہلی مرتبہ جب حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے خطاب کیا تو علم کے فائدے اور اس کے حصول پر روشنی ڈالی اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی بتایا کہ جس کا مفہوم یہ ہے: ''اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں کے سینوں سے کھینچ کر نہیں ختم کرتا بلکہ علماء کے اٹھ جانے سے علم اٹھتا ہے۔'' (صحیح بخاری: 100) اور بعد میں یہ فرمایا: ''علمائے اہل حدیث کے مایہ ناز علماء شیوخ الحدیث اس دنیا سے ہو گزرے ہیں، لیکن ہم نے ان کے حالات زندگی میں دو لفظ بھی نہیں لکھے اور دوسری طرف دیکھیں کہ جن کو حدیث تک پڑھنی نہیں آتی ان کے حالات زندگی پر کتابیں شائع ہوتی ہیں۔''

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا کسی تنظیم و جماعت کی رکنیت سے کوئی تعلق نہیں تھا وہ صرف اور صرف مسلک اہل حدیث کی خدمت کرتے تھے۔ علامہ سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے حالات زندگی میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اہل حدیث کی جتنی جماعتیں و تنظیمیں موجود ہیں ان کی حیثیت تبلیغی، اجتہادی اور اشتہاری ہے۔ ان میں دخول کفر و اسلام کا مسئلہ نہیں۔ ان جماعتوں کی رکنیت اور بیعت تصوف میں کوئی خاص فرق نہیں۔ سب سے بہتر اور افضل یہی ہے کہ ان تمام جماعتوں اور حزبیت (پارٹی بازی) سے علیحدہ رہ کر کتاب وسنت کی دعوت عام کی جائے اور مسلک اہل حدیث کی غیر جانبدار بھرپور خدمت کی جائے۔ سلف صالحین سے ایسی کاغذی جماعتوں اور احزاب (پارٹیوں) میں شمولیت ثابت نہیں۔'' (مقالات الحدیث ص 385)

محترم جناب مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ بھی گلستان حدیث میں حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے حالات زندگی میں لکھتے ہیں: ''حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے والد کا اسم گرامی حاجی مجدد خان ہے۔ وہ اس علاقے کی مذہبی اور سماجی شخصیت ہیں۔ جماعت اسلامی کی مجلس شوریٰ کے رکن ہیں۔ کافی عرصہ ضلع اٹک کی جماعت اسلامی کے امیر رہے۔ انھوں نے تحریک تحفظ ختم نبوت میں بھی حصہ لیا اور 1977ء میں بعض سیاسی اور نیم سیاسی جماعتوں نے امریکہ کے کہنے پر پاکستان کے منتخب اور اس خطہ ارض کو ایٹمی ملک بنانے والے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف جو تحریک چلائی تھی اس میں بھی حصہ لیا۔ دو دفعہ جیل گئے، لیکن ان کے فرزند ارجمند حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا جماعت اسلامی یا کسی اور جماعت سے کوئی تعلق رکنیت نہیں۔ اس سلسلے میں ہم دونوں برابر ہیں۔ میں بھی کسی جماعت یا تنظیم سے باقاعدہ طور پر منسلک نہیں ہوں۔ میرا اصل کام مسلک اہلحدیث اور رجال کی خدمت ہے۔'' (گلستان حدیث ص 534)

اہل باطل اور مبتدعین کا رد ان کی فطرت میں شامل تھا۔ ماہنامہ الحدیث تحقیقی و اصلاحی اور علمی مقالات 6 جلدیں، فتاویٰ علمیہ 3 جلدیں، مقالات الحدیث 1 جلد اور آپ

رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری ساری کتابیں اس بات پر شاہد ہیں۔

اصول حدیث و تحقیق الروایات بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ شعبہ تھا۔ دارالسلام کی سنن اربعہ کی تحقیق و تخریج اس بات پر شاہد ہے۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تہجد گزار تھے اور رات کو جس وقت وہ چاہتے بغیر الارم کے اٹھ جاتے تھے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ سوتے وقت جس ٹائم اٹھنے کا ارادہ ہوتو اسی وقت آنکھ کھل جاتی ہے۔''

(مقالات 496/2)

تقلید سے بیزاری

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کو تقلید سے سخت نفرت تھی، جیسا کہ ان کی کتابوں سے بھی واضح ہوتا ہے، مثلاً: اپنی زندگی کا ایک واقعہ لکھتے ہیں: میں نے شیخ ربیع بن ہادی المدخلی سے ان کے مکتبے میں یہ کہتے ہوا سنا: ''إِنَّ التَّـقْـلِـيْـدَ وَاجِب'' بے شک تقلید واجب ہے۔ میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا: آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ شیخ ربیع المدخلی نے دوبارہ کہا: إِنَّ التَّـقْلِيْدَ وَاجِب'' یہ سن کر میں نے (کچھ کہا......اور) اپنا سامان (بیگ) اٹھایا اور عوالی کو خیر باد کہہ کر حرم (بیت اللہ) چلا آیا۔'' (مقالات 499/2، 500)

ایسے غیرت مند کہاں ہوں گے کہاں سے لاؤ گے
ڈھونڈنے نکلو گے لیکن ڈھونڈ نہ پاؤ گے

طالب علموں کو نصیحت

حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ شیخ محمد بن عبداللہ الامام کے طالب علموں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نماز کے بعد شیخ صاحب نے تفسیر اور حدیث کا درس دیا، سوال جواب بھی ہوئے۔ اس کے بعد طالب علموں سے سابقہ درس حدیث کی سند اور متن کے بارے میں پوچھا۔ طالب علموں نے اچھے طریقے سے سند و متن سنا دیا۔ معلوم ہوا کہ طالب علم خوب محنت کرتے ہیں۔ شاگرد اگر سبق اچھے طریقے سے یاد رکھے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کا استاد محنت اور شوق سے پڑھاتا ہے اور شاگرد بھی اِدھر اُدھر کی سرگرمیوں میں مصروف نہیں رہتا بلکہ اپنے آپ کو سبق تک ہی محدود رکھتا ہے۔

نالائق لڑکے فضول کاموں اور سیاسی و حزبی (گروہی) سرگرمیوں میں اندھا دھند لگے رہتے ہیں۔ اسباق یاد کرنے کے لیے ان کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ مگر اساتذہ، نظام مدرسہ اور کھانے پینے کے بارے میں ان کی تنقیدی زبانیں بہت تیز چلتی ہیں۔ ایسے طالب علموں کے لیے سوائے ناکامی کے اور کوئی راستہ نہیں۔'' (مقالات 511/2)

وقت کی پابندی

شیخ صاحب وقت کے بہت پابند تھے اور کہا کرتے تھے: ''وقت کی پابندی انسان کے سچا اور صاحب اصول ہونے کی دلیل ہے۔ بہت سے لوگ وقت کی پابندی نہیں کرتے، مثلاً: بعض نمازی ظہر کی نماز عصر کے وقت اور عصر کی نماز شام کے وقت پڑھتے ہیں۔ بعض علماء، قراء اور واعظین حضرات شرعی عذر کے بغیر ان مجالس و جلسہ گاہوں میں نہیں پہنچتے جن میں حاضری کے بارے میں وہ پکا وعدہ کر چکے ہوتے ہیں۔ امکان غالب یہی ہے کہ وعدہ خلافی کے وقت وہ ((وَإِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ)) والی حدیث بھول جاتے ہیں۔''

(مقالات 512/2)

حافظ صاحب رحمہ اللہ جیل میں

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے یمن کا سفر بھی کیا ہے اور وہاں کچھ دن جیل میں بھی رہے، لکھتے ہیں:

''اب ہم پانچوں بشمول ننھے ہشام جیل میں بند ہو چکے تھے۔ ہمارے موبائل ہم سے چھین لیے گئے تھے، آزاد دنیا سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ ہمارے رشتہ داروں، دوستوں اور متعلقین میں سے کسی کو بھی ہماری اس حالت کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔ ایسے کنویں میں ہمیں پھینک دیا گیا تھا جس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہمیں سلاخوں کے پار دوسرے قیدیوں کے پاس پہنچا دیا گیا...... میں نے انھیں کہا: آپ لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے؟ جس کا قیامت کے دن آپ کو حساب دینا پڑے گا۔'' شیخ صاحب لکھتے ہیں: ''آزادی کی قدر و قیمت کا احساس جیل جا کر ہوا۔''

(مقالات 514/2)

شیخ رحمہ اللہ کا یہ یمن کا سفر بڑا ہی دلچسپ ہے۔ یہ آپ کی کتاب مقالات (جلد 2 ص 489 تا 527) میں موجود ہے۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ توحید، سنت اور مسلک اہلحدیث کے دفاع کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہتے۔ حق بات کہہ دیتے تھے، ناراضی کی کوئی پروا نہیں کرتے تھے۔

قرآن سے اتنا زیادہ لگاؤ تھا کہ سفر و حضر میں بھی اسے پڑھتے رہتے تھے حتیٰ کہ جیل میں بھی دو دن کے دوران میں 12 پارے پڑھ لیے تھے۔ (مقالات 523/2)

شیخ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ کتاب و سنت کا وہی متفقہ مفہوم معتبر ہے جو سلف صالحین سے بلا اختلاف ثابت ہے۔

اگر کوئی قول صراحتاً اللہ اور رسول (قرآن و حدیث) کے خلاف ہو تو ایسا ہر قول مردود ہے۔ چاہے جس کا بھی قول ہو اور ہمیشہ قرآن و حدیث اور اجماع کو ہر قول پر مقدم کرنا چاہیے۔

اپنے استاد محترم حافظ عبد المنان نور پوری رحمہ اللہ کی تحقیق سے بہت زیادہ مطمئن تھے اور ان کے لیے ہمیشہ دعا کرتے رہتے تھے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ دو ماہ بیمار رہے امید ہے کہ آپ رحمہ اللہ کے گناہ اس بیماری کی وجہ سے جھڑ گئے ہوں گے (ان شاء اللہ) چنانچہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''جس کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس طرح جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔'' (صحیح بخاری: 5647)

آخر کار یہ آسمانِ علم و عمل کا درخشندہ ستارہ 10 نومبر 2013ء کو ہم سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

شخصیّت

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

محدث العصر مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ ٭

ماضی قریب میں سرزمین پاکستان میں ذخیرہ احادیث کی تعلیق اور رجال واسانید کی تنقیح میں جن اعاظم رجال نے خدمات سرانجام دی ہیں ان میں ایک نمایاں نام فضیلۃ الشیخ الاخ الحافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا ہے جنھیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نواز رکھا تھا۔ عربی، فارسی، اردو، پشتو، ہندکو، انگریزی اور عبرانی زبانوں کو سمجھنے اور بولنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ وہ بہترین مصنف، مترجم، مدرس اور مناظر تھے، ان کی تصانیف کا دائرہ نہایت وسیع ہے جن کتب احادیث کی تحقیق وتخریج کی یا اسماء الرجال سے متعلق مختلف کتابوں کی تصحیح ومراجعت تو عربی زبان میں ان کی تعداد تیس سے زیادہ ہے۔ اردو میں بھی ان کی تصانیف ہیں جن کی تعداد چوبیس سے زیادہ ہے۔ انھوں نے ''الحدیث'' کے نام سے ایک ماہنامہ بھی جاری کیا جس میں ان کے تحقیقی مسائل شامل ہوتے تھے اور تشنگان علم کو اس کا انتظار رہتا تھا۔ دینی تعلیم کے علاوہ عصری تعلیم بھی حاصل کی۔ وہ ایم اے اسلامیات اور ایم اے عربی بھی تھے۔ اس فقیر کو یاد نہیں کہ ان سے پہلی ملاقات کب ہوئی؟ بس یہ بات لوحِ حفظ میں بار بار ابھر رہی ہے کہ وہ دار الدعوۃ السّلفیہ لاہور میں ٹھہرے ہوئے تھے، ان کے والد گرامی جماعت اسلامی کے رکن تھے اور ضلع اٹک میں اپنی اس جماعت کے امیر بھی رہے۔ مولانا زبیر مرحوم سے دینی مسائل میں ان کا اختلاف ہوا تو انھوں نے انھیں گھر سے نکال دیا۔ جماعت اسلامی کے حضرات گو مولانا مودودی کے فرمان کے مطابق ''بیج کی راس'' کی فکر کا اظہار کرتے ہیں مگر اپنے حنفی مسلک پر آنچ نہیں آنے دیتے۔ یہی کچھ مولانا زبیر سے ہوا تو وہ لاہور دار الدعوۃ السّلفیہ میں آ گئے۔ یہاں انھوں نے قرآن مجید (کا کچھ حصہ) حفظ کرنے کی سعادت پائی۔ کچھ عرصہ بعد والد صاحب کی ناراضی دور ہوئی تو واپس گھر چلے گئے۔

مجھے دو تین مرتبہ ان کے ہاں حاضری کا موقع ملا ہے، بلکہ ان کے والد صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ موصوف نہایت خندہ پیشانی سے ملے اور میزبانی کا حق ادا کیا۔ ان کی لائبریری میں تفسیر، حدیث، تاریخ و رجال، علوم القرآن، شروح واحادیث، لغت وغیرہ کا وافر ذخیرہ تھا۔ کمپیوٹر سے استفادے کا بھی انھیں ڈھب تھا۔ حافظہ نہایت مضبوط و بڑا ذکی تھا۔ نتیجہ پر جلد پہنچ جاتے تھے اور اگر کبھی تحقیق میں کوئی غلطی ہوتی تو اس سے رجوع کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ اہل حق کا یہی وتیرا ہے، البتہ اپنے مدمقابل اور اپنے سے اختلاف کرنے والے کو نامناسب القاب سے ذکر کرتے تھے۔ میں نے ایک بار اس کا شکوہ براہ راست ان سے کیا کہ یہ انداز اہل علم کی شایان شان نہیں اگر آپ اسے عالم نہیں سمجھتے تو اس سے الجھنے کی ضرورت نہیں، جواب جاہلاں باشد خاموشی، اس کا جواب ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی فرمان ہے: ﴿إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ مگر وہ فرماتے کہ اہل بدعت تکریم کے لائق نہیں۔

٭ رئیس ومدیر ادارۃ العلوم الاثریہ، فیصل آباد۔

اس ناکارہ اور ادارۃ العلوم الاثریہ سے ان کا ہمیشہ محبت کا رشتہ رہا۔ جب انھوں نے ”الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین“ مرتب کی تو اس کی مراجعت کے لیے ایک نسخہ ارسال کیا اور لکھا: ”الفتح المبین برائے مراجعت سریعہ پیش خدمت ہے“، جس ”سرعت“ کا تقاضا تھا اس کی بنا پر اس کی مراجعت کما حقہ تو نہ ہوئی۔ بادی النظر میں جو چیزیں محسوس ہوئیں وہ ان کی خدمت میں ارسال کر دی گئیں۔ بس اتنی سی مراجعت پر بھی انھوں نے جب اسے مکتبہ اسلامیہ سے شائع کروایا تو اس پر ”مراجعة الشيخ ارشاد الحق الاثری“ لکھوادیا۔

ایک دفعہ فیصل آباد تشریف لائے۔ رات یہیں ادارۃ العلوم الاثریہ میں گزاری اور سیر اعلام النبلاء پر جو اس ناکارہ کے نوٹس تھے انھیں انھوں نے فوٹو کروایا۔ ادارہ کی لائبریری میں امام ابن حبان کی کتاب الثقات تھی۔ مگر اس سے استفادہ نہایت مشکل تھا، کیونکہ ہمارے ہاں اس کی فہرست نہیں تھی۔ انھوں نے ”الثقات“ کی فہرست کا فوٹو کروا کر بھجوا دیا۔ اسی طرح جب اس فقیر کی کتاب ”آفات نظر اور ان کا علاج“ چھپی اور ان کی خدمت میں ارسال کی تو انھوں نے فرمایا: کیا آپ کے پاس امام ابن القطان فاسی کی ”النظر فی أحكام النظر“ نہیں؟ تو میں نے اس کا نفی میں جواب دیا۔ انھوں نے شفقت یہ فرمائی کہ اس کا فوٹو بھی بھیج دیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

شیخ زبیر صحت مند اور بڑے تومند تھے۔ انھوں نے بڑی جفاکشی کی زندگی گزاری۔ تحریری ہی نہیں بلکہ ان کی تقریری خدمات کا دائرہ بھی بڑا وسیع ہے، وہ بڑے حاضر جواب اور مناظر تھے اور ان کے یہ مناظرے علمائے احناف سے ہی نہیں بلکہ عیسائیوں، قادیانیوں سے بھی ہوئے اور کراچی کی ”جماعت المسلمین“ اور مسعود عثمانی سے بھی پنجہ آزمائی رہی۔

زندگی کے آخری ایام میں بیمار ہوئے اسلام آباد کے شفا ہسپتال میں داخل ہونے کی خبر ملی تو نہایت صدمہ ہوا۔ اپنے دوست لالہ افتخار صاحب کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے ہسپتال حاضر ہوا۔ انھیں دیکھ کر دل دہل گیا کہ **اللہ کا یہ شیر** بستر پر بے ہوش پڑا ہے۔ ان کے رفیق مولانا حافظ شیر محمد صاحب وغیرہ سے ملاقات ہوئی اور بڑے بوجھل دلی سے واپسی ہوئی۔ چند ایام بعد ہی وہ اس دنیا سے کوچ فرما گئے اور ہزاروں معتقدین اور دوست واحباب کو سوگوار کر گئے۔ سچ کہا کسی نے ؎

جدائی پر ہی قائم ہے نظام زندگانی بھی
بچھڑ جاتا ہے ساحل سے گلے مل مل کے پانی بھی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی دینی خدمات قبول فرمائے اور اس خادم حدیث وسنت کو نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور محدثین عظام رحمہم اللہ کی رفاقت نصیب کرے۔ آمین یارب العالمین

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر وصی اللہ بن محمد عباس *

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلوۃ والسّلام علٰی خیر خلقه محمد وعلٰی آله وصحبه أجمعین، وبعد:

مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی وفات کی خبر سے دل بہت متاثر ہوا، افسوس کی حد نہ رہی، کیونکہ مولانا ایک مخلص اہل حدیث عالم، نیز بڑے پائے کے محقق تھے، حدیث اور علم حدیث میں اچھا درک اور عالی مقام رکھتے تھے...... علامۂ زماں محدث کبیر شیخنا بدیع الدین الراشدی، علامۂ وقت شیخ الحدیث محمد گوندلوی اور مولانا عبد الغفار حسن رحمہم اللہ جیسے اساطین حدیث وسنت کے فیض یافتہ تھے۔ دین خالص یعنی مسلک سلف کے دفاع، مختلف فیہ مسائل، نیز اختلافی اجتماعی مسائل سے متعلق آپ کی تالیفات دین خالص کے متبعین کے لیے بڑا ذخیرہ ہیں، نیز آپ کے بعد آپ کی یہ تالیفات صدقہ جاریہ ہوں گی، ان شاء اللہ۔

اردو اور عربی زبان میں آپ کی علمی تالیفات اہل علم کے یہاں مقبول ہیں اور آپ کے لیے دعاؤں کا ذریعہ ہیں۔

آپ سے میرا تعارف غائبانہ طور پر بذریعہ فون ہوا تھا، کچھ علم حدیث کے مسائل سے متعلق آپ سے بات ہوئی تھی، پھر جب مکہ مکرمہ میں آپ کی آمد ہوئی تو گھر پر تشریف لائے اور ہماری خصوصی مجلسیں بھی رہیں۔ ہمارے درمیان حدیث سے متعلق تبادلۂ خیال بھی ہوتا رہا۔

تصحیح حدیث میں آپ متشدد علماء کی رائے پر رہے۔

ہر زمانے میں آپ جیسے محققین کی ضرورت رہی ہے، خصوصاً اس زمانے میں جب کہ بعض اسلامی فرقے دین خالص کے چہرے کو دغدار کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ آپ جیسی باہمت قدآور شخصیت کی بڑی ضرورت تھی، لیکن اللہ رب العزت حکیم وخبیر مصلحتوں کو جانتا ہے۔

مولانا نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کے معزز والد نے آپ کو علم اور تعلیم وتعلم کے لیے متفرغ کر رکھا تھا، اس وجہ سے آپ نے اپنے اوقات کو مطالعہ وتالیف ہی میں گذارا، آپ نے حدیث وعلم حدیث وفقہ مذاہب سے متعلق بڑا قیمتی مکتبہ بھی جمع کیا ہے، اللہ رب العزت مکتبہ کو حوادث الزمان سے محفوظ رکھ کر اس سے استفادے کو جاری رکھنے کے اسباب مہیا فرمائے۔ (آمین)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد کو بھی اس لائق بنائے کہ دین خالص پر چل کر والد محترم کی طرح دین کی خدمت کریں اور مکتبہ سے استفادہ کریں۔ آمین

---

* مدرس المسجد الحرام وام القری یونیورسٹی، مکہ مکرمہ

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت

تحریر: الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ*

الحمد للّٰہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللّٰہ وبعد:

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ بلاشبہ اس دور کے اعلام میں شمار ہوتے تھے اور چند گنتی کے وہ محدثین جنھیں علم حدیث، متون حدیث، اسانید حدیث اور رجال پر بڑا عبور حاصل تھا، تو ان چند علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی بھر پور انداز سے (ان میں) موجود تھا۔

ان کی گفتگو سے اور جو اِن کے تصرفات تھے، ان سے اخلاق حسنہ مترشح ہوتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک جامع الصفات شخصیت تھے، جن کے جانے سے ایک بڑا اخلاء واقع ہوا، جیسا کہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا قول ہے:

"إذا مات العالم وقع فی الاسلام ثَلْمة لا یسُدّھا شیٔ ......".

جب عالم فوت ہوتا ہے تو اسلام میں ایک دراڑ سی پڑ جاتی ہے، جسے کوئی چیز پُر نہیں کر پاتی، تو یہ یقیناً ایک بہت بڑا المیہ تھا اور ایک خلا پڑ گیا جس کا جماعت کو سامنا کرنا پڑا۔ تاہم ان کے کچھ تلامذہ اور شاگرد جو اِن کے متعلقین تھے، اُسی نہج پر بحمد للہ کام کر رہے ہیں اور اچھی اُمیدیں ان سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں استقامت دے اور ان سے دین کا اور سلفی منہج کا اور اہل حدیثیت کا بھر پور کام لے۔ اس پُرفتن اور قحط الرجال کے دور میں یقیناً ایسی ایک عبقری شخصیت کی کمی کثرت سے محسوس ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت ان کی ساری منزلیں آسان کر دے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

س: شیخ رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات

ج: پہلی ملاقات سمجھیں کہ غائبانہ ہوئی تھی اور یہ 1980ء کی جو دھائی ہے، 80 کا جو عشرہ ہے اس کے آغاز میں جب میں جامعۃ الامام سے فارغ ہو کر آیا تھا اور سندھ میں کام شروع کر چکے تھے۔ اس وقت ایک فتنہ کھڑا ہوا جو آج بھی موجود ہے اور یہ مسعود عثمانی جو عذاب قبر وغیرہ کا منکر اور بڑے بڑے اعلام ائمہ کی تکفیر کرتا ہے، وہ اور اس کے گروہ کے لوگ تو ان دنوں یہ (فتنہ) اپنے عروج پر تھا۔ اس وقت میں نے یہ سنا بعض ساتھیوں سے کہ حضرو سے ایک نوجوان ساتھی یہاں آئے ہیں جن کا نام زبیر ہے اور انھوں نے مناظرہ کیا ہے اور اس (مسعود عثمانی) کو لاجواب کر دیا ہے۔ چونکہ ان سے کوئی تعارف نہیں تھا تو ملنے کی خواہش تھی، لیکن وہ کراچی سے چلے گئے۔ اس طرح ان سے ایک غائبانہ تعارف ہوا۔ یہ ہمارا پہلا غائبانہ تعارف تھا۔

اس کے بعد میرے پروگرام ہوتے تھے۔ آرمی اور Airforce وغیرہ کے بیس میں، ان دنوں بڑی آزادی سے

---

* رئیس و مدیر المعہد السلفی، کراچی

بیسوں کے اندر پروگرام ہو جاتے تھے، ہمارے ایک ساتھی تھے جو پاکستان ائیر فورس سے منسلک تھے۔ تقریباً یہ ہر جگہ پروگرام کرواتے تھے۔ ان کا تبادلہ اٹک میں ہو گیا تو ہر مہینے اٹک میں مجھے دروس کے لیے دعوت دیتے تھے۔ اٹک کی ایک پرانی مسجد تھی، جو مسجد کی شکل میں نہیں تھی لیکن ایک بڑا وسیع کمرے اور حال کی شکل میں تھی۔ اس میں ہر دفعہ پروگرام ہوتے تھے۔ ایک پروگرام میں مجھ سے قبل شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا درس تھا۔ یہ ہماری پہلی ملاقات تھی۔ یہ بھی 1980، 1982 یا اس کے آس پاس کا ذکر ہے۔ ان کا درس میں نے سنا اور بڑا محظوظ ہوا۔ ان کے ایک علمی انداز سے یعنی ایسا انداز پنجاب وغیرہ میں نظر نہیں آتا تھا تو میں بڑا متاثر ہوا۔ اور اس درس کے موقع پر یہ اعلان ہوا کہ رات کو کسی گاؤں میں پروگرام ہے، یعنی میرا بھی اور ان کا بھی۔ میرے حوالے سے تھا کہ میں درس دوں گا اور ان کے حوالے سے تھا کہ سوالات کے جوابات دیں گے۔ خیر وہاں میں نے درس دیا۔ اکٹھے وہاں چلے گئے اور سوال جواب دینے شروع ہو گئے۔ اس وقت میرا یہ پہلا تجربہ تھا جو ان کے علمی انداز، ان کے استحضار اور رجال پر ان کا عبور اور اسانید پر ان کا عبور میں نے پہلی بار دیکھا۔ بڑی حیرت ہوئی اور بڑا متاثر بھی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اتنا قوی حافظہ دیا ہے، مدلل بات کرنا اور وہ بھی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ اور اسانید رجال پر اللہ نے ایک بڑا ملکہ دیا تھا۔ یہ پہلی ملاقات تھی پھر چونکہ ایک تعارف ہوا تعلق بڑھا۔ میں نے پوچھا: آپ کی مصروفیت کیا ہے اور کہاں ہوتے ہیں؟ اس وقت وہ کپڑے کی دکان پر بیٹھتے تھے جو ان کے والد صاحب کی تھی، تو کہا: میں دکان پر بیٹھتا ہوں۔ میں نے تھوڑا سا برہمی کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنا علم دیا اور آپ کپڑے کی دکان پر بیٹھ کر اس علم کو ضائع کر رہے ہیں۔ اس سے تو عوام کو اور طلاب علم کو آپ کی ذات سے فائدہ ہونا چاہیے۔ کپڑے کے کام ہوتے رہیں گے، آپ اپنے آپ کو علم کے لیے اور طلاب کے لیے فارغ کر لیں اور تصنیف و تالیف کے لیے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ اس کے کچھ عرصے بعد ہی مجھے اطلاع ملی کہ وہ بحمد للہ اس کام میں پوری طرح آ گئے ہیں اور وہ جو ان کا کاروباری سلسلہ تھا اس سے انھوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ بہرحال میں ان کی علمی خدمات کو اپنے ان متواضع سے کلمات کی بنا پر اپنے لیے بھی ایک اجر کا باعث قرار دیتا ہوں (ان شاء اللہ) تو یہ ایک شروع شروع کی ملاقات کے احوال ہیں۔ شیخ زبیر رحمہ اللہ کی گفتگو اور تحریروں سے شیخ بدیع اور شیخ محبّ اللہ رحمہما اللہ کے لیے بڑا ادب و اکرام ظاہر ہوتا ہے۔

اور اپنی سند بھی خاص طور پر شیخ بدیع رحمہ اللہ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔ ان کی سند میں خاص طور پر شیخ بدیع رحمہ اللہ کا نام آتا ہے اور باقاعدہ اپنے شیخ کے طور پر ان کا ذکر کیا کرتے تھے، کیونکہ آپ ہمارے شیخ، شیخ العرب والعجم کے تلامذہ میں سے تھے۔

مسلک کے دفاع میں شیخ کی خدمات:

میں کہتا ہوں کہ شیخ زبیر بڑے باغیرت اہل حدیث

تھے اور خاص طور پر وہ فرق یا گروہ جو حدیث پر حملہ کرتے ہیں یا ان کی سازشیں حدیث کے خلاف ہوتی ہیں، انہیں بڑی شد و مد سے شیخ رحمۃ اللہ نے بے نقاب کیا، ان کا ان علماء میں شمار ہوتا ہے کہ جو ذرا سا بھی کوئی تحریری یا تقریری انحراف دیکھتے ہیں تو ان کا قلم فوراً حرکت میں آتا اور فوراً ہی بڑے علمی انداز سے اس کا رد کرتے تھے یہ وصف بھی مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ اور پھر ان کے بعد مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ میں بڑا نمایاں تھا۔ ان کی حیاتی میں کوئی باطل گروہ اسلام پر حملہ آور ہوتا تو ان کا قلم ہمیشہ متحرک ہوتا اور وہ ان گروہوں کی سرکوبی کرتے اور یہ بات ان کے مقالات اور ان کی جو کتب وغیرہ شائع ہوتی ہیں اور پھر ان کا مجلّہ الحدیث جو میرے پاس باقاعدہ آتا تھا، اس میں ان کا اردو کا مستقل ایک باب ہوتا تھا۔ اور جو بھی کوئی گمراہ عناصر اسلام پر اٹھتے، سلفیت پر اہل حدیثیت پر یا حدیث پر کسی قسم کا وہ کوئی کلام کرتے یا اپنے الحاد کا اظہار کرتے تو الحمد للہ ان کی کمر توڑ کر رکھ دیتے۔ بڑے دلائل اور بڑے حوالوں کے ساتھ۔ یہ وصف ان کا مجھے بڑا پسند تھا اور خاص طور پر ان کا اردو کے حوالے سے کردار بڑا نمایاں ہے اور ان شاء اللہ قیامت کے دن ان کے میزان کا ایک بڑا حصہ ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

کتب کی حرص اور علم کی تڑپ:

حضرو میں ایک دفعہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اٹک میں میرا پروگرام تھا پھر حضرو بھی جانے کا شوق تھا مجھے لائبریری بھی دیکھنی تھی اور شیخ نے بھی دعوت دی کہ مسجد میں درس دیں تو مسجد میں درس بھی دیا اور لائبریری میں کچھ وقت گزارا اور اس وقت تھوڑی سی ان کے والد سے بات چیت ہوگئی وہ جماعت اسلامی کی طرف رجحان رکھتے تھے۔ درس میں میں نے کچھ ایسی بات کی جس سے وہ ناخوش ہوئے اور انہوں نے مجھ سے علیحدگی میں بات کی میں نے ان کے سوالات کے جوابات دیے۔ لائبریری واقعتاً بڑی عظیم الشان تھی، یعنی ایک دور دراز کے علاقے میں کتب کو جمع کرنا اور ان کی فراہمی کو ممکن بنانا اور اس کے لیے پیسہ خرچ کرنا یہ چیز یقیناً ان کا ایک نمایاں وصف ہے اور ایک بڑی وسیع ان کی لائبریری تھی اور یہ بات بھی تقریباً کوئی 86/85 کی بات ہے اور اب تو مکتبہ الحدیث اور بھی بہت وسیع ہو چکا ہے۔ ساتھی جاتے ہیں اور وہاں سے استفادہ کرتے ہیں اور ان کے ذریعے جو اطلاع ہمیں ملتی ہے کہ کتب کا بڑا ذخیرہ الحمد للہ وہاں موجود ہے اور ایک منفرد لائبریری ہے۔

ملاقاتیں بہت کم ہوئیں۔ 1، 2 شروع کی ملاقاتیں جو میں نے بتائیں وہ اور ایک دفعہ سعودی عرب کے دورے پر تھے اور میں بھی وہاں موجود تھا تو بعض جگہوں پر ہماری اکٹھی دعوتیں ہوئیں تو وہاں کچھ رفاقت کا موقع ملا اور ایک بار مجھے یاد پڑتا ہے کہ غالباً کشمیر میں وہ آئے ہوئے تھے اور میں بھی وہیں تھا وہاں پر وقت ساتھ گزرا تو اس طرح کوئی 5 سے 7 ملاقاتیں مجھے یاد آ رہی ہیں اور ملاقاتوں میں ہمیشہ علمی باتیں ہوتیں اور ان کی تواضع اور انکساری جو اللہ نے ان کی طبیعت میں بھری ہوئی تھی وہ بڑی متاثر کن تھی اور بڑا وہ اخلاق حسنہ کا ہمیشہ برتاؤ کرتے تھے اور ان کے مزاج میں سیاسی لوگوں جیسا رویہ کہ کچھ لو کچھ دو اس طرح کا اندازہ بالکل نہیں تھا۔

بڑی کھری بات کرتے تھے اور بڑے صریح انسان تھے اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میرا سرگودھا کے گردونواح میں دورہ تھا وہاں ایک ساتھی ہیں غالباً غلام محمد صاحب ان کے گاؤں میں تھا تو انہوں نے ٹیلی فون ملایا شیخ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کو اور انھیں خبر دی، میری بات بھی کرائی بڑا خوش ہوئے اور کہا: ساتھیوں کو فون دیں ذرا، میں ان سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، گرمی بہت شدید تھی تو ساتھیوں سے پوچھا بجلی ہے، انہوں نے کہا بجلی نہیں ہے تو کہا کہ شیخ جب تک یہاں بیٹھے ہیں انہیں ہاتھ والا پنکھا جھلتے رہو مجھے بڑی خوشی ہوگی، اس سے بھی ان کے اخلاق اور ان کی محبت کا میرے سامنے ایک اظہار ہوا، واقعتاً ان کا اچھا اخلاق اور ان کی طبیعت کی تواضع وسادگی تو یہ ان کا ایک نمایاں وصف تھا۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ ان کا جو مجلّہ میرے پاس آتا تھا، ان کا انداز اور مجلّے کی ایک علمی حیثیت پر بھی میں نے ایک خط لکھا تھا، اس قسم کے خط وہ مجلّے میں شائع کیا کرتے تھے۔ اگر کسی کی طرف سے خط آتا جو مجلّے کے محاسن سے متعلق ہوتا تو وہ شائع کرتے لیکن میں نے یہ خط کسی اشاعت میں دیکھا نہیں۔ اب مجھے یہ بھی نہیں پتا، وہ ان تک پہنچا بھی یا نہیں، ملا بھی یا نہیں۔

طلباء کو نصیحت:

یقیناً دین کا مکمل فہم حدیث پر قائم ہے، یعنی قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا جامع کلام اور بڑے اصول وقواعد پر مشتمل ہے جس کا پڑھنا یقیناً باعث اجر ہے مگر دین فہمی میں حدیث کے بغیر تشنگی ہے تو جس طرح شیخ نے خاص طور پر حدیث پر محنت کی اور اسے اپنا ایک مستقل مضمون بنا کر چلے، حفظاً، فہماً اور عملاً تو یقیناً اسی توجہ کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بڑی گہرائی دی تھی۔

پچھلے مہینے میرا ایک دورہ تھا سعودی عرب کا تو حرم مدینۃ المنورہ میں شیخ عبد الحمید سے ملاقات ہوئی تو باتیں ہوتی رہیں باتوں باتوں میں شیخ زبیر کا بھی ذکر آ گیا تو وہ بھی ان کی علمی حیثیت پر بڑے متعجب تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نشانی پیدا کی ہوئی تھی۔

وہ کہتے ہیں کہ میں (مسند عبد بن حمید کی غالباً) اس کی تحقیق کر رہے تھے تو مسند کے ایک راوی کا ترجمہ نہیں مل رہا تھا۔ کہتے ہیں: میں نے اسے بڑا تلاش کیا، لیکن اس کا ترجمہ نہیں ملا تو میں نے لکھ دیا: لم اجد ترجمة۔ انھی دنوں میرے پاس شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ آئے تو وہ لائبریری میں بیٹھے تھے۔ میں نے اپنا مسودہ نکال کر ان کو دکھایا تو اچانک ان کی نظر اس پر پڑ گئی "لم اجد ترجمة" تو شیخ زبیر نے برملا کہا: یہ امام ابو عبد اللہ الحاکم ہیں۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی سند انہوں نے ذکر کی تھی اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے بارے میں جیسے امام عراقی نے کہا: وہ راویوں کے نام بدل بدل کر ذکر کرتے تھے جس سے وہ کثرت اسانید کا وہم پیدا کرتے تھے کہ میری اسانید بہت ہیں، یہاں انہوں نے امام حاکم کے اجداد میں سے ایک جد جن کا نام نعیم تھا اس کی طرف منسوب کر کے ان کو ذکر کیا تو عام بندے کو تو نہیں مل سکتا تھا، یقیناً یہ ان کے علمی رسوخ اور پختگی کی دلیل ہے کہ انہوں نے فوراً اسے پہچان لیا اور بتایا

کہ امام ابوعبداللہ الحاکم ہیں تو جب ان کا نسب دیکھا تو نسب میں وہ مکمل نہیں مل سکی۔ چنانچہ وہ (الشیخ عبدالحمید) بھی ان کے علمی مقام کے معترف تھے۔ میں اپنے آپ کو اور طلباء کو بھی یہ نصیحت کروں گا کہ یہ جو ایک خلا پڑ گیا ہے، اسے پُر کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور ان کا جو ایک سنہرا دور تھا، علمی اور قوی دور تھا یعنی ہم مطمئن تھے کہ کوئی حملہ ہوگا تو ایسی شخصیت موجود ہے جو بھرپور تعاقب کی صلاحیت رکھتی ہے اور بحمد للہ چاروں طرف سے جو تابڑ توڑ حملے ہوئے، انہوں نے بھرپور طور پر اسلام کا دفاع کیا، باطل کا رد کیا بڑے علمی انداز سے اور وہ مقالات اور کتب کی شکل میں مضامین کی شکل میں الحمد للہ مطبوع ہیں۔ اس سے ایک عرصہ تک استفادہ ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور اللہ اس نہج پر چلنے کی ہم طلباء کو توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

فہم سلف:

کچھ تفردات شیخ کے جن سے اختلاف ہوسکتا ہے۔ یہ وہ سلفی اصول ہے جس کو مقدم ہونا چاہیے اور اسی کو شیخ نے مقدم رکھا اور اس کا بھرپور دفاع کیا، یعنی جو متاخرین (بعد میں آنے والے لوگ) ہیں وہ سلف کے علم وفہم کا کیا مقابلہ کرسکتے ہیں، جتنا دور نبیک ریم ﷺ کے قریب ہوگا اتنی علمی برکت بھی ہوگی اور فہم کی وسعت بھی ہوگی۔ اسی زریں اصول پر شیخ البانی بھی ہیں، یعنی کتاب وسنت علی فہم السلف اور اسی معنی میں ہم سلفی ہیں۔ ہم سلفی اس لیے نہیں کہ ہم سلف کے مقلد یا ان کے پیروکار ہیں۔ ہم سلفی اس لیے ہیں کہ ہم کتاب وسنت کو اساس بناتے ہیں علی فہم السلف، شتر بے محار نہیں، فہم السلف کا تقید بحمد للہ ہمارے اصول میں موجود ہے اور یہ بڑا زریں قاعدہ ہے۔

محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

خدمات، حالات، واقعات

فضیلۃ الشیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی *

فضیلة الشیخ، محدث العصر، زبدة المحققین، عمدة الباحثین، نجم المدققین، قمر المحدثین، ماهر اسماء الرجال، عارف علل الحدیث، أخی فی الله و حبی الله وثلج صدری الحافظ زبیر علی زئی رحمه الله رحمة ألف ألف مرة بعدد کل ذرة إلی یوم القیامة.

اپنے دور کے عظیم محدث اور محقق حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ میرے دیرینہ دوست، ہر دلعزیز، نہایت واجب الاحترام اور معزز ساتھی تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں فن حدیث میں کمال مہارت عطا فرمائی تھی۔ اس دور میں علم رجال کے فن سے واقفیت ناپید ہے، بہت کم علماء کرام اس فن میں ماہر نظر آتے ہیں۔

اکثر اوقات کوئی روایت جو سند کے ساتھ ذکر کی جاتی تو وہ اس کی سند دیکھ کر ہی پہچان جاتے تھے کہ اس میں کیا سقم اور کمزوری ہے اور کون سا راوی اس میں ضعیف، مجروح، مدلس یا مختلط وغیرہ ہے، راوی مجروح ہے تو کس درجے کا ہے، اسی طرح باقی علل بھی وہ الحمدللہ آسانی سے جانچ لیتے تھے۔

میرے زمانۂ طالب علمی (۱۹۸۷ء) سے لے کر جبکہ میں جامعہ اثریہ جہلم پڑھتا تھا، ان کی وفات حسرت آیات تک میرے ان کے ساتھ گہرے مراسم رہے ہیں، میں دوران تعلیم میں ان سے رجال کے معاملے میں رجوع کرتا اور کافی دفعہ حضرو بھی گیا اور جب بھی ان کے پاس جاتا تو بڑی وسعت اور اعلیٰ ظرفی سے پیش آتے، اسی طرح وہ جب بھی لاہور آتے تو راقم کے مکتبہ میں جلوہ افروز ہوتے اور علم حدیث میں اپنی تحقیقات کے شہ پارے قلمبند کرتے رہتے تھے، کتاب الضعفاء للبخاری پر اکثر کام اس فقیر کے مکتبہ میں ہی کیا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں جس قدر علمی وسعت اور تبحر عطا کیا تھا اس پر لکھنے کے لیے طویل دفتر درکار ہیں۔ اس عدیم الفرصتی میں یہی کہوں گا کہ آج ایسے علماء خال خال ہوں گے خصوصاً ہمارے ملک پاکستان میں ان جیسا ماہر رجال اور علل الحدیث سے واقف نہیں دیکھا، وہ میرے محبّ بھی تھے اور محبوب بھی۔

رجال حدیث میں مہارت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ایک دفعہ مجھے کہنے لگے: حاکم اور بیہقی کے رجال مجھے ازبر ہو چکے ہیں، پھر السنن الکبریٰ للبیہقی نکال کر فرمانے لگے کہ کسی راوی پر ہاتھ رکھیں، یہ فلاں ہے اور یہ فلاں راوی ہے اسے خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں اور ذہبی نے اسے سیر اعلام النبلاء میں ذکر کیا ہے اور اس پر یہ حکم لگایا ہے۔

رجال میں ان کی اس قدر مہارت کی وجہ ان کا دوران طالب علمی ہی سے اس فن کے ساتھ گہرا شغف اور وسعت مطالعہ تھی۔ مجھے ایک دفعہ بتانے لگے کہ میں نے مسند احمد تین

---

* مفتی جماعت، مناظر اسلام، مصنف کتب کثیرہ۔

مرتبہ مکمل پڑھی ہے اور یہی معاملہ آپ کا رجال کی کتب کے ساتھ بھی تھا، جیسا کہ سیر اعلام النبلاء، تاریخ بغداد، الکامل لابن عدی وغیرہ آپ نے کئی کئی مرتبہ پڑھیں۔

ایک مرتبہ ''غامدی'' نے صحیح بخاری کی ایک روایت پر اعتراض کیا تو اس کے کچھ لوگ شیخ صاحب کے پاس آئے تو آپ کہنے لگے کہ غامدی سے میری گفتگو رکھیں، وہ بخاری کے کسی راوی پر بھی اعتراض کرے میں اس کا جواب دوں گا، لیکن وہ تیار نہ ہوئے۔

شیخ رحمہ اللہ کی اسی مہارت کے باعث میری خواہش ہوتی تھی کہ مناظروں میں بطور معاون شیخ ہمارے ساتھ ہوں کیونکہ اگر فریق مخالف کوئی ایسی روایت پیش کردے جو ہم نے مطالعہ نہ کی ہو تو شیخ اس کے رجال کے احوال فوراً نکال دیں گے، جیسا کہ ۱۹۹۶ء میں ہمارے گاؤں میں ''رفع الیدین'' پر بریلویوں سے ان کے مدرسہ میں مناظرہ طے ہوا تو میں نے دلی چاہت سے اپنے ساتھ معاون شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کو رکھا، مناظرے کے دوران میں بریلویوں نے کچھ نہایت کمزور روایات پیش کیں جن کے بارے میں ہمارا گمان یہی تھا کہ وہ پیش نہیں کی جائیں گی، لیکن جوں ہی انہوں نے ایسی روایات پیش کرنا شروع کیں تو شیخ رحمہ اللہ فوراً اور نہایت آسانی کے ساتھ مجھے بتاتے گئے کہ اس میں فلاں راوی ہے اور اس میں فلاں راوی ہے اور ساتھ ہی کتب رجال نکال کر ان کے متعلق جو جروح تھیں وہ پیش کرتے چلے گئے۔

اسی طرح لاہور ٹاؤن شپ میں ایک مناظرہ اسماعیل محمدی دیوبندی کے ساتھ ہوا تو وہاں بھی شیخ صاحب میرے ساتھ معاون تھے وہ کوئی بھی روایت پیش کرتا تو شیخ فوراً کتب نکال کر پوری تفصیل بیان کر دیتے۔

تو اللہ رب العالمین نے رواں صدی میں ہمارے اس بھائی کو بڑی ہی عظیم معرفت سے نوازا تھا۔ وہ ہمارے پاس علم حدیث کا ایسا سمندر تھے جیسا امام ذہبی رحمہ اللہ اپنے دور میں تھے۔ یوں سمجھ لیں کہ الحمد للہ پاکستان میں وہ اس دور کے ذہبی تھے۔ چند گنے چنے لوگ ہی رجال حدیث اور ان پر تحقیقات کے حوالے سے مشہور و معروف ہیں جیسے ہمارے شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ ہیں۔

شیخ صاحب نے اپنی بعض کتب کے قلمی نسخوں کی فوٹو کاپی مجھے عنایت فرمائیں۔ خاص طور پر جب میں سنن ابی داؤد پڑھاتا تھا تو میں نے شیخ رحمہ اللہ کا ابوداؤد پر کام نیل المقصود کی فوٹو کاپی طلب کی تو شیخ رحمہ اللہ نے مجھے بخوشی دے دی، پھر دوران تدریس میں اس سے بہت استفادہ کیا، اسی دوران احادیث پر چند احکامات میں اختلاف دکھائی دیا تو میں نے ان تمام مقامات کو جمع کر کے شیخ صاحب کے نام ایک خط تحریر کیا جس کا عنوان تھا: "النقد الظاهر على تناقضات أبي الطاهر"

شیخ صاحب میں ایک وسعت ظرفی یہ بھی تھی کہ ان کے نکتۂ نظر کے خلاف اگر کوئی بات دلیل پر مبنی ہوتی تو آپ اس کی پیروی کرتے اور رجوع کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ بڑے علماء کا ہمیشہ یہی رویہ ہوتا ہے، اسی وسعت ظرفی کے پیش نظر شیخ رحمہ اللہ نے میرے خط کو پڑھا اور مجھے جوابی خط تحریر فرمایا جس میں انہوں نے ۸۹ روایات پر اپنا حکم تبدیل کیا۔

اسی طرح شیخ کو اگر کوئی علمی فائدہ بتایا جاتا تو تب بھی اسے بخوشی قبول فرمالیتے، مثلاً علامہ ہیثمی "مجمع

الــزوائد" میں کئی روایات پر حکم لگاتے ہوئے راوی کا نام ذکر کیے بغیر اس کو ضعیف کہہ دیتے ہیں مثلاً: "فیـه رجـل ضـعیف" تو میں نے حضرو شیخ کے مکتبہ میں اس کے اصلی مصادر کو نکالا تو وہ امام ابوحنیفہ تھے۔ میں نے شیخ سے کہا: ایک نیا عجوبہ ہے، آپ نے اپنی کتاب میں امام ابوحنیفہ پر جرح کرنے والوں میں علامہ ہیثمی کو شمار کیا ہے؟ تو کہنے لگے: نہیں، میں نے شیخ کو یہ بات بتائی تو انہوں نے فوراً اسے نوٹ کر لیا۔

ایک دفعہ میں نے شیخ رحمہ اللہ سے کہا: جیسے پرانے محدثین کی کتب کے قلمی نسخے جس مکتبہ میں پڑے ہوں تو تذکرہ کیا جاتا ہے کہ فلاں مکتبہ میں فلاں محدث کی فلاں کتب کا قلمی نسخہ موجود ہے، اسی طرح میری بھی خواہش ہے کہ آپ اپنی کسی کتاب کا قلمی نسخہ دیں تاکہ بعد میں یادگار رہے کہ شیخ زبیر رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ فلاں مکتبہ میں موجود ہے تو شیخ رحمہ اللہ کو میری یہ بات بہت پسند آئی۔ بعد ازاں انہوں نے مجھے مزید اپنی دو کتابوں کے قلمی نسخے عنایت فرمائے، ایک رجال الدارقطنی اور دوسری "تحقیق مسند الحمیدی" یہ شیخ صاحب کی میرے ساتھ نہایت محبت کی بھی دلیل ہے۔

شیخ رحمہ اللہ طبیعت کے انتہائی سادہ اور معاشرے کی چالاکیوں سے کوسوں دور اور تکلّفات سے بے بہرہ تھے مگر کام کے دھنی اور ان تھک محنت کرنے والے تھے۔

شیخ صاحب کی بڑی یادیں ہیں۔ وہ زہد و تقویٰ میں ایک انمول ہیرا تھے۔ عزت نفس پر کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے تھے۔ خود دار انسان تھے، اگر کبھی قرض لیتے تو وعدے کے مطابق ادا کر دیتے تھے، کھانے پینے میں بھی کوئی ذوق نہیں تھا، جیسے اکثر لوگوں کو ہوتا ہے کہ فلاں چیز ہو یا فلاں نہ ہو، یہاں لاہور میں اور نہ گھر میں ہی، کبھی مطالبہ نہیں کیا کہ فلاں چیز کھانی ہے جو بھی گھر میں موجود ہوتا خوشی سے کھا لیتے، زیادہ وقت لکھنے پڑھنے میں صرف کرتے۔

باطل فرقوں کے رد میں شیخ کی مساعی ناقابل فراموش ہیں۔ میں ہر طالب علم کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ شیخ رحمہ اللہ کی تمام کتب کا جی بھر کر مطالعہ کریں۔ اگر انہوں نے باطل گروہوں سے بحث و مناظرہ کرنا ہے تو شیخ کی کتب انتہائی مفید ہیں، یہ کتب صرف مناظرے کی حد تک نہیں بلکہ آپ کو حدیث کا ذوق پیدا ہوگا، رجال کی معرفت، اصول حدیث کی مباحث اور کثیر دلائل میسر آئیں گے۔

جب شیخ رحمہ اللہ کے سفر وفات کی خبر ملی تو ہم چند ساتھی جنازے میں شامل ہونے کے لیے لاہور سے روانہ ہوئے، جب ہم جنازے میں پہنچے تو انتہائی غم کے عالم میں مشکل سے جنازہ پڑھ پایا، جنازہ پڑھ کر میں ایک جانب بیٹھ گیا۔ وہ حقیقتاً ایک بڑی شخصیت، اہل حق کا سرمایہ اور محدثین عظام رحمہم اللہ کا تسلسل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو بقعہ نور بنائے اور اپنی رحمتوں کی برکھا برسائے، جنت الفردوس ان کا مسکن و ماویٰ بنائے اور آخرت میں محدثین کے زمرے میں اٹھائے اور ہمیں ان کے علمی ورثے سے بھرپور استفادے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

حافظ زبیر علی زئی پریشان ہو کے بھاگے آئے.. مگر........

ابوبکر قدوسی حفظہ اللہ*

میری تب تک ان سے ایک آدھ ملاقات ہی رہی ہوگی۔کوئی ایسی بے تکلفی نہ تھی۔

لیکن تب تو ان سے کوئی ایسا گہرا تعلق بھی نہ تھا جب پہلی بار ان کا فون آیا کہ:

''میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں،کسی کام سے۔''

میں کچھ حیران سا ہوا کہ مجھ سے ایسا کیا کام ہوگا کہ اتنی دور سے سفر کر کے آئیں گے۔میں نے کہا:

''تشریف لے آئیے، میں حاضر ہوں۔''

شاید اگلے روز ہی چلے آئے۔ان کے ساتھ ایک اور دوست تھے جن سے میرا نیا نیا مگر اچھا تعلق تھا... بیٹھے اور اِدھر اُدھر کی باتیں شروع ہو گئیں... کچھ ہی دیر میں اپنی آمد کا مقصد بتانے لگے۔

اِدھر پنجاب کے ایک صاحب نے، جو خود بھی خاصے معروف عالم دین تھے، ان صاحب سے حدیث کی ایک کتاب کے ترجمے کا کام کروایا تھا۔اب جب یہ کام کو نپٹا چکے تو وہ صاحب لینے سے انکاری تھے۔میں نے عرض کی:

''جن صاحب نے ان سے اتنا لمبا چوڑا کام کروا لیا، ان کا اب کیا موقف ہے؟''

تو زبیر صاحب نے بتایا:

''ان کے مالی حالات خراب ہو گئے، ورنہ وہ کسی طے شدہ بات سے انکار نہیں کرتے ،لیکن کہتے ہیں کہ میرے پاس جب پیسے ہی نہیں تو میں کہاں سے دوں..؟''

میں نے پوچھا:''اس سلسلے میں میرے لیے کیا حکم ہے، میں کس طرح آپ کے کام آ سکتا ہوں؟''

کمال سادگی سے کہنے لگے:''میں نے اتنی دور سفر اس لیے کیا ہے کہ ان صاحب کو میں نے پہلے سے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ غم نہ کریں میں ابوبکر کو آپ کا مسودہ بیچ دوں گا۔''

میں زبیر صاحب کی سادگی اور صاف گوئی پر ہنس دیا اور سوال کیا:''کتنے روپے ہوں گے اس کام کے؟''

انہوں نے جو دام بتائے سن کر میں حیران سا ہو گیا۔ بس اتنا کہے دیتا ہوں کہ اس وقت جہاں میں رہتا ہوں، وہاں تب اتنے میں ایک پلاٹ آ جاتا تھا میں نے انکار کیا کہ ''حضرت اتنے کا کام نہیں، میں نہیں لینے کا۔زبیر صاحب بولے:''میں جانتا ہوں کہ کئی گنا مہنگا معاملہ ہوا ہے۔میں نے خوشدلی سے ہنستے ہوئے عرض کی:

''حضرت معاملہ ان کا طے ہوا ہے، جو بازار کی قیمت سے کئی گنا زیادہ ہے، اب سزا کے لیے میرا انتخاب کیوں؟''

ان کے لہجے میں اس قدر خلوص تھا کہ میں اندر ہی اندر ہار گیا بولے:

''آپ نہ لیں گے تو فریقین آپس میں الجھیں گے... علم بدنام ہوگا، دین داروں کا مذاق بنے گا.. میں نے اتنا لمبا سفر اسی لیے کیا..اور سنیے! آپ کی طرف سے میں ہاں بھی کر چکا ہوں، اب بولیے۔؟''

میں نے قہقہہ بلند کیا اور کہا:''جو مزاج یار میں آئے، مجھے منظور ہے۔''اور مسودہ ان کے ہاتھ سے لے لیا....

---

* مدیر مکتبہ قدوسیہ، لاہور

بس میں حیران ہو رہا تھا، زبیر صاحب نے اس بات کے لیے کہ دین داروں کا مذاق نہ بنے، کتنا لمبا سفر کیا اور ان کو مجھ پر کیونکر ایسا اعتماد تھا کہ گھر سے ہی میری طرف سے اقرار بھی کر کے چلے آئے۔ بس اسی کے بعد ان سے محبت کا رشتہ شروع ہوا جو دمِ آخر تک قائم رہا۔

ایک صدی پرانا قصہ ہے کہ افغانستان سے ایک خاندان ہجرت کر کے اٹک کی نواحی بستی حضرو کے ایک گاؤں ''پیرداد'' میں آ کر آباد ہوا۔ ''پیرداد'' جس کو تب گاؤں بھی نہیں کہا جا سکتا تھا، محض چند گھرانوں پر مشتمل ایک چھوٹا سا ڈیرہ تھا اور اس میں یہ خاندان آن بسا۔ اسی خاندان کے ایک صاحب حاجی مجدد خاں کے ہاں ۲۵ جون ۱۹۵۹ء کو ہمارے یہ ممدوح حافظ زبیر علی زئی پیدا ہوئے اور محض ستاون برس کی عمر میں اس حیات ناپائیدار کا سفر مکمل کر کے ۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء کو واپس ہو لیے۔ اپنی زندگی کے آخری بیس بائیس سال آپ نے علمی طور پر بھرپور زندگی گزاری۔ آپ کا امتیاز تھا کہ آپ نے اپنی محنت اور مسلسل تحقیق سے عام لوگوں میں بھی درست اور نادرست کی طلب اور جستجو پیدا کر دی۔

حضرو شہر اب بہت پھیل چکا ہے اور پیرداد کو اپنے دامن میں سمیٹ چکا ہے۔ اس پیرداد میں آپ کے والد کی کپڑے کی دکان تھی، جب کہ کاروبار کے ساتھ ساتھ حاجی صاحب مذہبی سیاست میں بھی حصہ لیتے۔ حاجی مجدد خان کا تنظیمی تعلق جماعت اسلامی سے تھا اور حافظ زبیر علی زئی کا تمام علاقہ و خاندان مسلکاً حنفی المشرب تھا۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ کب اور کس طرح آپ تقلیدی جمود سے نکل کر عمل بالحدیث کی وادی ذی شان میں داخل ہوئے، لیکن یہ خبر ہے کہ اس راہ عشق میں جو جو کٹھن مقام آتے ہیں وہ سب آپ کو طے کرنے پڑے۔ مقامی علمائے کرام سے تحصیل علم کے بعد جب آپ نے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا تو آپ کے وہی اساتذہ کرام آپ کے شدید مخالف اور ناقد ہو گئے جو کبھی آپ سے بہت محبت کرتے تھے اور پھر ؏

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے وہ گزری
تنہا پسِ زنداں، کبھی رسوا سرِ بازار

قصہ مختصر آپ کو خاصے مشکل حالات سے گزرنا پڑا اور وہ مشکلیں تب سوا ہو گئیں جب ایک روز والد مکرم بھی ناراض ہو گئے۔

ہوا کچھ یوں کہ والد کو جماعت اسلامی نے ملکی انتخابات میں بطور امیدوار کھڑا کر دیا۔ لامحالہ والد کی خواہش تھی اور تقاضا بھی کہ آپ ان کی انتخابی مہم کا حصہ بنتے۔ سو انہوں نے آپ کو حکم دیا کہ آپ انتخابی مہم کی نگرانی کریں۔ شیخ زبیر علی زئی نے تمام تر احترام کے ساتھ جواب دے دیا کہ ''میں اس کام کو جائز نہیں سمجھتا تو کیونکر اس کا حصہ بنوں گا۔''

اس وقت تو والد چپ رہے، لیکن الیکشن کے نتائج آنے پر سارا غصہ زبیر صاحب پر ہی نکل گیا۔ حاجی صاحب جماعت اسلامی کے ''معمول'' کے مطابق انتخابات ہار چکے تھے اور آپ تو جانتے ہیں انتخاب ہارنے والا امیدوار سب سے خطرناک اپنے گھر والوں کے لیے ہوتا ہے۔ ایسے ہی ہمارے جماعت اسلامی کے دوست جب کہیں سے ہزیمت اٹھا کے واپس پلٹتے ہیں تو ان کا غصہ بھی سلفیوں پر نکلتا ہے۔ حاجی صاحب نے بھی اپنا غصہ ہمارے نئے نئے سلفی محقق پر نکال دیا اور شیخ زبیر علی زئی کو گھر چھوڑنا پڑا۔ جی ہاں! حاجی صاحب نے آپ کو ''گھر بدر'' کر دیا۔ آسمان جیسے سر پر آن

پڑا ہو، لیکن یہ مشکل دن ہم سب اور آپ کے لیے اچھے ثابت ہوئے اور ہمارے شیخ لاہور چلے آئے۔ ہمارے ایک دوست اسلام آباد میں ہوتے ہیں اور ایک اخبار چلاتے ہیں، میرے ہم نام ابوبکر صدیق۔ وہ شیخ زبیر کو لے کر دارالسلام چلے آئے اور یوں ایک بڑے شہر میں، کہ جو صدیوں سے علم وادب کا گہوارہ تھا، آپ کے زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔

ادھر پیچھے جب حاجی صاحب کا غمِ الیکشن کچھ کم ہوا تو شفقت پدری نے آن ستایا اور بیٹے کی یاد آنے لگی۔ اب بیٹے کو گھر سے خود نکالا تھا اور پٹھان کی غیرت واپس کیسے بلاتی۔ لیکن بیٹا تو بیٹا ہوتا ہے۔ ہمارے علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ نے ایک بار کہا تھا:

''بیٹے کی محبت باپ سے پوچھو یا اس سے کہ جس کو دے کر واپس لے لیا ہو۔''

واقعی بیٹے سے باپ کی محبت بہت عجیب ہوتی ہے۔ بلا شبہ ماں کی محبت کی مثالیں دی جاتی ہیں، لیکن باپ کی محبت میں عجیب سورج جیسی تپش ہوتی ہے کہ یہ محبت زندگی میں آ کر ہر شے روشن کر دیتی ہے اس کے بنا زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ماں کی محبت کو چاندنی کی نرم روشنی سے تشبیہ دے سکتے ہیں، لیکن باپ کی محبت کو میں نے سورج کی مثال اس لیے دی کہ زندگی کی نمو اس سے ہے۔ جب کبھی بیٹے دور ہو جاتے ہیں یا رخصت تو ایسے ہی ہوتا جیسے اس زندگی دیتے سورج کو گرہن لگ گیا ہو۔ حاجی مجد دخان بھی بیمار ہو گئے، بیٹے کی جدائی نے بستر پر ڈال دیا۔

حافظ زبیر علی زئی کو خبر ہوئی تو بھاگے ہوئے واپس گئے۔ ناراض والد سب ناراضیاں بھول چکے تھے۔ بستر پر بیمار لیٹے تھے، لیکن یوسف کی قمیص کا آنا ماحول کو بدل دیتا ہے آنکھوں میں بینائی آ جاتی ہے، یہاں تو بیٹا خود آ گیا تھا۔ اٹھ بیٹھے، بیماری رخصت ہوئی۔ بیٹے کو گلے لگایا اور حکم دیا کہ اب کہیں نہیں جانا لیکن حافظ زبیر علی زئی دارالسلام کے ساتھ ساتھ معاہدہ کر چکے تھے اور بہت سے علمی کام شروع تھے۔ انہوں نے والد سے لاہور میں رہنے کی اجازت طلب کی جو بادلِ نخواستہ انہوں نے دے دی۔

اس کے بعد آپ سال بھر سے کچھ زیادہ لاہور میں رہے اور کچھ عرصے بعد باقاعدہ ملازمت ترک کر کے درالسلام سے رخصت ہوئے، البتہ انہوں نے دارالسلام کے ساتھ ایک معاہدے کے تحت کام جاری رکھا اور یوں آپ کی تحقیق کے ساتھ دارالسلام کی بہت سی کتب شائع ہوئیں۔

حافظ زبیر علی زئی دارالسلام سے منسلک ہو گئے۔ اب ان کا مکتبہ قدوسیہ آنا جانا بھی خاصا بڑھ گیا تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے آتے اور بیٹھ جاتے۔ ظاہر ہے مکتبے پر کتابوں کی باتیں ہی ہوتیں یا اہل علم کے تذکرے ہوتے، لیکن ہمارے مزاج کے سبب محفل خشک نہ رہتی۔ خشک مزاج تو وہ بھی نہ تھے، لیکن نسبتاً سنجیدہ ضرور تھے۔ بہت زیادہ مذاق پسند نہ کرتے، جبکہ ہماری محفل اس کے برعکس رہتی۔ سوان کے آنے کا ہم اتنا احترام ضرور کرتے کہ اس پر مزاح مجلس کو کچھ سنجیدہ کر لیتے، لیکن ایسا بالکل نہ تھا کہ اب بالکل ہی خشک ماحول ہو جاتا۔ آخر انھیں بھی ہمارے مزاج کے آگے ہتھیار ڈالنا پڑتے۔

یہاں ایک دلچسپ واقعہ یاد آ رہا ہے جو اسی مجلّے میں آپ عمر فاروق قدوسی کے مضمون میں تفصیل سے پڑھ سکیں

گے کہ کس طرح وہ رات کو ہمارے گھر ٹھہرے اور ساتھ میں مولانا محمد حسین ظاہری بھی تھے، مجلس اپنے رنگ پر تھی۔ ظاہری صاحب ہمارے مزاج آشنا اور ہم ان کے۔ حافظ زبیر علی زئی پریشان ہوئے اور صبح بتائے بغیر نکل لیے۔ بعد میں انہیں احساس ہوا کہ کچھ غلط ہوگیا، لیکن اس کے بعد یہ ضرور ہے کہ انھیں اندازہ ہوگیا کہ ہماری مجلس میں ضرورت سے زیادہ سنجیدگی ایک ممنوعہ شے ہے اور پھر آپ بھی اس رنگ میں رنگ گئے اب وہ مکتبہ قدوسیہ آتے اور کھل کر ہنستے بولتے۔

ایک روز مکتبہ قدوسیہ تشریف لائے۔ کچھ دیر نشست ہوئی، پھر میں ان کو لے کر اپنے دفتر کی طرف چل پڑا۔ میں ان کے ساتھ ساتھ سیڑھیاں چڑھ رہا تھا اور بولے جارہا تھا۔ وہ تھے کہ ہمیشہ کی مسکان لبوں پر لیے میری باتوں کا جواب دے رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا: مکتبہ قدوسیہ نے اردو زبان میں پہلی بار تفسیر ابن کثیر کمپیوٹر کی کمپوزنگ کے ساتھ شائع کی تھی۔ اب یہ جی چاہ رہا ہے کہ اس تفسیر کو ازسرنو اس طرح شائع کیا جائے کہ اس میں تحقیق اور تخریج بھی شامل کردی جائے۔

حافظ زبیر علی زئی اس کی تائید کررہے تھے، لیکن اس حوصلہ افزائی کے ساتھ انہوں نے کمال مہربانی یہ فرمائی کہ اپنے ساتھ آنے والے نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''ان کو جانتے ہیں؟ یہ نصیر احمد کاشف ہیں اور آپ کے کام کے بندے ہیں۔''

میری نگاہوں میں سوال دیکھ کر بولے کہ

''نصیر احمد کاشف نے آپ کے طبع شدہ نسخے پر بہت کام کررکھا ہے۔''

میں نے نصیر احمد کاشف سے کام کی تفصیل پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ''تفسیر ابن کثیر میں تفسیر کے دوران میں امام ابن کثیر جہاں بھی کوئی قرآنی آیت ذکر کرتے ہیں، میں نے اس کا حوالہ لکھ دیا ہے اور یوں قرآنی آیات کی مکمل تخریج ہوچکی ہے۔''

یقیناً یہ ایک اچھا آغاز اور ایک اچھا شگون تھا۔ میں نصیر احمد کاشف کے سر ہوگیا۔ ان کی رہائش راولپنڈی میں تھی۔ میرا اصرار تھا کہ ابھی سفر کو نکل جائیں اور تفسیر ابن کثیر کا وہ نسخہ لے کر آئیں۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی تائید اور میرے اصرار کے سبب وہ راولپنڈی کو روانہ ہوگئے اور شاید اگلے روز ہی تفسیر ابن کثیر کا اپنا نسخہ لے کر آگئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب اردو دان حلقے میں تخریج وتحقیق کے کام کا ابھی مطالبہ کم ہی تھا، بلکہ ایک دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ شاید تفسیر ابن کثیر کے عربی نسخوں میں بھی تخریج وتحقیق کا کام شاید نہیں آیا تھا۔ صرف ایک نسخہ جو غالباً ترکی سے شائع ہوا تھا اس میں قرآنی آیات کی تخریج کا کچھ اہتمام تھا۔ میں نے وہ حاصل کیا، لیکن برادر نصیر احمد کاشف کا کام زیادہ بہتر اور جامع تھا۔

اب میں شیخ زبیر علی زئی کے سر ہولیا کہ نصیر احمد کاشف سے کہیں کہ مجھے تفسیر میں موجود احادیث کی تخریج بھی کرکے دیں۔ یہ نسبتاً مشکل بلکہ خاصا مشکل کام تھا، لیکن شیخ زبیر علی زئی کی دلچسپی سے یہ کام ممکن ہوگیا۔ انہوں نے نصیر احمد کاشف کو یہ کام کرنے کا کہا اور یوں یہ تحقیق وتخریج شروع ہوگئی۔

یہ تمام کام ہم نے عربی نسخے پر کیا اور بعد میں اس کو اردو ترجمے پر منتقل کروالیا۔ مقصد یہ تھا کہ عربی نسخہ بھی بعد

ازاں شائع کیا جائے۔ محنت شاقہ کے بعد تفسیر ابن کثیر کی تخریج مکمل ہوچکی تھی۔ اگلے مرحلے میں، مَیں نے محترم شیخ ابوالحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ سے درخواست کی کہ آپ اپنی نگرانی میں ان تخریج شدہ احادیث پر حکم لگوادیں، یعنی صحیح اور ضعیف کی نشاندہی کروادی جائے۔ انہوں نے برادر عزیز مبشر حسین لاہوری کے ذمے یہ کام لگا دیا اور اپنی نگرانی میں اپنے ادارے میں یہ کام مکمل کروایا۔

یہ کام بظاہر بہت آسان لگتا ہے، لیکن ایسا آسان نہیں تھا، مشکل ترین کام خشت اول کا رکھنا ہی ہوتا ہے۔ اس کے لیے مضبوط ارادہ مطلوبہ وسائل اور ہمت مردانہ چاہیے ہوتی ہے۔

اب تو اس طرح کے کام بہت آسان ہوگئے ہیں۔ کمپیوٹر اور مکتبہ شاملہ کی مدد شامل حال رہتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بہت سی کتب جواب عربی میں تخریج اور تحقیق کے ساتھ شائع ہوتی ہیں۔ بس ان کو نقل کرنا اور اردو قالب میں ڈھالنا ہوتا ہے جو ظاہر ہے بہت آسان کام ہے اور اس میں دماغ سوزی ہوتی ہے اور نہ بہت زیادہ محنت۔

تفسیر ابن کثیر میں بیشتر احادیث کے معاملے میں شیخ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیق پر اکتفا کیا گیا، البتہ مسند احمد بن حنبل پر شیخ البانی رحمہ اللہ کا کام موجود نہ تھا تو الشیخ شعیب ارناؤط کے کام کو پیش نگاہ رکھا گیا، لیکن بعض روایات ایسی تھیں کہ جن میں ان بزرگوں کے کام پر نظر ثانی کی ضرورت تھی۔ اس لیے ہم نے پھر شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے رابطہ کیا۔

ان کی پیار بھری مسکراہٹ ان کے مزاج کا حصہ بن چکی تھی۔ کم از کم میرے لیے تو ان کا معاملہ ہمیشہ بڑے بھائی والا رہا۔ شفقتوں کا سلسلہ، محبتوں کی نرم نرم رم جھم پھوار مجھے ہمیشہ سیراب کرتی رہی۔ سو اس بار بھی ایسا ہی تھا۔ انہوں نے اس کام میں مکمل تعاون کیا۔ جن جن احایث پر ہمیں ان کی رائے اور تحقیق کی ضرورت تھی انہوں نے وہ کام کردیا۔ سو کسی بھی زبان میں تفسیر ابن کثیر کا تحقیق وتخریج کے ساتھ پہلا نسخہ تیار تھا۔

اصل میں کچھ معاملے بندے کے مقدر میں ہوتے ہیں، ان کا ہونا طے ہوچکا ہوتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا کہ کب اور کیسے ہونا ہے۔ مکتبہ قدوسیہ سے نکل کے ساتھ والی عمارت کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے میں مسلسل باتیں کر رہا تھا۔ میرا ان سے عجیب سا رشتہ تھا کہ لفظوں میں لکھنا ایسا آسان نہیں ہے، اور نہیں معلوم کب یہ رشتہ طے ہوا، کب اسے محبت کی کھیتی ملی، بلند ہوگیا، لیکن کچھ ایسا ضرور تھا کہ جو ہٹ کے تھا۔ وہ جب میرے پاس آتے تو میں بولتا ہی چلا جاتا بہت سی باتیں ہوتیں اور کہے جاتا اور وہ بیشتر وقت مسکراتے اور میری باتوں پر ہنستے رہتے۔ خیر مسکراہٹ تو ان کی ذات کا حصہ تھی۔ ممکن ہے کہ کوئی اس بات کو مبالغے پر محمول کرے کیوں کہ ان کا ظاہری تاثر بہت سنجیدہ اور شاید تھوڑا تھوڑا غصے والے آدمی کا رہا ہوگا۔ ہوگا...... ایسا ہوگا لوگوں کی نظر میں، ہم نے تو انھیں بہت مہربان، مسکرانے والا پایا۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بندے کا عمومی تاثر اس کی ذات سے مختلف ہوتا ہے۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی ذات کا تاثر ان کے رعب کے سبب اور دبدبے کی وجہ سے ایسا ہی تھا کہ جیسے بہت غصے والے ہوں گے، لیکن حقیقت اس کے برعکس تھی۔ مزاج کے اتنے ہی نرم بہت محبت کرنے

والے، اپنے کارکنان کے لیے بے انتہا شفقت اپنے دل میں رکھے ہوئے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا معاملہ بھی یہی تھا۔ اصل میں ہوتا یہ ہے کہ انسان اپنے عقائد کے دفاع کے لیے ہمہ وقت کمر بستہ ہوتا ہے۔ باطل بات اور غلط دلیل کو برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کی یہ مستعدی بسا اوقات تاثر چھوڑ دیتی ہے کہ شاید مزاج میں تلخی ہوگی حالانکہ:

''یہ بندہ دو عالم سے خفا تیرے لیے ہے۔''

ویسے حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ مزاج کی تلخی نہیں ہوتی، بلکہ اللہ کے دین کی غیرت ہوتی ہے اور حافظ زبیر علی زئی میں یہ غیرت بہت زیادہ تھی۔ جب علم، فہم اور شعور حاصل ہوجاتا ہے تب یہ غیرت مزید بڑھ جاتی ہے۔ لیکن جب وہ علم کی وادیوں کے شناور نہ بنے تھے تب بھی ان کا معاملہ ایسا ہی تھا۔ ان کے علاقے حضرو اور اٹک کے بہت سے لوگ بحری جہازوں پر ملازمت کو جاتے تھے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک علاقے کے لوگ کوئی ذریعہ معاش اختیار کرتے ہیں تو ''دیکھا دیکھی'' اس علاقے کے دیگر لوگ بھی اس راہ پر چل پڑتے ہیں۔

ابتدائی جوانی میں حافظ زبیر علی زئی تلاش معاش کے لیے اس راہ نکل گئے اور ایک بحری جہاز پر ملازم ہوگئے۔ اس طرح کی ملازمت کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بندے کو دنیا دیکھنے کا موقع مل جاتا اور دیگر تہذیبوں سے بھی آشنائی ہوتی ہے۔ انسان کے معاشرتی علم میں اضافہ اور شعور کی نگاہ میں وسعت آتی ہے۔ ان سفروں میں ہمارے محترم شیخ نے یونانی زبان بھی سیکھ لی۔ ان کی ذہانت کے سبب یہ بات تو سمجھ آتی ہے کہ انہوں نے یہ زبان بہت کم مدت میں سیکھی ہوگی۔

ایک روز جہاز کے عرشے پر بیٹھے تھے کہ کسی اطالوی ملاح نے اپنی زبان میں خدا کو برا کہا۔ حافظ زبیر علی زئی کا موقف تھا کہ اللہ کہا جائے، گاڈ (God) یا خدا۔ جب مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو تکریم بھی ہر لفظ کے ساتھ کرنا ہوگی۔ آپ کی غیرت اللہ تعالیٰ سے متعلق یونانی زبان میں بھی توہین برداشت نہ کرسکی اور آپ اس ملاح سے الجھ پڑے۔ بات زبانی تکرار سے نکل کر دو بدو لڑائی تک جا پہنچی۔ اس دوران میں جہاز کے کپتان کو خبر ہوئی تو وہ بھاگا اور آ کر اس لڑائی کو ختم کروایا۔ اس واقعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ابتداء سے ہی بہت دینی غیرت کے حامل تھے۔ سو یہی غیرت حصول تعلیم کے بعد بھی آپ کے شامل حال رہی۔ غیرت کے اس مظاہرے کو عموماً لوگ مزاج کی تلخی پر محمول کرتے ہیں جو کہ درست نہیں ع

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا ''میرے'' لیے ہے

مزاج کہاں کا تلخ تھا ذاتی زندگی میں انتہائی با اخلاق آدمی تھے۔ کوئی مہمان آتا یا سوال کرنے والا تو اس سے انتہائی عزت سے پیش آتے۔ حافظ ندیم ظہیر نے یہ واقعہ بیان کیا کہ معروف دیوبندی عالم حبیب اللہ ڈیروی ان کی لائبریری کو دیکھنے کے لیے تشریف لائے۔ حبیب اللہ ڈیروی مولانا سرفراز صفدر کے شاگرد تھے اور اہل حدیث کے باب میں ان کے ہاں خاصی سختی پائی جاتی تھی۔ ان کی آمد کی خبر ملتے ہی حافظ زبیر علی زئی ان کے استقبال کو نکلے۔ بہت اچھے طریقے سے پیش آئے۔ مہمان کا جو اکرام ہوتا ہے اس کا مکمل اہتمام کیا اور اپنی لائبریری کے دروازے کھول دیے۔ باہم گفت وشنید ہوئی۔ حبیب اللہ ڈیروی بتانے لگے کہ وہ حافظ زبیر علی زئی کی کتاب ''نور العینین'' کا جواب لکھ رہے

ہیں۔اس پر حافظ زبیر علی زئی نے ان سے کہا: جواب لکھنے میں ان کی اس کتاب کا تازہ نسخہ پیش نگاہ رکھا جائے۔کیونکہ انھوں نے اپنی بعض تحقیقات سے رجوع کیا ہے مگر یہ دلچسپ بات ہے کہ جب ڈیروی صاحب نے جواب لکھا تو حافظ زبیر صاحب کی اس بات کا احترام نہ کیا، حالانکہ یہ حافظ زبیر علی زئی کا حق تھا اور علمی دیانت کا تقاضا بھی۔

اصل میں لوگ رواداری کا غلط مفہوم لیتے ہیں اور جو اس خود ساختہ معیار پر پورا نہ اترے اس پر عدم رواداری کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔تسلیم! کہ حافظ زبیر علی زئی اپنی تحریر اور تقریر میں اس درجہ نرمی کا مظاہرہ نہ کر سکے جس کی لوگ ان سے توقع کرتے تھے، لیکن کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ انھوں نے دوسرے مسالک کے بزرگوں پر تنقید میں ان پر بے جا الزامات عائد کیے ہوں یا ان کے بارے میں بدزبانی کی ہو؟؟ حافظ زبیر علی زئی کی تنقید بلا شبہ سخت ہوتی تھی، لیکن کبھی اخلاق کی حدود وقیود سے باہر نہ ہوتی تھی۔

ویسے بھی وہ میدان مناظرہ کے آدمی تھے اور مناظر ایک حد سے زیادہ نرمی پر اتر آئے تو کم از کم مناظرہ کبھی نہیں جیت سکتا۔ ذاتی زندگی میں وہ اپنے ہم مسلک افراد، شاگردوں اور غیر مسلک کے عوام وخواص کے لیے انتہائی بااخلاق آدمی تھے۔

اپنے شاگردوں سے ان کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے کھانے اور ذاتی ضروریات تک کا خیال رکھتے۔اگر کبھی ان کے ادارے میں کھانا بننے میں تاخیر ہوجاتی تو گھر کو بھاگے جاتے اور گھر میں جو کھانا موجود ہوتا لے کر آجاتے اور سب کے سامنے رکھ کر انہیں کھانے کی دعوت دیتے۔ طوالتِ مضمون کا خوف ہے، لیکن مختصراً اس سے متعلقہ کچھ باتیں عرض کرتا ہوں۔

حافظ زبیر علی زئی کا یہ عمل شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے عین نقش قدم پہ رکھا ہوا قدم تھا کہ حضرت میاں صاحب مدرسے کے طالب علموں کے لیے خود گھر سے کھانا اٹھائے چلے آرہے ہوتے اور انھیں اس بات کی کوئی پروا نہ ہوتی کہ ان کا منصب اس سے بلند تر ہے۔ابھی کل کی بات ہے کہ اپنی زندگی کے آخری برس علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے نماز عید میں قربانی کی کھالیں اکٹھی کرنے کا اعلان کیا، چونکہ اس کے لیے کوئی باضابطہ پلاننگ نہیں کی گئی تھی تو کھڑے کھڑے انھوں نے پوچھا کہ مرکز لارنس روڈ پر آج عید کے دن کون اس کام کے لیے بیٹھے گا۔اب عید کا دن اور لڑکپن کی عمر، لیکن میں نے اور دو دوستوں نے عرض کی: ''علامہ صاحب ہم بیٹھیں گے۔'' ہم کھالیں جمع کرنے کے لیے ادھر جا کر بیٹھ گئے۔آج اس واقعے کو بتیس برس گزر گئے تب عید کے دن لارنس روڈ سنسان پڑا تھا۔ اس کے پاس کوئی ہوٹل تک نہ تھا اور بھوک کے مارے برا حال۔ابھی ہم سوچ رہے تھے کہ اس کا کیا علاج کیا جائے کہ علامہ صاحب اپنی گاڑی میں کھانے کا برتن لیے مسکراتے ہوئے اترے۔خود گاڑی چلا کر آئے، اترے تو ہاتھ میں کھانا پکڑا ہوا...... یہ ہوتے ہیں دلوں کے سوداگر۔

میری آنکھوں میں تب بھی پانی تھا اور آج لکھتے ہوئے بھی آنکھوں میں قوس قزح کے رنگ بکھر بکھر جا رہے ہیں اور اپنے کھانے کا قصہ سناتے ہوئے حافظ ندیم ظہیر کی بھیگی بھیگی آنکھیں مجھے نظر آرہی تھیں کہ جب شیخ زبیر علی زئی ان کے لیے کھانے اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔

شاگردوں کے لیے شیخ زبیر علی زئی بہت نرم گوشہ رکھتے، نہایت محبت سے پیش آتے ان کی ضروریات کا دھیان رکھتے، ان کی خوشی، غمی میں شریک ہوتے۔ دکھ درد بانٹتے، علمی اختلاف کو حوصلے کے ساتھ برداشت کرتے۔ ایک بار حافظ ندیم ظہیر کے ساتھ ایصال ثواب کے مسئلے پر بحث ہوگئی۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ایک قول کا حوالہ دے کر شیخ زبیر علی زئی نے ایصال ثواب کی اس بیان کردہ صورت کو جائز قرار دے دیا۔ حافظ ندیم ظہیر نے آپ سے اختلاف کیا۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک پروگرام میں جانا ہوا۔ حافظ ندیم ظہیر ساتھ تھے۔ شیخ زبیر علی زئی کسی جگہ بھی جاتے تو لوگ ان کے گرد اکٹھے ہوجاتے یا درس ہوتا تو بعد از درس سوال جواب کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔ اب اتفاق دیکھئے کہ ایک سوال ایصال ثواب کے بارے میں آ گیا تو آپ نے اپنا موقف بیان کردیا۔ دیکھا جائے تو یہ کافی تھا لیکن آپ نے اپنے شاگرد کی عزت افزائی کی، اس کو اہمیت دی اور جواب کے آخر میں کہا:

''بھائی! میرا تو یہ موقف ہے، لیکن حافظ ندیم ظہیر اس سے اختلاف کرتے ہیں اور یہ اس صورت کو جائز نہیں سمجھتے۔''

شاگرد کے ذکر سے یاد آیا کہ جب شروع شروع میں وہ مکتبہ قدوسیہ آتے تو بارہا ان کے منہ سے ایک جملہ سنا: ''فلاں نے فلاں کو پھکی دی'' شروع شروع میں تو مجھے یہ بات سمجھ نہ آئی۔ ایک روز ایک مشترکہ دوست سے یا شاید ان سے بھی پوچھا کہ آخر یہ پھکی کیا ہوتی ہے؟ جو آپ ہر وقت کھلاتے رہتے ہیں۔ وضاحت پر لطف تھی، یعنی فلاں بندہ کسی سبب شرمندہ ہوا، لیکن دلچسپ قصہ اس روز ہوا کہ کسی واقعے کے سبب نصیر احمد کاشف نے کچھ شوخ ہوکر کہہ دیا کہ ''شیخ صاحب یہ تو پھر آپ کے لیے پھکی ہوگئی''

بندے کا مزاج ہمیشہ یکساں نہیں رہتا اور نہ تحمل ہر وقت ایک سا۔ حافظ زبیر علی زئی اس روز ناراض ہوگئے اور بہت دن تک کیفیت یہ رہی کہ نصیر احمد سے بس کام کی بات کرتے اور قدرے گھٹے گھٹے رہتے۔ ایک روز ایک درخت کے نیچے چار پائی ڈالے آرام کررہے تھے، پاس بہت سے شاگرد موجود۔ آپ موت کی باتیں کرنے لگے۔ نصیر احمد کاشف نے پاس سے کہا:

''شیخ صاحب ہماری تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری عمر بھی آپ کو لگا دے۔''

بس دل کا موسم بدل گیا، چار پائی سے اٹھے اور نصیر احمد کو گلے سے لگا لیا۔

حافظ زبیر علی زئی اپنے شاگردوں کی ضروریات کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ اگر وہ چھٹی پر گھر جاتے تو جاتے وقت ان کی جیب میں پیسے ڈال دیتے کہ خرچ کے لیے رکھ لینا۔ حافظ ندیم ظہیر کی والدہ بیمار ہوئیں تو حضرو سے اسلام آباد ہسپتال میں تیمارداری کے لیے آ گئے اور چلتے وقت ان کی جیب میں پانچ ہزار روپے ڈال دیے کہ ہسپتال میں بہت خرچ ہوتا ہے۔ ایک ہفتے بعد ہی حافظ ندیم ظہیر کی والدہ کی وفات ہوگئی تو دوبارہ دوسرے شاگردوں سے گاڑی بھر کے جنازے کے لیے گوجرانوالہ آئے۔

مجھے نابینا محدث وزیر آبادی شیخ پنجاب مولانا عبد المنان وزیر آبادی یاد آ گئے کہ نابینا تھے اور دلی میں حبش خان کے پھاٹک میں قائم مدرسے میں جا کر میاں نذیر حسین رحمہ اللہ کے ہاں داخل ہوگئے۔ ایک روز بارش تھی اور بیت الخلاء جانا تھا۔ نابینا طالب علم برستی برسات میں دیواروں کو ٹٹولتا اور راستہ

کھوجتا بیت الخلاء کو چلا۔ نابینا ہیں اور بارش بھی لیکن یہی دو مصیبتیں تو نہ تھیں کہ سدِراہ ہوتیں۔ آگے ایک بیل بھی راہ روکے بیٹھا تھا۔عبدالمنان پریشان کھڑے ہیں کہ اتنے میں ایک مہربان ہاتھ آگے بڑھا اور تھام لیا۔دل میں کلمہ شکر کہہ کر بیت الخلاء کو چل دیے۔راہبر تب تک باہر کھڑا رہا جب تک فارغ نہ ہو لیے۔واپسی پر وہی مہربان ہاتھ تھا اور سہولت سے حافظ عبد المنان اپنے بستر آن پہنچے۔ ساتھی نے پوچھا: ''عبدالمنان! جانتے ہو یہ مہربان ہاتھ کس کا تھا؟''

''میں کیا جانوں؟ عبدالمنان نے سادگی سے جواب دیا۔

''عبد المنان یہ شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی تھے۔ جو آپ کو بیت الخلاء تک لے کر گئے اور واپس چھوڑنے آئے۔مہربان اور شفیق استاد بھلا باپ سے کم ہوتے ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی سے جو برسوں پہلے ملاقات ہوئی تھی اس نے ہمارے مابین ایک گہرا اور دلی تعلق قائم کر دیا۔وہ ہم سے محبت کرتے اور ہم ان کا احترام کرتے۔ان کی محبت کا ایک سبب تو ان کی ہمارے والدمحترم سے محبت تھی جس کا وہ کھلا اظہار کرتے اور دوسرا سبب شاید وہ واقعہ جو آپ اس مضمون کے شروع میں پڑھ چکے ہیں کہ ان کا خیال تھا کہ میں نے کتاب کے ترجمے کے جھگڑے میں ان کی بہت عزت کی تھی جب وہ قضیّہ لے کر میرے پاس آئے تھے۔

بہت زیادہ محبت میں بھی کبھی ایسے موڑ آجاتے ہیں کہ راستہ کٹھن اور پُرصعوبت ہوجاتا ہے۔ ایک روز مجلّہ ''الحدیث'' ملا تو اس میں ان کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا۔اس کو پڑھ کر مجھے بہت غصہ آیا۔اعلان کا مفہوم کچھ اس طرح تھا کہ ان کی طرف سے صرف وہی کتب معتبر ہیں جسے مکتبہ الحدیث حضرو شائع کرے گا یا مکتبہ اسلامیہ کی طرف سے شائع کی جائیں گی یا یہ کہ صرف وہ کتب جن کے آخر میں ان کے دستخط ثبت ہوں گے۔بات صرف یہاں تک رہ جاتی تو گوارا تھی، لیکن اس اعلان کے بعد کچھ کتب کی فہرست بھی دی گئی تھی جس میں مکتبہ قدوسیہ کی دو کتابیں بھی شامل تھیں۔ ایک تفسیر ابن کثیر اور دوسری ''عبادات میں بدعات''۔ اعلان پڑھ کر مجھے بہت غصہ آیا۔غصے میں زیادہ تاثر افسوس کا تھا کہ لوگ کیا جانیں گے کہ میں نے حافظ زبیر علی زئی کا نام غلط طور پر شامل کر لیا تھا!! یعنی مجھے کاروباری معاملے کی ایسی پروانہ تھی، لیکن اپنی ساکھ کی بہت پروا تھی۔ممکن تھا غصے میں ان کو فون کرتا مگر ناراضی کے سبب رک گیا۔

محبت کے رشتوں میں ناراضی ایسی ہی ہوتی ہے کہ انسان کچھ کہہ بھی نہیں پاتا۔ بہت دن رکا رہا، پھر ایک دن بیٹھے بیٹھے دل میں غبار اٹھا تو انھیں فون ملا دیا۔ان کے اعلان کو کئی ماہ گزر چکے تھے، میں بات کرنے سے رکا رہا۔ آج جب بات کی تو میں نے ادب و احترام کے دائرے میں رہتے ہوئے سب کچھ کہہ دیا۔جو اعلان میں نے پڑھا وہ ان کے گوش گزار کیا اور اس کے بعد اپنا بھرپور احتجاج۔ممکن ہے وہ کچھ حیران بھی ہوئے کہ اتنے ماہ خاموش بیٹھا رہا اور آج ناراض ہو رہا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ میں نے ارادے کے تحت ان کو فون کیا بھی نہ تھا، بس ایک دم دل میں غبار اٹھا اور فون ملا دیا۔ میں جب سب کچھ کہہ چکا تو جواب میں ان کی آواز میں بھی شاید وہ ابدی اور ملکوتی حسن بھری مسکراہٹ اتر آئی۔ ہاں مجھے یقین ہے کہ میرے بولنے کے دوران میں وہ مسکراتے رہے ہوں گے وہ سفر میں تھے، ہنستے ہوئے کہنے لگے:

''مجھے لاہور آنے دیں۔ بیٹھ کر ساری بات بتاؤں گا کہ اس اعلان کے اسباب کیا ہوئے؟ اور ہاں آپ تفسیر ابن کثیر پر میرا نام لکھے رکھیں۔ سفر میں ہوں تفصیلی بات آ کر کروں گا، ناراض نہ ہوا کریں۔''

اک طلوع آفتاب دشت و چمن سحر سحر

یعنی عجیب بات تھی کہ میں غصے میں فون کر رہا تھا اور وہ ہنستے جارہے تھے۔ ویسے ہے نا زیادتی کی بات کہ بندہ غصہ بھی نہیں کرسکتا۔ میرے دل میں بھی بھلا ان کے لیے کیا شکوہ رہ جانا تھا؟ بس ایسے لگا جیسے کوئی گلے لگے ہوئے ہو میرے کان میں کچھ کہہ رہا ہے۔

''آپ میری تنہائی کی دعاؤں میں نام کے ساتھ شریک ہو۔''

ہاں یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ دارالسلام لاہور میں ہوتے تھے۔ ان دنوں ان کا اردو بازار آنا جانا خاصا تھا۔

میں نہیں جانتا اس وقت ان کے دل کی کیا کیفیت تھی۔ عصر کی گھڑی تھی ہم مکتبہ قدوسیہ پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ دنیا جہان کی باتیں۔ وقت کم ہوتا اور باتیں بہت زیادہ اس روز بھی ایسا ہی تھا۔ کچھ یہ بھی تھا کہ بہت دن بعد آئے تھے۔ رخصت ہونے لگے تو میرے گلے سے لگ گئے، پھر ہولے سے کان میں بولے:

''آپ میری تنہائی کی دعاؤں میں نام کے ساتھ شریک ہو۔''

آج جب بھیگی برسات آنکھوں سے یہ لکھ رہا ہوں اور آنسوؤں کے سبب لفظ قوسِ قزاح میں ڈھل رہے ہیں تو بار بار جانے کوئی کانوں میں سرگوشیاں کر رہا ہے کہ میں اس کی دعاؤں کا شریک ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں ان کی نظر میں ایسا معتبر اور اہم کیوں کر ہوگیا تھا، لیکن مجھے جاننے کی ضرورت بھی کیا ہے۔

بس کبھی کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کے دل و دماغ میں وہ پہلی باضابطہ ملاقات کوئی ایسا تاثر ضرور چھوڑ گئی تھی کہ وہ یوں شفقت کرتے تھے اور بھول بھی کیسے پاتے کہ ان کا حافظہ بھی تو بہت کمال کا۔

بہر حال مجھے جو شکوہ ان سے پیدا ہوا تحقیق احوال کے بعد وہ جاتا رہا۔ اصل میں وہ مناظرے کے میدان کے آدمی تھے اور ناقدین کی ہمہ وقت ان پر نظر رہتی تھی۔ دوسری طرف تحقیق ان کا میدان تھا اور بہت بار ایسا ہوتا کہ آپ اپنی تحقیق سے رجوع کر چکے ہوتے، لیکن مخالفین ان کی پرانی تحاریر کو پیش کر کے ہنگامہ بپا کیے رکھتے حتیٰ کہ ایک کتاب بھی شائع ہوئی ''زبیر علی زئی اپنی تحریر کے آئینے میں'' حافظ زبیر علی زئی کوئی پچھلے کمرے میں چھپ کر اپنی سابقہ تحریر سے رجوع نہیں کرتے تھے، بلکہ اپنے رسالے میں اس کی وضاحت کیا کرتے، لیکن مجرمانہ طور پر اس بات کو نظر انداز کیا جاتا۔ علمی دنیا میں اپنی سابقہ تحریر یا تحقیق کو ترک کرنا کسی طور پر باعثِ آزار و شرمندگی نہیں بلکہ یہ تو صاحبان علم کی عظمت کی نشانی ہے، لیکن ان کے ناقدین اس بظاہر ''تناقض'' کو ان کے خلاف بطور دلیل پیش کرتے اس پر آپ نے مجلّہ الحدیث میں مذکورہ اعلان شائع کروایا۔

حافظ زبیر علی زئی کس کمال کا حافظہ رکھتے تھے کہ آپ کو یہ بات سن کر حیرت ہوگی کہ قریب آٹھ سو صفحات کی آکسفورڈ انگریزی لغت ان کو زبانی یاد تھی۔ لغت یاد کرنا تو ایسا ضروری نہیں ہوتا، لیکن لڑکپن کے شوق ہوتے ہیں شاید

اس شوق کے سبب ہی وہ یہ کام کرگزرے۔ حافظے کی اس مضبوطی کا انہوں نے بہترین استعمال تب کیا جب وہ قرآن کریم حفظ کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ دل چاہا کہ قرآن حفظ کرلیا جائے تو قرآن پکڑا اور گھر میں گھس گئے۔ اب بس قرآن تھا اور حافظ صاحب۔ صبح و شام قرآن یاد کیا جارہا ہے۔ یوں زبیر علی زئی اب حافظ زبیر علی زئی تھے۔ آپ حیران ہوں گے انہوں نے محض چار ماہ کی مدت میں یہ قرآن یاد کیا۔

حافظے کی مضبوطی کی ایسی مثالیں ہمیں اسلاف میں تو جابجا ملتی ہیں، لیکن اس دورِ پرفتن میں اب کم کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ حافظے کی مضبوطی کے لیے کہا کرتے تھے کہ ''گناہ ترک کردیے جائیں۔'' ہم نے ماضی قریب میں ایسی بعض شخصیات کا مشاہدہ کیا یا ذکر سنا اور پڑھا کہ جن کے حافظے بہت کمال ہوتے ہیں۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کا محض ایک ماہ میں قرآن یاد کرنا معروف ہے۔ محدث زماں حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کے حافظے کی بابت بھی محیر العقول واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ میرے والد محترم جامعہ سلفیہ سے فارغ ہوکر مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے کہنے پر جب تدریس کے لیے گوجرانوالہ آئے تب انہوں نے ایک رمضان میں بائیس پارے یاد کرکے سنائے تھے۔ یہ بات انہوں نے مجھے خود بتائی کہ میں تمام دن لگا کے پارہ یاد کرتا اور رات تراویح میں سناتا۔ بائیس پارے یاد کرکے چھوڑ دیا۔ چند برس پہلے میرے تایازاد عبدالمجید شاکر نے بھی اس واقعہ کو یاد کرتے ہوئے بتایا کہ وہ ان دنوں ان کے ساتھ ہی گوجرانوالہ میں قیام پذیر تھے اور جب بائیس روز گزر گئے تو کہنے لگے: ''میں بہت تھک گیا ہوں۔''

میرے والد محترم اسماء الرجال اور حدیث کی تحقیق و تخریج میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ انتہائی متقی انسان تھے، بلکہ ان کے نام کے ساتھ قدوسی کے لاحقے کا سبب بھی یہی بنا کہ میاں محمد باقر رحمہ اللہ کے مدرسے میں ان کے استاد محترم مولانا محمد یعقوب ان کی نیکی اور تقویٰ کے سبب انھیں محبت سے قدوسی کہا کرتے تھے جسے آپ نے بعد ازاں اپنے نام کا حصہ بنالیا۔ ہمیں یہ لفظ ''قدوسی'' وراثت میں مل گیا اور بنا کوئی نیک عمل اب ہم بھی ''قدوسی'' ہیں۔ والد محترم کی شہادت کے بعد ایک بار مولانا محمد یعقوب کی دختر محترمہ ہمارے گھر تشریف لائیں تو انہوں نے بتایا کہ مولانا قدوسی کی جوانی کا یہ عالم تھا کہ غیر محرم خواتین کو آتے دیکھ کر منہ پر رومال رکھ لیا کرتے تھے۔ اس سبب مولانا یعقوب ان کو قدوسی کہنے لگے۔

ایک روز مجلس میں ان کے منہ سے گوجرانوالہ کے ایک مولانا کے بارے میں نکل گیا کہ وہ غیر ثقہ ہیں۔ میرا قہقہہ بلند ہوگیا اور کہا:

''حضرت! آپ کے حوالے سے یہ بات روایت کی جاسکتی ہے؟''

اس پر جلدی سے بولے: ''نہیں نہیں، بالکل بھی ایسا نہیں کرنا۔'' الحمد للہ! وہ دن اور آج کا دن میری زبان سے ان مولوی صاحب کا نام اس حوالے سے نہیں نکلا۔ اس مجلس میں ہی میں نے انھیں مزید ''چھیڑتے'' ہوئے پوچھا: مولانا عبدالخالق قدوسی آپ کے نزدیک ثقات میں سے ہیں؟ اس پر اپنی مخصوص ملکوتی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے بولے:

''وہ تو بہت متقی انسان تھے میری ان سے ایک ملاقات ہے اور ان کے تذکرے سنے ہیں، بہت ثقہ

آدمی تھے۔''

ایک دلچسپ قصہ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کے حوالے سے بھی سنتے جایئے۔ بعض افراد کا خیال تھا کہ علامہ شہید کے بارے میں حافظ زبیر علی زئی شاید کوئی مثبت نکتہ نظر نہ رکھتے ہوں اور ان کے خیال کا سبب یہ تھا کہ علامہ رحمہ اللہ کی داڑھی چھوٹی تھی لیکن وہاں تو منظر ہی الگ تھا کہ

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
سب ہی اس کی زلف کے اسیر ہوئے

ایک روز حافظ زبیر علی زئی کلاس میں پڑھا رہے تھے کہ ایک طالب علم نے، کہ جو علامہ رحمہ اللہ کا کچھ ناقد تھا، سوال پوچھا:

''آپ کا علامہ احسان الٰہی ظہیر کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

اس طالب علم کا خیال تھا کہ حافظ صاحب علامہ صاحب کے بارے میں کوئی منفی بات کریں گے اور مقصود اس کا اس سوال سے کلاس میں موجود دوسرے ساتھی حافظ ندیم ظہیر کو زچ کرنا تھا۔ حافظ ندیم ظہیر علامہ سے بہت محبت کرتے تھے اور جن کو علامہ سے محبت ہوتی ہے ان کا یہ مسئلہ بہرحال ہوتا ہے کہ پھر ان کا ذکر بھی کرتے رہتے ہیں اور کچھ ''مجبورِ محض'' اس بات سے بہت جلتے ہیں۔ اب حافظ زبیر علی زئی بولے: ''علامہ رحمہ اللہ ثقہ آدمی تھے، حافظ تھے۔''

اور اس کے بعد علامہ شہید کی بہت تعریف کی، اور ساتھ اپنا چشم دید واقعہ سنایا۔ حافظ زبیر علی زئی بتاتے ہیں اور ان سے حافظ ندیم ظہیر روایت کرتے ہیں:

''امام حرم مکی شیخ عبداللہ بن سبیّل پاکستان تشریف لائے تھے اور انہوں نے جامعہ اثریہ جہلم بھی آنا تھا۔ شیخ ابن سبیّل تقریر کر رہے تھے جبکہ علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی سٹیج پر تشریف فرما تھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ علامہ سٹیج پر مسلسل مصروف تھے۔ کبھی کسی سے بات کر رہے تھے اور کبھی کسی سے یعنی وہ مسلسل مصروف رہے۔ شیخ کی تقریر ختم ہوئی تو سٹیج سے اعلان ہوا کہ اب علامہ احسان الٰہی ظہیر امام کعبہ کی تقریر کا ترجمہ کریں گے۔'' حافظ زبیر علی زئی کہتے ہیں:

''میں بہت حیران تھا کہ یہ کس طرح ترجمہ کر پائیں گے کہ تقریر تو یہ سن ہی نہیں رہے تھے۔ میرے لیے مگر حیرت کی بات تھی کہ علامہ رحمہ اللہ نے بغیر کوئی نکات لکھے زبانی شیخ کی تقریر کا ترجمہ کیا اور چونکہ میں نے بہت توجہ سے تقریر سنی تھی سو حیرت اس بات کی تھی کہ علامہ رحمہ اللہ نے شیخ کی تقریر کا من وعن ترجمہ کیا۔''

حافظ زبیر علی زئی کی علامہ احسان الٰہی ظہیر سے محبت کا ایک اور واقعہ یہ تھا کہ آپ نے ایک بار اپنی بستی میں تبلیغی جلسہ کروایا۔ اس جلسے میں آپ نے علامہ شہید کے فرزند حافظ ابتسام الٰہی ظہیر کو مدعو کیا۔

بات حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے حافظے کی چل رہی تھی اور بہت دور نکل گئی۔ شیخ زبیر علی زئی کی ذہانت اور حافظے کے بارے میں تو کوئی دوسری رائے نہیں تھی، البتہ ایک واقعہ بہت دلچسپ ہے کہ جب آپ نے باقاعدہ درس نظامی کی سند حاصل کرنے کے لیے امتحان دینا چاہا تو مدرسے کی انتظامیہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ ہوا یوں کہ آپ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں آخری سال کے آخر میں شامل ہوئے۔ سالانہ امتحان کو ابھی تین ماہ باقی تھے۔ مدرسے کے منتظم تب شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ تھے اور مولانا اپنے مزاج کے آدمی تھے۔ بہت صائب الرائے اور صاحب

الرائے۔علامہ احسان الٰہی ظہیر بھی آپ کی رائے کا احترام کرتے ۔ انہوں نے آپ کو درس نظامی کے امتحان میں بٹھانے سے صاف انکار کردیا۔ جب کہ آپ کی صلاحیتوں اور ذہانت کے پیش نظر آپ کے استاد حضرت حافظ عبد المنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ نے آپ کوامتحان میں شامل کرنے پراصرار کیا۔اس انکارواصرار میں آپ کے استادان محترم کوکامیابی ہوئی اور مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مطالبے کوتسلیم کرلیا۔ جب امتحان کا نتیجہ آیا تو شیخ زبیرعلی زئی نے اول پوزیشن حاصل کی۔

شیخ زبیرعلی زئی نے اپنے استادوں کا صرف امتحانی نتیجے میں ہی مان نہیں رکھا آپ ان کا احترام بھی بہت کرتے تھے۔افسوس استاد کے احترام کا یہ رواج یا کلچراب کمزور ہوتا جارہا ہے۔حافظ زبیرعلی زئی کا عالم یہ ہوتا تھا کہ حضرت حافظ عبدالمنان نور پوری رحمۃ اللہ علیہ سے اگرکسی مسئلے میں اختلاف بھی ہوتا تو احترام سے سر جھکائے رکھتے۔حافظ عبدالمنان رحمۃ اللہ علیہ بھی مسکراتے ہوئے کہتے: ''تحقیق کی بابت تو آپ زیادہ جانتے ہیں لیکن مسئلہ اس طرح ہے۔'' اس پرحافظ زبیرعلی زئی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکالیتے اور اختلاف نہ کرتے۔

خود حافظ عبدالمنان نورپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے استادوں کا اس طرح احترام کرتے۔مولانا عبدالحمید ہزاروی آپ کے استاد تھے۔اب عام لوگ حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کے زیادہ چہرہ شناس تھے۔ اگرکسی مجلس میں استاد شاگرد اکٹھے ہوجاتے تو لوگ حافظ نور پوری کی طرف سوال جواب کے لیے لپکتے،لیکن حافظ صاحب کسی سوال کا جواب نہ دیتے اوراشارہ سے اپنے استاد محترم کی طرف توجہ مبذول کراتے کہ''ان سے پوچھیے۔'' یہ بھی ایک طرح کا اکرام واحترام تھا کہ استاد کی موجودگی میں جواب نہیں دینا۔

بہت برس گزرے میں شیخ مبشراحمد ربانی کے ہمراہ شیخ الحدیث مفتی عبیداللہ خان عفیف کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان دنوں ہم مکتبہ قدوسیہ کے زیراہتمام قرآن کریم کے حواشی ''توضیح القرآن'' پرکام کروانا چاہ رہے تھے۔اس کی نظرثانی کروانا مطلوب تھی۔ہم دونوں مفتیِ مکرم کے پاس گئے۔اب مفتی صاحب صرف خاندانی طور پر بلوچ نہیں ہیں، بلکہ اپنی مجلس میں گاہے اس کا عملی مظاہرہ بھی کرجاتے کہ آپ کسی بلوچ کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔اپنے فتاویٰ کے مسودے کا اس روزان کو یادآ گیا جومبشراحمد ربانی صاحب کے تساہل کا شکار تھا۔ اب مفتی صاحب غصے میں آ گئے اور حسب مزاج ''چھوٹے مفتی'' یعنی مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کی مزاج پرسی کردی۔ مجھے یاد ہے کہ مفتی صاحب بہت غصے میں بول رہے تھے اور مبشراحمد ربانی سر جھکائے سن رہے تھے کہ جیسے منہ میں زبان نہیں اور بدن میں دم نہیں۔

اہل علم کا اپنے اساتذہ کرام اور صاحبان علم کا احترام کرنا ہمیشہ سے ہی شیوہ رہا ہے۔ڈاکٹرفضل الٰہی حفظہ اللہ کہ تقویٰ میں ان کی کوئی مثال نہیں اور علم کے پہاڑ ہیں۔آپ اپنے برادر بزرگ علامہ احسان الٰہی ظہیر کی جوتیاں اٹھایا کرتے تھے۔ایک بار علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی والدہ محترمہ سے آ کے کہا بھی کہ''جب فضل الٰہی میری جوتیاں اٹھاتا ہے تو مجھے بہت شرم آتی ہے۔''

اور میں نے خود مرکز اہل حدیث لارنس روڈ پر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ کو بھاگ کر مولانا اسحاق بھٹی کی جوتیاں اٹھاتے دیکھا ہے،لیکن مولانا اسحاق بھٹی نے ڈاکٹر صاحب کی یہ

کوشش کامیاب نہ ہونے دی اور اپنے جوتے جلدی سے خود سنبھال لیے۔

ایک بار حافظ زبیر علی زئی سیالکوٹ مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ نے سنن ابن ماجہ کی ضخیم عربی شرح "انجاز الحاجہ" کے نام سے لکھی ہے جو الحمدللہ! ان کی زندگی میں مکتبہ قدوسیہ نے شائع کی تھی اور بارہ جلدوں میں مکمل ہوئی۔ حافظ زبیر علی زئی کا قد نسبتاً چھوٹا تھا جبکہ مولانا محمد علی جانباز قدرے دراز قامت تھے تو ملاقات کے وقت حافظ زبیر علی زئی نے مولانا کا ماتھا چومنے کی کوشش کی۔ اب اپنے پنجوں کے بل پہ کھڑے ہو کر بھی ان کے ماتھے تک نہ پہنچ سکے تو اس پر مولانا نے ان کی مشکل آسان کی اور خود جھک گئے، یوں یہ ''مشکل مرحلہ'' طے ہوا۔ اس طرح جب آپ اپنے استاد محترم حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ سے ملتے تو ان کا بھی یوں ہی اکرام و احترام کرتے اور محبت سے ان کا ماتھا چومتے۔

یہ مضمون میں اوپر درج کردہ سطور تک لکھ چکا تھا کہ آج ابھی نماز مغرب کے بعد ایک دعوت پر حافظ ندیم ظہیر سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے تذکرہ کیا کہ یہ مضمون لکھ چکا ہوں اور کل آپ کے حوالے کر دوں گا اور گفتگو کا رخ حافظ زبیر علی زئی کی طرف چل نکلا۔ بتانے لگے کہ حافظ زبیر علی زئی آپ دونوں بھائیوں سے بہت محبت رکھتے تھے۔ کہا کرتے کہ ''یہ قدوسی برادران صحیح معنوں میں غیور اہل حدیث ہیں'' اور ساتھ برادر عمر فاروق قدوسی کی کتاب کا تذکرہ کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی کی رائے بتانے لگے۔ شیخ زبیر علی زئی کا مزاج تھا کہ کسی کی کتاب پسند آتی تو ایک آدھ بار فون کر دیتے۔ پسند کرتے تعریف کرتے اور بات ختم۔ لیکن برادر عمر فاروق قدوسی کی کتاب ''کچھ مزید کرم فرمائیاں'' آپ کو بہت زیادہ پسند آئی تھی۔ کتنی ہی بار ایسا ہوا کہ کتاب پڑھی اور عمر فاروق قدوسی کو فون کر دیا کہ کمال کتاب لکھی ہے آپ نے۔ حافظ ندیم ظہیر تو یہ بھی بتا رہے تھے کہ انھیں عمر فاروق قدوسی کا سفر نامہ ''عروس البلاد بغداد میں'' بہت پسند تھا اور اس کی بہت تعریف کرتے تھے۔

ایک دلچسپ واقعہ یاد آ گیا ایک روز شام ڈھلے شیخ زبیر علی زئی مکتبہ قدوسیہ آئے۔ شام ڈھل رہی تھی اور ہمارے شیخ محترم کا چہرہ بھی کچھ اترا ہوا اور کچھ ناراض سے۔ کچھ دیر میں ذرا بہتر ہوئے تو غم کی وجہ بتانے لگے۔ آج ان سے دارالسلام کی انتظامیہ نے کہا تھا کہ آپ نے سنن اربعہ پر جو تحقیقی کام کیا ہے اس پر صرف آپ کا نام نہیں دیا جا سکتا بلکہ اس کام پر نظر ثانی کر کے اور مزید اضافے کر کے ایک لجنہ علمیہ یعنی علماء کی کمیٹی کو تحقیق کے طور پر شائع کیا جائے گا۔ ادارے کا مقصود تھا کہ چند معروف نام بھی ساتھ شامل کر دیے جائیں تاکہ کتاب کچھ ''بارعب'' ہو جائے اور مارکیٹنگ آسان ہو جائے۔ میں چونکہ خود بھی ایک ناشر ہوں، اس لیے دارالسلام کی مجبوری کو آسانی سے سمجھ سکتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ دارالسلام کے مدیر عبدالمالک مجاہد صاحب کو جہاں اللہ تعالیٰ نے بہت سے وسائل سے نوازا ہے وہیں اس سے بڑے دل سے بھی نوازا ہے۔ کتاب کی تیاری سے لے کر طباعت تک بہت کھلے دل سے پیسے خرچ کرتے ہیں اور بہت محنت سے مطلوبہ معیار حاصل کرتے ہیں اور یوں دارالسلام کے ماتھے پر بہت سے درخشندہ ستارے جھومر بن کر سجے ہیں۔ یوں زر کثیر خرچ کرنے

والے کچھ نہ کچھ تحفظات اگر رکھ بھی لیں تو اس میں کوئی اتنی عیب کی بات نہیں، لیکن جس نے تحقیق وتخلیق کی محنت کی ہوتی ہے اس کے لیے یہ بہت تکلیف دہ بات ہے اور حقیقت بھی یہی تھی کہ تب تک شیخ زبیر علی زئی علما میں تو معروف ہونا شروع ہو چکے تھے، لیکن عوام الناس ابھی ان کے مقام ومرتبہ اور علم کی گہرائی سے آگاہ نہیں ہوئے تھے۔ قصہ مختصر معمولی ردوکد کے بعد شیخ زبیر کی تحقیق کے ساتھ ہی یہ کتابیں شائع ہونا شروع ہوئی تھیں۔ اب تک سنن اربعہ کی طباعت کا کام مکمل ہوگیا۔ حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق کے ساتھ ساتھ محترم عبد المالک مجاہد کے عمدہ ذوقِ طباعت کے سبب بہترین کتب لوگوں کے لیے منظر عام پر آئیں۔ مجھے اس شام حافظ زبیر علی زئی کا بجھا بجھا چہرہ یاد آ رہا ہے اور ساتھ ان کے الفاظ تو ابھی بھی بے ساختہ ہنسی آ رہی ہے، انہوں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں: ''ابھی تمہیں کوئی جانتا نہیں'' اور اللہ کے فیصلے ہیں کہ پھر بہت جلد یہ عالم ہوا کہ برصغیر کے اردو دان حلقے میں بہت سے لوگ ان کی تحقیق شدہ کتب کو شیخ البانی کی کتب پر ترجیح دینے لگے۔

یہاں مجھے علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ جب انہوں نے الشیعہ والسنہ لکھی اور طباعت کا ارادہ کیا تو اس کے لیے دو صفحات کراچی کے ایک دیوبندی عالم دین سے لکھوانے کا ارادہ کیا۔ علامہ یہ ارادہ کر چکے تو ان کے ایک برادر اصغر نے پاس سے مشورہ دیا کہ آپ کی کتاب کو ان دو صفحات کی احتیاج نہیں۔ اس رائے کے سبب علامہ نے یہ ارادہ ترک کر دیا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ علامہ شہید کا نام چار دانگ عالم گونجا اور وہ ان ''ضرورتوں'' سے بہت آگے نکل گئے۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ یہ داستان عشق بہت طوالانی ہو رہی ہے۔

عبارت مختصر! قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے۔

گرمیاں رخصت ہو رہی تھیں اور موسم میں خنکی اتر رہی تھیں۔ راتیں ٹھنڈی ہو رہی تھیں اور سردیاں ہمیشہ اداس کر دینے والی ہوتی ہیں مگر یہ اداسی جیسے ٹھہر جانے کے لیے آئی تھی۔ سردیوں کی راتوں کے اداس تذکرے سے مجھے وہ دن یاد آ گئے کہ جب میرے والد محترم کو دنیا سے رخصت ہوئے کچھ ماہ ہو گئے تھے اور پہلی پہلی سردیاں آ رہی تھیں کہ ایک روز نہ جانے عثمان قدوسی اور ابوالحسن نے کہاں سے یہ پنجابی کے اشعار سن لیے اور مل کر پڑھنے لگے۔ بچے تھے انھیں معلوم ہی نہ تھا کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں:

باغاں چا لگیاں امبیاں
دن ہو گئے چھوٹے چھوٹے
راتاں ہو گیاں لمبیاں
اسی رہ گئے کلم کلے

میرے دوست باغوں میں آموں پر بُور آ گیا ہے۔ دن چھوٹے ہو گئے ہیں اور راتیں لمبی اور تمہارے رخصت ہونے سے ہم اکیلے رہ گئے ہیں۔

ایسے ہی اداس کرنے والی سردیوں کا آغاز تھا۔ یہ ۱۹ستمبر ۲۰۱۳ء کا دن تھا۔ ہمارے حافظ زبیر علی زئی بھلے چنگے تھے کہ بلڈ پریشر بڑھ گیا، ان دنوں آپ سرگودھا میں تھے۔ برین ہیمرج اور فالج کا حملہ تھا۔ آپ کی طبیعت کی خرابی کے پیش نظر فیصلہ ہوا کہ آپ کو کسی بڑے ہسپتال منتقل کیا جائے۔ دو تجاویز سامنے آئیں۔ ایک لاہور اور دوسری اسلام آباد کے بارے میں تھی۔ حضرو، اٹک کی قربت کے پیش نظر اسلام آباد جانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسلام آباد کے ہسپتال میں آپ کو

داخل کروادیا گیا۔ اس دوران کبھی آپ ہوش میں آ جاتے اور کبھی بے ہوش ہوتے۔

اس حالت میں بھی آپ کی دین کے لیے محبت اور غیرت کا یہ عالم تھا کہ ایک صاحب آپ کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ وہ صاحب پولیس میں ملازم تھے اور داڑھی نہیں رکھی ہوئی تھی۔ آپ نے آنکھیں کھولیں ان کی طرف شناسا نظروں سے دیکھا اور اشارے سے کہا کہ داڑھی کیوں کٹوائی ہے اس کو بڑھالیں۔ ان صاحب نے احترام وتسلیم سے سر جھکا لیا۔ جانے کس دل سے آپ نے ان کو یہ نصیحت کی تھی کہ چند روز بعد وہ صاحب دوبارہ آئے تو داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ ان صاحب نے آپ کو بتایا کہ داڑھی رکھ لی ہے۔ اس پر اس فالج زدہ حالت میں بھی آپ کے چہرے پر خوشی کے تاثرات نمایاں ہوگئے۔

اچھا آپ نے وہ واقعہ تو سن رکھا ہوگا جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو قاتل نے خنجر مارے اور آپ کا پیٹ کٹ گیا۔ اس کٹے جسم کے ساتھ آپ بمشکل ایک آدھ روز زندہ رہے اور اس حالت میں آپ کے پاس ایک نوجوان تیمارداری کو آیا۔ اس کا لباس ٹخنوں سے نیچے اتر رہا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس تکلیف کے عالم میں بھی اس غلطی کو نظر انداز نہیں کیا۔ ہمارے حافظ زبیر علی زئی نے بھی اپنی اس بیماری میں اس سنت فاروقی کو تازہ کیا اور ایمانی غیرت کا ثبوت دیا۔

حافظ زبیر علی زئی تقریباً پچاس دن ''امید وبیم'' کی کیفیت میں رہ کر ۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء کو رخصت ہوئے۔ مومن کے لیے دنیا قید خانہ ہوتا ہے۔ بندہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے گویا دکھوں کے دن کٹ جاتے ہیں۔ ساری تکلیفیں دور ہوجاتی ہیں، پچاس دن آپ نے بہت تکلیف کے کاٹے۔

فیض احمد فیض نے لکھا تھا:

درد اتنا تھا کہ اس رات دل وحشی نے
ہر رگ جاں سے الجھنا چاہا
ہر بن مو سے ٹپکنا چاہا
اور کہیں دور ترے صحن میں گویا
پتا پتا مرے افسردہ لہو میں دھل کر
حسن مہتاب سے آزردہ نظر آنے لگا
میرے ویرانۂ تن میں گویا
سارے دکھتے ہوئے ریشوں کی طنابیں کھل کر
سلسلہ وار پتا دینے لگیں
رخصت قافلۂ شوق کی تیاری کا
اور جب یاد کی بجھتی ہوئی شمعوں میں نظر آیا کہیں
ایک پل آخری لمحہ تری دل داری کا
درد اتنا تھا کہ اس سے بھی گزرنا چاہا
ہم نے چاہا بھی مگر دل نہ ٹھہرنا چاہا

البانی و غلیزئی رحمہما اللہ

مولانا عبدالصمد رفیقی حفظہ اللہ *

بچپن میں سنا کرتے تھے کہ فلاں آدمی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے بیرون ملک چلا گیا ہے، بعد میں پتا چلا کہ سب سے اعلیٰ تعلیم تو قرآن و حدیث کی تعلیم ہے جو نہ صرف دین و دنیا میں کام آتی ہے، بلکہ قبر و قیامت میں بھی کام آتی ہے، لیکن کیا اس تعلیم میں بھی عام اور اعلیٰ معیار پایا جاتا ہے؟ اس کا احساس اس وقت ہوا جب 1986ء میں جامعہ لاہور الاسلامیہ (رحمانیہ) کی طرف سے مجھے اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ میں داخلہ مل گیا۔ وللہ الحمد

وہاں جا کر معلوم ہوا کہ دینی نصاب کی جو خوبیاں پاکستان میں ہیں وہ سعودی عرب میں نہیں اور جو خوبیاں سعودی عرب میں ہیں وہ پاکستان میں نہیں، لیکن الحمدللہ رفتہ رفتہ اس تفاوت پر ایک حد تک قابو پالیا گیا ہے، کیونکہ متعدد پاکستانی تعلیمی اداروں نے اپنے ہاں درس نظامی، عصری نصاب اور سعودی یونیورسٹیوں کے اندازِ تعلیم میں مطابقت یا قربت پیدا کر لی ہے۔

بہر حال جب مدینہ یونیورسٹی میں راقم کو کلیۃ الحدیث الشریف (حدیث کالج) میں داخلہ ملا تو وہاں پتا چلا کہ تخریج الحدیث کیا ہوتی ہے؟ اس کے مراحل اور تقاضے کیا ہیں، یعنی: (ا) کسی حدیث شریف کی جملہ روایات کے بارے میں تحقیق کرنا کہ وہ حدیث کی کن کن کتابوں میں پائی جاتی ہے؟ (ب) اس کی سندیں کون سی ہیں؟ (ج) اگر ایک سے زیادہ سندیں ہیں تو کیا وہ مکمل طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں یا جزوی طور پر؟ (د) ان سندوں کے راوی کیسے ہیں؟ (ہ) اسی طرح ہر روایت کا متن ہو بہو ایک ہی ہے یا ان میں فرق ہے؟ (و) پھر یہ فرق معمولی ہے یا غیر معمولی؟ (ز) اور کیا اس حدیث شریف کی تمام روایات مقبول ہیں یا کوئی روایت مردود بھی ہے؟ (ح) کسی روایت کے تمام الفاظ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں یا کوئی لفظ یا جملہ ایسا بھی ہے جو آپ کا نہیں، بلکہ کسی امتی کا فرمایا ہوا ہے؟ (ط) محدثین نے کس روایت پر کیا حکم لگایا ہے؟ (ی) تم کس نتیجے پر پہنچے ہو یہ حدیث شریف مجموعی طور پر کس درجے (حکم) کی مستحق ہے وغیرہ، غرضیکہ ہمیں ممتاز اساتذہ کرام اپنی نگرانی میں خوب پریکٹس کراتے، ہماری راہنمائی اور تصحیح کرتے۔ ہم تخریج کی کلاس میں ہوتے تو کتابیں کھولتے، پڑھتے اور اپنی کاپیوں پر اقتباسات اور حوالے نقل کرتے۔ چھٹی ہوتی تو علامہ البانی رحمہ اللہ کی تالیفات کا مطالعہ کرتے۔

یونیورسٹی میں کتابوں کی سالانہ نمائش لگتی تو ہمیں اس کا انتظار رہتا۔ ماہانہ وظیفہ ملتا تو اس میں سے جو کچھ بچا کر رکھا ہوتا، پھر اس سے مختلف کتابیں خرید لیتے۔ ایک دفعہ ایک ہندی دوست سے پوچھا: آپ نے آج کیا کچھ خریدا ہے؟ کہنے لگے: میں نے البانیات (البانی رحمہ اللہ کی کتب) خریدی ہیں۔

البانی صاحب کے علاوہ بھی وہاں بڑے معروف و ممتاز علمائے کرام تھے۔ خصوصاً فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن

* فاضل مدینہ یونیورسٹی و ریسرچ فیلو دارالسلام لاہور

عبداللہ بن باز اور فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہما اللہ کے علم و فضل کا ہر طرف چرچا تھا۔ یونیورسٹی میں بھی ماشاء اللہ قابل ترین اساتذہ کرام تھے۔ تاہم ان تینوں میں سے فضیلۃ الشیخ ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا طرۂ امتیاز یہ تھا کہ انھوں نے اپنی علمی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ حدیث شریف کی تحقیق و تخریج میں گزارا تھا، اگرچہ قدیم محدثین نے بھی احادیث کی تحقیق و تخریج پر بڑا کام کیا، لیکن علامہ البانی رحمہ اللہ نے نہ صرف اس کام کو وسعت دی بلکہ اسے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید انداز میں پیش کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے حاسدین اور ناقدین پیدا ہوگئے اور یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ایسا ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ بہر حال تنقید اگر تعمیری ہو تو کوئی مضائقہ بھی نہیں اور بڑے آدمی بڑے حوصلے کے ساتھ اپنے خلاف ہونے والی تعمیری تنقید کو سنتے بھی ہیں اور قبول بھی کرتے ہیں۔ مگر ان کے ناقدین میں کچھ پی ایچ ڈی قسم کے سطحی محققین بھی شامل تھے جو تنقید تو کر لیتے مگر خود ہی پھنس جاتے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ اپنی کتابوں کے مقدمات میں مدلل انداز میں ان کی خوب خبر لیتے۔ میرے پیارے چچا جان ابو محمد عبدالسلام کیلانی رحمہ اللہ بھی امام البانی رحمہ اللہ کے فیض یافتگان میں سے تھے۔ شاگرد ہونے کے باوجود کہنے لگے: حدیثوں کی تحقیق و تخریج تو ٹھیک ہے مگر سنن اربعہ میں سے ہر کتاب کو صحیح اور ضعیف حصوں میں تقسیم کرنا صحیح نہیں۔ میں نے پوچھا: وہ کیوں؟ کہنے لگے: تحقیق و تخریج کے نتیجے میں جب بندہ کسی حدیث پر حکم لگاتا ہے تو وہ عموماً اجتہادی ہوتا ہے جس میں غلطی کا امکان ہوتا ہے، لیکن جب آپ (مثلاً) سنن ابوداود کی صحیح حدیثوں کو الگ اور ضعیف حدیثوں کو الگ کریں گے تو گویا یہ بالواسطہ طور پر اس بات پر اصرار ہے کہ جن حدیثوں کو میں نے صحیح کہہ دیا ہے یہ ضعیف ثابت نہیں ہو سکتیں اور جن کو ضعیف کہہ دیا ہے وہ اب ہمیشہ کے لیے ضعیف ہیں۔

بعد میں پتا چلا کہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق و تخریج کو صحیح اور ضعیف الگ الگ حصوں میں شائع کرنا ان کی ڈیمانڈ نہیں تھی، بلکہ ناشرانِ کرام کی مہربانیوں کا نتیجہ ہے۔ ورنہ البانی رحمہ اللہ کی تخریج اصل کتاب کی ترتیب کے مطابق مسلسل ہی تھی اور پھر البانی رحمہ اللہ اپنی غلطی واضح ہو جانے پر رجوع بھی کر لیتے تھے۔

ایک دفعہ مدینہ منورہ میں کسی گھر میں ان کا درس تھا، درس کے بعد سوال جواب ہوئے، لوگ مختلف احادیث کی تحقیق کے بارے میں ان سے سوالات پوچھ رہے تھے۔ کسی نے مسند احمد کی ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا تو فرمانے لگے: یہ حدیث فلاں سند سے مروی ہے اور مسند احمد میں اس سند سے مروی، ہر حدیث حسن ہے۔ ایک اور موقع پر رمضان المبارک میں مسجد نبوی کے اندر علامہ البانی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ میرے شیخ عبدالرحمٰن ضیاء (جو بعد میں جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے تھے) انھوں نے البانی رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ آپ نے سنن نسائی کے حوالے سے ایک حدیث شریف ذکر کی ہے جو مجھے سنن نسائی میں نہیں ملی۔ فرمانے لگے: آپ نے فلاں نسخہ دیکھا ہے؟ عرض کی: دیکھا ہے، لیکن نہیں ملی، فرمایا: پھر تمھیں یہ کرنا چاہیے کہ ''جب تک وہ کسی معتبر کتاب میں مل نہ جائے اسے بیان نہ کرو۔'' (مفہوم)

بہر حال 1989ء کو جب میں مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہوا تو میرے محترم والدین صاحبین کریمین

شفیقین رحمہ اللہ مظفر آباد، آزاد کشمیر میں مقیم تھے۔ مظفر آباد پہنچتے ہی پہلی صبح ہوئی تو میرے والد محترم مجھے مولانا محمد یونس اثری رحمہ اللہ (امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث آزاد کشمیر) کے گھر لے گئے۔ وہاں ہم ناشتے کے دستر خوان پر اکٹھے تھے۔ اسی دن یا اگلے دن میں ان کے زیر انتظام جامعہ محمدیہ مدینہ مارکیٹ مظفر آباد میں مسند تدریس پر بیٹھ گیا۔ خیر جب تک اللہ نے چاہا میں وہاں پڑھاتا رہا۔ وہاں سے لاہور میں واقع جامعہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ آیا اور کچھ عرصہ یہاں پڑھانے کے بعد دوبارہ مظفر آباد چلا گیا، لیکن اب کی بار تحریک المجاہدین جموں و کشمیر کے زیر انتظام چلنے والے مختلف اداروں میں تعلیم و تدریس کی ڈیوٹی پر فائز تھا۔ اس کے علاوہ مظفر آباد سے جاری ہونے والے ماہنامہ شہادت میں ذمہ داری سونپی گئی۔ خیر یہ سلسلہ غالباً 1994 تک چلتا رہا۔ 1994ء کو میں جامعہ مرآۃ القرآن والحدیث للبنات منڈی وار برٹن ضلع ننکانہ میں تعینات ہوگیا اور تاحال (2014ء) ادھر ہی ہوں۔

مظفر آباد میں قیام کے دوران میں متعدد بار پشاور جانے کا اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ بعض ساتھیوں کے ہمراہ جب پشاور پہنچا تو وہاں ہم ایک عرب عالم دین کے گھر گئے۔ پشاور ان دنوں افغانستان میں روسی جارحیت کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کے لیے جہادی میقات بنا ہوا تھا، خیر ایک کشادہ اور لمبے کمرے میں داخل ہوئے جس کی چاروں دیواروں پر لکڑی کی خوبصورت شلفیں لگی ہوئی تھیں۔ تمام شلفیں مختلف دینی کتب سے بھری تھیں۔ درمیان میں (کمرے کی چار دیواری سے مناسب فاصلہ رکھ کر) میزوں کی لائن تھی، ہم دروازے والی دیوار کے ساتھ لگی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ دیکھا کہ دور سامنے دائیں طرف کی میز پر کچھ کتابیں پڑی ہیں اور ایک عالم دین کھڑے ہو کر کام کر رہے ہیں، کبھی پیچھے شلفوں کی طرف مڑتے ہیں، کوئی کتاب نکالتے ہیں اور کبھی میز پر قدرے جھک کر کچھ لکھتے ہیں۔ وہ پوری یکسوئی کے ساتھ اپنے کام میں مگن تھے، میزبانوں میں سے کسی نے کہا: یہ شیخ زبیر علیزئی ہیں۔ جو فلاں شیخ کے اس مکتبے (عرب عالم دین کی اس لائبریری) میں احادیث کی تحقیق و تخریج کا کام کر رہے ہیں۔

تخریج کا نام سن کر میں چونکا۔ وہی تخریج جس کی ہم مدینہ یونیورسٹی میں مشق کرتے تھے؟ اسی لمحے شیخ زبیر علیزئی نے ہماری طرف دیکھا اور میں سوچ رہا تھا کہ جو شخص اس انہماک کے ساتھ تخریج الاحادیث کا کام کر رہا ہے یا تو بہت بڑا عالم دین ہے یا بن جائے گا اور پھر ایسے ہی ہوا زبیر صاحب یکے بعد دیگر بڑے بڑے مراحل عبور کرتے گئے اور آج دنیا انھیں محدث العصر کہتی ہے۔ ان سے ایک ملاقات حضرو میں ہوئی تھی، وہاں چند احباب کے ساتھ جانا نصیب ہوا، مسجد کے پاس گھر اور گھر میں لائبریری۔ سبحان اللہ پشاور والی لائبریری کی یاد تازہ ہوگئی۔ میں ان کی کتابوں میں کھو گیا، کون کون سی کتاب ہے کس سلیقے سے سجی ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا معمول مشن کی صورت اختیار کر چکا تھا اور وہ مشنری جذبے سے کام کرتے تھے۔ لاہور میں جب دارالسلام شروع ہوا تو وہاں ان کی کبھی اقامت اور کبھی آمد و رفت ہوتی، مجھے وار برٹن جامعہ مراۃ القرآن سے چھٹی ہوتی تو دارالسلام آجاتا۔ زیادہ چھٹیاں ہوتیں تو بھی دارالسلام لاہور میں گزرتیں۔

جن دنوں چھٹیوں میں دارالسلام میں رہ کر نماز نبوی پر

کام کررہا تھا شیخ زبیر علیزئی رحمہ اللہ بھی ادھر ہی تھے۔ میں نے غور کیا اکثر فارغ اوقات میں وہ جیبی قرآن مجید لے کر کبھی زبانی کبھی ناظرہ پڑھ رہے ہوتے، خصوصاً صبح کی سیر میں باہر نکل جاتے سڑک پار کر کے پارک میں چلے جاتے اور چلتے پھرتے تلاوت کررہے ہوتے، غالباً وہ انھی دنوں حفظ القرآن الکریم میں مصروف تھے۔ عشاء کے بعد جلدی سو جاتے، لائٹیں جلتی رہتیں افراد اپنے اپنے کاموں میں لگے رہتے اور شیخ زبیر رحمہ اللہ آنکھوں پر رومال لپیٹے نیند کی وادی میں پہنچ چکے ہوتے۔

ایک دفعہ غالباً شام کے بعد کہنے لگے: ''رفیق بھائی! آؤ آپ کو دودھ پلائیں۔'' اور اصرار کر کے مجھے پرانی انارکلی کے قریب ایک دکان پر لے گئے۔ آرڈر دیا، دودھ آگیا، ایسا دودھ میں نے زندگی میں پہلی دفعہ پیا تھا۔ پتا چلا کہ یہ ربڑی والا دودھ ہے اور اس کے بعد کئی بار اس دکان پر پہنچا اور دودھ سے لطف اندوز ہوا، کبھی اکیلے کبھی کسی ساتھی کے ساتھ۔

متعدد بار وہ ہمارے آبائی گاؤں چاندی کوٹ اور واربرٹن بھی آئے، جب بھی آتے خوب محفل جمتی۔ کبھی والد صاحب (محمد مسلم کیلانی) کے ساتھ، کبھی چچا جان محمد سلیم کیلانی کے ساتھ اور کبھی چچا جان عبدالسلام کیلانی رحمہ اللہ کے ساتھ۔ ان دنوں نماز نبوی پر کام ہورہا تھا، انھوں نے نماز نبوی کی احادیث کی تخریج و تحقیق کی، جبکہ میں نے حاشیہ آرائی کی، گویا ان حواشی میں کچھ سقم تھے، تاہم مجموعی طور پر یہ حواشی کسی بھی مسلک کے حامل مسلمان کو دعوتِ فکر دیتے تھے۔ شیخ حافظ ابوالطاہر زبیر علیزئی رحمہ اللہ نے کتاب کے حواشی پڑھے، کسی نکتے پر میری اصلاح کرتے تو پہلے فرماتے: ''رفیق صاحب! آپ کے لیے ایک پھکی ہے، دیکھیں'' پھکی، ان کا ایک قسم کا تکیہ کلام تھا اور پھر اصلاح فرماتے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ میں نے اپنا دفاع کیا اور وہ مان گئے اور بعض مقامات پر میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔

بعد میں کئی بار ایسے ہوا کہ میں نے ان سے ٹیلی فون پر بعض احادیث کی تحقیق پوچھی، ایک بار انھوں نے فون پر ہی فن مناظرہ کی بعض باریکیوں کو واضح کیا اور جب انھوں نے مجلّہ ''اشاعت الحدیث'' شروع کیا تو ایک دفعہ خیال آیا کہ آخر اس مجلّے کے اجرا کی کیا ضرورت پڑگئی۔ اُن کی تو کتب ہی وافر ہیں، لیکن جلد ہی معلوم ہوگیا کہ خود انھیں بھی اور جماعت کو بھی اس مجلّے کی بہر حال ضرورت ہے، اگرچہ بسا اوقات کسی نہ کسی مضمون سے اختلاف بھی ہو جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ مجموعی طور پر علمی لحاظ سے مجھے اس مجلّے سے بڑا فائدہ ہوا ہے۔

کبھی سوچتا ہوں کہ عصر حاضر میں احادیث نبویہ کی جدید انداز میں تحقیق و تخریج کے لیے البانی صاحب بھی کافی تھے، پھر حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ کے اس میدان میں آنے کی کیا حکمت ہے، پھر خیال آتا ہے کہ اس میں دو بڑی حکمتیں تھیں:

① اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جو وحی ہدایت کا علم عطا فرمایا تھا، وہ آج تک امت کے پاس موجود و میسر ہے اور یہ نبی کریم ﷺ کا ایسا معجزہ ہے جو پہلے کسی نبی کو نصیب نہیں ہوا۔ اس علم کی حفاظت کا تقاضا یہ تھا کہ اگر کوئی شخص اس علم شریف کی خدمت کے لیے تحقیق و تخریج اور توضیح و تعلیق کا راستہ اپناتا ہے تو ضروری ہے کہ اس پر چیک اینڈ بیلنس موجود ہو اور اس امت میں تو شروع ہی سے اللہ تعالیٰ کی سنت یہ چلی آرہی ہے کہ جس کسی نے بھی کوئی غیر معمولی کام کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر تعمیری تنقید کرنے والے بھی پیدا کر

دیے تاکہ واضح ہو جائے کہ کمال مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، پھر اگر کسی سے اجتہادی غلطی سرزد ہو تو وہ بھی سامنے آجائے تاکہ لوگ اس سے بچیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مجتہد کو اجر وثواب بہر صورت مل جاتا ہے۔ کتب ستہ کے مؤلفین نے بھی پہلے اپنا اپنا معیار مقرر کیا، پھر اس کے مطابق تدوین حدیث کا کام کیا، مگر ناقدین نے بھی تعمیری تنقید کا حق ادا کر دیا۔ جہاں خوبیوں کا برملا اعتراف کیا وہاں کمزوریوں کی بھی نشاندہی کی۔ یہ اسی تنقید ہی کے ثمرات ہیں کہ آج صحیح البخاری کو تمام کتب احادیث میں پہلا درجہ حاصل ہے، پھر صحیح مسلم کا نمبر آتا ہے۔ امام حاکم، امام ابن حبان اور امام ترمذی کا منہج قبول ورد کیا ہے؟ مستدرک حاکم کتنے فیصد علی شرط الشیخین ہے؟ ناقدین نے ان تمام باتوں کی وضاحت کی ہے۔ یہ اسی سنت الٰہیہ کا تسلسل ہے کہ اگر آج کے دور میں البانی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے منتخب کیا تو ساتھ ہی حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ کو بھی توفیق دے دی، پھر آپ کو ایسے محققین بھی مل جائیں گے جو حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ سے بھی اختلاف کرتے ہیں اور اگر ایسا اختلاف تعمیری مدلل اور نیک نیتی پر مشتمل ہو تو یہ من وجہ خوبی ہے عیب نہیں، بشرطیکہ تنقید کرنے والا خود بھی ہر لحاظ سے صاحب فن ہو۔

② عربوں میں فتنوں کی نوعیت اور طرح کی ہے اور پاک وہند میں فتنوں کی نوعیت ذرا مختلف ہے، گویا دونوں مقامات پر کتاب وسنت ہی منبع رشد و ہدایت ہیں، مگر مزاج اور استدلال کے پیچ وخم الگ الگ ہیں۔ ضروری تھا کہ تجدید کا کام دونوں علاقوں میں مقامی مزاج کے مطابق ہوتا کہ دونوں جگہوں پر خوب اچھی طرح پیغام ہدایت کی وضاحت اور فتنوں کی سرکوبی ہو۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے یہ کام دونوں سے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

ایک عوامی شبہے کا ازالہ

باقی یہ کہ جب کسی ایک حدیث شریف کی بابت یہ دونوں بزرگ مختلف فیصلہ صادر فرماتے ہیں تو عام قاری کو بڑی الجھن ہوتی ہے، بلکہ کئی لوگ برملا کہتے ہیں کہ کیا پہلے لوگوں کو معلوم نہ تھا کہ یہ حدیثیں ضعیف ہیں، صرف انھیں پتہ چلا ہے؟

عرض یہ ہے کہ فقہی میدان میں بھی تو یہی کچھ ہے، اس وقت امت محمدیہ کے پاس کئی فقہی ذخیرے ہیں، مثلاً: فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، ظاہری، زیدی، جعفری اور سب سے بڑھ کر فقہ المحدثین۔ کیا یہ سب حضرات ہر مسئلے پر متفق ہوتے ہیں؟ کیا ہر فقہ دوسری فقہ پر چیک اینڈ بیلنس کی حیثیت نہیں رکھتی؟ کیا ہر فقہ کا الگ الگ طرۂ امتیاز نہیں؟

اصل بات یہ ہے کہ بڑے علماء کے کچھ اصول ہوتے ہیں، وہ ان کی پابندی کرتے ہیں اور باقی علماء یہ چیک کرتے ہیں کہ اولاً اس عالم دین نے جو اصول اپنائے ہیں وہ کیسے ہیں؟ ثانیاً اس نے اپنے کام کے اندر اپنے ہی مقرر کیے ہوئے اصولوں اور ضابطوں کی پابندی کی ہے یا نہیں۔ اگر کی ہے تو کس حد تک اور اگر نہیں کر سکا تو کس حد تک۔

البانی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق وتخریج کے جو اصول وضوابط طے کیے وہ انھوں نے اپنی تالیفات کے مقدمات میں بیان کیے ہیں۔ اسی طرح حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ نے بھی اپنی تحقیق وتخریج کے لیے چند اصول مقرر کر کے ان کی پاسداری کی ہے، اگرچہ مجموعی طور پر محققین علمائے اصول کے مسلمہ اصولوں ہی کی پابندی اور پاسداری کرتے ہیں، لیکن اگر

ایک آدھ اصول بھی مختلف ہوگیا تو اسی حساب سے تحقیق کے نتائج بھی مختلف ہوں گے۔ فقہ میں بھی یہی کچھ ہے اور ادھر بھی یہی صورت حال ہے، البتہ عام آدمی کو الجھن سے بچانے کے لیے مناسب ہے کہ اختلافی باتیں تخریج کے ساتھ ہی (صرف) عربی زبان میں ہوں۔ اس سلسلے میں چند موٹی موٹی باتیں حاضر خدمت ہیں:

① اجتہاد کا مطلب ہے کہ ظن غالب کے ساتھ حق بات تک پہنچنے کی کوشش کرنا۔ یہ اجتہاد جس طرح فقہ کے مسائل میں ہوتا ہے اسی طرح احادیث کی تحقیق میں بھی ہوتا ہے۔ فقہ میں آپ کو تین قسم کے مسائل ملیں گے:

❁ وہ کام جو بالاتفاق کرنے چاہئیں۔

❁ وہ کام جو بالاتفاق نہیں کرنے چاہئیں۔

❁ وہ کام جنھیں کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں فقہائے امت کا اختلاف ہے۔ تاہم جو شخص اخلاص کے ساتھ تحقیق کرتا ہے وہ جلد کسی نتیجے تک پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح احادیث بھی آپ کو تین طرح کی ملیں گی۔

❁ وہ احادیث جو تمام محدثین کے نزدیک مقبول ہیں۔

❁ وہ احادیث جو تمام محدثین کے نزدیک مردود ہیں۔

❁ اور وہ احادیث جن کے قبول ورد (مقبول یا مردود ہونے) میں محدثین کرام کا اختلاف ہے اور جو شخص اخلاص کے ساتھ تحقیق کرتا ہے وہ جلد کسی نتیجے تک پہنچ جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں کہ ایک حدیث شریف ایسی ہے جسے البانی اور علیزئی رحمہما اللہ دونوں مقبول قرار دیں تو یقیناً آپ کو اس حدیث کی صحت کے بارے میں کافی اطمینان حاصل ہوگا۔ دوسری حدیث ایسی ہے جسے یہ دونوں بزرگ ضعیف اور مردود قرار دیتے ہیں تو یقیناً آپ اسے مردود ہی سمجھیں گے اور تیسری وہ حدیث ہے جس کی بابت ان دونوں کا اختلاف ہے، لیکن وہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہرگز نہیں ہوگی بلکہ مخلصانہ طور پر تحقیق کرنے سے آپ جلد کسی راجح رائے تک پہنچ جائیں گے۔

② یاد رہے کہ محدثین سے مراد وہی محدثین ہیں جو اہل علم کے ہاں تسلیم شدہ ہیں، ان میں تین خوبیاں لازماً ہوتی ہیں:

❁ فن پر مکمل عبور ہو۔

❁ احادیث نبوی سے دلی محبت ہو۔

❁ تقلید کے ہاتھوں مجبور نہ ہو، بلکہ حق واضح ہو جانے پر اسے کھلے دل سے تسلیم کرے۔ اگر ان میں سے ایک خوبی بھی ختم ہو جائے تو ایسا شخص احادیث نبویہ کے ساتھ صحیح انصاف نہیں کرسکتا، تب بہتر ہے کہ وہ محدثین کرام کی صف سے پرے کسی اور علمی حلقے میں بیٹھ جائے، کیونکہ یہ چار خوبیاں تمام ائمہ حدیث میں پائی جاتی ہیں۔ اگر اُن میں یہ خوبیاں نہ ہوتیں تو آج ان کی کتب احادیث متنازعہ فیہ ہوچکی ہوتیں۔ آج اہل سنت کا ہر گروہ انھی کتب سے استدلال کرتا ہے کیوں؟ ان کی امانتداری اور دیانتداری کی وجہ سے، نیز ان کے اخلاص کا نتیجہ ہے کہ مرور زمانہ کے باوجود ان کا صدقہ جاریہ جاری وساری ہے۔ زہے نصیب!

صحیح بات ہے کہ اخلاص چیز ہی ایسی ہے کہ جو شخص بھی اس کے ساتھ کوئی تقریر کرتا یا تحریر لکھتا ہے، اللہ اسے کبھی ضائع نہیں کرتا، آج اگرچہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز، شیخ محمد بن صالح العثیمین، شیخ ناصر الدین البانی، حافظ محمد گوندلوی، حافظ عبداللہ محدث روپڑی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی، شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری اور دیگر بہت سے اکابر علماء اس دنیا میں موجود نہیں، مگر ان کی

تبلیغی خدمات آج بھی محفوظ ومفید ہیں۔ اگر کسی کی تحریر محفوظ نہیں تو اس کے شاگردان رشید ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

③ عام آدمی کے سمجھنے کے لیے تیسری اہم بات یہ ہے کہ ضعیف حدیث کے تین درجے ہیں:

❁ سو فیصد من گھڑت حدیث۔

❁ شدید ضعیف حدیث۔

❁ اور معمولی ضعیف حدیث۔ پہلی دو قسموں سے تو ہر محدث بچتا اور بچنے کی تلقین کرتا ہے، البتہ تیسری قسم کی ضعیف حدیث کے بارے میں اختلاف ہے:

(ا) جنھوں نے اسے قبول نہیں کیا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس سے پرہیز کرنے کی تلقین کرتے ہیں ان کے پیش نظر دراصل سدّ ذریعہ ہے، یعنی ان کا موقف یہ ہے کہ ضعیف حدیث کی اگر ایک دفعہ اجازت دے دی گئی تو لوگ شدید ضعیف حدیثیں بھی بیان کرنا شروع کر دیں گے اور بالآخر نوبت من گھڑت حدیثوں تک پہنچ جائے گی، بلکہ پہنچی ہوئی ہے، لہٰذا بہتر ہے کہ ضعیف حدیث کا دروازہ کھولا ہی نہ جائے۔ خصوصاً جبکہ بعض پڑھے لکھے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ یا تو مقبول حدیثوں کا مفہوم مسخ کرتے ہیں یا ان کے مقابلے میں مردود حدیثوں کو پیش کرتے ہیں۔

(ب) اور جن لوگوں نے ضعیف حدیث کو قبول کیا ہے تو انھوں نے اسے آنکھیں بند کر کے علی الاطلاق قبول نہیں کیا بلکہ کڑی شرطیں لگائی ہیں، مثلاً: پہلی شرط یہ ہے کہ وہ حدیث شدید ضعیف نہ ہو۔ اگر اس کا ضعف شدید ہوا تو وہ قابل قبول نہیں ہوگی، چونکہ موضوع، متروک اور معضل وغیرہ شدید قسم کی ضعیف حدیثیں شمار ہوتی ہیں، لہٰذا اصولی طور پر سب کے نزدیک ناقابل قبول ہیں۔

❁ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا مفہوم کسی صحیح شرعی دلیل کے تابع ہو اگر کسی ضعیف حدیث کو کسی شرعی دلیل سے کوئی معمولی سی تائید بھی نہ ملتی ہو تو وہ ناقابل قبول ہوگی، لیکن افسوس کہ ہمارے ہاں اُن ضعیف حدیثوں کو بھی خوب بیان کیا جاتا ہے جو واضح طور پر صحیح حدیثوں کے خلاف ہوتی ہیں۔

❁ جب کسی مسئلے میں کوئی مقبول حدیث موجود نہ ہو تو پھر بندے کو ضعیف حدیث پر عمل کرنا چاہیے، کیونکہ اس پر عمل کرنا کسی کی ذاتی رائے پر عمل کرنے سے بہتر ہے، مگر اس پر عمل کرنے والا اس کے ثابت یا سنت ہونے کا عقیدہ نہ رکھے تاکہ نبی کریم ﷺ کی طرف کوئی مشکوک بات منسوب نہ ہونے پائے۔

④ فقہ میں جب کسی مسئلے کے حکم کے بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ واجب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ سنت ہے تو اس کا حل یہ نکالا جاتا ہے کہ وہ مسئلہ واجب یا سنت ہو یا نہ ہو، سنت مؤکدہ ضرور ہے، اگرچہ ہر مسئلے میں ایسا نہیں ہوتا مگر عموماً ایسے ہوتا ہے وہ مسئلہ واقعتاً سنت مؤکدہ ہوتا ہے جو واجب اور سنت کے بین بین ایک درمیانہ درجہ ہے۔ اسی طرح جب کسی حدیث شریف کو بعض محدثین مقبول اور بعض مردود (ضعیف) کہتے ہیں تو اس کا مطلب عموماً یہ ہوتا ہے کہ وہ حدیث کم از کم من گھڑت نہیں، اس کی کوئی نہ کوئی اصل ہے، اگرچہ ہر حدیث کے بارے میں ایسا نہیں کہا جا سکتا مگر عموماً ایسے ہوتا ہے۔

بہر حال ہمارے ممدوح، محدث العصر حافظ زبیر علیزئی رحمہ اللہ کے کچھ علمی فوائد ایسے ہیں جن کا شعور انھوں نے اپنے مجلّہ اشاعت الحدیث کے ذریعے سے عام کیا ہے، مثلاً:

❁ جس راویِ حدیث کی بابت محدثین کرام کا اختلاف ہوا

اس میں اکثر محدثین کا فیصلہ قابل قبول ہوگا۔

❁ خاص دلیل کو عام دلیل پر فوقیت دی جائے گی اسی طرح مفصل کو مجمل پر ترجیح دی جائے گی، نیز مقید، مطلق کے مقابلے میں راجح ہوگی وغیرہ۔

❁ سلف صالحین کے مفہوم میں صحابہ کرام یقیناً شامل ہیں، پھر ان کے بعد ہر وہ راوی حدیث بھی شامل ہے جو بدعتی نہ ہو، بلکہ سب محدثین کے نزدیک یا اکثر محدثین کے نزدیک صدوق وثقہ ہو۔

❁ ان کے ذریعے سے معاشرے میں مشہور بہت سی بے اصل حدیثوں کی اصلیت کا علم ہوا۔

❁ البتہ کچھ مسائل میں ان سے اختلاف بھی ممکن ہے، مثلاً: (ا) حسن لغیرہ کی بحث۔ (ب) چوتھے دن کی قربانی (ج) اور یزید۔ پہلے دو مسائل کے بارے میں تو علمائے عصر نے کافی کچھ لکھا ہے، جبکہ یزید کے بارے میں میرا موقف یہ ہے کہ وہ صحابی نہیں ہے کہ اس کا اس قدر اہتمام کیا جائے۔ اگر وہ برا تھا تو غیبت اور چغلی کر کے ہم اس کے گناہ اپنے سر کیوں لیں یا اپنی نیکیاں اسے کیوں دیں اور اگر وہ اللہ کے علم کے مطابق اچھا تھا تو پھر آپ خود سوچیں کہ تقوے کا تقاضا کیا ہے؟ خوامخواہ کسی کو زبردستی جنتی یا جہنمی بنانا دانشمندی نہیں، وہ اللہ کے پاس پہنچ گیا 'لَا نُحِبُّہٗ وَلَا نَسُبُّہٗ'، ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیے اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ تاریخ وتفسیر اور فقہ و سیرت کے اندر جو روایات ملتی ہیں، حدیث شریف کے مقابلے میں ان کی علمی اور استنادی حیثیت کس قدر ہوتی ہے، پھر ان کی بنیاد پر فرقہ وارانہ کشیدگی کیوں پیدا کی جائے؟!!!

الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مولانا محمد رفیق اثری ❁

استاد محترم شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث حیدر آباد میں شرف تلمذ حاصل کرتے ہوئے ہوئی۔ وہ برصغیر کی عظیم علمی شخصیت تھے۔ دینی علوم کے ماہر، مصنف، مفسر اور محقق بھی تھے۔ ماہر علم حدیث اور اصول پرست تھے۔ جنھوں نے حدیث کی عظیم الشان خدمت سرانجام دیں اور تحقیق اسماء الرجال میں امام ذہبی کی تصویر تھے۔ شیخ مرحوم کو اپنی گونا گو صلاحیتوں کی وجہ سے عظیم مقام حاصل تھا۔ ان کے علمی و عملی کارناموں کو شمار کرنے کے لیے ایک ضخیم کتاب بھی کم پڑ جائے۔ میں نے چار دن کی ملاقات میں ان کے اندازِ تدریس کو ایسا پایا کہ آپ بڑی روانی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے تھے۔ جملے کے نکھار اور اسلوب کی صفائی کا عالم یہ تھا کہ ہر بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی اور دل میں اپنی جگہ بناتی جاتی۔ بس میں یہی کہوں گا کہ چمن میں ہر طرف بکھری پڑی ہے داستان تیری...... آپ کی مسلک اہل حدیث کے ساتھ محبت آپ کے ایمان کا حصہ تھی۔ ان کے ثبوت کے لئے ان کی بے مثال و عظیم تصنیفات و مقالات ہیں جنھیں مکتبہ اسلامیہ نے شائع کیا۔

❁ مدرس جامعہ تعلیم القرآن والحدیث، حیدر آباد سندھ

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی چند یادیں اور چند باتیں

حافظ شیر محمد الاثری*

اس دار فانی میں جو بھی آتا ہے بالآخر یہاں سے جانا اس کا مقدر ہے، لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا خلا صدیوں میں پُر نہیں ہوتا۔ ان کی وفات سے بہار خزاں میں بدل جاتی ہے اور ان کا چلے جانا علم اٹھنے کے مترادف ہے۔ محبی ومکرمی واستاذی حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے جو دورِ حاضر کے عظیم محدث، مجتہد مفتی اور غیور ناقد تھے۔

راقم الحروف کو شیخ محترم کے ساتھ ایک طویل عرصہ رفاقت کا شرف حاصل رہا، اس دوران میں بہت سے واقعات رونما ہوئے اُن میں سے بعض صفحۂ قرطاس پر منتقل کیے دیتا ہوں۔

ایک دفعہ شیخ رحمہ اللہ میرے ساتھ دیر بالا تحصیل کلکوٹ گاؤں بیاڑ گئے تھے اور 25 دن کے بعد واپسی ہوئی تو اس وقت گاؤں بیاڑ میں موبائل فون کام نہیں کر رہا تھا اور 60 کلو میٹر سفر کے بعد موبائل کے سگنل آ گئے تو ایک دوست کا فون آیا اور شیخ محترم سے کہا: آپ کہاں ہیں؟ شیخ صاحب نے جواب دیا کہ میں شمالی پاکستان اور علاقہ دیر بالا میں ہوں، لیکن واپس آ رہا ہوں، راستے میں ہوں۔ دوست نے کہا: آپ گھر نہ آئیں بلکہ کسی دوست کے ہاں رُک جائیں، کیونکہ دیوبندیوں نے آپ کے خلاف درخواست دی ہے اور پولیس والے بار بار آ رہے ہیں۔ شیخ محترم نے گھر فون کیا، گھر والوں کی طرف سے جواب ملا کہ پولیس آتی ہے، لیکن ہم نے کہا: شیخ صاحب گھر میں موجود نہیں۔ وہ دیر بالا گئے ہوئے ہیں۔ شیخ محترم نے کہا: کوئی بات نہیں چلو چلتے ہیں گھر کیا ہوگا۔

میں نے کہا: شیخ صاحب دیوبندیوں کا مقصد تو پورا ہو جائے گا، کیوں کہ وہ آپ کو گرفتار کروانا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو پولیس نے گرفتار کر لیا تو ان کا مقصد پورا ہو گیا، لیکن یہ بات ٹھیک نہیں۔ میں آپ کو کسی دوست کے ہاں چھوڑ کر جاتا ہوں اور خود معلومات لیتا ہوں کہ کیا وجہ ہے؟ جب میں شیخ محترم کو راولپنڈی دوستوں کے پاس چھوڑ کر آیا اور وکیل صاحبان سے ملاقات کی تو انھوں نے ہماری بات سن کر کہا: اس میں پریشانی والی کوئی بات نہیں آپ مطمئن رہیں، بہر حال ہم نے عبوری ضمانت کرائی اور شیخ رحمہ اللہ کو تاریخ دی کہ آپ فلاں تاریخ کو آئیں۔ جب ہم عدالت میں گئے تو ہمارے ساتھ محترم ڈاکٹر رحمت الٰہی صاحب، ڈاکٹر خالد محمود بھٹی صاحب اور حاجی ممتاز صاحب بھی تھے۔ میں نے عدالت میں اس شخص کو دیکھا جس کا نام مولوی جان دیوبندی ہے، اس کے چہرے پر جھوٹ کی لعنت برس رہی تھی۔ شرمندہ چہرے کے ساتھ کھڑا تھا، یہ تو دنیا کی عدالت ہے، یہاں پر وہ اتنا شرمندہ کھڑا تھا، آخرت کی عدالت میں کیا ہوگا، بہرحال شیخ رحمہ اللہ عدالت سے بری ہو کر واپس اپنے گھر آ گئے اور وہ ذلیل ہو کر رہ گیا، لیکن اس میں مولوی جان اکیلا نہیں تھا پورے علاقہ چھچھ کے دیوبندی اس کے ساتھ کھڑے تھے

* مدیر جامعہ اہل الحدیث، حضرو اٹک

لیکن جھوٹ جھوٹ ہے۔ اللہ نے ان سب کو ذلیل کیا اور شیخ رحمہ اللہ کو بری کر دیا۔

یہ بے چارے کرتے بھی کیا، ان کے اکابر کا بھی یہی حال تھا جس طرح اشرفعلی تھانوی صاحب نے کہا: ''خان صاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولانا نانوتوی بیان فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین خان صاحب بڑے پکے مقلد تھے اور مولوی نذیر حسین صاحب پکے غیر مقلد، ان میں آپس میں تحریری مناظرے ہوئے تھے ایک مرتبہ کسی جلسے میں میری زبان سے یہ نکل گیا کہ اگر کسی قدر نواب صاحب ڈھیلے پڑ جائیں اور کسی قدر مولوی نذیر حسین اپنا تشدد چھوڑ دیں تو جھگڑا مٹ جائے میری اس بات کو کسی نے نواب قطب الدین خان صاحب تک بھی پہنچا دیا اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی۔ مولوی نذیر حسین تو سن کر ناراض ہوئے مگر نواب صاحب پر یہ اثر ہوا کہ جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا وہاں تشریف لائے اور فرمایا بھائی جس قدر میری زیادتی ہو خدا کے واسطے تم مجھے بتلا دو...... میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اس کے کچھ نہ بن پڑا کہ میں جھوٹ بولوں لہٰذا میں نے جھوٹ بولا اور صریح جھوٹ میں نے اسی روز بولا تھا اور کہا حضرت آپ میرے بزرگ میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا آپ سے کسی نے غلط کہا ہے غرض میں نے بمشکل تمام ان کے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک وہ بھی روتے رہے اور میں بھی روتا رہا......''

(ارواح ثلاثۃ المعروف حکایات اولیاء ص 391-390 حکایت نمبر 391، و معارف الاکابر ص 259، 260)

لہٰذا مولوی جان دیوبندی اور علاقہ چھچھ کے سارے دیوبندیوں نے بھی مل کر سخت کالا جھوٹ بولا اور صریح جھوٹ بولا کیوں کہ ان دنوں شیخ محترم رحمہ اللہ اور میں دونوں دیر بالا میں موجود تھے لیکن مولوی جان دیوبندی نے کہا تھا کہ میں نے خود دیکھا ہے کہ زبیر علی زئی اپنے ہاتھ سے اشتہار تقسیم کر رہا تھا جس طرح ماضی میں دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی نے ذاتی مفاد کے لیے صریح جھوٹ بولا اور اس کا اعتراف بھی کیا، اسی طرح علاقہ چھچھ کے دیوبندیوں نے بھی صریح جھوٹ بولا اور عدالت میں اشتہار دونوں وکیلوں کے مطالبہ پر پیش نہ کر سکے۔ میرے شیخ محترم رحمہ اللہ سچے اور سُچے موتی کی طرح صاف ستھرے گھر آ گئے اور مولوی جان دیوبندی اور اس کے چیلے جھوٹ کی گرد و غبار میں اَٹ گئے، دراصل یہ لوگ اپنے اکابر ہی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، چنانچہ اپنے اکابر سے مجبور جناب رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا:

''یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے کہ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں اور وہ جو میں ہوں وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔'' (مکاتیب رشیدیہ ص 10 مکتوب نمبر 13، فضائل صدقات حصہ دوم ص 556-555، دوسرا نسخہ ص 558-557)

اس خط میں گنگوہی صاحب کا یہ کہنا کہ ''وہ جو میں ہوں وہ تو ہے'' کائنات کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔ دوسرے یہ کہ گنگوہی صاحب نے بذاتِ خود اپنے جھوٹا ہونے کا اعتراف بھی کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومن جھوٹا نہیں ہو سکتا'' اور اس کے برعکس یہ لوگ اپنے جھوٹ پر اس طرح دلیر ہیں جس طرح مومن اپنے ایمان پر دلیر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بہر حال شیخ رحمہ اللہ بہت زیادہ حساس طبیعت کے مالک تھے۔ میرا اکتوبر

1992 سے لے کر 10 نومبر 2013 تک کا عرصہ شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گزرا ہے۔ بعض الناس کا یہی خیال تھا کہ وہ اس قسم کی حرکات سے شیخ رحمہ اللہ کو خوفزدہ کر لیں گے، لیکن شیخ محترم رحمہ اللہ دلائل و براہین کی وجہ سے اپنے خیالات و افکار میں اس قدر مضبوط تھے کہ اس میں ادنیٰ لچک بھی گوارہ نہ تھی اور ہمیشہ دین حنیف کی خدمت میں اپنے لیل ونہار بسر کیے، ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے اپنی ساری زندگی کتاب وسنت کی ترجمانی، دین اسلام کی برتری اور اہل حق کی علمبرداری میں گزاری ہے۔ تدریس، تقریر اور تحریر کے ذریعے سے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ خوب سرانجام دیا۔ پوری تندہی اور جذبے سے اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھے کہ اچانک بیماری نے آ لیا۔ شیخ محترم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ہر پہلو شاندار اور مثالی ہے اور ہم سب کے لئے مشعل راہ ہے۔

1993ء کی بات ہے کہ شیخ محترم اپنی لائبریری میں مصروف تھے اور ہم مسجد کے برآمدے میں پڑھ رہے تھے کہ ایک سفید داڑھی والا بزرگ آ گیا۔ شیخ صاحب کے ساتھ ملاقات کی خواہش کی، ایک طالب علم نے شیخ صاحب رحمہ اللہ کو بلایا کہ مہمان آیا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ لائبریری سے باہر آئے تو بزرگ کھڑے تھے۔ ملاقات ہوئی اور مسجد کے صحن والے حصے کے ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ آپس میں مختلف باتیں جاری تھیں، وہ آدمی کہنے لگا آپ بیمار لگتے ہیں، تو شیخ صاحب نے جواب دیا: جی ہاں، نزلہ زکام ہے۔ وہ کہنے لگا میں آپ کو ایک دوائی دیتا ہوں، آپ اس کو کھائیں، پھر کبھی نزلہ وزکام نہیں ہوگا۔ شیخ صاحب نے دوائی اپنے ہاتھ میں لے لی اور پھر باتوں میں مصروف ہو گئے۔ وہ شخص بار بار اصرار کرنے لگا کہ آپ کھا لیں، کیوں نہیں کھا رہے۔ شیخ محترم جس طرح دین کے بارے میں تحقیق اور باریک بینی سے کام لیتے تھے اسی طرح دنیاوی امور میں بھی خوب سوچ بچار کرتے، چنانچہ جب تک آدمی کے بارے میں پوری معلومات نہ لے لیتے اس وقت تک اس پر قطعاً اعتماد نہیں کرتے تھے۔ اس کے اصرار پر شیخ اٹھ کر گھر کی طرف چلے تو اچانک وہ شخص بھی فوراً دوسرے دروازے سے چلا گیا۔ ہم نے اس طرف کوئی توجہ نہیں کی، اتنے میں شیخ واپس آئے اور کہا کہ وہ شخص کہاں ہے؟ طلبہ نے کہا: شیخ صاحب ایک طرف آپ چلے گئے تو دوسری طرف وہ چلا گیا۔ شیخ فرمانے لگے کہ اس دوائی میں اس نے کوئی چیز ڈالی ہے اور اس کو پکڑو۔ ہم تو چھوٹے تھے۔ اتنا شعور نہیں تھا، 12 سے 13 سال کی عمر تھی۔ شیخ صاحب کے دوستوں نے بڑی دوڑ لگائی آگے پیچھے لیکن وہ آدمی غائب ہو گیا دوبارہ نہیں ملا۔

1999ء کی بات ہے شیخ صاحب دارالسلام لاہور میں تھے جب واپس آنے کا پروگرام بنایا تو گھر فون کیا کہ میں آج رات کو آ رہا ہوں۔ فرق باطلہ میں سے کسی شخص نے شیخ کے گھر فون کیا کہ شیخ صاحب کہاں ہیں؟ تو گھر سے جواب ملا کہ وہ لاہور گئے ہیں، لیکن آج واپس آ رہے ہیں، دارالسلام سے فون کیا کہ میں آ رہا ہوں اور باہر نکلے اور روڈ کو پار کر رہے تھے کہ مولانا ابو انس سرور گوہر صاحب آ گئے اور شیخ رحمہ اللہ کو بتایا کہ آپ میرے ساتھ اوکاڑہ چلیں وہاں کوئی ضروری کام ہے۔ شیخ نے بتایا کہ میں گھر جا رہا ہوں، لیکن ابو انس صاحب شیخ رحمہ اللہ کو اپنے ساتھ اوکاڑہ لے گئے۔

مخالفین ہی میں سے پھر کسی نے فون کیا کہ شیخ آئے ہیں، تو جواب ملا: نہیں، لیکن وہ رات کو آ جائیں گے۔ کوئی بد بخت رات کو تقریباً ایک بجے آیا اور دروازے پر دستک دی

اور میں (راقم) نے دروازہ کھولا تو فوراً گولی چلی۔ وہ یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ شیخ صاحب دیر سے آنے کی بنا پر گھر کی بجائے لائبریری میں ہوں گے لیکن شیخ تو آئے ہی نہیں تھے اور اللہ نے مجھے بھی محفوظ رکھا۔ والحمد للہ

اس قسم کی جتنی بھی فرقہ باطلہ نے کارروائیاں کی ہیں شیخ محترم رحمہ اللہ، اللہ کے فضل سے محفوظ رہے اور دن رات دعوت و تبلیغ میں مصروفِ عمل رہے، یہاں تک کہ آپ سخت بیمار تھے ایک دوست شیخ کی بیمار پرسی کے لیے آیا، ہسپتال میں شیخ نے جب آگے پیچھے دیکھا تو سارے داڑھی والے کھڑے تھے لیکن ایک آدمی کی داڑھی نہیں تھی۔ شیخ نے اس کی طرف دیکھا اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا کہ داڑھی چھوڑ دو معاف کر دو۔ سبحان اللہ! بیماری کے وقت وہ بات نہیں کر سکتے تھے لیکن محبت رسول ﷺ اتنی تھی کہ جب بغیر داڑھی والا چہرہ دیکھا تو فوراً اشارے کے ساتھ بتایا کہ اسے معاف کر دو۔

آخری وقت تک اللہ تعالیٰ نے شیخ محترم سے دین کا کام لیا۔

اصل میں جن کا تعلق قرآن وحدیث کے ساتھ ہو تو پھر اللہ تعالیٰ آدمی سے اس طرح بھی دین کا کام لے لیتا ہے۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے متعلق صحیح بخاری میں آتا ہے کہ جب ان پر حملہ ہوا اور وہ شدید زخمی ہو گئے تھے، یہاں تک کہ جب ان کو دودھ پلایا جاتا تو ان کے انتڑیوں سے باہر نکل آتا، لیکن اس کے باوجود محبت رسول اللہ ﷺ ایسی ہے کہ ایک نوجوان آیا اور اس کی شلوار ٹخنوں سے نیچے تھی جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی تو فرمایا: اس نوجوان کو میرے قریب لاؤ جب وہ آیا تو فرمایا: اے غلام! اپنی شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھ کیونکہ اس سے کپڑے پائیدار رہتے ہیں اور یہ عمل تقویٰ والا ہے۔

میرے شیخ محترم رحمہ اللہ ہسپتال میں بیماری کی شدید تکلیف میں تھے بول چال نہیں تھی، لیکن اس کے باوجود جب بغیر داڑھی والے کو دیکھا تو برداشت نہ ہو سکا اور اشارے کے ساتھ سمجھانے لگے تو مجھے فوراً سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ مذکورہ واقعہ یاد آیا۔ اللہ تعالیٰ میرے شیخ کی قبر کو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ بنائے۔ آمین

ایک دفعہ میں شیخ محترم رحمہ اللہ کے ساتھ سفر میں جا رہا تھا کہ راستے میں کسی جاننے والے کے پاس رُک گئے اور ان کے ساتھ مختلف موضوع پر گفتگو جاری تھی کہ ان میں سے ایک بولا: آج ہم زیادہ مصروف تھے۔ شیخ رحمہ اللہ نے پوچھا: کیا وجہ ہے، کام زیادہ ہے؟

تو کہنے لگا: صرف آج ہی کام تھا، شیخ نے پوچھا کیا کام تھا؟ اس نے جواب دیا کہ آج سیلاب والوں کے لئے سامان آیا تھا اور ہم رُک گئے تھے۔ شیخ نے پوچھا: کیا آپ لوگوں کا نقصان ہوا ہے؟ تو جواب ملا کہ نہیں تھوڑا سا ہوا ہے۔ تو شیخ نے پوچھا: آپ لوگوں نے کیا وصول کیا ہے؟ کہنے لگے: تقریباً 50000 سے 60000 روپے تک وصول کیا ہے۔ سارا سامان وغیرہ۔ شیخ رحمہ اللہ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ آپ کے گاؤں میں تو زیادہ لوگوں کا نقصان ہوا ہے۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: کیا اُدھر بھی لوگوں کو اس طرح سامان مل گیا ہوگا۔ میں نے کہا: نہیں۔ کیوں کہ میرا خیال ہے کہ یہ ایک گھر سے بہت سارے گئے ہوں گے۔ تو شیخ رحمہ اللہ نے پوچھا: کیا اسی طرح ہے تو انھوں نے جواب دیا: جی ہاں۔ ہم ایک گھر کے آٹھ یا نو آدمی گئے تھے۔ شیخ رحمہ اللہ نے

پوچھا: سامان کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ برتن اور بستر وغیرہ۔ بہت سارا سامان۔ شیخ رحمۃ اللہ نے کہا: یہ سامان تو ان لوگوں کے لئے ہے جن کا گھر سارا تباہ ہو گیا ہو اور آپ لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ یہ سامان استعمال کریں۔ آپ لوگ ایسا کریں جن جن کا گھر تباہ ہوا ہے یہ سامان ان کے گھروں میں دے آئیں۔ وہ خاموش ہوئے اور چہرے سے محسوس ہو رہا تھا کہ ان کو یہ بات اچھی نہیں لگی۔ جب ہم ان کے گھر سے نکلے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج کے بعد اس گھر میں نہ چائے پینی ہے اور نہ کچھ کھانا ہے کیوں کہ یہ لوگ مشکوک ہیں۔ حلال اور حرام کی تمیز نہیں کرتے۔ بعد ازاں جب بھی ہم ادھر سے گزرتے تو شیخ فرماتے گاڑی تیز کرو، پھر انھیں نظر انداز کر کے گزر جاتے تھے۔

میری شیخ رحمہ اللہ سے اکتوبر 1992ء میں پہلی ملاقات ہوئی، شیخ حبیب اللہ رحمہ اللہ کے ساتھ اتفاق ہوا حضرو آنے کا۔

شیخ حبیب اللہ نے اس وقت مختصر یہ تعارف کرایا تھا کہ یہ بہت بڑے عالم ہیں۔ خاص طور پر اسماء الرجال کے امام ہیں۔ ہم چھوٹے تھے، اس وقت اتنا شعور بھی نہیں تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے شیخ رحمہ اللہ کی رفاقت میں میری زندگی کا یہ مختصر وقت لکھ دیا تھا کہ میں یہاں آیا اور ان کے ساتھ دین کے مختلف شعبوں میں مصروف رہا۔

1997ء میں میری شادی ہوئی 1998ء میں شیخ رحمۃ اللہ کے اصرار پر میں بچوں کے ساتھ یہاں شفٹ ہوا، 1998ء کے بعد پھر شیخ رحمۃ اللہ میرے ساتھ گاؤں بیاڑ جاتے۔ 20 دن سے لے کر ایک مہینہ تک وہاں قیام کرتے اور پھر مجھے وہاں بھی خدمت کا موقع ملتا۔ دیر کے بلند و بالا پہاڑوں سے دوست احباب آتے اور اس دین کے چشمے سے سیراب ہو کر واپس جاتے، پھر دوستوں کی کثرت کی وجہ سے شیخ رحمۃ اللہ نے وہاں بھی اپنا ٹائم دوستوں کے لیے خاص کر دیا تاکہ میری تصنیف کا وقت بھی ضائع نہ ہو۔ اکثر لوگ یہ سوال کرتے کہ شیخ صاحب جب بھی ہم آتے ہیں آپ کو عصر تک اسی طرح مشغول دیکھتے ہیں کیا آپ تھکتے نہیں؟ شیخ رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ میں دنیاوی امور کی نسبت یہ کام کرنے میں زیادہ خوش ہوتا ہوں کیوں کہ میرا رابطہ اللہ کے ساتھ رہتا ہے اور جب حدیث پر کام کرتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میرے سامنے آجاتی ہے اور جب میں حدیث سے کوئی استنباط اور کوئی مسئلہ اخذ کرتا ہوں تو صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور محدثین کی زندگی میرے سامنے آجاتی ہے۔ اس لیے میں تنگ نہیں ہوتا اور نہ تھکتا ہوں، بلکہ خوش ہوتا ہوں۔ اسی لیے پنجاب حضرو میں بھی مہمانوں کو ایک خاص وقت دے رکھا ہے۔ مثلاً اتوار والا دن خاص مہمانوں کے لیے ہے۔ صبح 8 بجے سے لے کر 11 بجے تک، لیکن مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے مغرب ہو جاتی ہے اور یہاں میں چونکہ سال میں ایک مہینہ کے لیے آتا ہوں اور پھر اس علاقے کے ساتھ میری محبت ہے۔ میں اس لیے آپ لوگوں کو روزانہ عصر تا مغرب ٹائم دیتا ہوں اور شیخ رحمہ اللہ کے الفاظ یہ تھے کہ میں نے حافظ شیر محمد کو کئی دفعہ بتایا ہے کہ اگر میں فوت ہو جاؤں تو مجھے یہاں دفن کرنا۔ شیخ رحمہ اللہ نے دیر کے بلند پہاڑوں کے دامن میں کئی کتابوں پر کام کیا۔

چند کتب کے نام درج ذیل ہیں:

۱: شرح حدیث جبریل 27 جولائی 2005ء

۲: اختصار علوم الحدیث 3 جولائی 2006ء

۳: موطأ امام مالک 17 جولائی 2007ء

۴: فضائل درودوسلام 24 ستمبر 2009ء

۵: شمائل ترمذی 12 جون 2011ء

اوراس کے علاوہ بھی کئی کتابوں پر کام وہاں کیا، لیکن تکمیل حضرو میں ہوئی۔

2013ء کو شیخ رحمہ اللہ کا سفرِ دیر بالا آخری تھا اور یہ کون جانتا تھا کہ اب کبھی دوبارہ شیخ رحمہ اللہ نہیں آئیں گے، لیکن اللہ کو یہی منظور تھا، ہم بھی اللہ کی رضا پر راضی ہیں۔

2013ء میں شیخ رحمہ اللہ نے تصنیف کا کام نہیں کیا آپ نے صرف اختصار علوم الحدیث طلباء کو پڑھائی، ان طلباء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حافظ شبیر احمد جمالی، حافظ محسن حیدر آبادی، حافظ ابو دجانہ حیدر آبادی، مولانا شکیل احمد سرگودھا، ارسلان سرگودھا اور خلیل الرحمٰن گندف۔

الحافظ زبير علي زئي رحمه الله كما عرفته

فضيلة الشيخ عبد الحميد رحمتي حفظه الله *

هـو أبـو طـاهـر زبيـر بـن مـجـدد خـان العلي زئي الإمام الحافظ الناقد شيخ المحدثين الـحـضروي الغزنوي الأصل كان من بحور العلم طرف البلاد و برع فى المتن والإسناد و جمع و صنف و جرح و عدّل و صحح و علّل .

عـرف بـعلي زئي لأنه كان من قبيلة علي زئي من القبائل المشهورة ببلاد الأفغان و كان يسكن في حضرو اتك فنسب إليها و كانت قريته تسمى بير داد نسبة إلى أحد أجداده .

ولد الحافظ رحمه اللّٰه: سنة ١٣٧٨هـ الموافق ٢٥/ جون ١٩٥٧م .

و أول شـغـفـه بالحديث كان سنة ١٩٧٢م حيث قرأ صحيح البخاري بنفسه و تحول سلفيًا في تلك الفترة و ترك التقليد و نبذ البدع وراء ظهره .

سـمـع السيـد بديع الدين شاه الراشدي رحمه اللّٰه و أخاه محب اللّٰه شاه الراشدي و عطاء اللّٰه الـفـوجيـانـي الـحـنيف و عبـد الـمنان النور فوري و فيض الرحمٰن الثوري و عبد الغفار حسن و عبـدالسـلام بـن مـحمد و عبد الحميد أظهر و محمد أيوب شينكوي و أبا عائشة صابر بن أشرف نفارجوي و عبد الحميد الهزاروي .

لـما ذكر لي مشائخه و جاء ذكر الثوري فيض الرحمٰن فضحك و قال لم يكن عربيًا من بني ثور و لكن كان من قبيلة إسمها يوافق معناه الثور بالفنجابية فكان يعبر عنه بالعربية و يقول أنا ثوري .

وكـان حاصلاً على شهادة الماجستير الأولى فى الشريعة والثانية فى اللغة العربية و تخرج عام ١٩٩٥م من الجامعة المحمدية بكجرانوالة مع المرتبة الأولى .

وكـان رحـمــه الـلّٰــه يـجيـد الـلـغة الـعربية والأردية والهندكية والبشتو و العبريّة والسريانية والإنجلزية .

و لما زرناه مرة فـي مـكتبـه العامرة رأينا التوراة والإنجيل بعدة لغات فأخبرنا أنه تعلم هذه اللغات و عند المناظرة مع أهل الكتاب آخذ النسخة العبريّة للتوراة أو الإنجيل فيتحير الخصم .

كان رحمه اللّٰه أفغاني الأصل لكنه تعلم الأفغانية و يومًا عند ما زرناه أشار إلى والده حفظه اللّٰه

* دار القرآن والحديث السلفية ، بشاور .

و قال: هذا والدي قد قارب مئة سنة ولا ينطق بلفظة من البشتو .

و أول ما التقينابه تقريبًا قبل عشرين عامًا فى التسعينات من القرن الماضى في إجتماع لأهل الحديث بمريدكے قرب لاهور و قد شارك فيها عدة من كبار أهل العلم أمثال الشيخ عبد السلام الرستمي رحمه الله و الشيخ المحدث والدي حفظه الله، كنا جلوسًا في غرفة و قد اجتمع العلماء إلى الشيخين حفظهما الله فدخل شاب آدم إلى حمرة ما واسع الجبين طويل شق العين كث اللحية و كان وجهه مثل القمر و على رأسه غترة = رومال = ضليع الفم و كان ربعة من الرجال صافح مع الشيخين و جلس معهما على السرير فسمعت أحد من جاء معه أن هذا هو الحافظ زبير عليزئي يحفظ أحاديث كثيرة وهو من تلاميذ الشيخ بديع الدين شاه الراشدي و سأل الوالد حفظه الله عن أشياء من المسائل الرواية والدراية فأعجب بالوالد فقال ما رأيت مثله و كان يصف الوالد بالبحر و كان الوالد حفظه الله يزوره في حضرو كلما يرجع من إسلام آباد و كذا الحافظ رحمه الله .

و كان رحمه الله داعيًا بارعًا ماهرًا لم يكن في منطقته قبل دعوته مسجد لأهل الحديث و بعد دعوته الآن الحمد لله زاد عدد المساجد والمدارس على عشرة و في كل منها دروس متنوعة و يزداد عدد أهل الحديث فى المنطقة كل يوم و يكون هذا في ميزان حسانته إن شاء الله .

و كان رحمه الله ولعا بجمع الكتب النادرة محبًا لها و خاصة كتب الحديث، مجمع آلاف الكتب المعتبرة في مكتبته كلما يأتي بشاور يزور مركز الكتب بمحلة جنكى و يومًا كنا بمعية الوالد بمكتبة الشيخ أمين الله رحمه الله (وهو صاحب المكتبة نشر القرآن والسنة) فمر الشيخ أمام المكتبة و رأى الوالد فدخل و صافح و جلس مع الوالد و سأله فورًا عن حديث فهاجم عليه صاحب المكتبة و منعه من السؤال و قال هذه مكتبتي و أنا أكون من يسأل لا غير و كانت في أخلاق صاحب المكتبة شدة فأخرج الحافظ من المكتبة فساء ذلك الوالد و قلل من زيارة مكتبته بعد ذلك فكان الحافظ رحمه الله بعد ذلك إذا رأني في مكتبة الشيخ امين رحمه الله يشير إلي فأخرج إليه و ذات مرة أشار إلي فخرجت إليه وهو واقف أمام دار الكتب العلمي فسلمت عليه و صافحته فبعد السلام مباشرة سألني ما تقول فى الحديث الحسن لغيره فهبته و فكرت في نفسي بم أجيبه فقلت له العلماء يقولون في تعريفه و حكمه كذا و كذا فقال: دعني من أقوالهم ما هو رأيك أنت؟ فصرحت له و قلت أما أنا فلا أراه حجة في شئ من المسائل فقال: و أنا كذالك لا أراه حجة و ترك يدي و قال السلام عليكم و مشى رحمه الله .

و كان رحمه الله لا يقبل حديث سفيان الثوري المعنعن فمرة عندما زرناه في بيته سألته عن

الـقـنـوت فى الوتر و هل ثبت عن رسول الله ﷺ أو الصحابة فقال لي: أنت تأخذ بمعنعن الثوري قلت: نعم هو عندي حجة فقال: في روايته لحديث أُبي رضي الله عنه ذكر القنوت فقلت أُبي رضي الله عنه مخالف للقنوت المعهود فلم يجبني و قد سأله آخر فاشتغل في جوابه رحمه الله .

ومرة سـألتـه يـا شيـخ لم لا تضع يديك بعد الركوع و قد ثبت الحديث الذي فى النسائي فقال كـنـت أضـعـهـما و لكن رأيت حديث ابن الزبير أنه كان يرسل يديه فى الصلاة، فقلت: في جميع الصلاة كان يفعل هذا و قد ثبت عنه خلاف ذلك، فقال نجعل عمله هذا فى القيام بعد الركوع وما ناقشته من أجل وجود العوام حين ذلك .

و كـان يـجتهـد أن يـعـمـل بـكل حديث ثبت عنده و مرة صلينا خلفه أنا و الوالد والشيخ حسين الـظـاهري فلما ختم السورة و قف ساكتا قبل الركوع و أطـال السكوت ثم ركع فبعد ما سلم ذكـرت مسـئـلة السـكوت فذكر الحديث الذي فيه السكوت بعد القراءة و أقره الوالد والشيخ حسين حفظهما الله .

و زرناه مرة في مكتبته فلما صلى العشاء أراد أن يودعنا فقلت: لا يا شيخ نجلس معكم و نستفيد قـال: مـن عـادتـي أنـي لا أجلس مع الضيوف بعد العشاء و هذا شير محمد يكون معكم فقلت: هذا خـلاف السنة و نحن جئنا من أجلك فقال: إني أكره السهر بعد العشاء فقلت: نحن لا نتكلم معك إلا فـى العلم و قد عقد البخاري باب بأن السهر بالعلم جائز و ذكر في صحيحه أحاديث تدل على ذلك فضحك و ذهب معنا بمعية الشيخ شير محمد إلى المطعم بجواربيته فكنا معه إلى نصف الليل .

وكـان الحافظ رحمه الله يعد من كبار العلماء بباكستان فمرة انعقد مجلس بلاهور و دعي إليه كبار العلماء من سائر باكستان منهم الوالد و الشيخ ثناء الله المدني والمفتي عبيد الله عفيف و عبد الـلّـه أمـجد جهتوي و إرشاد الحق الأثري و عبد الرشيد الأظهر و صبغت الله شيراني وغيرهم و كان الحافظ من ضمنهم و كان موضوع المجلس توحيد فتوى أهل الحديث و كان ناظم المجلس الشيـخ حسيـن الظاهري و قد شرط فى الحاضرين أن يكون كل واحد من أهل الفتوى منذ عشرين سـنة أو شيـخًا للحديث منذ عشرين سنة أوله فتاوى مطبوعة منشورة و جعل الحافظ ثناء الله خان الـمـدنـي رئيسًـا لهذا المجلس و كنت هناك بمعية الوالد فرأيت هؤلاء الكبار يكرمون و يعظمون الحافظ رحمه الله كثيرًا .

وكـانت للحافظ رحمه الله دورات علمية فى الجرح والتعديل و سائر علوم الحديث بعد شهر رمـضـان مباشرة بمكتبته و يشارك فيها كثير من الطلاب الخريجين من المدارس و كذلك تنعقد

فى الأماكن المختلفة كما أتذكر دورة الجرح والتعديل بكويتة قبل سنتين أو ثلاثة . و كان فردًا في هـذا الفن و كان لا يحب أن يكون مدرسًا راتبًا في إحدى المدارس ، قال لي قبل السنة الماضية أنه قبـل تدريس سنن أبي داود في إحدى مدارس سركودها و كان يفرغ جهده فيه ولـم يبلغ إلى نصف السنن إلى آخر السنة و قال لا أدرس كما يدرس الآخرون حيث يكون درسهم مجرد سرد بل لا بد من إيضاح المعنى و التعرف بالرواة جرحًا و تعديلاً و بيان صحة الحديث و ضعفه و كأنى سمعت منه أن المدرسة وافقت على أن يختم السنن فى السنة المقبلة .

ولـكـنـه كـان مؤلفًا بارعًا و محققًا فائقًا يعلم قدره من خلال تأليفاته و تخريجاته و تحقيقاته و مـقـالاته التي تنشر خلال جريدته الشهرية التي سماها= مجلة الحديث =و أكثر المضامين تكون مـن قـلـمـه فيها و كتاباته يغلب عليها اللون الجدلي و إفحام الخصم و إبداء عوراه و يستعمل كل قوته في إثبات المسئله و هذه قائمة ببعض ما سطرته يداه و جادت به قريحته رحمه اللّٰه .

أو لاً ما كتبه بالعربية :

١: تحقيق و تخريج أحاديث مسند الحميدي = استفاد فيه من نسختين خطيتين و أظهر فيها أربع مئة ٤٠٠ من أخطاء حبيب الرحمٰن الأعظمي في تحقيقه لنفس الكتاب .

٢: نيل المقصود فى التعليق على سنن أبي داود و تخريج أحاديثه ـ حكم فيه على جميع أحاديثه حسب اجتهاده .

٣: تسهيل الحاجة في تخريج أحاديث سنن ابن ماجه .

٤: تخريج المجتبٰى للنسائي و مقارنته مع السنن الكبرى له .

٥: تـخـريـج سـنـن الترمذي ـ أخرج الأحاديث التي يشير إليها الترمذي بقوله و فى الباب = قد حكم على أحاديث السنن كلها .

٦: تخريج النهاية فى الفتن والملاحم .

٧: تخريج كتاب الجهاد لابن تيمية .

٨: تخريج سيرة ابن هشام .

٩: تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء للبخاري .

١٠: تخريج أحاديث منهاج المسلم للجزائري .

١١: السراج المنير في تخريج أحاديث و آثار تفسير ابن كثير .

١٢: الأسانيد الصحيحة في أخبار أبي حنيفة .

١٣: تحقيق و تخريج إثبات عذاب القبر للبيهقي .

١٤: تلخيص الكامل فى الضعفاء لابن عدي .

١٥: كلام الدارقطني في أسماء الرجال في سننه .

١٦: تحقيق و تخريج جزء علي بن محمد الحميري

١٧: تخريج و تحقيق المؤطا للإمام مالك

١٨: تخريج و تحقيق بلوغ المرام

١٩: تخريج و تحقيق مشكاة المصابيح

٢٠: في ظلال السنة سلسلة في سياحة الأمة إسلام آباد

٢١: أنوار الصحيفة في الأحاديث الضعيفة ـ من سنن السنن الأربعة مع بيان وجه الضعف .

٢٢: تخريج الأنوار في شمائل النبي المختار .

٢٣: تحقيق مسائل محمد بن عثمان بن أبي شيبة .

٢٤: أنوار السنن في تحقيق آثار السنن

٢٥: تخريج الأربعين لشيخ الإسلام ابن تيمية .

٢٦: تخريج شعار أصحاب الحديث لأبي أحمد الحاكم

و هذه قائمة ببعض تصانيفه الأردية:

١: نور العينن في إثبات رفع اليدين

٢: القول الصحيح في ما تواتر في نزول المسيح

٣: جنت كا راسته

٤: تسهيل الوصول إلٰی تخريج و تعليق صلاة الرسول

٥: نور القمرين ـ رد على حديث و أهل الحديث للديوبندية .

٦: الكواكب الدرية في وجوب الفاتحة خلف الإمام فى الجهرية

٧: هدية المسلمين = أربعون

٨: نور المصابيح = التراويح

٩: القول المتين فى الجهر بالتأمين

١٠: أكاذيب آل ديوبند

١١: التأسيس في مسئلة التدليس

١٢: ترجمة السنن والمبتدعات

و سـألته يومًا عن إسناده فى الحديث و ذكرت له أن كل إسناد للحديث لا بد و أن يمر على المبتدعة مـن الـمـاتـريـدية والأشاعرة فقال هناك إسناد ذكره الشيخ بديع في منجده خال عن المبتدعة فقلت له هو منقطع فأقر و سكت و بعد أيام إتصل بي و قال وجدت الواسطة و ذكر رواية الفخر بن البخاري و أنها عن أبـي مـكتـوم عيسى بن أبي ذر الهروي . و لكن تبين لي فيما بعد أن الفخر ولد بعد موت أبي مكتوم بمئة سنة تقريبًا و كذلك في هذا السند إنقطاع بين أحمد العسكري و الحافظ ابن رجب و لكن بحمد الله تعالى قد وجدت الوسائط و ذكرت الإسناد الصحيح السلفي وهو في آخر الورقة .

و كـان رحمه الله على جانب من الورع والتواضع قل من رأيت مثله فى التواضع كل من يراه لأول و هلة لا يظن أنه عالم بهذا القدر و لا سيما حين يرى . . . . معلقًا عليه تحت صدريته .

لـه مـن الأولاد ثـلاثة بـنيـن و أربـع بنات و لا أعلم فيهم عالمًا و نُقِل إليّ من قوله أنه قال مكتبتي بعدي للحافظ شير محمد لأنه ليس في ولدي من يعرف قدرها . والله أعلم

و بعد حياة علمية حافلة بالخيرات و تلألأ في سماء العرفان انتقل إلى جوار ربه يوم الأحد الرابع أو الخامس من محرم الموافق ١٠/ ١١/ ٢٠١٣ بعد صلاة الصبح فى المستشفى و قد أصابه الفالج و مـكث فى المستشفى بعد عملية الجراحة في رأسه و قد زرته فى المستشفى مع الوالد حفظه الله و قد عرف الوالد و قرب يده منه و دعا له الوالد بالدعوات . رحمه الله و أسكنه فصيح جنانه .

والـحـافـظ رحمه الله جدير بأن تذكر مناقبه و جهوده العلمية و خاصة في علم الحديث و أن تبرز أعـماله الفنّية فقد أثرى المكتبة الإسلامية بتأليفه و تحقيقاته أيما إثراء تقبلها الله في ميزان حسناته . و قد كان سدا منيعًا و سورًا مرتفعًا أمام كل بدعة و صاحبها .

سند الشيخ: بديع الدين شاه الراشدي عن عبد الحق بن عبد الواحد الهاشمي عن أحمد بن عبد الـلّـه بـن سـالـم البـغـدادي عـن عبد الرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبد الوهاب عن جدّه شيخ الإسلام محمد بن عبد الوهاب النجدي الدّرعي عن عبد الله بن إبراهيم بن سيف المدني عن عبد القادر بن عمر التَّغْلُبي الحنبلي عن عبد الباقي بن عبد الباقي الدمشقي عن أحمد الوفائي المُفلحي الحنبلي عن موسى بن أحمد الحَجَّاوي الحنبلي عن أحمد بن محمد الشُوَيكي النابلسي الدمشقي الحنبلي عن الشهاب أحمد العسكري عن أبي بكر بن قندس عن العلاء بن اللحّام عن الحافظ عبد الـرحـمٰـن بن رجب الحنبلي عن الحافظ ابن القيم عن الحافظ ابن تيمية عن أحمد بن عبد الدائم عـن الـحسيـن بـن المبارك الزبيدي عن أبي الوقت عبد الأول بن عيسى السِّجزي عن أبي الحسن

عبد الرحمٰن بن محمد بن المظفر الداوُودي عن أبي محمد عبد الله بن أحمد بن حموية السرخسي عن أبي عبد الله محمد بن يوسف الفربري عن الإمام محمد بن إسماعيل البخاري .

و عن شيخ الإسلام ابن تيمية عن الفخر علي بن أحمد البخاري عن حنبل بن عبد الله المُكبِّر الرصافي عن هبة اللّٰه بن الحصين عن الحسن بن علي بن المذهِب عن أبي بكر أحمد بن جعفر بن حمدان القطيعي عن أبي عبد الرحمٰن عبد الله بن أحمد بن حنبل عن أبيه الإمام أحمد بن حنبل رحمهم الله .

أيّ ركن وهٰى من العلماء	أيّ نجم هوٰى من العلياء
إن رُزْءَ الإسلام بالحافظ العا	لم أمسي من أعظم الأرزاء
أقفرت بعده ربوع الأحادى	ث و أقوت معالم الأنباء
كان ناديه كالرياضى إذا ما	ضحك النور من بكاء الأنداء
كان بحرًا من عام فيه حباه	باللآلئ الأنيقة الألاء
يالها من مصيبة لهي صمّا	لم يجد سهمها عن الأصماء
هدمت ثروة المعالي و دارت	حبل المجد في ثرى الغبراء
فلقد قرت الأعادى عيونا	طالما أغضيت علا الأقذاء
كم به جرّع العدوّ زعافًا	من أفاويق البؤس والبأساء
من يكن شامتًا فللموت بأس	ليس يثنٰى بالعزة القعساء
من يمت فليمت ممات أبى القا	سم(1) عن عفة و طيب ثناء
يا أباعذر كلّ معنى دقيق	جلّ كالدّرّة العزراء
صبرنا يا ابن نجدة العلم أمسٰى	عنك مستصعبا شديد الإباء
علماء البلاد حلت حباها	لك يا من عم الورى بالحباء
فعليك السلام مالاح وجه الصبح	من تحت الطرّة السوداء
و على التربة التي غيت فيها	كل جون و ديمة هطلاء

....

هذه القصيدة قيلت في مرثية الحافظ ابن عساكر رحمه اللّٰه (الوافي بالوفيات ٢٠/ ٢٢٢)

و نقلتها في تعزية الحافظ زبير علي زئي رحمه اللّٰه .

---

(1) أبى الطاهر

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

از ڈاکٹر عبدالحفیظ سموں*

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے میرا تعلق تقریباً ۲۱ سال پرانا ہے۔ ۱۹۹۲ء میں راقم الحروف کے جماعۃ المسلمین (بی ایس سی گروپ) اور برزخی فرقہ (مسعود الدین عثمانی) سے لگا تار تحریری مناظرے ہوتے رہے۔ جب بھی ان کی طرف سے کوئی ایسی روایت پیش ہوتی جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود نہ ہوتی تو فوراً بذریعہ خط شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سے رابطہ کرتا، ان سے حدیث کی سند پر معلومات حاصل کرتا اور وہ اپنی بے انتہا مصروفیات کے باوجود جواب دیتے۔ اُن سے میرا پہلا رابطہ ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ کے توسط سے ہوا، بعد میں ان کی وفات تک یہ تعلق بحمد اللہ قائم رہا۔ وفات سے تقریباً دو ماہ پیشتر انھوں نے مجھے فون کیا اور شکایت کی ان کا بلڈ پریشر کنٹرول نہیں ہو رہا۔ انھوں نے اٹک میں کسی اسپیشلسٹ سے معائنہ کروایا تھا، لیکن وہ دوائیں بھی انھیں کوئی زیادہ فائدہ نہیں دے رہی تھیں۔ انھوں نے اُس ڈاکٹر کا پرچہ اسکین کروا کر مجھے میل بھی کیا۔ شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے یہ بھی بتایا کہ مسلسل ہائی بلڈ پریشر کی وجہ سے ان کے دل کا سائز بھی بڑھ چکا ہے۔ راقم الحروف نے انھیں کچھ دوائیاں ان کی وفات سے تقریباً دو سال پہلے تجویز کی تھیں جن کے استعمال سے بقول ان کے انھیں کافی آرام ملا تھا۔ غالباً یہی ان کی آخری فون کال تھی۔ دماغ میں کہیں یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ گفتگو، ان سے آخری گفتگو ثابت ہوگی۔

دماغ کی رگ پھٹنے کی وجہ سے وہ مسلسل بے ہوش رہے اور اسی حالت میں اس دارفانی سے روانہ ہو گئے۔ وفات کی خبر سن کر، ان کے ساتھ گزارے ہوئے لمحے آنکھوں کے سامنے آ گئے۔ فروری ۲۰۱۳ء میں وہ سندھ کے دورے پر آئے تھے اور ان کا یہی دورہ سندھ کا آخری دورہ ثابت ہوا۔

الحمد للہ! اس دورے میں تین مقامات پر ان کے ساتھ تقریر کرنے کا موقع ملا۔ قاسم آباد (حیدر آباد) کی مسجد خالد بن ولید میں ان کے ساتھ میرا پروگرام ہوا۔ بعد نمازِ عصر میری تقریر تھی اور بعد نماز مغرب ان کا درس قرآن و حدیث تھا۔ پروگرام کے بعد ان کے ساتھ کھانا کھانے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس پروگرام کے چند دن بعد ضلع سانگھڑ کے شہر شہداد پور میں ایک شادی ہال کے اندر بڑے پیمانے کا پروگرام ہوا، جس میں بڑی تعداد کے اندر جماعتی اور غیر جماعتی ساتھیوں نے شرکت کی، پھر فروری کے مہینے میں ہی میرے آبائی شہر بدین میں ان کا پروگرام ہوا۔ اس پروگرام میں راقم الحروف کی لائبریری پر ان کے لیے پرتکلف دعوت کا اہتمام کیا گیا تھا۔ گھر والوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہمارے گھر پر تشریف لا رہے ہیں تو صبح سے سب گھر والے طعام کی تیاری میں لگ گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی میں کئی بار دنیادار لوگوں کی دعوت کی ہے، لیکن اس دعوت میں دلی خوشی کا پہلو نہیں ہوتا مگر جب ایک عالم دین، متقی اور پرہیزگار انسان، آپ کا کھانا کھائے تو یہ ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ اللہ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے: ((لَا تُصَاحِبْ

---

* ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث سندھ

إِلاَّ مُؤْمِنًا وَ لَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلاَّ تَقِيٌّ)) ''تیری دوستی صرف مومن کے ساتھ ہو اور تیرا کھانا متقی انسان ہی کھائے۔'' (أبو داود: ۴۸۳۲ وسنده صحيح)

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ جب بدین سے روانہ ہوئے تو یہ ان کے ساتھ آخری ملاقات تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

میں نے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے اندر کچھ ایسی خوبیاں دیکھیں جو اکثر لوگوں میں مفقود ہیں حتیٰ کہ وہ لوگ بھی جو علم سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیخ العرب والعجم سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے بعد شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ وہ حقانی عالم تھے جو کہ باطل فرقوں کے لیے ایک تلوار بے نیام تھے۔ لگی لپٹی رکھے بغیر بات کرنے کے قائل تھے۔ ڈپلومیسی ان کے قریب سے بھی نہیں گزری تھی۔ یہی عادت کافی لوگوں کو ناپسند ہوتی ہے، جو بالخصوص سب کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہی ان کا منتہا و مقصد تھا۔ میں اپنی تقاریر اور تحریر میں یہ بات، بار بار کہتا ہوں کہ کھری تبلیغ و دعوت ہی وہ چیز ہے جس سے مخلص اور کھرے لوگ پیدا ہوتے ہیں، جو لوگ سب کو راضی کرنا چاہتے ہوں، ان کی تبلیغ و دعوت سے کبھی کھرے افراد پیدا نہیں ہو سکتے۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی ایک اور خصلت جو کہ قابل رشک ولائقِ اتباع ہے وہ ہے فون پر جماعتی ساتھیوں کو جوابات دینا۔ شیخ زبیر رحمہ اللہ نے سوال و جواب کے لیے ٹائم مخصوص کر دیا تھا جس دوران میں آپ ان سے سوالات کر سکتے تھے۔ یہ چیز بہت کم علماء میں پائی جاتی ہے۔ اکثر تو وہ ہیں کہ کال اٹینڈ نہیں کرتے اور فوراً جواب دینے سے بھی ہچکچاتے ہیں، لیکن شیخ محترم فوراً جواب دیتے تھے بصورت دیگر تحقیق کے لیے وقت طلب کرتے۔

شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت کے حوالے سے ایک اور خوبی بھی قابل بیان ہے، اور وہ تھی ان کی سادگی، وہ نہایت سادہ انسان تھے، کوئی مصنوعی رعب اور ٹھاٹ باٹ نہیں۔ سر پر رومال، سادہ کپڑے اور سادہ سی عینک، یہ ان کی شخصیت تھی، لیکن جب احادیث کی سند پر بحث کرتے تو وہ ایک سمندر دکھائی دیتے۔ کافی مرتبہ ایسا ہوا کہ راقم الحروف نے ان سے کسی کتاب کے حوالہ سے بات کی اور انھوں نے چند لمحات میں اس کتاب کو اٹھا لیا۔ یہ چیز ان علماء کے اندر ہوتی ہے جو لائبریری میں لگا تار علمی و تحقیقی امور میں اور مطالعہ میں مصروف ہوں، ورنہ ایسے لوگ بھی ہیں جن کی لائبریری میں ہزاروں کتب ہیں، لیکن انھیں اہم کتابوں کے متعلق بھی علم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں رکھی ہیں۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ تو اس دنیا کو چھوڑ کر جا چکے ہیں لیکن اپنے پیچھے ایسے نوجوانوں کی کھیپ تیار کر کے گئے ہیں جو اسی منہج پر چلنے والے ہیں۔ عقیدے کے حوالے سے شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایک پہاڑ کی مانند تھے، ٹھوس اور سخت۔ آج کتنے لوگ ہیں جو دنیاوی مفادات کی وجہ سے عقیدے کو داؤ پر لگا چکے ہیں۔ قبر پرست اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بُرا بھلا کہنے والوں کے ساتھ، ان کی محبتیں ہیں۔ ان کے نزدیک ''اتحادِ امت'' سب سے اہم ہے، خواہ اس کے لیے توحید و سنت کی قربانی دینی پڑے۔ (والعیاذ باللہ)

آج ضرورت ہے اہل حدیث میں ایسے لوگ اُٹھیں جو عقیدۂ توحید کو کھول کر بیان کریں، کسی کی پروا نہ کریں۔ ووٹ اور نوٹ ان کا مقصد نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے۔ ان کی بشری کمزوریوں کو معاف فرمائے۔ ان کی کتب و تحریرات کو صدقہ جاریہ بنائے اور ہمیں ان کا حقیقی جانشین عطا فرمائے۔ آمین

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی شخصیت

ابو صہیب محمد داود ارشد*

آج سے تقریباً اٹھارہ برس قبل کی بات ہے کہ خاکسار اپنے دوست الشیخ مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کی معیت میں ننگل ساہداں کے اجتماع میں گیا، جب مرکز میں داخل ہوئے تو بائیں جانب کی بلڈنگ کے سامنے والے لان میں علمائے کرام کھانا کھا رہے تھے، کئی ایک شیوخ سے علیک سلیک ہوئی، ایک نوجوان کے سامنے شیخ ٹھہر گئے۔ مجھے تعارف کرواتے ہوئے مبشر صاحب کہنے لگے: داود صاحب یہ ہیں ''حافظ زبیر علی زئی''اس وقت جو سراپا ذہن میں آیا وہ حسب ذیل ہے: درمیانہ قد، سرخ گندمی رنگ، کھلی پیشانی، موٹی چمک دار آنکھیں، گھنی داڑھی، چوڑا چہرہ، شلوار قمیص میں ملبوس، تقریباً ۳۵ برس کے لگ بھگ جوانی کی عمر، پروقار گفتگو، کلام میں ٹھہراؤ، بات کو قرینے سے کرنے کی صلاحیت، تھوڑی دیر ہم ان کے پاس رُکے، پھر آگے چل دیے۔ میری ان سے یہ پہلی ملاقات تھی، جو بتدریج دوستی میں بدل گئی۔ ہم آہنگی نے اس پر دو آتشہ کا کام کیا۔ راقم نے انھیں ثقہ عالم دین پایا اور ابتدائی ملاقات سے لے کر شیخ محترم کی وفات تک تعلق میں کوئی دراڑ نہ آئی۔ افسوس کہ میں ان کی عیادت نہ کر سکا، کیونکہ انھیں ایام میں میری والدہ ماجدہ سخت بیمار ہونے کی وجہ سے گوجرانوالہ کے سی ایم ایچ میں زیر علاج تھیں، بھرپور کوشش کے باوجود ۲۴/ اکتوبر ۲۰۱۳ء کو بوقت ۹ بجے شب ان کی وفات ہوگئی، ابھی ماںتا کا غم تازہ ہی تھا کہ ہمارے دیرینہ ساتھی ہم سے بچھڑ گئے۔

إنا لله و إنا إليه راجعون.

خاکسار نے انھیں صاف دل اور حق کی طرف رجوع کرنے والا پایا۔ اگر بوجہ غلطی ہوئی تو علی الاعلان اس کا اعتراف کیا۔ اگر محترم حافظ صاحب کے رجوع جمع کیے جائیں تو ایک مفصل مضمون تیار ہوسکتا ہے۔

ضد و ہٹ دھرمی نام کی کوئی چیز ان میں نہ تھی۔ ایک دفعہ فون پر بات ہو رہی تھی کہنے لگے داود صاحب ہم اہل حق ہیں۔ حق کو قبول کرنے میں تامل نہیں کرنا چاہیے نہ یہ ہی دیکھنا چاہیے کہ مبتدعین کی اس سے تائید ہوتی ہے یا اس سے وہ فائدہ اٹھائیں گے، بلکہ جو حق ہے اس کے ہم وارث ہیں اسے خندہ پیشانی سے قبول کر لینا ہی ہمارا طرۂ امتیاز ہے۔

انوار الصحیفہ جب چھپ کر آئی تو خاکسار نے بتایا کہ سنن ابی داود (۲۹۰۴) کی حدیث کو جو آپ نے بوجہ محاربی کی تدلیس کے ضعیف بتایا ہے، یہ ٹھیک نہیں کیونکہ ابن ابی شیبہ (المصنف ۱۱/ ۴۱۳) میں اس کی سند صحیح ہے۔ فون پر بات کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ٹھہریں میں کتاب لے کر آتا ہوں۔ مراجعت کر کے کہنے لگے: ہاں، میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں۔ میرا شکریہ ادا کیا بلکہ مجھ سے وعدہ لیا کہ آیندہ بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے تو مجھے ضرور بتایئے گا۔ سچی بات ہے کہ یہ بہت بڑی خوبی ہے، حالانکہ علم بہت بڑا حجاب

* مناظر اسلام، مصنف کتب کثیرۃ

ہوتا ہے۔ لسّی میں پانی ڈال کر اسے زیادہ کرنے کی طرح علمی باتوں کو لمبا کر لینا کوئی کمال نہیں، کمال تو یہ ہے کہ اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا جائے، حافظ صاحب وقت کی بڑی قدر کرتے، بھرپور کوشش کرتے کہ کوئی گھڑی ضائع نہ ہو۔ کسی مسئلہ میں راہنمائی کے لیے جب رجوع کیا جاتا اور آپ لائبریری میں موجود ہوتے تو یوں لگتا جیسے مطلوبہ کتاب ہاتھ میں پکڑے بس فون کا انتظار کر رہے تھے۔ جتنی بات ضروری ہوتی، وہ کہہ کر خود ہی السلام علیکم کہہ کر فون بند کر دیتے۔ ایسا بوجہ تکبر نہ کرتے بلکہ اپنا وقت بھی بچاتے اور سائلین کا پیسہ بھی۔

جھنگ کے قریب ایک گاؤں بدوآنہ ہے جہاں کسی دور میں اہل حدیث کا مدرسہ تھا جہاں دور دور سے طالب علم حدیث کا علم حاصل کرنے کے لیے رجوع کرتے۔ وہاں شیخ الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید مولانا عبد الحمید درس دیا کرتے تھے۔ اسی گاؤں میں دیوبندی مکتبہ فکر سے فاتحہ خلف الامام پر مناظرہ کی ٹھن گئی۔ وہاں کی مقامی جماعت نے کئی ایک اہل علم کو مناظرہ کے لیے دعوت دے دی، جو تمام کے تمام بروقت پہنچ گئے۔

جن میں شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ امجد چھتوی، شیخ الحدیث محمد یحییٰ گوندلوی رحمہ اللہ، مفتی جماعت مولانا مبشر احمد ربانی، مناظر اسلام قاضی عبد الرشید ارشد، الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور سید طالب الرحمٰن شاہ جیسے علماء تھے۔ خاکسار کو ان شیوخ کی معیت کا شرف حاصل تھا، مناظرہ نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ فریق مخالف نے پولیس سے ساز باز کر لی، جب گاؤں میں پولیس آئی تب تک مقامی جماعت نے ہمیں ایک ڈیرے پر منتقل کر دیا جس کے چاروں اطراف کماد کی فصل تھی۔ ایک نوجوان نے ہمیں کماد کا ایک بڑا اگٹھا توڑ کر لا دیا کہ آپ سب اس سے دل کو بہلائیں، ہم جانیں اور پولیس، اس دوران میں وہاں ادھر اُدھر کی باتیں شروع ہو گئی۔ شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ڈاکٹر شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کی کتاب لے کر ایک طرف ہٹ کر پڑھنے لگے، ہم جب تک وہاں بیٹھے رہے حافظ صاحب اس کتاب کے مطالعہ میں مشغول رہے۔

آپ کو قرآن حکیم سے دلی لگاؤ تھا۔ رمضانی حافظ نہ تھے بلکہ ہر روز پڑھتے اور سناتے تھے۔ رمضان میں تمام مصروفیات کو ترک کر کے قرآن کو یاد کرتے۔ نماز باجماعت کا اہتمام تو تھا ہی تکبیر اولیٰ کا بھی خاص خیال رکھتے۔ اپنے ساتھیوں کو نصیحت بھی کر دیا کرتے تھے مگر نرم و ملائم الفاظ کا چناؤ کرتے، نہایت تلخ نصیحت کو بھی اچھے پیرائے میں کرتے کہ دوسرا محسوس کرتا کہ مجھے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں یہ بات کہی ہے۔ بہر حال ایک انسان تھے جہاں خوبیاں تھی وہاں کوتاہیاں بھی ضرور ہوں گی۔ اللہ ان پر اپنی رحمت سے پردہ ڈال دے اور معاف کر دے۔ مزاج کے نہایت نازک تھے، ناراض جلدی ہو جاتے، لیکن جتنی جلدی ناراض ہوتے اتنی جلدی ہی ناراضی کو ختم بھی کر دیا کرتے تھے۔

محترم حافظ صاحب کا حلقہ احباب وسیع تھا، اس لیے مہمان کثرت سے آتے، بیس تیس مہمانوں کا آنا تو معمول تھا، بسا اوقات پچاس تک بھی نوبت پہنچ جاتی۔ سب کی حسب توفیق ضیافت کرتے، ان کو وقت دیتے، ان کے مسائل سن کر جواب دیتے، بہانا بنا کر مجلس سے نہ اٹھتے جب تک آنے والا بیٹھا رہتا اس کے پاس رہتے۔ مصافحہ کے وقت اپنا ہاتھ پہلے نہ کھینچتے، ایک دفعہ کہنے لگے: داود صاحب! اتنی کثرت سے ملاقاتی آتے ہیں کہ بعض دفعہ ان کی ضیافت کا انتظام میرے لیے مسئلہ بن جاتا ہے، زندگی کے آخری دور میں آپ کو

مالی پریشانیاں بھی تھیں، سرگودھا آنے کا غالب سبب یہی تھا۔

شیخ محترم رحمۃ اللہ نے اہل الرائے کے بالمقابل اسلاف کی ترجمانی کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔ جس میں وہ خاصے کامیاب رہے، کلمہ حق کہنے میں وہ کسی کو بھی مخاطب کرنے میں عار نہ سمجھتے تھے، میں نے خود ان کو کئی بار کہا کہ ایسے ویسے لوگوں کو مخاطب نہ کیا کریں، کم از کم مدمقابل کا معیار دیکھ لیا کریں۔ مگر میری ایسی کسی بات پر انہوں نے کبھی توجہ نہ دی، اہل الرائے کی طرف سے جب بھی کوئی اعتراض حدیث اور اس کی امین جماعت پر ہوا، تو آپ اس کا جواب دینے میں اپنے معاصرین پر سبقت لے گئے۔ اور جواب بھی محض دفع الوقتی نہ ہوتا بلکہ تحقیق کا حق ادا کر دیا کرتے۔ حدیث اور اس سے متعلقہ مباحث اور مبتدعین کی کتب کو جمع کرنے میں انہوں نے اپنی پوری زندگی صَرف کر دی، ذاتی کتب خانوں میں ان کی لائبریری ایک منفرد سٹائل کی ہے، پھر محض کتابوں کو جمع کرنے کا ہی شوق نہ تھا بلکہ ان کو پڑھتے بھی تھے، دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ ان کی لائبریری میں شاید ہی کوئی کتاب ملے جس پر حافظ صاحب رحمۃ اللہ کے نوٹ و حواشی نہ ہوں۔ اگر ان حواشی کو قرینے سے ترتیب دے کر شائع کیا جائے تو علمی دستاویز تیار ہو سکتی ہے۔

حدیث اور اس سے متعلقہ مباحث پر اچھی نظر تھی، بلاشبہ وہ اپنے معاصرین میں ایک بلند درجے پر فائز تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت درجہ کی محبت تھی، اسی محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ انہوں نے اپنی پوری علمی زندگی سنت نبوی کے احیاء اور اس پر شکوک وشبہات کے ازالے میں صرف کی۔

حدیث نبوی اور اس کی انواع واقسام پر ایک مجتہدانہ نظر تھی۔

اللہ تعالیٰ نے کمال حافظہ عطا کیا تھا۔ قوت حافظہ سے مطبوع کتب میں اغلاط نکال لیا کرتے تھے۔ بتوفیق الٰہی اسناد و متون کی اغلاط کو درست کر دیتے تھے، پھر اکثر دیکھا کہ ان کا مؤقف درست ثابت ہوا۔ عربی ادب سے بھی لگاؤ تھا، عربی زبان میں بلا تامل کلام کرتے تھے۔ آپ نے درجن سے زائد عربی کتب یادگار چھوڑیں۔

مرحوم کی بعض کتب غیر مطبوع ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں ضائع ہونے سے بچایا جائے اور انہیں علمی امانت سمجھ کر ان کے نام پر شائع کرنے کا التزام کیا جائے۔ ادھوری ابحاث کو مکمل کرنا اور مخطوط کے نقائص کو دور کرنا مشکل ضرور ہے مگر ناممکن نہیں۔

آپ کی بعض کتب مفقود ہیں۔ ان کا کھوج لگانا بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی طباعت و اشاعت کا کوئی مؤثر ذریعہ پیدا ہو جائے۔ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ میں دینی معاملات میں مداہنت نہ تھی جس کو حق سمجھتے اس کا علی الاعلان اظہار فرماتے، اس کے دلائل دیتے اور مخالف دلیل کو مردود وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے تھے۔

اگر ان کو کسی علمی کام کی طرف متوجہ کیا جاتا تو اسے سعادت جان کر کرتے تھے۔ بریلوی مکتب فکر کی طرف سے ''الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف'' کے نام سے جب ایک جعلی کتاب شائع ہوئی تو خاکسار نے لاہور سے خرید کر انھیں بھیجی اور اس پر کچھ لکھنے کو کہا تو انھوں نے اس پر بھرپور لکھا، بعد میں دیگر اہل علم کے مضامین کے ساتھ اس کو شائع کرنے کا التزام بھی کیا۔ ماہنامہ الحدیث جب سے جاری ہے تب سے اب تک میرے نام اعزازی آتا ہے، کبھی اس پر اشارہ و کنایہ سے بھی کوئی مطالبہ نہ کیا۔ کبھی کبھار احباب کو فون کر کے ان کی دل جوئی کے لیے ہمت بڑھاتے۔ ان سے بھرپور

اظہار محبت فرماتے اور صبر کی تلقین کرتے۔

کبھی یہ دعا بھی دیتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت دے اور مجھے آپ کا جنت میں ہمسایہ بنادے۔

مالی معاملات مرحوم کے بہت صاف شفاف تھے۔ مجھے زندگی میں ان کے ساتھ سفر کرنے کا صرف ایک بار موقع ملا ہے۔ لاہور سے بدین اور واپسی لاہور تک کا سفر۔ دوران سفر میں کسی پر بوجھ نہ بنتے تھے۔ میزبان نے حسب توفیق جیسی بھی ضیافت کی اس کو سیر ہو کر کھالیا، کھانے میں نقائص نکالنے کی عادت نہ تھی۔ دسترخوان پر بیٹھ کر بعض حضرات کا رویہ ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے کو کچھ نہ ملے، مرحوم کی یہ عادت نہ تھی۔ سفر بدین میں صادق آباد ریلوے اسٹیشن پر زبیر صادق آبادی حفظہ اللہ نے ہماری بھرپور ضیافت کی اور اگلے اسٹیشن تک ہمارے ساتھ رہے۔ مرحوم سب کو کہہ رہے تھے: یہ لیں، وہ لیں۔ مجھے ان کی یہ ادا بہت پسند آئی۔ بعض لوگ سفر کو گپیں مار کر طے کرنے کی عادی ہوتے ہیں مگر مرحوم نے تمام سفر ذکر و اذکار یا کسی علمی مسئلہ پر گفتگو کرنے میں گزارا۔ میری ان سے دوستی تھی، بلا تکلف دوستی۔ میں نے ان کی زبان سے کبھی کسی کی غیبت و چغلی نہ سنی، کبھی ان کی بات کو جھوٹ نہ پایا، البتہ وہ کسی بھی بدعتی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ ان کی ذرہ برائی کو بھی نوٹ فرماتے اور اس کا اظہار بھی کر دیا کرتے۔

اللّٰهم اغفرله وارحمه و عافه واعف عنه و اكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الأبيض من الدنس ، وابدله دارًا خيرًا من داره واهلًا خيرًا من اهله و زوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر و من عذاب النار . آمين يا رب العالمين .

شیخ الحدیث مولانا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

فضیلۃ الشیخ محمد یاسین ظفر*

غالبًا اگست 2002ء کی بات ہے کہ جامعہ سلفیہ میں علمائے کرام اور اساتذہ کا ماہانہ اجلاس تھا جس کی تیاری اور انتظامات میں مصروف تھا کہ اچانک چند نوجوان اور ان کے ساتھ ایک وجیہ چہرے والے بزرگ بھی تھے۔ درمیانہ قد گول چمکتی آنکھیں گھنی مہندی میں گوندی ڈاڑھی سادگی کا مرقع باوقار چال چلتے دفتر میں وارد ہوئے۔ بڑھ کر سلام کیا، ساتھ آنے والوں نے تعارف کرایا کہ شیخ الحدیث مولانا زبیر علی زئی صاحب ہیں۔ انھیں بالمشافہ دیکھنے کا یہ پہلا موقع تھا، اگرچہ ان کا نام پہلے سے بارہا سن چکا تھا اور غائبانہ تعارف میں یہ بات معلوم تھی کہ آپ فن حدیث میں یکتا ہیں اور خاص کر علم الرجال کے ماہر ہیں۔ 25 جون 1957ء کو پیدا ہوئے۔ دین کی گہری چھاپ تھی۔ علوم اسلامیہ حاصل کرنے کا شوق جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ لے آیا۔ جہاں وقت کے مردمومن علامہ شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان نورپوری کی آغوش محبت میں کسب فیض کیا۔ تعلیمی مراحل طے کرتے ہوئے وفاق المدارس السّلفیہ سے الشہادۃ العالمیۃ اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی اور اسلامیات کی ڈگریاں حاصل کیں۔ وقت کے نامور محدثین حضرت العلام مولانا محبّ اللہ شاہ راشدی اور محقق العصر شیخ العرب والعجم علامہ بدیع الدین شاہ راشدی سے حدیث اور علوم حدیث میں باقاعدہ سند کا درجہ حاصل کیا۔ مولانا فیض الرحمٰن الثوری، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے اور مولانا حافظ عبدالحمید ازہر رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں علمی معراج پر پہنچایا۔ خود داری اور دینی حمیت نے پاؤں پکڑ لیے اور اپنے ہی علاقے میں علم کا چشمہ جاری کیا۔ حضرو اور اس کے گردونواح کو قرآن وحدیث کی روشنی سے منور کیا۔ علمی مقام و مرتبہ کی بدولت بہت جلد ان طلبہ کے لیے کشش کا باعث بن گئے جنھیں محدثین کے منہج سے خاص لگاؤ تھا۔ یہ ان کے ہاں ایسے جمع ہوئے جیسے شمع کے گرد پروانے۔ ان میں بطور خاص مولانا حافظ ندیم ظہیر، مولانا صدیق رضا اور مولانا غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری شامل ہیں جو آج بھی ان کے نقش قدم پر منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔

مولانا عالم باعمل تھے اور ”ولا یخافون لومة لائم“ کی عملی تصویر تھے۔ ”الحدیث“ کے نام سے ایک تحقیقی اور علمی مجلّہ شائع کرتے جس میں علمی مباحث، مضامین پر تعاقب اور اسماء الرجال پر بحثیں شامل ہوتیں۔ کتابوں سے خاص شغف تھا اور اہل علم کی مجالس کے دلدادہ تھے۔ اپنی حیات مستعار میں خدمت حدیث میں مصروف رہے۔ آپ نے بہت سادہ مگر باوقار زندگی گزاری۔ علم وعرفان کا یہ ماہتاب 10 نومبر 2013ء کو غروب ہوگیا۔ نماز جنازہ میں جامعہ سلفیہ سے ایک وفد نے مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی کی قیادت میں شرکت کی اور شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالحمید ازہر نے نماز جنازہ پڑھائی۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی الجنة الفردوس

---

* ناظم اعلیٰ وفاق المدارس السّلفیہ، مدیر الجامعۃ السلفیۃ، فیصل آباد۔

ہمارے محترم شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

[illegible] *

اللہ عزوجل کے علاوہ کائنات میں کوئی بھی ایسی ہستی نہیں جسے ہمیشگی نصیب ہو۔ اگر انبیاء ورسل دنیا میں ہمیشہ نہیں رہے تو کوئی دوسرا کیا رہے گا، لیکن کچھ افراد ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کی وفات ان کے عزیز اقارب کے علاوہ امت کے اہل علم اور ذی شعور لوگوں کے دلوں میں بھی دکھ اور تکلیف کا احساس چھوڑ جاتی ہے۔

ہمارے محترم شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا شمار بھی ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔

''بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدا ور پیدا''

شیخ صاحب سے میرا تعارف کیسے ہوا؟

غالباً ۱۹۸۶ء کی بات ہے، میں نے کورٹ روڈ کراچی پر واقع مسجد اہل حدیث میں محترم شیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کی، نماز کے بعد لوگ شیخ ناصر صاحب کے گرد جمع ہو گئے، میں بھی ان کے قریب بیٹھ گیا دوران گفتگو محترم شیخ صاحب نے ایک شخصیت کا تذکرہ شروع کیا اور انھیں علمی لحاظ سے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بڑی محبت کا اظہار کیا۔ میں نے پوچھا: محترم شیخ صاحب آپ زبیر ظہیر صاحب کا تذکرہ کر رہے ہیں تو محترم شیخ عبداللہ ناصر رحمانی صاحب فرمانے لگے نہیں بھائی! میں زبیر علی زئی صاحب کی بات کر رہا ہوں جو ہماری جماعت کے بڑے محقق عالم دین ہیں۔

مجھے محترم شیخ عبداللہ ناصر رحمانی صاحب سے شدید دلی لگاؤ ہے، ان کی زبان سے محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی علمی حیثیت سنی تو میرے دل میں زبیر صاحب سے ملاقات کی چاہت پیدا ہوئی، لیکن ایک عرصہ گزر گیا اور محترم شیخ زبیر صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی اسی اثنا میں سید طالب الرحمٰن شاہ صاحب دنیا پور آئے ان کا مناظرہ ماسٹر امین اوکاڑوی سے طے تھا۔

اس مناظرہ میں شاہ صاحب کے ساتھ میں بھی موجود تھا میں نے شاہ صاحب کے پاس رفع الیدین کے موضوع پر ایک کتاب فوٹوسٹیٹ کی صورت میں دیکھی میں نے کئی مقامات سے اسے پڑھا تو حیران رہ گیا کہ اس موضوع پر بڑی شاندار کتاب ہے اور دور حاضر میں اس موضوع پر سب سے بہتریں عادلانہ تحقیق کا شہکار ہے جو علماء اور عوام دونوں کے مطالعہ کے لئے انتہائی مفید ہے۔ میں نے سرورق دیکھے بغیر محترم شاہ صاحب سے پوچھا: یہ کن کی تصنیف ہے تو شاہ صاحب نے بتایا کہ یہ محترم شیخ زبیر صاحب کی نور العینین ہے جو عنقریب طبع ہو کر مارکیٹ میں آجائے گی۔ شیخ ناصر صاحب کے بعد طالب الرحمٰن شاہ صاحب سے بھی شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا علمی مقام اور حیثیت سن کر ملاقات کا پختہ ارادہ کر لیا، پھر جلد ہی محترم شاہ صاحب کے گھر راولپنڈی میں ان سے ملاقات ہوئی، وللہ الحمد۔ یہ غالباً ۱۹۹۰ کی بات ہے۔ بعد ازاں جب تک محترم شیخ زبیر رحمہ اللہ زندہ رہے میں

* امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث وخطیب میلسی۔

ان سے ملاقاتوں اور ٹیلیفونک رابطے کے ذریعے سے مسلسل علمی استفادہ کرتا رہا۔

وہ علم کا ایک خزانہ تھے

اکتوبر ۱۹۹۶ء میں، اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مَیں ملاقات کے لیے حضرو ان کی خدمت میں حاضر ہوا ان کی وسیع لائبریری دیکھی بہت دیر تک محترم شیخ صاحب سے مختلف موضوعات پر علمی استفادہ کیا۔حوالہ جات کے لئے وہ کتابیں لائبریری سے نکال کر دکھاتے رہے اور جو کتابیں میں نے دیکھیں مجھے یوں محسوس ہوا کہ اتنی بڑی لائبریری میں شاید ہی کوئی کتاب ایسی موجود ہو جو محترم شیخ صاحب کے مطالعہ میں نہ رہی ہو۔

الحب للہ والبغض للہ کا صحیح مصداق تھے

اسی دوران جبکہ میں ان کی لائبریری میں موجود تھا تو پاکستان کی ایک جماعت کے معروف خطیب اور کئی کتابوں کے مصنف کے بارے میں شدید علمی ناراضی کا اظہار کیا اور کہنے لگے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی صفت اپنی تحریر میں بیان کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں۔ جب میں نے اس ساتھی کا دفاع کیا تو محترم شیخ صاحب اٹھے تو اپنی لائبریری میں سے کچھ عرصہ پہلے کا مجلّہ اٹھایا اوران کے مضمون سے ایک عبارت نکالی جس میں اس ساتھی نے ایک دربار کے مجاور کے جواب میں لکھا: ’’بھائی ہمیشہ بھوکا اور پیاسا رہنا اللہ کی صفت ہے اور تم اس کو صاحب دربار کی کرامت بتا رہے ہو‘‘ سچی بات یہ ہے مجھے بھی پہلی مرتبہ پڑھ کر اس عبارت کی سنگینی کا احساس نہ ہوا، پھر محترم شیخ صاحب نے بتایا کہ بھوک اور پیاس ایک نقص (عیب) ہے اور میرا اللہ تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے۔قرآن وسنت میں اللہ تعالیٰ کی ایسی کوئی صفت مذکور نہیں۔اس سے مجھے احساس ہوا کہ محترم زبیر علی زئی صاحب عقیدۂ توحید کے بارے میں علمی گہرائی وگیرائی رکھتے ہیں۔کسی بھی کتاب کا مطالعہ انتہائی تدبر اور غور وفکر سے کرتے ہیں۔

ایک بہترین محقق، اپنے وقت کے محدث اور پیارے مربی تھے

۱۹۹۰ء سے میں میلسی شہر میں اہلحدیث کی تحریک کا باقاعدہ آغاز ہوا۔اس سے پہلے میلسی شہر میں جماعت کا کوئی قابل ذکر کام نہیں تھا۔اب اللہ کے فضل وکرم سے دس کے قریب اہلحدیث مساجد شہر میں کتاب وسنت کی دعوت کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔اس تحریک میں جن علماء نے میلسی جماعت کی سرپرستی فرمائی اس میں بھی محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا وافر حصہ موجود رہا ہے۔کئی مرتبہ میری درخواست پر حضرو کے علاقے سے دور دراز کا سفر طے کر کے دروس اور خطبہ جمعہ کے لئے میلسی تشریف لاتے رہے۔میلسی میں چونکہ اکثر و بیشتر دیوبندی وبریلویوں سے مناظرے کا ماحول بنتا رہتا ہے۔ایسے موقع پر جب بھی میں نے شیخ رحمہ اللہ سے فریق مخالف کی پیش کردہ کسی روایت یا دلیل کے بارے میں فون کیا تو بغیر کسی تاخیر کے فون پر ہی ان کی دلیل کا ایسا رد بیان کرتے اور روایت کی اسنادی حیثیت پر ایسا محدثانہ کلام پیش کرتے تھے کہ فریق مخالف کے پاس جواب نہ بن پاتا۔ مضمون کی طوالت سے بچنے کے لئے ایسی کئی مثالیں حذف کر دی ہیں۔

شیخ زبیر رحمہ اللہ کی محدثانہ حیثیت تو عرب علماء میں بھی

معروف ہے۔ میرے ایک عزیز دوست شفقت الرحمٰن مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہیں، بتا رہے تھے کہ ہمارے عرب شیوخ بعض اوقات اپنی گفتگو میں محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی محدثانہ حیثیت کی تعریف کرتے ہیں۔

محدثین سے شدید محبت کرتے تھے

میں نے ایک مرتبہ گزارش کی کہ آپ کا ایک خط ایک دوست کے پاس میں نے پڑھا ہے جس میں آپ نے مولوی شاہد معاویہ فیصل آبادی کے خط کا جواب دیا ہے۔ میں نے آپ کی تحریر میں سختی محسوس کی ہے تو کہنے لگے میری تحریر میں سختی نہیں ہوتی، اس خط میں سختی کی وجہ یہ بنی ہے کہ مولوی شاہد معاویہ نے اپنے خط میں محدثین اور امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کے لئے گستاخانہ لہجہ استعمال کیا تھا اور جس شخص کے دل میں محدثین کے لیے خیر نہ ہو اس شخص کے لئے میرے دل میں کوئی نرمی نہیں۔

بہرحال شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اپنے وقت کے محقق عالم دین اور عظیم محدث تھے ان کی وفات سے ایسا علمی خلاء پیدا ہوا ہے جو شاید کئی سالوں تک پُر نہ ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ محترم شیخ زبیر رحمہ اللہ صاحب کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور ان کے عزیز و اقارب اور جماعتی احباب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

(آمین)

میں محترم شیخ صاحب کے شاگردوں بالخصوص حافظ ندیم ظہیر صاحب کے لئے دعا گو بھی ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ محترم شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے مشن کو آگے بڑھانے میں اپنی پوری کوشش کرتے رہیں گے۔ (ان شاء اللہ)

نامور مفکر، محقق اور محدث

محمد ادریس ظفر *

صاحبِ تحقیق، راسخ فی العلم، نامور مفکر، محقق و مفسر، علم حدیث کے ماہر اور فن اسماء الرجال کے شاہسوار...... میری مراد حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہیں۔ جن کی وفات سے علمی دنیا میں ایسا خلا پیدا ہوگیا ہے جو شاید صدیوں بعد پُر ہو۔ ایسی شخصیات کا دنیا سے چلے جانا قرب قیامت کی نشانی ہے، جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالاً فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا.))

''اللہ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں سے چھین لے بلکہ وہ (پختہ کار) علماء کو موت دے کر علم کو اٹھالے گا، حتی کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ ان سے سوالات کئے جائیں گے اور وہ بغیر علم کے جواب دیں گے، پس خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' (صحيح البخاري: ۱۰۰)

شیخ موصوف رحمہ اللہ کی تحریر و تقریر میں بصیرت اور متانت جلوہ گر تھی۔ فرق ہائے باطلہ پر عبور حاصل تھا جو ان کی تصانیف میں نمایاں نظر آتا ہے۔ مخالف کے سوالات کا جب تک جواب نہ دے دیتے سکون سے نہ بیٹھتے، کیونکہ دینی و ایمانی غیرت وحمیت میں بھی اپنی مثال آپ تھے یہ خوبی بھی آجکل نہایت کم یاب ہے۔ تصنیف و تالیف کے لئے مطالعہ کتب اور اخذ و اقتباس کا جانکاہ کام بھی سرانجام دیتے۔ شیخ موصوف نے مختصر وقت میں تصانیف مطبوع اور غیر مطبوع (عربی تصانیف ۳۷ اور اردو تصانیف ۴۲) کے قریب ہیں۔ بلاشبہ ایسی بے پناہ صلاحیتوں اور گوناگوں اوصاف کی حامل شخصیتیں روز روز پیدا نہیں ہوتیں۔ ع

روئے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد

مسلک اہل حدیث چونکہ خالص اور بے آمیز اسلام کا نام ہے جو قرآن واحادیث صحیحہ میں محفوظ ہے۔ اس مسلک کی حقانیت پر ان کا یقین غیر متزلزل رہا اور اس کی حمیت و عصبیت میں ایک فولادی چٹان اور اس کی حمایت و مدافعت میں ہر محاذ پر سینہ سپر رہے۔ افسوس جوانی کے عالم میں ہی علم و عمل کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ إنا لله و إنا إليه راجعون

شیخ محترم رحمہ اللہ سے میری بالمشافہ ملاقات تو نہیں ہو سکی، البتہ خط کتابت تھی۔ ان کی فراخدلی کا یہ عالم تھا کہ میں نے ایک دفعہ ایک مضمون ''سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اور تشہد میں اشارے'' لکھ کر بھیجا، انہوں نے تصحیح فرما کر پہلے تو ماہنامہ الحدیث میں شائع کیا، پھر میرے ہی نام سے اپنے مقالات میں جگہ دی، اسی پر بس نہیں بلکہ رفع الیدین پر اپنی علمی و تحقیقی کتاب نور العینین فی اثبات رفع الیدین کی آخری اشاعت کی زینت بھی میرے نام سے بنایا۔ مجھے فرماتے تھے آپ مضمون بھیجا کریں ہم آپ کے

* مبلغ اسلام، چوک اعظم لیہ۔

مضامین ضرور شائع کریں گے مگر...... بسا آرزو کہ خاک شد

میں نے ایک کتاب ''آٹھ رکعات تراویح احناف کی نظر میں'' لکھی تو تقریظ کے لیے زحمت دی۔ آپ نے بالاستیعاب پڑھ کر اس سرخی کے ساتھ تقریظ لکھی: ''آیئے آئینہ دیکھیں'' پوری کتاب کے مفہوم کو مذکورہ الفاظ میں سمو دیا۔ ان کی مجھ سے والہانہ محبت اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ ان کے شاگرد خاص حافظ ندیم ظہیر، حافظ شیر محمد اور دیگر معاونین کو توفیق دے کہ وہ حافظ صاحب کے مشن (قرآن وحدیث کی اشاعت) کو جاری رکھیں اور اسے ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔ (آمین)

تیرا رنگِ محفل یاد آتا ہے

ڈاکٹر رحمت الٰہی*

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ﴾

(البقرة:207)

''اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اپنی جانوں کا سودا کر لیتے ہیں۔''

یقیناً میرے استاذ محترم، محقق دوراں، ذہبی زماں محدث العصر الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ایسے ہی لوگوں میں سے تھے جنھوں نے رب ارض وسماء کے دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ ساری زندگی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے گزار دی۔ اللہ تعالیٰ کی آپ پر ریت کے ذروں سے بڑھ کر رحمتیں نازل ہوں، اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو نور سے بھر دے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

پہلی ملاقات: ۱۹۸۶ء میں میرا رجحان تحقیق کی طرف ہوا تو جنوری ۱۹۸۷ء میں پھوپھی زاد بھائی محمد ممتاز صاحب نے دعوت دی اور ان کے ہاں ہی بخاری کے چند ابواب کا مطالعہ کرنے کے بعد اہل حدیث ہو گیا۔ ممتاز صاحب نے شیخ رحمہ اللہ کا غائبانہ تعارف کروایا کہ کراچی میں حضرو کے ایک عالم دین سے میری ملاقات ہوئی ہے وہ کراچی مسعود الدین عثمانی سے امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں بات کرنے گئے تھے۔

یاد رہے کہ عثمانی گھر سے کتاب لانے کے بہانے مناظرے سے فرار ہو گیا تھا۔ فروری ۱۹۸۷ء میں ہم چار ساتھی ممتاز صاحب، بخشش الٰہی، عاشق حسین اور راقم شیخ صاحب رحمہ اللہ سے ملنے گئے، کپڑا بازار حضرو میں ان کی دکان پر ملاقات ہوئی۔ ان کی سادگی، جذبۂ اصلاح اور خلوص کو دیکھ کر ہم بہت متاثر ہوئے۔ ع

تیرا پیکر تیری خوشبو تیرا لہجہ تیری بات
بس دل کو تیری سادگی کا انداز اچھا لگا

اور اسی ملاقات میں شیخ صاحب نے ہمیں نماز جمعہ کی دعوت دے دی، پہلا جمعہ ان کے ہاں پڑھا تو پھر کسی اور جگہ خطبہ سننے کا مزہ ہی نہ آتا، کیونکہ شیخ رحمہ اللہ کا خطبہ با دلائل ہوتا تھا کوئی بات بے دلیل نہ ہوتی۔

اس کے بعد راقم ان کے مدرسہ میں ۱۹۸۸ء تا ۱۹۹۳ء

* خطیب ومدرس اعوان آباد، گوندل ضلع اٹک۔

تک مدرس رہا اس دوران میں ان سے کچھ کتابیں پڑھنے کا موقع بھی ملا اور مجھے یہ شرف حاصل ہے کہ میں ان کا پہلا شاگرد ہوں، پھر میں نے اعوان آباد نزد گوندل خطابت شروع کر دی، لیکن ہفتے میں ایک دو بار ملاقات کے لیے حاضر ہوتا اور جب وہاں سے واپسی ہوتی تو بقول شاعر ؎

اٹھ کر تو آگئے ہیں تیری بزم سے مگر
کچھ دل ہی جانتا ہے کہ کس دل سے آئے ہیں

شیخ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی مسجد میں جب ۱۹۸۲ء میں نماز جمعہ کا آغاز کیا تو پہلے جمعہ میں صرف پانچ آدمی تھے۔ محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ، حاجی اللہ دتہ صاحب رحمہ اللہ ، نذیر صاحب گوجرانوالہ، بابا شریف صاحب گوجرانوالہ اور شیخ صاحب کی برادری کا ایک آدمی اور اب یہ مسجد نماز جمعہ میں بھری ہوتی ہے، بلکہ یہ مسجد دعوت اہل حدیث کا مرکز بن چکی ہے اور اس مسجد سے اٹھنے والی دعوت حق کی وجہ سے حضرو کے اردگرد تقریباً اہل حق اہل حدیث کی چودہ مسجدیں مزید بن چکی ہیں جن میں نماز جمعہ و پنچگانہ کے علاوہ درس و تدریس اور دعوت حق کا سلسلہ جاری ہے۔ ع

دیکھی نہ گئی ہم سے اندھیروں کی سرکشی
پھر آفتاب بن کر نکلنا پڑا ہمیں

شیخ صاحب بہترین مبلغ بھی تھے اور مناظر بھی۔ خطبہ و تقریر سادہ اور سلیس ہوتی اور سننے والوں کے دل میں اتر جاتی۔ بیان قرآنی آیات اور صحیح احادیث پر مبنی ہوتا۔ ضعیف روایات اور من گھڑت قصے نہ خود بیان کرتے اور نہ دوسروں کو بیان کرنے دیتے تھے۔ بیان میں اصلاح کا پہلو نمایاں ہوتا۔ ع

تیرے انداز بیان میں بے پناہ تاثیر تھی
تھا یہ کڑوا اور کسیلا وعظ مثل انگبین

آپ نے غیر مسلموں سے بھی مناظرے کیے۔ اٹک شہر میں مرزائیوں کے ساتھ ایک مناظرہ ہوا جس میں راقم آپ کا معاون تھا۔ اس مناظرے کا اثر یہ ہوا کہ مناظرہ کروانے والے مرزائیت سے تائب ہوگئے۔ اٹک ہی میں عیسائیوں کے ایک سکول میں ان سے مناظرہ ہوا جس میں عیسائیوں کو شکست فاش ہوئی۔ اسی طرح مختلف موضوعات پر باطل فرقوں سے بھی مناظرے کیے اور فرمایا کرتے تھے کہ دوران مناظرہ میں میرا مقصد فریق مخالف کو شکست دینا نہیں بلکہ اصلاح ہوتا ہے۔

جبکہ آج کل مناظرے کا مقصد صرف مدمقابل کو چت کرنا رہ گیا ہے۔ والعیاذ باللّٰہ

تو مجاہد تو مناظر تو تھا تنہا انجمن
ہو گئے مبہوت تیرے سامنے اعداء دین

شیخ صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ قوت حافظہ عطا کی تھی۔ مختصر عرصے میں قرآن کریم حفظ کرنا تو جماعت کے خاص و عام کو معلوم ہے، لیکن آپ جیسے حافظہ کا مالک میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ ایک سے زیادہ بار ایسا ہوا کہ میں اور شیخ رحمہ اللہ مکتبہ میں موجود تھے اور شیخ صاحب فرماتے میری آنکھیں باندھ دو میں باندھ دیتا اور کہتے کہ مجھ سے کوئی کتاب طلب کرو۔ میں جس کتاب کی جو جلد کہتا وہ نکال لاتے اور میں حیران ہوتا بلکہ یہاں تک یاد ہوتا ہمارے مکتبہ میں فلاں کتاب جس کا سائز یہ ہے رنگ اور ضخامت اتنی ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ شیخ صاحب کو اپنی لائبریری زبانی یاد تھی۔

شیخ صاحب رحمہ اللہ انتہائی شریف انسان اور شرم وحیا کے پیکر تھے۔ اگر آپ کسی تنگ راستے سے گزر رہے ہوتے اور سامنے سے عورتیں آ جائیں تو دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاتے اور جب خواتین گزر جاتیں تو آپ دوبارہ چلنا شروع کر دیتے۔ راستے پر چلتے ہوئے ہمیشہ نظریں نیچے ہوتیں اور اگر گاڑی میں سفر کر رہے ہوتے تو مطالعہ میں ہی نظر آتے۔

با مقصد گفتگو کرتے اور آپ تواضع و عاجزی کے پیکر، منکسر المزاج، شرافت کے خوگر، ہنس مکھ، خوش مزاج، ملنسار اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ تھے۔ تکبر، حسد، حرص اور دیگر اخلاق رذیلہ سے کوسوں دور تھے۔ اگر کسی کے ساتھ ناراضی ہو جاتی تو پھر راہ چلتے بھی سلام دعا ہو جاتی تو آپ فرماتے دل سے سب کچھ نکل گیا۔

آپ جس طرح ممتاز عالم تھے اسی طرح دین کے عامل بھی تھے۔ قرآن وحدیث کا عملی نمونہ تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ان کے سگے بھائی زاہد اور ان کے پھوپھی زاد بھائی کا نرتوپہ (گاؤں جو کہ حضرو کے قریب ہے) کے رہائشی کسی شخص سے تنازعہ ہو گیا۔ حق پر وہی شخص تھا، لہٰذا آپ اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور اپنے بھائیوں کی مخالفت کی۔

آپ بڑوں کا بے حد ادب کرتے تھے اور چھوٹے بچوں سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ بچوں کے پیار کے دو واقعے ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ محترم شیخ صاحب کی وفات کے بعد بھی وہ بچوں کو یاد ہیں۔ اصل میں یہ ان کا پیار ہے۔ محترم حافظ شیر محمد صاحب حفظہ اللہ کی بیٹی عائشہ جو کہ تقریباً اڑھائی تین سال کی ہے جب آپ فوت ہوئے تو چارپائی کے پاس ہاتھ اٹھائے کھڑی تھی جب پوچھا گیا کیا کر رہی ہو تو کہنے لگی استاد جی کے لیے دعا کر رہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ انھیں جلدی شفا دے اور میرا بچہ جو کہ دو سال اور تین ماہ کا ہے جب شیخ صاحب کی وفات کے بعد میرے ساتھ ایک دفعہ مکتبہ میں گیا تو کہنے لگا شیخ صاحب کہاں ہیں۔

آپ بہترین استاد بھی تھے۔ جو سبق پڑھاتے ذہن نشین ہو جاتا، بلکہ جو شخص آپ سے کچھ پڑھ لیتا یا آپ کے دروس میں شریک ہو جاتا تو اس کے ثمرات سمیٹے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اللہ کے فیصلے کے مطابق بالآخر علم وعمل کا یہ آفتاب علم کی کرنیں بکھیرتا ہوا غروب ہو گیا۔

إنا للّٰه و إنا إليه راجعون.

اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

تحریر میں کہاں سمٹتے ہیں دلوں کے درد
بہلا رہا ہوں خود کو ذرا کاغذوں کے ساتھ